سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۶۷)

تاریخِ اسلام

حصۂ سوم

خلافت عبّاسیہ

جلد اوّل

یعنی ابو العباس سفاح ۱۳۲ھ/۷۵۰ء سے ابو اسحق متقی للہ ۳۳۳ھ/۹۴۴ء تک دو صدیوں کی

سیاسی تاریخ

مرتبہ

شاہ معین الدین احمد ندوی

باہتمام: مولوی مسعود علی صاحب ندوی

سنہ ۱۹۴۴ء   معارف پریس اعظم گڈھ میں چھپی   سنہ ۱۳۶۳ھ

فہرست مضامین

تاریخ بنی عبّاس

محمد مہدی بن منصور

۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ
۷۷۵ء ۷۸۵ء

۶۲ - ۸۰

موسیٰ ہادی بن مہدی

سنہ ۱۶۹ھ تا سنہ ۱۷۰ھ
۷۸۵ء ۷۸۶ء

۸۱ - ۸۸

ہارون الرشید بن مہدی

سنہ ۱۷۰ھ تا سنہ ۱۹۳ھ
۷۸۶ء ۸۰۹ء

۸۹ - ۱۱۳

معتصم باللہ بن ہارون

۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ — ۸۳۳ء تا ۸۴۱ء

۱۷۶ - ۱۹۵

منتصر باللہ بن متوکل

سنہ ۲۴۷ھ تا سنہ ۲۴۸ھ
۸۶۱ء تا ۸۶۲ء

مستعین باللہ بن معتصم

سنہ ۲۴۸ھ تا سنہ ۲۵۱ھ
۸۶۲ء تا ۸۶۵ء

معتمد علی اللہ بن متوکل

۲۵۶ھ تا ۲۷۹ھ / ۸۶۹ء تا ۸۹۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

اسلامی حکومتون مین مذہبی وسیاسی اہمیت، مدت کی وسعت، تہذیب وتمدن کے فروغ اور علوم وفنون کی ترقی کے اعتبار سے خلافت عباسیہ کو سب سے زیادہ اہمیت وامتیاز حاصل ہے، یہ حکومت ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک پانچ سو سال سے اوپر قائم رہی گو اس مدت مین اس پر تغیر وانقلاب اور عروج وزوال کے بڑے بڑے دور گذرے اس نے ہارون، مامون اور معتصم کی عظمت وشان اور جاہ وجلال کے مناظر بھی دیکھے اور ان کے بعد کے خلفاء کے تنزل وادبار اور بے بسی وبے کسی کا عبرت آموز تماشہ بھی دیکھا، جبکہ خود ان مین کوئی قوت باقی نہ رہ گئی تھی، اور ان کے پردہ مین غالب قوتین حکمرانی کرتی تھین، جسے چاہتی تھین خلیفہ بناتی تھین، جسے چاہتی تھین معزول بلکہ قتل تک کر دیتی تھین، لیکن خلافت بغداد کی مرکزی دینی حیثیت آخر آخر تک قائم رہی اور بنی امیہ اندلس، اور مصر ومغرب کے فاطمیون اور علویون کے علاوہ جو بنی عباس کے حریف مقابل تھے، دنیائے اسلام مین جتنی حکومتین قائم ہوئین وہ سب خلافت بغداد کی دینی مرکزیت کو مانتی اور اس کی سیادت کو تسلیم کرتی تھین،

بنی عباس کے عروج کا دور معتصم باللہ المتوفی ۲۲۷ھ پر ختم ہو گیا تھا، گو اس کے بعد خلافت بغداد چار صدیون سے زیادہ قائم رہی لیکن یہ پورا زمانہ تمامتر اس کے سیاسی زوال، عباسی امراء وعمال کی خودسری، غالب قوتون کے اقتدار واستبداد، نئی نئی حکومتون کے قیام ان کے

اور خلفاء کے اختلافات اور خود ان کی آپس کی کشمکش اور جنگ و جدل کی داستان پر مشتمل ہے،

مورخین بنی عباس کی تاریخ کو دو دورون مین تقسیم کرتے ہین، ایک ان کے آغاز سے معتصم باللہ المتوفی ۲۲۷ھ تک دورِ عروج کی تاریخ، دوسری واثق باللہ المتوفی ۲۳۲ھ سے آخر تک دورِ زوال کی، عروج و زوال کے اعتبار سے یہ تقسیم بالکل صحیح ہے لیکن اس کے مطابق کتاب کے حصون کی تقسیم مین یہ نقص ہے کہ دورِ عروج مین کل ایک صدی کی تاریخ آتی ہے اور چار صدیون سے زیادہ کی باقی رہ جاتی ہے جس سے دورِ زوال کا حصہ زیادہ طویل ہو جاتا ہے، اس مین شبہ نہین کہ معتصم کے بعد خلافتِ عباسیہ کا زوال شروع ہو گیا تھا اور اس پر ترک حاوی ہو گئے تھے اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا جسے چاہتے تھے خلیفہ بناتے تھے، جسے چاہتے تھے معزول کر دیتے تھے پھر بھی خلفاء کے بہت کچھ اختیارات باقی تھے، حکومت کا نظام ان ہی کے نام اور احکام و فرامین سے چلتا تھا، اس دور مین بعض ایسے اولوالعزم اور حوصلہ مند خلفاء بھی پیدا ہوئے، جنھون نے ترکون کی قوت توڑنے اور اُن کا اقتدار گھٹانے کی کوشش کی اور اس مین ان کو عارضی کامیابی بھی ہوئی، لیکن مستکفی باللہ المتوفی ۳۳۴ھ کے عہد مین جب بنی بویہ نے ترکون کی جگہ لی تو انھون نے خلفاء کا ظاہری احترام قائم رکھا، لیکن عملاً ان کو عضوِ معطل بنا دیا، حکومت کے تمام اختیارات اپنے ہاتھون مین لے لئے اور خلفاء کا وظیفہ مقرر کر دیا، ان کا محض نام باقی رہ گیا تھا، باقی حکومت کے جملہ سیاہ و سپید کے مالک بنی بویہ تھے، اس دور سے جو زوال شروع ہوا تو پھر آخر تک حالت نہ سنبھل سکی، اس لئے ہم نے اس کتاب کی تقسیم اس دوسرے دورِ زوال کے لحاظ سے کی ہے، چنانچہ اس حصہ مین ابتداء سے متقی للہ المتوفی ۳۳۳ھ کے عہد یعنی ترکون کے دورِ اقتدار تک دو سو سال کی تاریخ ہے، دوسرے حصہ مین مستکفی باللہ المتوفی ۳۳۴ھ کے عہد بنی بویہ کے آغاز اقتدار سے آخر تک چار صدیون کی تاریخ ہو گی،

بنی عباس کے علمی وتمدنی کارنامے اتنے گوناگون ہین کہ ان کو ایک علٰحدہ مستقل جلد مین لکھنا مناسب معلوم ہوتا کہ اسکی مرتب تصویر نگاہون کے سامنے آسکے، چنانچہ پہلے دونون حصون مین صرف سیاسی تاریخ ہوگی اور تیسرا حصہ علمی وتمدنی تاریخ پر مشتمل ہوگا،

عربی مورخین عموماً سیاسی انقلابات اور جنگ وجدال کی بڑی جزوی تفصیلات لکھتے ہین جن سے طول بیان کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہین ہوتا، اس لئے ہم نے حتی الامکان ان مین اختصار ملحوظ رکھا ہے اور غیر ضروری تفصیلات قلم انداز کردی ہین،

فقیر:- معین الدین احمد ندوی

۲۱ر جون سنہ ۱۹۴۴ء، دار المصنفین اعظم گڈہ
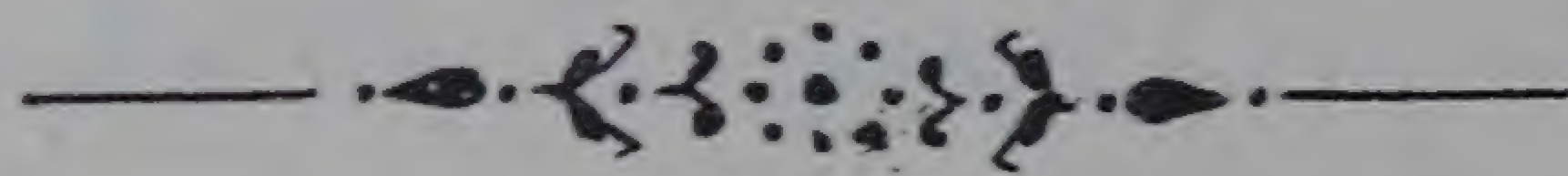
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کی ساڑھے تیرہ سو سال کی تاریخ میں بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں اور بہت سے خانوادے تختِ حکومت پر بیٹھے، لیکن ان سب میں مختلف حیثیتوں سے جو عظمت وشان اور جو اہمیت دولت عباسیہ کو حاصل ہوئی وہ کسی کے حصہ میں نہ آئی، گو اموی حکومت کے مقابلہ میں اس کا رقبہ کم تھا، اور برابر گھٹتا ہی گیا، لیکن جب تک عباسی حکومت کا نام باقی رہا اُس وقت تک اسلامی حکومتوں میں مرکزی حیثیت اسی کو حاصل رہی؛ اور اس کے زوال کے زمانہ میں اس سے ٹوٹ کر جتنی حکومتیں قائم ہوئیں اُن میں سے اکثروں کا تعلق ماتحت کی حیثیت سے آخر آخر تک اس کے ساتھ قائم رہا، اور ان کے حکمران عباسیہ کی سیادت تسلیم کرتے اور اس کے نام کا خطبہ پڑھتے رہے، یہی کا عَلَم ان کی حکومت کا نشان تھا، جسے خود عباسی خلفار اُن کو عطا کرتے تھے، آخر زمانہ میں جب عباسی حکومت صرف بغداد میں محدود ہوکر رہ گئی تھی، اس وقت بھی دینی مرکزیت اسی کو حاصل تھی،

اسلامی تاریخ میں علوم وفنون کا آغاز اسی علم دوست حکومت نے کیا، اور اسی کے زمانہ میں اوجِ کمال کو پہنچے تاریخ اور طب وغیرہ کی دو چار کتابیں اُموی دور میں بھی تالیف وترجمہ ہوئیں، لیکن اس کو علمی سلسلہ کی کوئی اہم کڑی نہیں قرار دیا جا سکتا، اس کا آغاز اور کمال عباسی ہی دور میں ہوا، مسلمانوں کی ساری دماغی ترقیاں، علمی کارنامے اکابر علمار اور علم وفن کے بہترین ذخائر عباسی ہی عہد کی یادگار ہیں، ان کا پایہ تخت بغداد

مدینۃ العلم تھا، جہاں ہر فن کے صاحبِ کمال موجود تھے، اور جس سے ساری دنیائے اسلام کے تشنگان علم سیراب ہوتے تھے،

تمدنی نقش آرائیاں البتہ اموی دور سے شروع ہو چکی تھیں لیکن اسکی تکمیل بھی عباسی عہد میں ہوئی، مختلف قوموں کے میل جول خصوصاً عجمیوں کے اثر نے تہذیب و معاشرت میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا، اور عباسی خلفا کی تمدن نوازی نے ایرانی، کلدانی، مصری رومی، یونانی اور ہندی تہذیب و تمدن کے گوناگوں رنگوں سے سادہ عربی تمدن میں وہ بوقلموں نقش آرائیاں کیں کہ عباسی تمدن دنیا کا تماشاگاہ بن گیا، اور مشرق میں اسی کا نام اسلامی تمدن قرار پایا، اور کشمیر و کاشغر سے لیکر مصر و مغرب تک تمام مسلمانوں کا دینی تمدن ہو گیا، اور مشرق کے جس حصہ میں بھی مسلمانوں کی کوئی نئی حکومت قائم ہوئی یا نئی قوم برسرِ عروج آئی، عباسی تمدن اس کا مایۂ خمیر قرار پایا، اسلئے مسلمانوں کے تمدن، علوم و فنون اور حکومت و سیاست کو سمجھنے کے لئے بنی عباس کی تاریخ سب سے اہم ہے،

اس حکومت کے قیام کی تفصیل بنی امیہ کے دور میں گذر چکی ہے، اسلئے یہاں اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں،

ابتدائی تاریخ اسلام کے واقف کاروں سے یہ راز پوشیدہ نہیں کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ہی سے آپ کی جانشینی کا مسئلہ جس کا اصطلاحی نام "خلافت" و "امامت" ہے مسلمانوں میں اختلاف انگیز رہا، لیکن صحابۂ کرام کے اخلاص اور حسنِ نیت نے اس اختلاف کو دبا کر پھر اتحاد و اتفاق کا دور قائم کر دیا، اور دو اگلی خلافتیں اسی مسلک پر گذر گئیں، تیسری خلافت کے پچھلے عہد میں جب اکثر اکابر صحابہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، اور ان کے خلاف اُن کے وارث ہوئے، تو پر جوش نوجوان طبیعتیں منصبوں اور عہدوں کی حرص و

ہوس میں مبتلا ہو گئیں، خصوصاً قریشی نوجوان اس عظیم الشان اسلامی حکومت کو جس کے قائم

کرنے میں عرب کے تمام قبائل کی کوششیں برابر کی شریک تھیں، اپنی تنہا ملک سمجھتے تھے، اور

یہ چیز آزاد اور مساوات پسند عربوں پر سخت[1] شاق تھی، اس سے زیادہ یہ کہ شام و مصر کو عربوں

نے جب لیا تھا، تو وہاں رومیوں کی غیر قومی سلطنت قائم تھی، جس کے مٹنے کا انکو اور ان کے

باشندوں کو کوئی بڑا افسوس نہ تھا، اور ایران میں جو حکومت قائم تھی، وہ کتنی ہی بری سہی

تاہم وہ ان کی اپنی قومی حکومت تھی جس کے چھن جانے کا غم آسانی سے ایرانیوں کے

دلوں سے محو نہیں ہو سکتا تھا،

حکومت کھونے کے بعد گو وہ عربوں کے ماتحت ہو گئے تھے، لیکن اس کا داغ

اُن کے دل سے نہ مٹا تھا، اور دوبارہ حصول حکومت کے جذبات ان کے دل میں برابر

پرورش پاتے رہے، لیکن چند ہی دنوں کے اندر حکومت اسلامیہ کی بنیادیں اس قدر راسخ

ہو گئی تھیں کہ مادی طاقت سے اس کا جنبش دینا ان کے بس سے باہر تھا، اور اب ان کے

لئے صرف یہی صورت باقی رہ گئی تھی، کہ وہ اسلامی حکومت کو کسی ایسی شکل میں تبدیل کر دیں

کہ ان کو اس میں زیادہ سے زیادہ حقوق حاصل ہو جائیں، لیکن ایسی شکل میں بدلنا بھی مذہب کی

آڑ کے بغیر ممکن نہ تھا، اور اس وقت اسلام پر زیادہ زمانہ نہیں گذرا تھا، اسلئے مسلمانوں

میں عقائد کی کوئی بڑی تفریق نہیں قائم ہوئی تھی، البتہ سیاسی اختلافات کی تفریقیں قائم

ہو رہی تھیں، اور انہی اختلافی جذبات کے اُبھارنے سے کسی نئے انقلاب کی بنیاد

پڑ سکتی تھی،

قریش میں دو خاندان نمایاں اور ممتاز تھے، بنی اُمیہ اور بنی ہاشم، غزوۂ بدر میں

---

[1] تاریخ طبری واقعات عہد عثمانؓ،

قریش کے اکثر رئیس جب مارے گئے، تو مکہ کی ریاست تنہا ابو سفیان اموی کے حصہ میں آئی، بنی ہاشم میں خود آنحضرت صلعم، آپ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت علیؓ بن ابی طالب بن عبد المطلب تھے، اس طرح یہ سمجھنا چاہیئے، کہ بدر سے لے کر فتح مکہ تک بنی امیہ اور بنی ہاشم باہم بر سر مقابلہ رہے اور فتح مکہ پر بنی امیہ کی ریاست کا خاتمہ ہوا، اور وہ بھی عام اسلامی حکومت کا جزء بن گئے، جن میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کا کوئی سوال نہ تھا، شاید اسی کو مٹانے کے لئے آنحضرت صلعم نے بنی ہاشم کو کوئی بڑا عہدہ اور منصب بھی نہیں دیا، اور ہر قسم کی قبائلی اور خاندانی تفرقہ اندازیوں کا قلع قمع کر دیا، آپ کے بعد دو خلیفہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نہ ہاشمی تھے اور نہ اموی، اور انھوں نے بھی اس نکتہ کو پوری طرح یاد رکھا،

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کا انتخاب خلافت کے لئے ہوا، یہ گو آنحضرت صلعم کے داماد تھے، مگر اموی خاندان سے تھے، ان کے اخیر عہد میں اموی اور ہاشمی کا پرانا سوال پھر پیدا ہو گیا یا پیدا کر دیا گیا، شام میں حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ سے امیر معاویہؓ گورنر تھے، اور ایک مدت تک وہاں حکمراں رہے، ان کا اثر وہاں پوری طرح قائم تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا دار الحکومت عراق میں منتقل کر دیا تھا، اسلئے وہاں بنی ہاشم کے حامیوں اور طرفداروں کی بڑی جماعت تھی، اور عراق کے ساتھ عجم کی پوری طاقت بھی شریک تھی، اس بناء پر یہ سمجھنا چاہیئے، کہ عراق سے لے کر ایران و خراسان تک بنی ہاشم کا اقتدار قائم تھا،

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ نے خلافت کی مسند پر قدم رکھا، وہ ہاشمی تھے، بنی امیہ نے اس سے اختلاف کیا اور شام نے ان کا ساتھ دیا، اس مخالف جماعت نے

رہنما امیر معاویہؓ تھے، حضرت علیؓ کا پورا عہد اسی جنگ جدال میں بسر ہوگیا، اور لوگ امن امان کو ترسنے لگے، یہ دیکھ کر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضرت علیؓ کی جگہ عراق و عجم کے خلیفہ تھے، امیر معاویہؓ سے صلح کرلی، مگر بنی ہاشم نے اس کو پسند نہیں کیا، اور بنی ہاشم جو جاہلیت کی اصطلاح تھی، اسلام کے بعد وہ اہل بیت نبوی کی مذہبی اصطلاح میں بدل گئی تھی، اور اب مقابلہ بنی امیہ اور اہل بیت نبوی میں ہوگیا،

امیر معاویہؓ نے خلیفہ ہوکر اہل بیت نبوی کی پوری خاطر مدارات کی اور بظاہر ہر طرح ان کی دلجوئی کی، مگر ان کی وفات کے بعد ان کا لڑکا یزید تخت نشین ہوا، اس جانشینی نے اسلام میں بدترین نظیر پیش کی، اور عام طور پر مسلمانوں نے اس کو اس منصب کے ناقابل سمجھا، مگر بہرحال دنیاوی طاقت وحکومت اس کے ہاتھ میں تھی، تاہم قریش اور اہلبیت نبوی میں جو لوگ اخلاقی طاقت رکھتے تھے، انھوں نے اس جبری اور موروثی جانشینی سے قطعاً اختلاف کیا، ان میں سب سے اہم شخصیت حضرت زبیر بن عوامؓ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تھی جو آنحضرت صلعم کے پھوپھی زاد بھائی کے لڑکے اور حضرت ابوبکرؓ صدیق خلیفۂ اول کے نواسہ تھے، اور ان سے بھی زیادہ اہم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو سرور عالم صلعم کے نواسہ اور حضرت علی مرتضیٰؓ خلیفہ چہارم کے چھوٹے صاحبزادہ تھے، ان کے علاوہ حضرت عمر فاروقؓ خلیفۂ دوم کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عباسؓ کے صاحبزادہ عبداللہ بن عباسؓ موجود تھے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے زہد وورع کی بنا پر گوشہ گیری پسند کی، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے علم کی مسند پر قناعت کرلی، اب صرف حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما باقی رہ گئے، حضرت امام کو اول ان کے عراق کے طرفدار

نے کوفہ آنے کی دعوت دی، اور جیسا کہ معلوم ہے، انھوں نے کوفہ جا کر اہل بیت کے اکثر افراد کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا، اس کے بعد اہلبیت کی یادگار میں صرف حضرت امام حسینؓ کے بیمار صاحبزادہ حضرت امام علی زین العابدین رہ گئے' ان کے علاوہ حضرت علیؓ کے ایک اور صاحبزادہ جو حضرت فاطمۃ زہراؓ کے بعد کی ایک اور بیوی حنفیہ سے تھے، ان کا نام محمد بن حنفیہ تھا،

حضرت علی زین العابدین نے سجادۂ عبادت کو چھوڑ کر، سیاسی میدان میں قدم رکھنا گوارا نہ فرمایا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز میں خلافت کا دعویٰ کیا، اسی اثناء میں یزید کا انتقال ہوگیا اور اسکے بیٹے معاویہ نے تخت چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلی، اس طرح امام حسینؓ کی شہادت کے چند ہی سال بعد امیر معاویہؓ کے خاندان کی موروثی حکومت ختم ہوگئی اور عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز و عراق میں اپنی حکومت قائم کرلی، لیکن ادھر شام میں خاندان بنی امیہ کے ایک اور چالاک ممبر مروان بن حکم سے نے موقع انتخاب میں اپنے کو پیش کر کے کامیابی حاصل کی مگر وہ جلد ہی دنیا سے رخصت ہوگیا، اُس کا لڑکا عبدالملک نہایت مدبر سیاست داں اور باہمت تھا، اوس نے عبداللہ بن زبیرؓ کا خاتمہ کیا اور تمام بغاوتوں کا استیصال کر کے پھر سے بنی امیہ کی نئی حکومت قائم کردی اور بہت سے نئے فتوحات حاصل کیے،

حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد آپ کے خلف الصدق حضرت امام زین العابدین جیسا کہ کہا گیا ان چیزوں سے بالکل کنارہ کش ہوگئے تھے، اور طرفداران اہل بیت جن کا اصطلاحی نام **شیعہ** (گروہ) تھا، ان کی امامت و رہنمائی محمد بن حنفیہ کی طرف منتقل ہوگئی، جو حضرت علیؓ کے غیر فاطمی صاحبزادہ تھے، اس وقت سے حضرت علیؓ کی اولاد

کے دارہ میں دو نئی اصطلاحیں قائم ہوگئیں ایک فاطمی جو حضرت فاطمہ زہرا کے بطن سے تھے دوسرے علوی جو حضرت علیؓ کی دوسری بیویوں سے تھے، بہرحال اس طرح یہ سلسلہ فاطمی اہل بیت سے علویوں میں منتقل ہوگیا، محمد بن حنیفہ کے بعد ان کے لڑکے ابو ہاشم عبداللہ ان کے قائم مقام ہوئے، اتفاق یہ کہ اُن کو ایک ایسے مقام (حمیمہ ملک شام) میں مرض الموت پیش آیا، جہاں حضرت عباسؓ کی اولاد کے سوا کوئی دوسرا رکن اہل بیت موجود نہ تھا، یہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پوتے محمد بن علی تھے، اس لئے ابو ہاشم نے یہ امانت محمد بن علی کے سپرد کرکے ان کو اپنا جانشین بنایا اور اپنے خراسانی اتباع و انصار کو وصیت کی کہ میرے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ میرے جانشین ہوں گے تم لوگ ان کی طرف رجوع کرنا اس وصیت کے مطابق ابو ہاشم کی وفات کے بعد خراسانیوں نے محمد بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی، اس طرح خلافت و امامت کا استحقاق حضرت علیؓ کی اولاد سے حضرت عباسؓ کی اولاد میں منتقل ہوگیا، یہ گویا عباسی حکومت کا بنیادی پتھر تھا،

۱۲۶ھ میں محمد بن علی نے وفات پائی اور ان کے لڑکے ابراہیم ان کے جانشین ہوئے، ان دونوں کے زمانوں میں برابر عباسی دعوت کا خفیہ سلسلہ قائم رہا، ابراہیم کے زمانہ میں یہ راز فاش ہوگیا، اور بنی امیہ نے ان کو گرفتار کرکے قید کردیا، اور قید ہی میں انھوں نے وفات پائی، ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ۱۲۹ھ میں ان کے چھوٹے بھائی ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی نے ان کی جگہ لی، ان کے زمانہ میں عباسیوں میں کافی طاقت آگئی تھی، اس لئے وہ علانیہ بنی امیہ کے مقابلہ میں آگئے، اور بنی عباس کے داعی اعظم ابو مسلم خراسانی نے بنی امیہ کا خاتمہ کردیا، بنی عباس کی دعوت ان کی اور بنی امیہ کی آویزش اور لڑائیوں اور بنی امیہ کے خاتمہ کی تفصیل بنی امیہ کے حصہ میں گذر چکی ہے، اس لئے دوبارہ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں،

ابوالعباس عبداللہ بن محمد المعروف بہ سفّاح

۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ مطابق ۷۴۹ء تا ۷۵۳ء

بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد ابوالعباس عبداللہ بن محمد تخت خلافت پر بیٹھا، اس کی امامت کی بیعت ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ۱۲۹ھ میں ہوئی تھی، لیکن یہ محض ابراہیم کی جانشینی کی بیعت تھی، اور اُن کے حامیوں تک محدود تھی، خلافت کی بیعت عراق پر عباسیوں کے قبضہ کے بعد ربیع الاوّل ۱۳۲ھ میں ہوئی، اور مروان کے قتل کے بعد ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں وہ دنیائے اسلام کا خلیفہ تسلیم کیا گیا، اس کا زمانہ زیادہ تر پرانے فتنوں کو دبانے اور نئی حکومت کے استوار کرنے میں گذرا" سفاح "کے لفظی معنی" خونریز "کے ہیں، اُس نے بنی اُمیہ کے افراد کو چن چن کر قتل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور بنی امیہ نے ۴۰ھ (سال شہادت حضرت علیؓ) سے لے کر اپنے آخری دور ۱۳۲ھ تک ۹۲ برس میں اہل بیت اور ان کے طرفداروں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، سفاح نے گویا اُس کا انتقام پانچ ہی برس میں لے لینا چاہا، سیکڑوں امویوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا، یہاں تک کہ بنی امیہ کی قبریں اکھاڑ اکھاڑ کر ہڈیاں جلائی گئیں، اور خراسانیوں کے ہاتھوں نئی عباسی حکومت کا رعب بٹھانے کے لیے بہت کچھ مظالم کا ارتکاب کیا گیا[1]، بنی امیہ میں سے صرف ایک جوان مرد عبدالرحمان مشرق

[1] دیکھو طبری و ابن اثیر واقعات ۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ و ابوالفدا ص ۲۱۲، ۲۱۳ جلد اول حسینیہ مصر و کتاب الفخری ص ۱۳۲ مطبع موسوعات مصر

سے بھاگ کر مغرب چلا گیا اور اسپین پہنچ کر بنی امیہ کی عظیم الشان حکومت قائم کر لی جو تین سو برس تک اسپین میں کامیابی کے ساتھ قائم رہی،

سفاح نے اپنی نئی حکومت کا ڈھانچہ اس طرح کھڑا کیا، کہ اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو جزیرہ آذربیجان اور آرمینیہ کا والی بنایا، اور اپنے چچا داؤد کو مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، یمن اور یمامہ سپرد کیا اور اپنے ایک بھتیجے کو کوفہ بھیجا اور اپنے دوسرے چچا کو شام دیا اور مصر کی حکومت ابو عون کے سپرد کی اور خراسان کی باگ بدستور ابو مسلم کے ہاتھ میں رہنے دی، اور فارس کا امیر اپنے بھائی کو بنایا

وزارت : وزارت کا عہدہ قائم کیا، اور سب سے پہلے اس منصب پر عباسی تحریک کے مشہور داعی ابو سلمہ حفص بن سلیمان کا تقرر ہوا، یہ کوفہ کا ایک ذی علم عالی دماغ اور فیاض امیر تھا، مشہور عباسی داعی بکیر بن ہامان کی لڑکی اس سے منسوب تھی، مرتے وقت وہ ابو سلمہ کو اپنا جانشین بنا کر امام ابراہیم کے سپرد کر گیا تھا، اس نے عراق میں عباسی تحریک کی بڑی قابل قدر خدمات انجام دی تھیں، اس لئے سفاح نے اس کے صلہ میں اس کو وزارت کا منصب عطا کیا، لیکن یہ زیادہ دنوں تک اس عہدہ پر قائم نہ رہ سکا اور خود سفاح نے اس کا خاتمہ کرا دیا، اس کا سبب یہ ہوا کہ بنی امیہ کے زوال کے بعد ابو سلمہ نے حکومت کو اہل بیت نبوی میں منتقل کرنے کی کوشش کی تھی اور اس خاندان کے کئی بزرگوں کے سامنے اس منصب کو پیش کیا، لیکن سب نے انکار کر دیا تھا، سفاح کو اس کا علم ہو گیا تھا، لیکن ابو سلمہ ابو مسلم کا خاص آدمی تھا اس لئے سفاح کو اس کے ساتھ کسی بدسلوکی کی جرأت نہ ہوئی اس نے ابو مسلم کو اس کی سازش کی اطلاع دیکر اس کا فیصلہ اسی کے ہاتھ میں چھوڑ دیا، ابو مسلم کو سفاح کے دلی خیال کا اندازہ ہو گیا تھا، اسلئے اس نے قتل کرا دیا[2]

ابو سلمہ کے بعد یہ عہدہ خالد بن برمک کو ملا، خالد کا دادا برمک بلخ کے بدھوں کے معبد نوبہار

---

[1] ابو الفدا ج ۱ ص ۲۱۳ حسینیہ [2] الفخری ص ۱۳۷ و ص ۱۳۵،

یہ بجاری تھا اسلئے عجمی بدھوؤں کے دلوں میں اسکی بڑی عظمت تھی، اس کی اولاد نے اسلام قبول کر لیا، یہ سارا خاندان بڑا عالی دماغ تھا، خالد علم و فضل عقل و دانش تدبیر و سیاست شجاعت و شہامت جود و سخا وغیرہ میں سارے خاندان میں ممتاز تھا، اس نے بھی عباسی دعوت کی تبلیغ میں مفید خدمات انجام دی تھیں، اس لئے ابو سلمہ کے بعد سفاح نے اسے وزارت کا عہدہ عطا کیا، جس پر وہ منصور کے زمانہ تک قائم رہا

پایہ تخت | بنی عباس کے اعوان و انصار زیادہ تر عراق و خراسان میں تھے یہیں سفاح کی سب سے پہلی بیعت ہوئی تھی، اس لئے اس نے عراق ہی کو پایہ تخت بنایا اور ۱۳۴ھ میں انبار میں ایک شہر ہاشمیہ آباد کر کے اس کو پایہ تخت قرار دیا، (یعقوبی ج ۲ ص ۴۲۹) یہ شہر سفاح کے نام سے مدینۃ المنصور بھی کہلاتا تھا (دینوری ص ۳۴۳)

غیر مقبوضہ علاقوں پر قبضہ | بنی عباس اور بنی امیہ کی معرکہ آرائیوں کے زمانہ ہی میں ممالک محروسہ کا بڑا حصہ بنی عباس کے زیر نگیں ہو چکا تھا جو حصے باقی رہ گئے تھے ان پر سفاح کے زمانہ میں قبضہ ہو گیا، اس سلسلہ میں بعض معمولی لڑائیاں بھی پیش آئیں،

خراسان پر مروان کی زندگی ہی میں قبضہ ہو چکا تھا ۱۳۳ھ میں محمد بن مسلمہ اموی نے اسے واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا[2]، اسی طرح اہل موصل کی جانب سے مخالفت کا ظہور ہوا، اور انھوں نے عباسی حاکم محمد بن صول کو اپنے یہاں سے نکال دیا، سفاح نے

---

[1] پچھلے بے احتیاط مورخوں نے نوبہار کو مجوسیوں کا آتشکدہ لکھا ہے لیکن حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی نے دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ آتش کدہ نہیں بلکہ بدھوں کا معبد تھا، (عرب و ہند کے تعلقات ص ۱۰۲ تا ۱۲۳)

[2] یعقوبی ج اول ص ۴۲۵،

یحیی بن علی کو بھیجا، اُس نے بزور شمشیر اہل موصل کو مطیع بنایا[1]،

آرمینیہ پر یہاں کے اموی حاکم اسحٰق بن مسلم عقیلی کا نائب مسافر بن کثیر قابض ہو گیا تھا، سفاح نے محمد بن صول کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اس نے اسحٰق کو قتل کر کے آرمینیہ کو اُس کے قبضہ سے چھڑایا[2]،

اسی طرح سندھ پر ایک شخص منصور بن جمہور جس نے بنی امیہ کے آخری دور میں غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا مسلّط تھا، عبدالرحمٰن بن مسلم نے مفلس عبدی کو سرحد کا حاکم مقرر کیا، اس نے سندھ پر فوج کشی کی منصور نے اُسے قتل کر دیا، ابو مسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے موسیٰ بن کعب کو سندھ روانہ کیا اُس نے منصور کو شکست دی، شکست کھا کر وہ ریگستانی علاقہ کی جانب بھاگ گیا، اور اس بے آب و گیاہ علاقے میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے پیاسوں مر گیا، سندھ پر قبضہ کے بعد موسیٰ نے منصورہ کو جو ہندوؤں کی یورش سے ویران ہو گیا تھا دوبارہ آباد کیا اور بعض نئی فتوحات حاصل کیں[3]،

بغاوتیں اور اُن کا خاتمہ عباسی دعوت چونکہ اہل بیت کے نام کے پردہ میں ہوئی تھی، اس لئے ان کے بہت سے ہوا خواہ اس میں شریک ہو گئے تھے، لیکن بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد جب ان کی توقع کے خلاف اہل بیت کے بجائے بنی عباس کے ہاتھوں میں حکومت آئی تو وہ لوگ ان کے خلاف ہو گئے، چنانچہ ایک محب اہل بیت شریک نے بخارا میں علم بغاوت بلند کر دیا، تیس ہزار آدمی اس کے ساتھ ہو گئے، لیکن ابو مسلم نے اس کا خاتمہ کرا دیا، ایک اور خراسانی امیر بسام بن ابراہیم باغی ہو گیا، اس کے ساتھ بھی ایک جماعت ہو گئی تھی، سفاح نے خازم بن خزیمہ کو بھیج کر اس کا بھی خاتمہ کرا دیا[4]،

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶۶ [2] یعقوبی ج ۲ ص ۴۲۹ [3] فتوح البلدان ص ۴۴۹ [4] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶۵،

خوارج | عمان اور بحرین وغیرہ خوارج کے پرانے مرکز تھے، یہ بنی امیہ کی طرح بنی عباس کے بھی خلاف تھے اسلئے بسام بن ابراہیم کے خاتمہ کے بعد سفاح نے خازم کو خارجیوں کے مقابلہ کے لئے عمان اور جزیرہ کاوان بھیجا، صحرائے عمان میں دونوں کا مقابلہ ہوا، کئی خونریز معرکوں کے بعد خارجیوں کا سردار جلندی مارا گیا، اور ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی،[1]

رومیوں کا حملہ | دوسری طرف انقلاب حکومت کی بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر سنہ ۱۳۳ھ میں قیصر روم نے ایشیائے کوچک کے ایک سرحدی شہر کمخ پر حملہ کر دیا، یہاں کے باشندوں نے ملطیہ کے مسلمانوں کی مدد سے مقابلہ کیا، لیکن ان کو شکست ہوئی، کمخ کے بعد رومیوں نے ملطیہ کو گھیر لیا، اور یہاں کے مسلمانوں سے کہلا بھیجا کہ وہ شہر حوالہ کرکے اسلامی علاقے میں نکل جائیں ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا، مسلمانوں نے انکار کیا، ان کے انکار پر رومیوں نے محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا، مسلمانوں میں زیادہ تاب مقاومت نہ تھی، اس لئے انھوں نے مجبور ہو کر ملطیہ چھوڑ دیا اور جزیرہ چلے گئے، شہر خالی ہونے کے بعد رومیوں نے اس کو بالکل ویران کر دیا، اور یہاں جتنے مسلمان مرد تھے ان کو قتل اور عورتوں کو قید کر لیا،[2] یعقوبی کا بیان ہے کہ ملطیہ پر رومیوں کا قبضہ نہیں ہوا بلکہ مصالحت ہو گئی اور سفاح نے آیندہ خطرات کے انسداد کے لئے عبداللہ بن علی کو بھیجکر سرحد کی حفاظت کا انتظام کرایا،[3]

فتوحات | ان حوادث کے ساتھ سرحدی علاقوں پر فوج کشی کا بھی سلسلہ جاری رہا، چنانچہ سنہ ۱۳۳ھ میں خالد بن ابراہیم نے ختن پر فوج کشی کی یہاں کا فرماں روا حیش بن شبل معمولی سی مدافعت کے بعد چین کی طرف نکل گیا،

اسی سنہ میں فرغانہ اور چاچ کے حکمرانوں میں مخالفت ہو گئی، فرغانہ کے حاکم نے

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶۸ [2] ایضاً ص ۱۶۷-۱۶۸ [3] یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۵،

خاقان چین کی مدد سے چاچ کا محاصرہ کر لیا، فرماں روائے چاچ میں خاقان کے مقابلہ میں طاقت نہ تھی، اس لئے اُس نے اس کی اطاعت قبول کر لی، ابو مسلم خراسانی کو اس اختلاف کی خبر ہوگئی، اس نے فوراً زیاد بن صالح کو روانہ کردیا، دریائے طراز پر دونوں کا مقابلہ ہوا، زیاد نے بڑی فاش شکست دی ۱۳۴ھ میں خالد بن ابراہیم نے کش پر فوج کشی کی اور یہاں کے فرماں روا آخرید کو قتل کر کے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور آخرید کے بھائی طاران کو کش کا حاکم بنایا[1]،

ولیعہدی ۱۳۶ھ میں سفاح نے اپنے بعد اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو اور اس کے بعد اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولیعہد مقرر کیا[2]،

ابو مسلم خراسانی کا حج اسی سنہ میں ابو مسلم خراسانی نے سفاح سے حج کی اجازت لی اور راستہ میں انبار میں سفاح سے ملتا ہوا حج کے لئے گیا، اس سال کا حج ابو جعفر منصور کی امارت میں ہوا، ابھی ابو جعفر حج سے واپس نہ ہوا تھا کہ سفاح کا وقت آخر ہو گیا، اور ۱۳ ذیحجہ ۱۳۶ھ میں اُس نے سفر آخرت کیا، اور اپنے پایہ تخت ہاشمیہ میں مدفون ہوا، انتقال کے وقت ۳۳ یا ۳۶ سال کی عمر تھی، مدت خلافت چار سال ۸ مہینے،

اوصاف سفاح نہایت باوقار، عاقل، مدبر اور فیاض خلیفہ تھا، حلم اور حسن اخلاق سے بھی آراستہ تھا[3]، لیکن بنی امیہ کے استیصال میں اُس نے اعتدال سے زیادہ خونریزی کی تھی، اس لئے "سفاح" یعنی خونریز اُس کا لقب ہوگیا تھا،

---

[1] یہ حالات ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶۷ و ص ۱۶۸ سے ماخوذ ہیں [2] طبری ج ۱۰ ص ۸۱، [3] الفخری ص ۱۳۳،

ابو جعفر عبداللہ بن محمد الملقب بہ منصور

۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ مطابق ۷۵۳ء تا ۷۷۴ء

سفاح کے بعد اس کا بھائی ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن مطلب خلیفہ ہوا، یہ ایک بربری لونڈی سلامہ کے بطن سے تھا، سفاح کی وفات کے وقت جیسا کہ گذر چکا وہ مکہ میں تھا، دار الخلافہ میں اس کے چچا عیسیٰ بن علی نے اس کی طرف سے بیعت لی، راستہ میں منصور کو سفاح کی وفات کی خبر ملی، ابو مسلم ساتھ تھا، پہلے اس نے خود بیعت کی، اس کے بعد جس قدر بنو ہاشم اور ارکین حکومت ساتھ تھے، ان سے بیعت لی اور ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں منصور تخت خلافت پر متمکن ہوا، اس وقت اس کا اکتالیسواں سال تھا،

سفاح اپنے زمانہ میں بنو امیہ کا استیصال کر کے منصور کے لئے میدان صاف کر گیا تھا، اس لئے ان کی طرف سے وہ بالکل مطمئن رہا لیکن ابھی بنو امیہ کی حکومت مٹے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا، اسلئے مختلف صوبوں میں بغاوت کے شعلے بھڑکے علویوں نے علیحدہ زور پکڑا اور چونکہ ابھی عباسی سلطنت کا آغاز تھا اسلئے خود اس خاندان کے بعض افراد تخت خلافت کے مدعی بن کر کھڑے ہو گئے، لیکن منصور کی بیدار مغزی، تدبر اور مستعدی ان تمام مشکلات پر غالب آئی، اور اس نے ہر طرح کی شورشوں کے باوجود سلطنت میں کوئی انقلاب نہ ہونے دیا،

عبداللہ بن علی کا دعوی خلافت

سفاح کے انتقال کے وقت اس کا چچا عبداللہ بن علی شام میں تھا، اس کو سفاح کی موت کی خبر ملی تو اس کو تاج و تخت کی طمع دامنگیر ہوئی، چنانچہ اس نے لوگوں

کو جمع کرکے کہا کہ سفاح نے مروان کے مقابلہ میں بنو عباس کو بھیجنا چاہا تھا، لیکن میرے سوا کوئی آمادہ نہ ہوا، میری مستعدی دیکھ کر سفاح نے کہا تھا کہ اگر تم مروان پر غالب ہوگئے تو میرے بعد تم ہی میرے ولیعہد ہوگے، اس کے اس دعویٰ پر بہت سے لوگوں نے شہادت دی، چنانچہ ایک جماعت نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کرلی[1]، لیکن یہ بیان واقعہ کے بالکل خلاف تھا، اس لئے منصور کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُس نے ابومسلم سے مشورہ کیا، طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ ابومسلم اس کی امداد کے لئے آمادہ ہوگیا، لیکن یعقوبی کا بیان ہے، کہ اُس نے درمیان میں پڑنا مناسب نہ سمجھا، اور یہ جواب دیا کہ شام میں عبداللہ کی طاقت بہت کمزور ہے اس لئے ادھر توجہ کی ضرورت نہیں ہے، آپ کو صرف خراسان سنبھالنا چاہئے، یہ رائے دیکر وہ اپنے گھر چلا گیا، اور اپنے کاتب سے کہا، کہ مجھے ان دونوں کے درمیان میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ میں ان دونوں مینڈھوں کو چھوڑ کر خراسان چلا جاؤں، جو غالب ہوگا وہ خود ہی بلائے گا، کاتب نے کہا، لیکن خراسانیوں کو یہ طعنہ دینے کا موقع ملے گا کہ آپ نے جس چیز کو اپنے ہاتھوں بنایا پھر اس کو خود ہی برباد کردیا، چنانچہ کاتب کے اصرار سے مجبور ہوکر ابومسلم منصور کی امداد اعانت کے لئے امادہ ہوگیا[2]، اور نصیبین میں عبداللہ کو شکست دیکر اس کی جماعت منتشر کی، عبداللہ بھاگ کر اپنے بھائی سلیمان کے گھر میں پناہ گزین ہوا، سلیمان نے منصور سے سفارش کرکے اُس کی خطا معاف کرادی، لیکن امان ملنے کے بعد جب عبداللہ منصور کے پاس گیا تو اُس نے اس کو قید کردیا، اور وہ قید ہی میں مرا،

عبداللہ کو شکست دینے کے بعد اس کا بہت سامال ومتاع ابومسلم کے ہاتھ لگا تھا منصور نے اس کو لینے کیلئے آدمی بھیجے، ابومسلم سخت برہم ہوا، بولا خونریزی کیلئے تو مجھ پر اعتبار کیا جائے

---

[1] الفخری صفحہ ۱۵۱ [2] یعقوبی ج ۲ صفحہ ۴۳۳،

اور مال کے بارے میں یہ اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔ وفد کا ایک رکن یقطین بن موسیٰ نہایت ہوشیار شخص تھا، ابومسلم کے تیور دیکھ کر کہا، امیر المومنین نے مجھ کو صرف فتح پر مبارکباد دینے کے لئے بھیجا تھا، مسعودی کا بیان ہے کہ ابومسلم اصل واقعہ تو سمجھ گیا، لیکن یقطین کی برمحل تاویل کے بعد اس کے ساتھ ظاہری اخلاق میں کمی نہ کی، لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ اس کی اس تاویل کے بعد بھی وہ دلی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا، اور منصور کی ماں کی نسبت گستاخانہ کلمات استعمال کئے[1]، منصور کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو طرفین کی کشیدگی میں اضافہ ہوگیا، رفتہ رفتہ کشیدگی نے مخالفت کی شکل اختیار کرلی، اور ابومسلم نے خلافت عباسیہ کو مٹانے کا تہیہ کرلیا، چنانچہ ذہبی کے بیان کے مطابق وہ نصیبین سے فوجیں لئے ہوئے سیدھا خراسان کی طرف بڑھا تاکہ منصور کی بیعت توڑ کر یہاں علوی سلطنت قائم کر دے، راستہ میں اوفیہ میں منصور ٹھہرا ہوا تھا، اُس نے ابومسلم کو بلا بھیجا، مگر وہ نہ آیا، منصور نے دوبارہ عیسیٰ بن موسیٰ اور جریر بن عبداللہ بجلی کو بھیجا، یہ دونوں بلطائف الحیل اس کو لے آئے، منصور اس وقت مصلحتِ وقت کے خیال سے خاموش رہا، اور اپنے کسی طرز عمل سے برہمی کا اظہار نہ ہونے دیا، اس ملاقات کے بعد ابومسلم پھر بدستور آنے جانے لگا،

ابن طقطقی کا بیان ہے کہ اس اختلاف کے بعد ابومسلم اس کی مخالفت کے خیال سے خراسان روانہ ہوگیا، منصور کو اس کی اطلاع ہوئی، تو وہ گھبرایا، کیونکہ خراسان عباسی دعوت اور ابومسلم کے اثر و اقتدار دونوں کا مرکز تھا، یہاں ابومسلم کی مخالفت سے عباسی حکومت کیلئے بڑا خطرہ تھا، اس لئے منصور نے اُسے ایک ہوشیار آدمی کے ذریعہ بلا بھیجا، وہ آنے

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۶ ص ۱۷۱ و ۱۷۲ مطبوعہ لیڈن و یعقوبی ج ۲ ص ۴۴۲ مطبوعہ لیڈن [2] دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۷۴، حیدرآباد دکن،

پر آمادہ نہ ہوتا تھا لیکن کسی طرح سمجھانے بجھانے سے چلا آیا،[1]

ابو مسلم کا قتل ابو مسلم اپنے آپ کو عباسی سلطنت کا بانی سمجھتا تھا اور اسکو یہ بھی یقین تھا کہ یہ حکومت اسی کے بل پر قائم ہے، اس لئے وہ اس پر آزاد اور خود سرانہ حکومت چاہتا تھا، لیکن منصور جیسے بیدار مغز حکمراں کے زمانہ میں یہ ممکن نہ تھا، خصوصاً جب سے اُس نے منصور سے بغاوت کر کے علوی حکومت قائم کرنے کا قصد کیا تھا، اس وقت سے منصور اس کو مستقل خطرہ سمجھنے لگا تھا اور اس خطرہ سے اس کے سوا بچنے کی کوئی صورت نہ تھی کہ ابو مسلم کا قصہ تمام کر دیا جائے، لیکن علانیہ اس کا قتل کرنا بہت مشکل تھا، دربار میں اسکی آمدورفت شروع ہو گئی تھی، اس لئے منصور نے ایک دن ابو مسلم کے آنے کے وقت مسلح آدمی چھپا دئے، وقت مقررہ پر جب وہ آیا تو اسکی تلوار باہر رکھوالی گئی، پہلے اس میں اور منصور میں ادھر اودھر کی باتیں ہوتی رہیں، پھر منصور نے تیور بدل کر کہا تم اپنے حدود سے کتنا آگے بڑھتے جاتے ہو، خطوط میں اپنا نام پہلے لکھتے ہو، میری پھوپھی آمنہ کو تم نے شادی کا پیام دیا، تم اپنے کو سبط بن عبداللہ بن عباسؓ کی اولاد بتاتے ہو، ابو مسلم ہر جرم کی معذرت میں دست بوسی کرتا جاتا تھا، اس کے جرائم گن نے کے بعد منصور نے تالی بجائی، اور مسلح آدمی نکل کر اس کے اوپر ٹوٹ پڑے، اور عباسی حکومت کا یہ بانی اعظم جس نے اسکی تاسیس میں چھ لاکھ آدمیوں کا خون کیا تھا، خود خاک و خون میں تڑپنے لگا،[2]

ابو مسلم کے قتل کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ عباسی دربار میں داخل ہوا اور پوچھا ابو مسلم کہاں ہے، منصور نے جواب دیا فرش میں لپٹا ہوا ہے، عیسیٰ نے کہا کیا قتل کر دیا گیا، منصور نے اثبات میں جواب دیا، عیسیٰ نے انا للہ پڑھا اور کہا اس کے کارناموں اور جاں بخشی کے بعد یہ سلوک ہے؟ منصور نے جواب دیا، خدا کی قسم روئے زمین پر اس سے زیادہ تمہارا کوئی دشمن نہ تھا، اسکی

---

[1] الفخری ص ۱۵۲ و ۱۵۴ [2] مروج الذہب مسعودی ج ۶ ص ۱۸۱ و ۱۸۲،

زندگی میں تم لوگوں کے لئے حکومت کرنا ناممکن تھا، اس سے بچنے کی صرف یہی ایک صورت تھی

سنباد کی بغاوت ابومسلم کے حامیوں کی بڑی جماعت موجود تھی، اُس کے قتل سے عرب وعجم کا سوال پیدا ہو گیا، چنانچہ ۱۳۷ھ میں سنباد نامی ایک مجوسی اس کے خون کا انتقام لینے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا، خراسان کا پورا کوہستانی علاقہ اس کے ساتھ ہو گیا، سنباد نے خراسان کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا، اور مسلمان عورتوں کو قید کر کے خانۂ کعبہ ڈھانے کا عزم ظاہر کیا، منصور کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اُس نے جمہور بن مرار عجلی کو دس ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اُس نے ہمدان اور رے کے درمیان سنباد کو بڑی فاش شکست دی ساٹھ ہزار مجوسی مارے گئے، سنباد نے شکست کھا کر طبرستان نکل جانا چاہا، لیکن راستہ میں اس کا کام تمام کر دیا گیا۔[۱]

جمہور بن مرار عجلی کی بغاوت سنباد کو شکست دینے کے بعد جمہور نے اس کے مال ومتاع کو دارالخلافہ بھیجنے کے بجائے خود اپنے قبضہ میں کر لیا، لیکن پھر اس کو منصور کی بازپرس کا خطرہ ہوا، اسلئے بغاوت کر بیٹھا، منصور نے محمد بن اشعث کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے رے بھیجا، جمہور رے چھوڑ کر اصفہان چلا گیا، ابن اشعث خود رے میں ٹھہرا رہا، اور جمہور کے تعاقب میں اصفہان فوج بھیجی، جمہور کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اس وقت ابن اشعث کے پاس فوج کم ہے، اس لئے عقب سے اس پر حملہ آور ہونا چاہیئے، چنانچہ وہ پلٹ پڑا، لیکن عین وقت پر ابن اشعث کے پاس خراسان سے امدادی فوج آگئی، فیروزان میں دونوں کا مقابلہ ہوا، جمہور شکست کھا کر آذربیجان بھاگ گیا، یہاں خود اس کے ساتھیوں نے اس کا سر قلم کر کے منصور کے پاس بھجوا دیا۔[۲]

---

[۱] الفخری ص ۱۵۳ و ابن اثیر ج ۵ ص ۳۷۱ [۲] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۸۱

مختلف بغاوتیں	ابھی عباسی حکومت کو قائم ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گذرا تھا، اور اس کی بنیادیں

پورے طور سے جمی نہ تھیں، اس لئے ملک کے مختلف حصوں میں بغاوتیں شروع ہوگئیں، چنانچہ

سنباد کی بغاوت فرو ہونے کے بعد ہی

ملبد بن حرملہ کی بغاوت	۱۳۷ھ میں جزیرہ کے قریب ملبد بن حرملہ باغی ہوگیا، اس کی بغاوت

اس قدر شدید تھی، کہ مسلسل فوجیں جاتی تھیں اور شکست کھا کر ناکام لوٹ آتی تھیں، بالآخر

۱۳۸ھ میں خازم بن خزیمہ نے بڑی دشواریوں کے بعد اس کا کام تمام کیا[1]،

فرقہ راوندیہ کی شورش	۱۴۱ھ میں فرقہ راوندیہ نے شورش برپا کی، یہ ایک چھوٹا سا فرقہ تھا،

جو تناسخ کا قائل تھا، اس کا عقیدہ تھا، کہ حضرت آدمؑ کی روح عثمان بن نہیک میں حلول

کر گئی ہے، اور منصور کو خدا کہتا تھا، اور ہثیم بن معاویہ کو جبرئیل مانتا تھا، ۱۴۱ھ منصور

کے محل کے پاس آکر شور مچانا شروع کیا، کہ یہ ہمارے رب کا محل ہے، منصور نے انکے دو سو

سردار گرفتار کراکے قید کر دیئے، راوندیہ اپنے سرداروں کی گرفتاری سے سخت برہم ہوئے

اور قید خانہ توڑ کے ان کو نکال لے گئے، اور چھ سو بلوائی منصور کی طرف چلے، شہر میں سخت

ہنگامہ بپا ہوگیا، منصور محل سے نکل آیا، اس نازک وقت میں ایک شخص معن بن زائدہ شیبانی

کو جو ایک جرم کی وجہ سے منصور کے خوف سے روپوش تھا، اور منصور برابر اس کی تلاش

میں لگا ہوا تھا، کارگذاری دکھانے کا موقع مل گیا، چنانچہ اُس نے نہایت بہادری سے مقابلہ

کرکے بلوائیوں کو فاش شکست دی[2]،

عبدالجبار بن عبدالرحمن ازدی والی خراسان کی بغاوت	۱۴۱ھ میں خراسان کا عامل عبدالجبار بن عبدالرحمن باغی ہوگیا اسکی ابتدا، اس طرح ہوئی کہ اس نے خراسان کی حکومت کے زمانہ میں

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۱ [2] ایضاً ص ۱۹۰-۱۹۹

یہاں کے فوجی افسروں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا، بعضوں کو قتل اور بعضوں کو قید کیا، اس کی اس مخالفانہ روش سے منصور کو شبہہ ہوا، اس نے وزیر ابو ایوب سے کہا کہ عبد الجبار کا ہمارے حامیوں پر اس طرح بے باکی سے ہاتھ صاف کرنا بغاوت کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے، ابو ایوب نے مشورہ دیا کہ اس کو لکھ بھیجئے کہ "میں روم کی طرف بڑھنا چاہتا ہوں اس لئے تم فوراً خراسان کے منتخب بہادروں اور وہاں کے اعیان کو مع فوج کے روانہ کردو" اس طرح وہاں سے فوجی قوت ہٹانے کے بعد جس کو چاہئے وہاں کا حاکم بنا کر بھیجد یجئے، عبد الجبار میں مخالفت کی قوت باقی نہ رہے گی، اس مشورہ پر منصور نے حکم جاری کر دیا، لیکن عبد الجبار نے یہ عذر کیا کہ اس وقت ترک آمادۂ پیکار ہیں، اگر یہاں سے فوجیں ہٹیں تو خراسان ہاتھوں سے نکل جائیگا، اس جواب کے بعد منصور نے دوبارہ ابو ایوب سے مشورہ کیا، اُس نے کہا، اب لکھئے کہ "خراسان مجھے تمام ممالک محروسہ میں سب سے زیادہ عزیز ہے، اس لئے ترکوں کے خطرہ سے بچنے کے لئے میں دار الخلافہ سے مزید فوجیں بھیجتا ہوں"، اس بہانہ سے دار الخلافہ کی فوجیں خراسان بھیجد یجئے، تاکہ اگر عبد الجبار بغاوت کرنا چاہے، تو فوجیں اسے زیر کر سکیں، لیکن عبد الجبار کی نیت فاسد تھی، اس لئے اُس نے پھر ایک بہانہ کیا کہ اس سال خراسان میں گرانی زیادہ ہے، اگر مزید فوجوں کا بار اس پر ڈالا گیا، تو رعایا تباہ ہو جائیگی، اس جواب کے بعد جب عبد الجبار کی بدنیتی بالکل عیاں ہو گئی تو منصور نے فوراً مہدی اور خزیمہ بن خازم کو اسکی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیا، لیکن یہ ابھی پہنچنے بھی نہ پائے تھے، کہ مرو الروذ کے باشندے ان کے آنے کی خبر سن کر خود عبد الجبار کے مقابلہ کے لئے بڑھ گئے، اور ان کے پہنچتے پہنچتے اس کو نکال دیا، عبد الجبار میدان چھوڑ کے روپوش ہو گیا، مجشر بن مزاحم نے گرفتار کرکے دار الخلافہ روانہ کر دیا، منصور نے اس کے قبضہ سے کل مال برآمد کرکے قتل کرا دیا، (طبری ص ۱۴۸۱ و ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۸)

سنہ ۱۴۲ھ میں سندھ کا عامل عینیہ بن موسیٰ باغی ہو گیا، لیکن اسکی بغاوت زیادہ نہ بڑھنے پائی، منصور خود بصرہ گیا اور عمرو بن حفص کو سندھ اور اضلاع ہندوستان کا حاکم بنا کر بھیجا، اُس نے بہت جلد عینیہ پر قابو حاصل کر لیا،

حسان بن مجالد کی بغاوت | سنہ ۱۴۸ھ میں حسان بن مجالد ہمدانی خارجی موصل کے قریب ایک قریہ بافخاری میں اُٹھا، موصل کی شاہی فوجوں نے اس کا مقابلہ کیا لیکن ناکام رہیں، اور خارجیوں نے بازار لوٹ کر آگ لگا دی، اور حسان رقہ ہوتے ہوئے شہر میں داخل ہو گیا، یہاں سے پھر موصل واپس آیا، موصل کی سرکاری فوج کا امیر العسکر صقر بن نجدہ مقابلہ کے لئے نکلا امیر حسن بن صالح اور بلال قیسی اس کے ساتھ تھے، لیکن حسان کی قوت اتنی مضبوط تھی کہ صقر اس مرتبہ بھی ناکام رہا، اور حسان نے ایک افسر بلال قیسی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا، منصور کو اسکی خبر ہوئی تو اُس نے از سر نو فوجیں بھیجنے کا عزم کیا، ان کے روانہ کرنے سے پہلے امام ابو حنیفہ اور محدث ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کو بلا کر ان سے کہا کہ موصل والوں نے وعدہ کیا تھا، کہ وہ میرے خلاف بغاوت نہ کریں گے، اور اگر بغاوت کریں گے تو پھر مجھ پر ان کے مال اور ان کے خون کی ذمہ داری باقی نہ رہے گی، اس لئے اب میں بری ہوں، امام ابو حنیفہؒ یہ سُن کر خاموش ہو گئے، باقی دونوں آدمیوں نے کہا، کہ امیر المومنین! موصل کے باشندے آپ کی رعایا ہیں، اگر آپ درگذر سے کام لیں تو وہ اس کے حقدار ہیں، اور اگر سزا دیں تو وہ سزا کے مستحق ہیں، لیکن امام صاحب خاموش رہے، منصور نے کہا، آپ کیوں خاموش ہیں؟ امام صاحب نے یہ بلیغ جواب دیا، امیر المومنین! انھوں نے ایسی چیز جائز رکھی جس کے خود وہ مالک نہ تھے، اس کی مثال ایسی ہی ہے، کہ اگر کوئی عورت بغیر نکاح اور مملوکیت کے اپنے کو کسی مرد کے سامنے پیش کرے تو کیا اس سے تمتع جائز ہو گا، منصور نے

کہا نہیں؟ امام موصوف کے اس جواب کے بعد منصور نے موصل والوں سے مواخذہ کا خیال چھوڑ دیا۱؎

استاذسیس کا دعوائے نبوت ۱۵۰ھ میں نواحِ خراسان میں استاذسیس نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، ہرات، بادغیس اور سجستان کے بہت سے باشندے اس کے ساتھ ہوگئے، اور وہ ان کی مدد سے خراسان کے بڑے حصہ پر چھا گیا، مروالروز کا عامل اجشم اس فتنہ کو دبانے کے لئے نکلا، لیکن استاذسیس کی طاقت بہت مضبوط تھی، اس لئے اجشم اور اس کے بہت سے فوجی افسر مارے گئے، منصور اس وقت زاذان میں تھا، اس کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً خزیمہ بن خازم کو ۱۲ ہزار فوج کے ساتھ شاہزادہ مہدی کے پاس روانہ کیا، مہدی نے اس کو ۲۰-۲۲ ہزار کی جمعیت کے ساتھ استاذسیس کی سرکوبی پر مامور کیا، اور خزیمہ نے بڑے اہتمام سے اس کے مقابلہ کی تیاری کی، ہیثم بن شعبہ، نہار بن حصین السعدی، بکار بن مسلم وغیرہ منتخب بہادروں کو فوج کے مختلف حصوں پر متعین کیا اور زبرقان کو علم دیکر استاذسیس کی طرف بڑھے، اُس کے آدمی زیادہ تر بیدل تھے، اس لئے خزیمہ نے پہلے اس کو مختلف مقامات میں چکر دے کر تھکا دیا، پھر ایک مقام پر ٹھہر کر خندق کھودی، اور اس کے چاروں رُخ پر ہزار ہزار منتخب بہادر متعین کردیئے، اس دوران میں استاذسیس بھی پہنچ گیا، اور خندق کے جس رخ پر بکار بن مسلم متعین تھا، اس کو پاٹنا شروع کیا، لیکن بکار نے اُنھیں ہٹا دیا، یہاں سے ہٹ کے ان لوگوں نے خازم کے مورچہ کا رُخ کیا، اور حریش نامی ایک سیستانی اُنکی جانب بڑھا، خازم نے اس کو آتے دیکھ کر ہیثم کو بکار کی سمت سے پھر کر عقب سے حملہ کرنے کا حکم دیا، اور بکار کو یہ ہدایت کردی کہ وہ ہیثم کا جھنڈا دیکھتے ہی اعلان کرادے کہ طخارستان سے امدادی فوج آگئی، یہ ہدایت دے کر خود حریش کے مقابلہ کے لئے بڑھا، ادھر یہ دونوں گتھے ہوئے تھے کہ پیچھے سے ہیثم پہنچ گیا، ان کو دیکھتے ہی بکار کے دستہ نے خازم کی ہدایت

۱؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۲۱۶ و ص ۲۱۷

کے مطابق نعرہ لگایا، حریش گھبراہٹ میں ادھر متوجہ ہو گیا، اور خزیمہ نے نہایت زور شور سے حملہ کرکے پیچھے ہٹا دیا، پیچھے ہیثم موجود تھا، اُس نے ادھر سے گھیر لیا، بکار اور نہار علیحدہ اپنی اپنی سمتوں سے ٹوٹ پڑے اور استاذ سیس کی فوج چاروں طرف سے گھر کر پامال ہو گئی ستر ہزار آدمی قتل اور ۱۴ ہزار گرفتار ہوئے، استاذ سیس پہاڑی علاقہ میں بھاگ گیا خازم نے تعاقب کرکے گھیر لیا، استاذ سیس نے جب دیکھا کہ بھاگنے سے بھی جان نہیں بچتی تو ابو عون کو حکم مان کر چلا آیا کہ وہ جو فیصلہ کر دے اُسے قبول کرے گا، اُس نے فیصلہ کیا کہ استاذ سیس اور اُس کے لڑکے قید کئے جائیں، اور باقیماندہ لوگوں کو رہا کر دیا جائے[1]،

افریقہ کی بغاوت | شمالی افریقہ کا پورا علاقہ بڑا بغاوت پسند تھا، یہاں کے بربری اور خارجی جنگی افریقہ میں بڑی تعداد تھی، دونوں بڑے شورش پسند واقع ہوئے تھے، بنی امیہ کے آخری زمانہ میں یہاں بڑی عظیم الشان بغاوت ہو چکی تھی، جس کے آثار عباسی عہد میں بھی باقی تھے ۱۴۴ھ میں منصور نے امیر محمد بن اشعث کو مصر و مغرب کا والی بنا کر بھیجا، اُس نے شورش پسندوں کا قلع قمع کرکے امن و سکون قائم کیا اور افریقہ کے برہم شدہ نظام کو از سرِ نو درست کیا، اور کئی سال تک یہاں امن و امان قائم رہا، پھر ۱۴۸ھ میں خود ابن اشعث کی فوج کا ایک سردار موسیٰ بن عجلان باغی ہو گیا، فوج نے بھی اس کا ساتھ دیا، اور ابن اشعث کو نکال کر عیسیٰ بن موسیٰ خراسانی کو افریقہ کا حاکم بنایا، اس لئے منصور نے ایک نامور امیر اغلب بن سالم تمیمی کو افریقہ کا حاکم بنا کر بھیجا، یہ بڑا مدبر تھا، اس نے افریقہ پہنچتے ہی حسن تدبیر سے امن و سکون قائم کر دیا، لیکن ایک ہی سال بعد ۱۴۹ھ میں بڑی انقلاب انگیز شورش شروع ہو گئی جس کا سلسلہ کئی سال تک مسلسل قائم رہا، اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اس سنہ میں

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۱۹،

ایک بربری خارجی ابوقرہ بربریوں کو لے کر اٹھ کھڑا ہوا، اغلب کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سالم بن سوادہ کو قیروان کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر ابوقرہ کے مقابلہ کے لئے نکلا، لیکن وہ بھاگ گیا، اس لئے اغلب نے طبنہ جانے کا ارادہ کیا، لیکن اس کی فوج نے جس میں زیادہ تر بربری تھے انکار کر دیا کہ وہ ابوقرہ کے مقابلہ کے لئے نکلے تھے، اس لئے اور کہیں نہ جائیں گے، چنانچہ اغلب کا ساتھ چھوڑ کر قیروان چلے گئے اور اس کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی رہ گئے،

اغلب کی فوج کا یہ رنگ دیکھ کر ایک بربری حسن بن حرب نے جو اس وقت تونس میں تھا، اس کو اپنے ساتھ ملا لیا، اور اغلب کے نائب سالم بن سوادہ کو گرفتار کر کے قیروان پر قبضہ کر لیا، اغلب کو اسکی اطلاع ہوئی، تو وہ اپنی مختصر سی فوج لے کر قیروان پہنچا، اور حسن کو شکست دے کر یہاں سے نکال دیا، اور وہ تونس چلا گیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر فوجیں لے کر پہنچ گیا، اغلب نے مقابلہ کیا، اور زخمی ہو کر اس کے صدمہ سے مر گیا، اغلب کی موت کے بعد اس کے ایک افسر مخارق بن غفار نے حسن کو شکست دی اور وہ بھی مارا گیا،

اغلب کی موت کے بعد منصور نے ۱۵۱ھ میں ابوجعفر عمرو بن حفص کو افریقہ کا والی مقرر کیا، یہ مدبر والی تھا، اس نے افریقہ کے عمائد کو حسن سلوک سے مائل کر کے افریقہ میں امن قائم کر دیا، تین سال کے بعد ۱۵۳ھ میں ایک شہر طبنہ کو بسانے کے سلسلہ میں اسے قیروان چھوڑ کر زاب جانا پڑا، اس کے ہٹتے ہی پھر بربری اُٹھ کھڑے ہوئے، ابن حفص کے نائب حبیب بن مسیب مہلبی نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر مقتول ہوا، اور بربریوں نے پھر قیروان پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد طرابلس پہنچے اور یہاں کے حاکم جنید بن بشار کو شکست دیکر

---

[1] یہ ابن العذاری کا بیان ہے، ابن اثیر کا بیان ہے کہ فوج پھر آگر اس سے مل گئی تھی،

محصور کر لیا، اور سارے افریقہ میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے، امیر بن حفص اس وقت زاب کے
شہر طبنہ میں تھا، اس لئے ابو قرہ صفری، عبد الرحمٰن بن رستم ابو حاتم اور عاصم سدرانی وغیرہ
باغی بربری سرداروں نے ہزاروں بربریوں کے ساتھ طبنہ پر ہجوم کیا، ابن حفص کے پاس کل
پندرہ ہزار فوج تھی، تاہم اس نے مقابلہ کا ارادہ کیا، لیکن اس کے افسروں نے مخالفت کی
اور کہا ہم میں سے جس کو چاہیے مقابلہ میں بھیجدیجئے، آپ طبنہ نہ چھوڑیئے، اگر آپ کی جان
کو کوئی نقصان پہنچا تو سارا مغرب برباد ہو جائیگا، اس لئے ابن حفص نے مقابلہ کا خیال چھوڑ دیا
اور ابو قرہ کے بھائی کو رشوت دے کر توڑ لیا، چنانچہ ایک رات کو وہ بربریوں کی
بڑی تعداد لے کر چلا گیا، اسلئے ابو قرہ کو بھی لوٹ جانا پڑا، باغی سرداروں میں سب سے بڑی
قوت ابو قرہ کی تھی، اس کے چلے جانے کے بعد دوسرے سرداروں کا زیر کر لینا آسان تھا
چنانچہ عبد الرحمٰن کے مقابلہ میں فوجیں بھیجکر اسے شکست دیدی، شکست کھا کر وہ تاہرت
چلا گیا، اور ابن حفص قیروان واپس آگیا، اسکی واپسی کے بعد ہی ابو حاتم بربری ایک لاکھ تیس ہزار
فوج کے ساتھ قیروان پہنچ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا، ابن حفص عرصہ تک مدافعت کرتا رہا
لیکن محاصرہ کی شدت اور طوالت کی وجہ سے اہل شہر کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی،
خورد و نوش کا تمام سامان ختم ہو گیا، آخر میں کتے بلی مار مار کر کھانے کی نوبت آگئی، اس
دوران میں اطلاع ملی کہ منصور کی جانب سے یزید بن حاتم ساٹھ ہزار امدادی فوجیں لیکر
آرہا ہے، لیکن ابن حفص محاصرہ کی سختیوں سے اتنا تنگ آچکا تھا کہ اس نے اس کے پہنچنے
کا بھی انتظار نہ کیا، اور باہر نکل کر بربریوں کا مقابلہ کر کے مردانہ وار جان دیدی یہ واقعہ
ذی الحجہ ۱۵۴ھ میں پیش آیا،

عمرو بن حفص کے بعد لوگوں نے اس کے بھائی جمیل بن حفص کو اس کا قائم مقام

بنایا، اُس نے محاصرہ کی سختیوں سے گھبرا کر ابوحاتم سے صلح کرلینی چاہی، لیکن اُس نے منظور نہ کیا اور قیروان کے پھاٹک کو جلا کر شہر میں داخل ہوگیا، یہاں کے اکثر باشندے شہر چھوڑ کر زاب چلے گئے، ابوحاتم کے قیروان میں داخلہ کے بعد اس کو اطلاع ملی کہ یزید بن حاتم طرابلس پہنچ گیا ہے، اسلئے وہ عبدالعزیز معافری کو قیروان کی حفاظت کیلئے چھوڑ کر خود یزید بن حاتم کے مقابلہ کے لئے طرابلس روانہ ہوگیا، اس درمیان میں یزید طرابلس پہنچ چکا تھا، دونوں میں بڑا سخت معرکہ ہوا، ایک خوں ریز جنگ کے بعد بربریوں نے بڑی فاش شکست کھائی، ابوحاتم مارا گیا اور اس کی تیس ہزار فوج کام آئی، اور باقی منتشر ہوگئی، یزید نے تعاقب کرکے جہانتک ہوسکا، بربریوں کو قتل کرایا، ابوحاتم کو شکست دینے کے بعد سعید بن شداد کو طرابلس میں چھوڑ کر جمادی الثانی ۱۵۵ھ میں قیروان آیا، یہاں ابوحاتم کا ایک ساتھی عبدالرحمٰن ابتک موجود تھا، یزید کے پہنچنے کے بعد وہ کتامہ بھاگ گیا، یزید نے ۱۵۶ھ میں اس کے تعاقب میں علاء بن سعید کو روانہ کیا، اس لئے عبدالرحمٰن یہاں بھی ٹھہر نہ سکا، اور قلعہ چھوڑ کر نکل گیا، اور علاء بن سعید نے یہاں کے بربریوں کا قتل عام کیا، اسی زمانہ میں ایک اور بربری ابویحییٰ بن فریانس نے طرابلس کے نواح میں علمِ بغاوت بلند کیا، بہت سے بربری اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے لیکن یہاں کے حاکم عبداللہ بن سمط کندی نے اُسے شکست دے کر اس کے جتھے کو تہ تیغ کردیا، ابویحییٰ کے بعد افریقہ کی بغاوت کا بالکل خاتمہ ہوگیا، اور برسوں کی شورش کے بعد کامل امن وامان قائم ہوا[1]

اندلس میں اموی حکومت کا قیام منصور کے زمانہ میں اگرچہ بغاوتیں بہت ہوئیں، لیکن ملک کا کوئی حصہ ہاتھوں سے نکلنے نہ پایا، البتہ اندلس میں عبدالرحمٰن الداخل نے اموی حکومت قائم کرلی

[1] یہ حالات البیان المغرب صفحہ ۶۳ تا ۱۰۳ سے ملخصاً ماخوذ ہیں، کہیں کہیں ابن اثیر سے بھی مدد لی گئی ہے، جہاں کہیں دونوں کے بیانوں میں اختلاف ہے وہاں البیان المغرب کے بیان کو ترجیح دی گئی ہے،

اسکی تفصیل یہ ہے کہ بنی امیہ کے آخری زمانہ ہی سے اندلس کی حکومت کا نظام بگڑ چکا تھا، اور یہاں کے عرب اور بربر اور پھر عربوں میں یمنی اور مضری قبائل میں جنگ برپا تھی، جس کی تفصیل تاریخ بنی امیہ میں گذر چکی ہے اس مسلسل خونریزی اور بدامنی سے گھبرا کر اہل اندلس نے ہشام ابن عبدالملک اموی سے درخواست کی تھی کہ وہ کسی ایسے شخص کو اندلس کا حاکم بنادے جو یہاں اتحاد و اتفاق پیدا کرکے امن و امان قائم کرسکے، چنانچہ ہشام نے ۱۲۵ھ میں ابوالخطار حسام ابن ضرار کلبی کو اندلس کا حاکم مقرر کیا تھا، اہل اندلس بدامنی سے تنگ آچکے تھے، اس لئے سب نے اسکی اطاعت قبول کرلی اور اندلس میں امن و امان قائم ہوگیا، اور ابوالخطار کے آنے کے بعد چار سال تک سکون رہا،[۱]

لیکن ابوالخطار بھی قبائلی تعصب سے خالی نہ تھا، وہ یمنی تھا، اُس نے ایک ممتاز مضری سردار صمیل بن حاتم کے اثر و اقتدار پر رشک کرکے اس کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا، اس لئے یمنی اور مضری عصبیت پھر تازہ ہوگئی، اور دونوں فریق لڑگئے اور ابوالخطار شکست کھاکر گرفتار ہوا، اسکی گرفتاری کے بعد اہل اندلس نے ثوابہ بن سلامہ جذامی کو حاکم بنایا، لیکن ۱۲۹ھ میں اس کا انتقال ہوگیا،[۲]

ثوابہ کی موت کے بعد پھر یمن اور مضر کی حکومت کا سوال پیدا ہوگیا، دونوں فریق اپنا اپنا آدمی چاہتے تھے، یہ وہ زمانہ تھا جب بنی امیہ کی حالت زبون ہورہی تھی، اس لئے وہاں سے بھی اس کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا، اور کامل چار مہینے تک کسی کا تقرر نہ ہوسکا، عبدالرحمن ابن کثیر کو عارضی طور سے مشیر کار بنالیا گیا تھا،

---

[۱] مجموعہ اخبار افتتاح اندلس ص ۴۵ و ۴۶ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۹ [۲] مجموعہ افتتاح اخبار اندلس ص ۵۶ و ۵۷ و ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۰،

آخر میں بڑے سخت اختلاف کے بعد یوسف بن عبد الرحمٰن مضری کا انتخاب ہوا، ابن خلدون کا بیان ہے کہ دونوں میں یہ طے پایا کہ باری باری سے ایک ایک سال کے لئے یمن، اور مضر سے انتخاب ہوا کریگا[1]، لیکن افتتاح اندلس کے بیان کے مطابق بلا کسی شرط کے انتخاب ہوا[2]، البتہ ایک اور امیدوار سردار یحییٰ بن حریث جذامی یمنی کو ریہ کا علاقہ دیدیا گیا تھا، لیکن اس سے بھی حالات نہ سلجھے اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر یمنی اور مضری عصبیت بڑی شدت کے ساتھ ابھر آئی، اور فریقین میں جنگ شروع ہوگئی، اس کے کئی اسباب بیان کئے جاتے ہیں، ایک یہ کہ یوسف کی یک سالہ مدتِ حکومت ختم ہونے کے بعد جب یمنیوں کی باری آئی تو یوسف نے ان پر حملہ کر دیا، دوسرا یہ کہ یوسف کو حاکم بنانے کی تحریک صمیل بن حاتم نے کی تھی، یہ دونوں مضری تھے، اس لئے یمن اور مضر کا سوال پیدا ہوکر جنگ شروع ہوگئی تیسرا یہ کہ یوسف نے زمامِ حکومت ہاتھوں میں لینے کے بعد یحییٰ بن حریث جذامی کو جسے ریہ کی حکومت دی گئی تھی معزول کر دیا، بہر حال ان تینوں میں سے جو سبب بھی ہو، یوسف کے زمانہ میں پھر فریقین میں جنگ شروع ہوگئی اور اس کا سلسلہ کئی سال تک قائم رہا، اس خانہ جنگی سے اندلس کے مسلمانوں کی قوت بہت کمزور پڑ گئی، اور یہاں کے اصلی باشندوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے، بہت سے نو مسلم اندلسی مرتد ہوکر باغی ہوگئے، اور سارے اندلس میں انقلاب کی شکل پیدا ہوگئی، لیکن کئی سال کی خونریزی کے بعد بالآخر یوسف اور صمیل نے یمنیوں کو مغلوب کر کے اپنی حکومت قائم کرلی[3]، ٹھیک اسی زمانہ میں عبد الرحمٰن بن معاویہ اندلس پہنچ گیا،

عبد الرحمٰن الداخل کا ورود اندلس اور اموی حکومت کا قیام

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عباسی حکومت کے قیام کے بعد جب سفاح نے بے دردی سے اموی خاندان کو مٹانا شروع کیا، اور وہ ڈھونڈ

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۰ [2] مجموعہ افتتاح اندلس ص ۵۵ [3] یہ حالات افتتاح الاندلس میں بہت مفصل اور طویل ہیں، ہم نے صرف نتیجہ لکھا ہے،

ڈھونڈھ کر قتل کئے جانے لگے، تو ان کو جدھر کا راستہ ملا بھاگ نکلے، انہی میں ایک عبد الرحمٰن ابن معاویہ بن ہشام بن عبد الملک اموی بھی تھا، مروان کے خاتمہ کے وقت وہ شام میں تھا جب بنی امیہ کی دار و گیر اور ان کا قتل عام شروع ہوا تو وہ چھپ کر بھاگ نکلا، عباسی سپاہیوں نے اس کا تعاقب بھی کیا، لیکن وہ کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل گیا، اور مغرب پہنچکر قبیلہ مکناسہ میں مقیم ہوا، افریقہ کے حاکم عبد الرحمٰن فہری کو عبد الرحمٰن بن معاویہ کے افریقہ پہنچنے کی خبر ہوئی تو اس نے اس کی تلاش شروع کر دی، قبیلہ مکناسہ بھی اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا تھا اس لئے عبد الرحمٰن مکناسہ سے قبیلہ نفزادہ چلا گیا، اسکی ماں بربری تھی اور اسی قبیلہ سے تھی اس لئے قبیلہ نفزادہ نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا،

یہ وہ زمانہ تھا جب یوسف یمنیوں کو مغلوب کر کے اپنی حکومت قائم کر چکا تھا لیکن اندر اندر مخالفت کی آگ برابر سلگ رہی تھی، یمنی بنی امیہ کے پرانے وفادار تھے، ان کے علاوہ چونکہ یہاں مدتوں اموی حکومت رہ چکی تھی، اور ابتک عباسیوں کا اثر یہاں نہ پہنچا تھا، اس لئے بنی امیہ کے حامیوں کی بڑی تعداد یہاں موجود تھی چنانچہ عبد الرحمٰن نے ان کو اندلس میں اپنی حکومت کے قیام کے لئے خط لکھا، اور اپنے غلام بدر کو بھیجا، یمن کے تمام قبائل اور بنی امیہ کے دوسرے طرفداروں نے اس کے پیام کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا، اور ان کا ایک وفد جہاز لے کر عبد الرحمٰن کو لینے کے لئے مغرب آیا، اور ۱۳۸ھ میں اس کو اپنے ساتھ اندلس لے گیا[1]،

اہل اندلس عبد الرحمٰن کے لئے چشم براہ تھے، اس کے پہنچتے ہی یمن کے قبائل نے اسکے سامنے سر اطاعت خم کر دیا، ان کے علاوہ اشبیلیہ، ریہ، شذونہ اور مورور کے مسلمانوں نے بھی اس کی بیعت کر لی، ان کی حمایت و امداد حاصل ہونے کے بعد عبد الرحمٰن اندلس کے

---

[1] افتتاح الاندلس حوالۂ مذکورہ

پایہ تخت قرطبہ کی طرف بڑھا، یوسف اس وقت ایک مہم میں جلیقیہ گیا ہوا تھا، یہاں قرطبہ پر عبد الرحمٰن کی فوج کشی کی خبر پہنچی تو یوسف کی فوجیں اس کا ساتھ چھوڑ کر عبد الرحمٰن کے پاس قرطبہ چلی گئیں، اور اس کے ساتھ بہت تھوڑی جماعت رہ گئی؛ اس کے وزیر و مشیر صمیل نے اسکو عبد الرحمٰن کے ساتھ لطف مدارات سے پیش آنے کا مشورہ دیا، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور عبد الرحمٰن قرطبہ ہوتا ہوا مالقہ پہنچا، یہاں آنے کے بعد اکثر شہروں کی فوجیں اس کے پاس چلی آئیں، اور قریب قریب پورا اسلامی اندلس اس کے ساتھ ہو گیا، اور یوسف کے ساتھ صرف فہر اور قیس کے قبیلے رہ گئے، اس دوران میں یوسف بھی قرطبہ پہنچ گیا، عبد الرحمٰن نے قرطبہ پر فوجکشی کردی، یوسف کے پاس بہت کم قوت تھی، اس لئے اسکو شکست ہوئی اور وہ غرناطہ جاکر قلعہ بند ہو گیا، عبد الرحمٰن نے عقب سے پہنچ کر محاصرہ کر لیا، یوسف کے پاس کوئی بڑی قوت نہ تھی، اس لئے اسے مجبور ہو کر عبد الرحمٰن کی اطاعت قبول کر لینی پڑی، اور دونوں میں مصالحت ہو گئی، عبد الرحمٰن نے اسے قرطبہ میں قیام کرنے کی اجازت دیدی، لیکن تھوڑے دنوں کے بعد اُس نے بد عہدی کی اور یہاں سے طلیطلہ چلا گیا، بیس ہزار بربری اس کے ساتھ ہو گئے، عبد الرحمٰن کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے عبد الملک بن عمر مروانی کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا اُس نے یوسف کو شکست دی اور اس کے ایک آدمی نے حیلہ سے اس کو قتل کر کے اُس کا سر عبد الرحمٰن کی خدمت میں پیش کیا، یوسف کے قتل کے بعد ۱۴۲ھ میں اندلس میں بنی امیہ کی حکومت قائم ہو گئی[1]

علوی خلافت کے بارہ میں علوی اور غیر علوی کی نزاع بنی امیہ کے زمانہ سے چلی آرہی تھی جو بنی عباس کے زمانہ میں بھی قائم رہی، بلکہ پہلے سے زیادہ بڑھ گئی اور منصور کے زمانہ میں اسکا

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۱ افتتاح الاندلس میں ان واقعات کو بڑی تطویل سے لکھا ہے،

جس شدت کے ساتھ ظہور ہوا، اس کی مثال اموی دور میں بھی نہیں ملتی، عباسی حکومت کے خلاف ان میں ایک عام حرکت پیدا ہوگئی، اور سب سے پہلے محمد بن عبد اللہ المہدی الملقب بہ نفس زکیہ نے منصور کے مقابلہ میں خروج کیا، نفس زکیہ فضل و کمال اور زہد و ورع اور اثر و نفوذ کے لحاظ سے بنی ہاشم کے نہایت ممتاز بزرگ تھے، ان کے والد عبد اللہ نے بنی ہاشم کے حامیوں میں "اسمہ کاسمی" والی مشہور حدیث کی تبلیغ کرکے ان کے دلوں میں یہ بات راسخ کردی تھی کہ محمد وہی مہدی موعود ہیں جن کی پیشین گوئی آنحضرت صلعم نے فرمائی تھی[1]، اور چونکہ ناموں سے وہ اس حدیث کے مصداق تھے، اس لئے بہت سے لوگ خصوصاً شیعیان اہل بیت نے آسانی سے اُسے قبول کرلیا، اور بہت بڑی جماعت نے ان کو مہدی تسلیم کرکے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی، اور نفس زکیہ ایک زمانہ تک خفیہ دعوت دیتے رہے، منصور ابتدا ہی سے ان کی تاک میں لگا ہوا تھا، مگر نفس زکیہ برابر ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے، اس لئے منصور ان کو گرفتار نہ کرسکا، ۱۴۴ھ میں جب بنو ہاشم نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی، تو منصور نے سختی سے ان کی تلاش شروع کی اور بنو ہاشم کو بلا کر ان سے اُن کا پتہ پوچھا، مگر کسی نے صحیح جواب نہ دیا، اس وقت اُس نے نفس زکیہ کے والد عبد اللہ پر سختی شروع کی، کہ وہ نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم کو حاضر کریں، اُنھوں نے لاعلمی ظاہر کی، اور کہا اگر وہ میرے پاس ہوتے تب بھی قتل کے لئے تمھارے حوالہ نہ کرتا[2]، منصور نے ہر طرح کی سختیاں کیں، مگر کسی طرح پتہ نہ چلا، تلاش و جستجو کا سلسلہ جاری تھا کہ علویوں نے مکہ میں جمع ہوکر منصور کو خفیہ قتل کر دینے کی سازش کی، عبد اللہ بن محمد نے اس کام

---

[1] الفخری ص ۱۴۵، پوری حدیث یہ ہے لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث فیہ مہدینا او قائمنا اسمہ کاسمی واسم ابیہ کاسم ابی، لیکن محدثین کے نزدیک یہ حدیث پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔
[2] ایضاً ص ۱۴۷،

کا بیڑا اٹھایا لیکن محمد نے اس سے اختلاف کیا، اور کہا کہ ہم اس وقت تک اسکو دھوکے سے قتل نہ کریں گے، جب تک اس کو خلافت سے دست برداری کا پیام نہ دے لیں[۱]، اتفاق سے منصور کا ایک فوجی افسر خالد بن حسان اس مشورہ کے وقت پہنچ گیا تھا، اس نے منصور کو اسکی اطلاع دیدی، منصور نے زیاد بن عبیداللہ کو محمد کی گرفتاری پر مامور کیا، یہ مدینہ پہنچا، اتفاق سے اس وقت محمد بھی مدینہ آئے ہوئے تھے، زیاد نے ان کو امان دے کر بلا بھیجا، یہ آئے زیاد نے امان کا پاس کر کے انھیں چھوڑ دیا اور اُس کی سزا میں قید کیا گیا، اور یہ مہم محمد بن خالد کے سپرد ہوئی، اس نے مدینہ پہنچکر روپیہ کے ذریعہ سے پتہ چلانا چاہا جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو خانہ تلاشی شروع کی لیکن محمد بن عبداللہ کا کہیں پتہ نہ چلا[۲]، آخر میں منصور نے رباح بن عثمان بن حیان المری کو مدینہ کا حاکم بنا کر بھیجا، اور سخت تاکید کی، کہ محمد اور ابراہیم کی تلاش میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے، چنانچہ اُس نے نہایت سختی کے ساتھ تلاش شروع کی، محمد اور ابراہیم اب تک بچے ہوئے تھے لیکن رباح کی سختی دیکھکر ان کو گرفتاری کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا اس لئے وہ برابر ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے، اور ان کا پتہ نہ چل سکا، رباح نے عبداللہ بن حسن پر سختی کر کے پوچھنے کی کوشش کی، قتل بھی کرادیا لیکن کوئی پتہ نہ چلا، اس لئے منصور کا غصہ اور تیز ہو گیا، اور اس نے رباح کو حکم دیا کہ اگر محمد اور ابراہیم نہیں ملتے تو حسن کی کل اولاد گرفتار کر لیجائے، چنانچہ یہ سب گرفتار کر کے پابجولاں ربذہ بھیجے گئے، منصور نے انھیں قید میں ڈلوا دیا[۳]،

نفس زکیہ کا خروج آل حسن کی گرفتاری کے بعد اُن سے محمد اور ابراہیم کا پتہ پوچھنے کے لئے ان پر

---

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۹ [۲] ایضاً [۳] طبری ج ۱۰ ص ۱۷۱ و ابن اثیر ج ۵ ص ۱۹۲ یہ واقعات دونوں کتابوں میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ منقول ہیں ہم نے اس کا صرف ضروری خلاصہ نقل کیا ہے،

بھی طرح طرح کی سختیاں کی گئیں، سزائیں دی گئیں اور آخر میں یہ لوگ ربذہ سے عراق منتقل کر دیئے گئے اور سختی کا سلسلہ برابر جاری رہا، بہت سے لوگ ان سزاؤں کی تاب نہ لاکر مرگئے نفس زکیہ اور ان کے اتباع کو برابر ان مصائب کی اطلاع مل رہی تھی اور یہ سب سختیاں انہی کی وجہ سے ہو رہی تھیں، اس لئے ان کے حامیوں نے ان کو مجبور کیا، کہ یہ تمام مصائب آپ ہی کی وجہ سے ٹوٹ رہے ہیں اسلئے جلد میدان میں آئے، چنانچہ رجب ۱۴۵ھ میں انھوں نے بہت بڑی جماعت کے ساتھ خروج کیا، مقامی جماعتوں کے علاوہ مختلف ملکوں کے وفود بھی ساتھ تھے، جس ملک کے لوگ نہ آسکتے تھے، ان کے خطوط آئے تھے، چنانچہ انھوں نے مدینہ پر قبضہ کر کے ریاح کو قید کر دیا، مدینہ پر قبضہ کے بعد مکہ گئے، یہاں کے باشندے بھی ساتھ ہو گئے،

منصور کو ان حالات کی اطلاع پہنچی، تو اپنی مستقل مزاجی کے باوجود گھبرا گیا، اور نفس زکیہ کے نام خط بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا:

منصور کا خط | "خدا کے بندہ عبداللہ امیرالمومنین کی جانب سے محمد بن عبداللہ کو معلوم ہو کہ جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں، اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں، یا سولی پر لٹکائے جائیں، یا اُن کے دونوں مخالف ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں، یا وہ ملک سے نکال دئے جائیں، ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے، اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے، ہاں جو لوگ قابو پائے جانے سے پہلے ان حرکتوں سے تائب ہو جائیں، تو اُن کو معلوم ہونا چاہئے کہ خدا غفور اور رحیم ہے" (آیۂ قرآنی)

ان آیاتِ قرآنی کے بعد مرقوم تھا کہ میں خدا اور رسول کو درمیان میں ڈال کر اور اس کا واسطہ دے کر عہد کرتا ہوں، کہ اگر تم میرے قابو میں آنے سے پہلے اپنی حرکتوں سے توبہ

کر کے باز آجاؤ تو میں تمھارے لڑکوں، تمھارے بھائیوں اور تمھارے اہلِ خاندان اور رفقا سب کی جان بخشی کرتا ہوں، اور تم نے جو جانی اور مالی نقصان پہنچایا ہے اس سے بھی درگذر کرونگا، اور دس لاکھ درہم نقد دونگا، تمھاری اور جو ضروریات ہونگی سب پوری کرونگا اور جو مقام تم اپنے رہنے کے لئے پسند کروگے، وہاں قیام کی اجازت دیجائیگی، تمھارے خاندان کے جس قدر لوگ قید ہیں سب رہا کر دیئے جائیں گے، تمھارے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی ہے، یا کسی حیثیت سے تمھارا ساتھ دیا ہے، سب کی جان بخشی کیجائے گی، ان میں کسی سے کبھی مواخذہ نہ کیا جائے گا، اگر تم میرے ان شرائط پر اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہو، تو جن کو تم پسند کرو، اُنھیں بھیجدو، وہ آکر مجھ سے امان نامہ اور عہد و میثاق لے لیں،

محمد بن عبداللہ نے اس کا یہ جواب دیا:۔

نفس زکیہ کا جواب

"خدا کے بندہ مہدی محمد بن عبداللہ کی جانب سے عبداللہ بن محمد کے نام، "طسم" یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں، ہم ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں، موسیٰ اور فرعون کے بعض سچے حالات تم کو سناتے ہیں، فرعون زمین میں بہت بڑھ رہا تھا اور اُس نے اس کے باشندوں کے مختلف گروہ بنادیئے تھے ان میں ایک گروہ کو اس قدر کمزور کر دیا تھا، کہ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا، اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، بیشک وہ مفسدہ پردازوں میں تھا، ہم چاہتے ہیں، کہ اس ملک میں جو کمزور سمجھے گئے ان کے ساتھ احسان کریں اور ان کو سردار بنائیں، نیز اُنھیں ملک کا وارث قرار دیں، اور اُن کے قدم ملک میں جمائیں، اور فرعون و ہامان اور اُن کے لشکر کو جن سے وہ ڈرتے تھے انھی لوگوں کے ہاتھوں تباہ کر دکھائیں۔"

ان آیات کے بعد اصل مضمون یہ تھا کہ "تم نے میرے سامنے جس طرح کی امان پیش کی

ہے میں بھی اُس کی طرح امان پیش کرتا ہوں، خلافت دراصل ہمارا حق ہے، ہمارے ہی ذریعہ سے تم نے اس کا دعویٰ کیا، ہمارے شیعوں کو لیکر تم اس کے حصول کے لئے نکلے، اور ہماری ہی فضیلتوں کے طفیل میں تمھیں یہ منصب ملا، ہمارے باپ علیؓ وصی اور امام تھے، پھر تم ہمارے یعنی ان کی اولاد کے ہوتے ہوئے کیسے وارث ہو گئے، تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ کسی ایسے شخص نے جس کا نسب اور شرف خاندانی تمھارے جیسا ہو، خلافت کا دعویٰ نہیں کیا، ہم ملعونوں، مطرودوں اور آزاد کردہ غلاموں کی اولاد میں نہیں ہیں، ہم کو قرابتِ رسولؐ، سبقت فی الاسلام اور دوسرے فضائل جو مفاخر حاصل ہیں، وہ بنو ہاشم میں کسی کو حاصل نہیں ہیں، زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ صلعم کے چچا ابو طالب کی ماں فاطمہ بنت عمرو کی اولاد ہم تھے نہ کہ تم، اور اسلام میں ان کی لڑکی فاطمہؓ کی اولاد ہم تھے نہ کہ تم، خدا نے ہمارے لئے بہترین نسب منتخب کیا، ہمارے والد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں تھے، اور علیؓ سب سے پہلے مسلمان تھے، ازواج النبی میں سب سے افضل ہماری نانی خدیجہؓ طاہرہ تھیں، جنھوں نے سب سے پہلے قبلہ رُخ نماز پڑھی، لڑکیوں میں سب سے بہتر فاطمہؓ خاتونانِ جنت کی سردار ہیں، اسلام میں پیدا ہونے والوں میں سب سے بہتر حسنؓ و حسینؓ نوجوانان جنت کے سردار ہیں، علیؓ کو ہاشم سے دوہرا شرفِ ابنیت حاصل ہے، حسن کو عبد المطلب سے دوہرا شرفِ ابنیت حاصل ہے، مجھے حسنؓ و حسینؓ کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوہرا شرفِ ابنیت حاصل ہے، میں نسباً بنی ہاشم کا خلاصہ ہوں، میری رگوں میں امہات اولاد کا عجمی خون نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے نسبت کے لحاظ سے میرے لئے بہترین ماں باپ منتخب کئے اور یہ امتیاز دوزخ میں بھی قائم رکھا، میں اس کی اولاد ہوں جس کا درجہ جنت میں سب سے بلند ہوگا میں اُسکی اولاد ہوں جس کو دوزخ میں سب سے کم عذاب ملیگا، پس میں نیکوں میں سب سے بڑے نیک اور بُروں میں سب سے کمتر بُرے اور جنت اور دوزخ کے سب سے بہتر مکین کا فرزند ہوں، میں

خدا کا واسطہ دیکر وعدہ کرتا ہوں، کہ تم میری دعوت مان کر میری اطاعت قبول کرلو، تو میں خدا کے حدود، مسلمانوں اور معاہد کے حقوق کے علاوہ جن کا بار تمھاری گردن پر ہے، تمھاری جان، تمھارا مال اور تمھارے تمام محدثات کو معاف کردوں گا، میں خلافت کا تم سے زیادہ حقدار اور ایفاے عہد کا تم سے زیادہ پابند ہوں، کیونکہ تم جیسی امان مجھے دے رہو ایسی معلوم نہیں کتنی امانیں دوسروں کو دے چکے ہو، تم مجھے کس طرح کی امان دیتے ہو؟ جیسی ابن ہبیرہ کو دی، یا جیسی اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی، یا جیسی اپنے قوت بازو ابو مسلم کو دی؟!! (ان سب کو امان دینے کے بعد قتل یا قید کردیا گیا تھا)

منصور نے اس کا نہایت سخت جواب دیا، گو وہ کسی قدر طویل ہے لیکن دلچسپی سے خالی نہیں، اس لئے ہم اسکو نقل کرتے ہیں

منصور کا دوسرا خط "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اما بعد، تمھاری گفتگو میں نے سنی اور تمھاری تحریر دیکھی، تم عوام، جہلا اور جفا کاروں کو گمراہ کرنے کے لئے عورتوں کی قرابت کے فخر کا صور پھونکتے ہو، حالانکہ خدا نے عورتوں کا درجہ چچا، باپ، عصبہ اور اولیار کے برابر نہیں رکھا ہے، خدا نے چچا کو باپ کا رتبہ دیا ہے، اور اپنی کتاب میں بھی اسی سے شروع کیا ہے، اگر خدا نے محض قرابت کی وجہ سے عورتوں کو کوئی رتبہ دیا ہوتا، تو اس رتبہ کی سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں آمنہ ہوتیں، اور سب سے پہلے وہ جنت میں جاتیں، لیکن خدا اپنے علم کے ذریعہ سے جسے چاہتا ہے، رتبہ کے لئے منتخب کرتا ہے، خدا فرماتا ہی:-

انك لا تهدی من احببت	تم جس کو پسند کرتے ہو اسکو ہدایت یاب نہیں
ولکن اللہ یهدی من یشاء الخ	کرسکتے لیکن خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

(قصص)

تم کو ابو طالب کی ماں فاطمہ بنت عمرو کے انتساب پر فخر ہے، حالانکہ خدا نے ان کی اولاد

میں سے کسی کو اسلام کی توفیق نہیں عطا کی، اور اگر ان میں قرابت کی وجہ سے کسی کو توفیق دیتا تو اسکے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ تھے، جو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کے مستحق تھے، لیکن خدا اپنے مذہب کی توفیق جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے، جس وقت رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے، اس وقت آپ کے چار چچا زندہ تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسلام کی دعوت دی، تو ان میں سے دو نے قبول کی، جن میں ایک (حضرت عباسؓ) ہمارے جد اعلیٰ تھے، اور دو نے انکار کیا، ان میں سے ایک (ابوطالب) تمھارے جد اعلیٰ تھے، ان انکار پر خدا نے ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان قرابت کا رشتہ توڑ دیا، تمھیں اس پر بھی فخر ہے، کہ تم دوزخ میں سب سے کم عذاب پانے والے انسان اور بڑوں میں سب سے کم بڑے کی اولاد ہو، تمھیں معلوم ہونا چاہئے، کہ کفر میں چھوٹے کفر عذاب میں کم عذاب، شریروں میں کم شریر کا کوئی سوال نہیں، سب برابر ہیں، کوئی مسلمان عذاب دوزخ پر خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، فخر نہیں کر سکتا، خدا فرماتا ہے، سیعلم الذین کفروا الخ اور یہ فخر کہ حسن کو عبد المطلب سے اور تمھیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دوہرا شرف انبیت حاصل ہے، کوئی فخر نہیں، خیر الاولین والآخرین، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہاشم اور عبد المطلب دونوں سے دوہری نہیں، بلکہ اکہری نسبت تھی، تمھارا یہ لکھنا کہ تم بنو ہاشم کا خلاصہ ہو، والدین کی طرف سے تمھارا نسب زیادہ خالص ہے، تم میں عجمی امہات اولاد کا خون نہیں ہے، کتنی بڑی جسارت ہے، اس دعوے سے تم پورے بنو ہاشم کے مقابلہ میں فخر کر رہے ہو دیکھو کل تم خدا کو کیا جواب دو گے، تم اپنے دعویٰ میں اپنے حدود سے اتنا آگے بڑھ گئے ہو کہ جو مسلمہ طور پر تم سے ہر اعتبار سے افضل ہے، اس کے مقابلہ میں فخر کرتے ہو، گویا تم اپنے کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صاحبزادے حضرت ابراہیم سے افضل سمجھتے ہو، جو ام ولد کے بطن سے تھے

اس مثال کو جانے دو، خود تمھارے باپ کے بھائی کی بہترین اور افضل ترین اولاد ام ولد ہی کے بطن سے تھی، یہ تم بھی مانتے ہو کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد تمھارے خاندان میں علی ابن حسین سے افضل کوئی نہیں پیدا ہوا، وہ بھی ام ولد کے بطن سے تھے، اور تمھارے دادا حسن بن حسین سے افضل تھے، پھر ان کے بعد تمھارے خاندان میں محمد بن علی سے بہتر کوئی نہیں ہوا، ان کی دادی بھی ام ولد تھیں، اور وہ تمھارے باپ سے افضل تھے، ان کے بعد ان کے لڑکے جعفر کی دادی بھی ام ولد تھیں، اور وہ تم سے بہتر تھے، ان کھلی ہوئی مثالوں کے بعد بھی کیا تمھیں فخر کا حق ہے؟ تمھارا یہ دعویٰ کہ تم لوگ رسول اللہ کے لڑکے ہو، قرآن کے سراسر خلاف ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ، ہاں تم آپ کی لڑکی کی اولاد البتہ ہو، اور یہ بھی قریبی قرابت ہے لیکن ان کے لئے میراث جائز ہی نہیں، نہ لڑکی کو ولایت کا حق ہوتا ہے، نہ امامت کا، پھر تمھیں کیونکر اس کا حق پہنچ گیا، تم کو معلوم ہے، کہ تمھارے باپ علیؓ نے بھی اس کے حصول کی ہر ممکن کوشش کی تھی، اُنھوں نے فاطمہ کو دن میں نکالا، چھپ کر ان کی تیمارداری کی، اور رات کو خفیہ دفن کیا، لیکن لوگوں نے شیخین کے سوا اُن کی خلافت نہیں تسلیم کی، اسلام کے اس قانون میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، کہ نانا، ماموں اور خالہ کسی کو وراثت نہیں ملتی، تمھارا یہ فخر کہ علیؓ سابقین اسلام میں تھے بے معنی ہے محض سبقت فی الاسلام کوئی ایسا شرف نہیں ہے، جو خلافت کا مستحق بناتا ہو، خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مرض الموت میں ان کے علاوہ دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، آپ کے بعد مسلمانوں نے علیؓ کو چھوڑ کر یکے بادیگرے دوسرے دو آدمیوں کو خلیفہ منتخب کیا، ان دونوں کے بعد جب چھ آدمی نامزد ہوئے، تو علیؓ کو خلافت سے دور رکھنے کے لئے سبھوں نے اُن کو چھوڑ دیا، اور اُن کو حق دار نہ سمجھا، اور عبد الرحمٰنؓ نے عثمانؓ کو ان پر ترجیح دی اور عثمانؓ کے قتل ہونے کے بعد علیؓ پر اُن کے قتل میں شرکت کا الزام لگایا گیا،

اس کے بعد جب خود ان کا دور آیا، تو طلحہؓ اور زبیرؓ نے اُن سے جنگ کی، اور سعدؓ نے بیعت سے انکار کرکے دروازے بند کرلئے، معاویہ نے علٰحدہ اپنی بیعت لی، اور علیؓ نے اُن کا پورا مقابلہ کیا مگر آخر میں ان کے ساتھی الگ ہوگئے، اور بہت سے ان سے بدگمان ہوگئے، پھر اُنھوں نے اپنا فیصلہ حکمین کے ہاتھوں میں دیدیا، جنھوں نے بالاتفاق اُنکو معزول کردیا، ان کے بعد ان کے لڑکے حسنؓ نے چند کپڑوں اور درہموں کے عوض خلافت معاویہ کے ہاتھ بیچ کر اپنے حامیوں کو معاویہ کے حوالہ کردیا، اور خلافت ایک غیر مستحق شخص کو دیکر، اس کے بدلہ میں مال لیا، جس کے وہ مستحق نہ تھے، یہ سب کچھ کرنے کے بعد حجاز کے گوشۂ عافیت میں بیٹھ گئے، بالفرض اگر خلافت تمھارا حق تھا بھی تو تم نے اُسے بیچ کر اسکی قیمت لے لی، اس کے بعد تمھارے چچا ابن مرجانہ کے مقابلہ میں آئے، لیکن جو لوگ اُن کے ساتھ تھے خود انہی نے اُنھیں قتل کرکے ان کا سر ابن مرجانہ کی نذر کیا، پھر تم لوگ بنو امیہ کے مقابلہ میں اُٹھے، بنو امیہ نے تمھارے ساتھ کیا کچھ نہ کیا، تمھیں قتل کیا، تمھیں سولیوں پر لٹکایا، آگ میں جلایا، جلاوطن کیا، حتیٰ کہ یحیٰی بن زید غریب الوطنی میں خراسان میں قتل ہوئے، بنو اُمیہ نے تمھارے مردوں کو قتل کیا، عورتوں اور بچوں کو قید کرکے بلا پردہ کشاں کشاں شام لے گئے، تاآنکہ ہم اُن کے مقابلہ کے لئے اُٹھے، اور اُن سے تمھارا پورا پورا بدلہ لیا، اور تمھیں اُن کے ملک کا وارث بنایا، تمھارے اسلاف کی فضیلت کا ڈنکا بجا کر ان کا نام روشن کیا، ہمارے اس اعلانِ فضیلت کو تم ہمارے ہی خلاف حجت قرار دیتے ہو، اور سمجھتے ہو کہ تمھارے اجداد کا نام ہم اپنے اوپر اُن کی برتری کی وجہ سے لیتے تھے، کہ وہ حمزہؓ، عباسؓ، اور جعفرؓ سے افضل تھے، اگر تمھارا یہ خیال ہے، تو سراسر غلط ہے، دنیا سے یہ لوگ ایسی حالت میں صاف اور دامن بچائے ہوئے گئے، کہ لوگ ان فضائل کو مسلمہ طور پر مانتے تھے، اس کے برعکس تمھارے باپ علیؓ کو جنگ اور خونریزی کی آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑا، بنو امیہ

ان پر اسی طرح لعنت بھیجتے رہے، جس طرح نماز میں کفار پر بھیجی جاتی ہی، ایسے وقت میں ہم ہی نے اسکے خلاف احتجاج کرکے ان کے فضائل کا اشتہار دیا، اور نہایت سختی اور جبر کے ساتھ ان کو رد کا
تم کو زمانۂ جاہلیت میں ہمارے سقایۂ حجاج اور ولایتِ زمزم کے شرف و اعزاز کا بھی علم ہے یہ شرف سب بھائیوں میں ہمارے ہی باپ عباسؓ کے حصہ میں آیا، اسلام کے زمانہ میں تمھارے باپ نے اس کے لئے جھگڑنا چاہا، لیکن عمرؓ نے ہمارے موافق فیصلہ کیا، اس لئے ہمکو جاہلیت اور اسلام دونوں میں سقایۂ حجاج کا اعزاز حاصل رہا، جب مدینہ میں قحط پڑا، اور اہلِ عرب پانی کی ایک بوند کے لئے تڑپتے تھے، اُس وقت تمھارے باپ بھی موجود تھے، لیکن عمرؓ نے ہمارے ہی باپ کو وسیلہ بناکر خدا سے دعا کی، اور خدا نے ان کے طفیل میں بارانِ رحمت سے سیراب کیا تم کو یہ بھی معلوم ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عبد المطلب کی اولاد میں عباسؓ کے سوا کوئی باقی نہ تھا، اور وہ چچا کی حیثیت سے آنحضرت صلعم کے وارث تھے پھر بنو ہاشم کے ایک سے زیادہ آدمیوں نے اُس کو مانگا، لیکن عباسؓ کی اولاد کے علاوہ کسی کو یہ منصب نہ ملا، اس لئے سقایت کے حقدار بھی عباسؓ تھے، اور میراثِ نبویؐ کے وارث بھی وہی تھے، اور اب خلافت کی حقدار ان کی اولاد ہے، پس جاہلیت اور اسلام، دنیا اور آخرت کا کوئی ایسا شرف باقی نہیں ہے، جس کی حامل اور وارث عباسؓ کی ذات نہ رہی ہو،
تم نے بدر کے معاملہ میں طعنہ زنی کی ہے[1] تمھیں معلوم ہونا چاہیئے، کہ ظہور اسلام کے وقت عباسؓ، ابو طالب کی ناداری کی وجہ سے اُن کے اور اُن کے اہل وعیال کے کفیل تھے، اگر عباسؓ جبراً بدر میں نہ لائے جاتے تو طالب اور عقیل بھوکوں مرجاتے، اور عتبہ اور شیبہ کے پیالے چاٹتے، لیکن عباسؓ نے اُنھیں کھلاکر اس ذلت سے بچایا، اس احسان کے بعد تم

---

[1] محمد نفس زکیہ کے خط میں کہیں بدر کا ذکر نہیں ہی، غالباً تاریخ کی دوسری کتابوں میں کہیں ہوگا،

ہمارے سامنے سر اُٹھاتے ہو، جاؤ پہلے پرورش کے عار اور کفالت کے داغ کو دور کرو،
تمھاری پستی اور ہماری برتری کے ثبوت کے لئے یہ واقعہ کافی ہی، اور سنو بدر میں عقیل کو فدیہ دیکر
کس نے چھڑایا تھا؟ وہ ہمارے باپ عباسؓ تھے، اب بھی تمھیں ہمارے مقابلہ میں فخر کا
موقع ہے؟ ہم کفر کی حالت میں بھی تمسے بلند مرتبہ رہے، اور تمھارے قیدیوں کو چھڑایا،
بزرگوں کے مفاخر ہماری وجہ سے تم کو حاصل ہوئے خاتم الانبیاءؑ کے وارث ہم ہوئے
تم نہیں، ہم ہی نے بنو اُمیہ سے تمھارے خون کا انتقام لیا، اور ان کو تمھاری جانب سے
ایسا سخت بدلہ دیا، کہ تم اپنے ذاتی معاملہ کے باوجود اس سے عاجز تھے[1]، والسّلام"

عبداللہ بن علی کا مشورہ

اس خط وکتابت سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ ڈیڑھ
صدی کے اندر اندر مسلمانوں کی ذہنیت میں کتنا انقلاب پیدا ہو گیا تھا، مفاخر نسبی جن کو
اسلام نے نہایت سختی سے مٹایا تھا، کس طرح اُبھر گئے تھے، عوام کا ذکر نہیں، خواص اور
ائمۂ دین تک جن کو مسلمانوں کے لئے نمونہ ہونا چاہئے تھا، ان مہلک خیالات میں مبتلا
تھے، ظاہر ہے کہ اس خط وکتابت کا مقصد دعوتِ حق یا دعوتِ مصالحت نہ تھا، اس لئے
کوئی نتیجہ نہ نکلا،

منصور کا چچا عبداللہ بن علی بڑا مدبر تھا، خصوصاً نازک مواقع پر اسکی رائے
بہت صائب ہوتی تھی، وہ اس وقت قید تھا، منصور نے آدمی بھیجکر اس کی رائے پوچھی، اُس نے
مشورہ دیا، کہ کوفہ اہلبیت اور اُن کے اعوان وانصار کا مرکز ہے، اس لئے اسکی ناکہ بندی
کرکے مسلّح فوجوں کا پہرہ لگا دیا جائے، اور وہاں کا جو باشندہ باہر جانا چاہے، یا باہر کا
کوئی رہنے والا اندر آنا چاہے، اس کی گردن اڑا دیجائے، مسلم بن قتیبہ کو رے سے

[1] دیکھو طبری ج ۱۰ صفحات ۲۰۸ لغایت ۲۱۵ و ابن اثیر ج ۵ ص ۱۹۹ تا ص ۲۰۱ ۔

بغداد بلا لیا جائے، اور شام کے منتخب بہادروں کو انعام داکرام دے کر مقابلہ پر روانہ کیا جائے۔
عبداللہ بن علی کے علاوہ منصور نے ایک اور تجربہ کار اسحٰق بن مسلم عقیلی سے بھی مشورہ طلب کیا،
اس نے رائے دی، کہ سب سے پہلے بصرہ کی ناکہ بندی کیجئے، اور نفس زکیہ کے مقابلہ میں ایسے لوگوں
کو بھیجئے جو رتبہ میں اُن سے کم نہ ہوں، تاکہ اگر لوگ نفس زکیہ کی حمایت میں یہ دلیل پیش کریں کہ وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں تو دوسرے یہ جواب دے سکیں کہ یہ رسول اللہ صلعم کے
چچا کی اولاد ہیں، اس مشورہ کے مطابق منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ کو ۴ ہزار سوار اور ۲ ہزار
پیدل کے ساتھ روانہ کیا، اور محمد بن قحطبہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ ان کی مدد کے لئے عقب
سے بھیجا، اور یہ ہدایت کر دی کہ اگر محمد بن عبداللہ مغلوب ہو جائیں، تو تلوار نیام میں کر لینا
اور امان دیدینا، اور علی کی اولاد میں سے جو تمھیں ملے اس کا نام مجھے لکھ دینا، اور جو نہ ملے
اس کا مال ضبط کر لینا،

غرض عیسیٰ نفس زکیہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے، مدینہ کے قریب عبداللہ بن
محمد بعض ہاشمیوں کو لیکر اُن سے مل گئے، نفس زکیہ کو عیسیٰ کی آمد کی خبر ملی تو اُنھوں نے وہ
خندق جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوۂ احزاب کے موقع پر کھودی تھی صاف
کی، عیسیٰ نے جنگ شروع کرنے سے پہلے آخری مرتبہ پھر محمد نفس زکیہ کے پاس پیام کہلا بھیجا،
کہ اگر اب بھی آپ جنگ سے باز آجائے، تو آپ کی اور آپ کے خاندان والوں کی جان بخشی
کیجائے گی، لیکن نفس زکیہ نے اس پیشکش کو نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا، اور جواب میں
کہلا بھیجا، کہ تم کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ حاصل ہے، میں تم کو

۱؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۹۸ ابن اثیر کے بیان کے مطابق منصور نے خط و کتابت کے پہلے عبداللہ سے مشورہ
طلب کیا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے ۲؎ مسعودی ج ۶ ص ۱۹۱ و ص ۱۹۲،

کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور اس پر عمل کی دعوت دیتا ہوں، اور اس کے انتقام سے ڈراتا ہوں، خدا کی قسم میں اُس وقت تک اپنے دعوے سے دست بردار نہیں ہوسکتا، جب تک اس سے ٹل نہ جاؤں، تمھیں اس سے بچنا چاہئے، کہ جو شخص تمھیں خدا کی طرف بلاتا ہے، وہی تمھیں قتل کرے، ایسی صورت میں تم کیسے بُرے مقتول ہوگے، اور اگر تم نے اسکو قتل کر دیا، تو اس کا وبال تمھارے اوپر ہوگا،

نفس زکیہ کی شہادت

اس نامہ وپیام کے بعد رمضان ۱۴۵ھ میں عیسیٰ نے مدینہ میں منادی کرادی، کہ "اے اہل مدینہ! خدائے تعالیٰ نے باہم مسلمانوں کی خونریزی حرام کی ہے اس لئے امن وصلح کا پیام قبول کرو، جو شخص ہمارے پاس آجائے یا گھر میں بیٹھ جائے، یا مسجد نبوی میں چلا جائے، یا ہتھیار ڈال دے یا مدینہ چھوڑ دے، وہ مامون ہے، ہم کو اور نفس زکیہ کو تنہا چھوڑ دو، ہم دونوں سمجھ لیں گے، لیکن اہل مدینہ نے اس امان کا نہایت سخت جواب دیا، اور دوسرے دن جنگ شروع ہوگئی، نفس زکیہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا، ابتدا میں اُن کے ساتھیوں نے حمایت کا پورا حق ادا کیا، لیکن آخر میں بعضوں نے ساتھ چھوڑ دیا، اور نفس زکیہ محمد بن قحطبہ کے ہاتھوں مارے گئے، اور ان کا سر کاٹ کے منصور کے پاس بھیجا گیا، منصور نے لوگوں کی عبرت کے لئے پہلے کوفہ میں پھر اور مقامات میں اسکی تشہیر کرائی[1]

ابراہیم بن عبداللہ کی تلاش،

منصور کو نفس زکیہ کے ساتھ ساتھ ان کے بھائی ابراہیم کی طرف سے بھی خطرہ تھا اور وہ عرصہ سے اُن کی تلاش میں لگا ہوا تھا، مگر ان کی نقل وحرکت بالکل خفیہ ہوتی تھی، اس لئے پتہ نہ چلتا تھا، منصور کی فوج میں بھی ان کے

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۰۲ تا ص ۲۰۴،

شیعوں کے خاصی تعداد تھی، اس لئے کبھی کبھی وہ بغداد بھی آجایا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ
جب وہ بغداد آئے ہوئے تھے منصور کو علم ہوگیا اسی وقت اُس نے شہر کی ناکہ بندی کر کے نہایت
سختی سے تلاش شروع کی، ابراہیم بہت خوفزدہ ہوئے، ان کے ایک ساتھی سفیان بن حیان
قمی نے کہا کہ جو صورتِ حال پیش آگئی ہے، اس سے بغیر حیلہ کے رہائی مشکل ہے، ابراہیم نے
کہا تمھیں اختیار ہے، چنانچہ وہ اسی وقت منصور کے پاس پہنچا، منصور کو اس کے اور
ابراہیم کے تعلقات کا علم تھا، اس لئے اس کو دیکھتے ہی برس پڑا، اُس نے دست بستہ عرض
کی، امیرالمومنین جو کچھ فرماتے ہیں میں واقعی اس کا مستحق ہوں، لیکن اب میں تائب ہو کر آپ
کے لئے پیام مسرت لایا ہوں، میں ابراہیم کو آپ کے حوالہ کر دوں گا، میں نے ان کو خوب
آزمایا، لیکن ان میں کوئی اچھائی نظر نہ آئی، مجھے اُن کی گرفتاری کے لئے تین چیزیں درکار
ہیں، میرے اور میرے غلام کے لئے اجازت نامہ (پروانۂ راہداری) ڈاک کی سواری
اور تھوڑی سی فوج، منصور نے ان چیزوں کا انتظام کر دیا، سفیان ان کو لے کر ابراہیم
کے پاس پہنچا، اور ان کو ساتھ لے کر بغداد سے نکل گیا، بعض مقامات پر روک ٹوک ہوئی
مگر شاہی اجازت نامہ موجود تھا، اس لئے نکلتا چلا گیا[1]،

ابراہیم کا خروج اور قتل

منصور کو اُن کے نکل جانے کا علم ہوا، تو اُس نے نہایت سختی سے
تلاش شروع کی، لیکن ابراہیم برابر ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے، آخر
میں بصرہ پہنچے، اور اہل بصرہ سے اپنے بھائی محمد بن عبداللہ کی بیعت لینی شروع کی،
(یہ واقعہ محمد بن عبداللہ کے قتل کے پہلے کا ہے) مرہ عبسی، عبدالواحد بن زیاد، عمرو بن سلمہ
وغیرہ اور بہت سے عمائد نے اُن کی بیعت قبول کر لی، فقہا، اور اہل علم کی بڑی جماعت بھی
ان کے زیر اثر آگئی، سفیان بن معاویہ والی بصرہ یہ صورت دیکھ کر دارالامارہ میں قلعہ بند ہوگیا،

ابراہیم نے اس کو گھیر لیا، اور سفیان اُن کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہو گیا، ابراہیم نے قصر امارت پر قبضہ کرنے کے بعد بیت المال کی کل رقم اپنی فوج میں تقسیم کر دی، اور بصرہ والوں میں عفو عام کا اعلان کر دیا، بصرہ پر تسلط کے بعد اہواز اور واسط پر قبضہ کیا، پھر عراق کے مختلف حصوں میں عمال اور فوجیں روانہ کر دیں، اسی درمیان میں محمد بن عبد اللہ کے قتل کی خبر آگئی، یہ خبر سُن کر یہ بصرہ سے کوفہ روانہ ہو گئے، اس وقت ایک لاکھ فوج اُن کے ساتھ تھی، احمرا میں پہونچ کر خیمہ زن ہوئے، منصور کو اُن کے حالات کی خبریں برابر پہنچ رہی تھیں، چنانچہ جب اس کا بھتیجا عیسٰی بن موسٰی محمد بن عبد اللہ کے قتل سے فارغ ہوا، تو منصور نے اس کو ابراہیم کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا، احمرا میں دونوں کا مقابلہ ہوا، پہلے حملہ میں عیسٰی کی فوج کا بڑا حصہ پسپا ہو گیا، لیکن عیسٰی نے پھر سنبھل کر اس زور کا حملہ کیا، کہ ابراہیم کی فوج کے پیر اُکھڑ گئے، ابراہیم چھ سو جان نثاروں کے ساتھ نہایت بہادری سے لڑتے رہے، مگر دفعۃً مخالف فوج کا ایک تیر اُن کی حلق میں آکر لگا، اور اُن کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ "میں کچھ چاہتا تھا، مگر خدا کی مرضی کچھ اور تھی،" اسی حالت میں ان کے ساتھی اُن کو علٰحدہ اُٹھا کر لے گئے، اُن کے ہٹتے ہی اُن کی فوج نے میدان چھوڑ دیا، اور اُن کا سر کاٹ لیا گیا، یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۴۵ھ کا ہے، اس وقت ابراہیم کا سن ۴۸ سال کا تھا،[۱]

عبد اللہ کی اولاد کا قتل اور قید ابراہیم کے علاوہ نفس زکیہ کے اور دوسرے بھائی اور لڑکے ممالک اسلامیہ کے مختلف حصوں میں انکی تبلیغ و اشاعت میں مصروف تھے، علی بن محمد مصر میں، عبد اللہ بن محمد خراسان اور سندھ میں، حسن بن محمد یمن میں، موسٰی بن عبد اللہ جزیرہ میں، یحیٰی بن عبد اللہ رے اور طبرستان میں، ادریس بن عبد اللہ مغرب میں، منصور نے ان میں سے بعضوں کو گرفتار

[۱] ابو الفداء ج ۲ صہ ۔

کر کے قید اور بعضوں کو قتل کر دیا،[1]

ملطیہ پر رومیوں کا حملہ

منصور کے زمانہ میں دوسری حکومتوں اور غیر قوموں کے ساتھ بھی معرکے ہوئے، ۱۳۸ھ میں قیصر روم قسطنطین نے ملطیہ پر حملہ کر کے اس کی شہر پناہ مسمار کر دی، اسی سال اس کی مرمت کرائی گئی، اور صالح بن علی، عباس بن محمد اور جعفر بن حنظلہ نے مختلف سمتوں سے رومی مقبوضات پر فوج کشی کی، لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی، اس مہم میں دو مسلمان خاتون ام عیسیٰ اور لبابہ بھی مجاہدانہ شریک تھیں،[2] اسی سال رومی حکومت اور مسلمانوں کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ ہوا،

ملطیہ اسلامی اور رومی سرحد کا بڑا اہم مورچہ تھا، اس لئے ۱۴۰ھ میں منصور نے از سر نو اس کے استحکامات درست کرائے، ایک قلعہ تعمیر کر کے اس میں چار ہزار حفاظتی فوج متعین کی قیصر کو ان انتظامات کی خبر ہوئی تو وہ ایک لاکھ فوج لے کر بڑھا، لیکن جیحان آکر معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قوت زیادہ ہے، اس لئے لوٹ گیا،

کوہستان طبرستان اور دباوند پر قبضہ

طبرستان کے ترک اکثر فساد مچایا کرتے تھے ۱۴۱ھ میں منصور نے جب مہدی کو عبد الجبار والی خراسان کی سرکوبی کے لئے جس کی بغاوت کا حال اوپر گذر چکا ہے، بھیجا، اور اس کے پہنچنے سے پہلے عبد الجبار کی بغاوت ختم ہو گئی، تو منصور نے مہدی کو طبرستان پر فوج کشی کا حکم دیا، اُس نے منصور کی ہدایت کے مطابق آگے بڑھکر ابو الخصیب کو اصبہبذ والی طبرستان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، وہ اس وقت دباوند کے فرماں روا مصمغان سے برسر پیکار تھا، لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں دونوں نے صلح کر لی اور اصبہبذ نے لوٹ کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا، طبرستان کا علاقہ پہاڑی ہے اس لئے عرصہ تک جنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا،

---

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۶ ص ۱۹۳ [2] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸ و ۱۲۳،

اس لئے منصور نے طبرستان کی پہاڑیوں کے ایک واقف کار عمر بن علار کو مدد کے لئے بھیجا، اُس نے آتے ہی رویان اور طلق کے قلعہ کو فتح کر کے چند دنوں میں پورا علاقہ زیر نگیں کر لیا اور اصبہبذ کو مجبور ہو کر قلعہ حوالہ کر کے اطاعت قبول کر لینی پڑی، اس سے فراغت پر مسلمانوں نے مصمغان کے علاقہ پر فوج کشی کر کے اسے بھی فتح کر لیا،[1]

لیکن ایک ہی سال کے بعد ۱۴۲ھ میں اصبہبذ نے عہد شکنی کر کے طبرستان کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا، اس لئے منصور نے دوبارہ ابو خصیب، خازم بن خزیمہ اور روح بن حاتم کو بھیجا، انھوں نے طبرستان پہنچ کر اصبہبذ کو قلعہ میں محصور کر لیا، عرصہ تک محاصرہ قائم رہا، لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا، اس وقت ابو خصیب نے یہ تدبیر کی کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر اصبہبذ کے پاس چلا گیا، اور اُسے یقین دلایا کہ مسلمانوں نے اس کو اس کی حمایت کے جرم میں نکال دیا ہے، وہ کہنے میں آگیا، اور ابو خصیب کو اپنا معتمد علیہ بنا لیا، ... دن ابو خصیب نے تیر کے ذریعہ یہ رقعہ لکھ کر اسلامی لشکر میں پھینک دیا، کہ تم لوگ شب کو حملہ کرو میں قلعہ کے پھاٹک کھول دونگا، چنانچہ مسلمانوں نے شب کو حملہ کر دیا، ابو خصیب نے پھاٹک کھول دیئے اور مسلمان قلعہ میں داخل ہو گئے، اصبہبذ نے زہر کھا کر خودکشی کر لی،[2]

دیالمہ کی تاخت ۱۴۳ھ میں دیلمیوں نے اپنے یہاں کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا، منصور نے اس کے انتقام کے لئے فوج روانہ کی، ۱۴۴ھ میں پھر مزید امدادی فوجیں بھیجیں، ۱۴۵ھ میں باب الابواب کے ترک اور خزر نے آرمینیہ کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا، ۱۴۷ھ میں استراخان خوارزمی نے نواح آرمینیہ پر حملہ کر کے بہت سے مسلمان اور ذمی گرفتار کر لئے اور تفلس میں داخل ہو گیا، منصور نے جبرائیل بن یحییٰ اور حرب بن عبداللہ کو اُن کے مقابلہ

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۸، ۱۸۹ [2] ایضاً ص ۱۸۹-۱۹۰،

کے لئے بھیجا، لیکن مسلمانوں کو شکست ہوئی، اور حرب جنگ میں کام آیا، [۱]

رومی مہمات | روم کے علاقے میں حسب معمول صائفہ یعنی گرمائی فوجیں برسرِ پیکار رہیں، اور ۱۵۵ھ میں قیصر روم کو جزیہ دینے پر مجبور کر دیا، [۲]

سندھ کی فتوحات | سندھ کی فتوحات میں کافی اضافہ ہوا، سفاح کے دور میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ منصور بن جمہور عجلی کے ہاتھوں سے سندھ کو موسیٰ بن کعب تمیمی نے چھڑایا تھا، ۱۴۱ھ میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا عیینہ اس کا جانشین ہوا، اس کی نااہلی کی وجہ سے سندھ میں عدنانی اور قحطانی قبائل کی عصبیت جس نے بنی امیہ کا خاتمہ کیا تھا، ابھر آئی، اور بارگاہِ خلافت سے بھی عیینہ کا رویہ باغیانہ ہو گیا اس لئے منصور نے عمر بن حفص عتکی کو اس کی تادیب کے لئے روانہ کیا، عیینہ دیبل کے قلعہ میں محصور ہو گیا، ابن حفص نے حملہ کر دیا عیینہ نے اپنے طرزِ عمل سے اپنے ساتھیوں کو بھی برہم کر دیا تھا، اس لئے وہ سب ابن حفص سے مل گئے، اور عیینہ کو مجبور ہو کر اپنے کو ابن حفص کے حوالہ کر دینا پڑا، اس نے اسے منصور کے پاس بھجوا دیا، راستہ میں وہ موقع پاکر بھاگ نکلا، لیکن رخج میں قحطانیوں کے ہاتھ میں پڑ گیا، انھوں نے قتل کر کے اس کا سر منصور کے پاس بھجوا دیا،

یعقوبی کا بیان ہے کہ سندھ آنے کے دو سال بعد ۱۴۳ھ میں منصور نے ابن حفص کو معزول کر کے ہشام بن عمرو تغلبی کو والی بنایا، لیکن ابن اثیر کے بیان کے مطابق ۱۵۱ھ تک وہ سندھ میں رہا، اس کی معزولی کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نفس زکیہ نے اپنے خروج کے زمانہ میں اسلامی ممالک کے مختلف حصوں میں اپنے دعاۃ بھیجے تھے، ابن حفص بھی ان کے حامیوں میں تھا، اس کے پاس اپنے لڑکے عبد اللہ بن اشتر کو بھیجا، اس نے ان کو چھپا کر سندھ میں انکی خفیہ دعوت شروع

---

[۱] یہ حالات ابن اثیر کے مختلف سنین سے ماخوذ ہیں [۲] ابن اثیر ج ۶ ص ۲

کردی اس دوران میں نفس زکیہ قتل ہو گئے، عبداللہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خوفزدہ ہوئے ابن حفص نے اُن کو ہندوستان کے ایک راجہ کے پاس بھیجدیا، اُس نے بڑی عزت کے ساتھ ٹھہرایا منصور کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے ابن حفص سے بازپرس کی، اُسے خوف ہوا کہ اگر وہ جائیگا تو قتل کردیا جائیگا، اس کے متوسلین میں سے ایک شخص نے وفاداری کا حق ادا کیا اور سارا الزام اپنے سر لینے کیلئے تیار ہو گیا، چنانچہ ابن حفص نے اُسے منصور کے پاس بھجوادیا، اُس نے قتل کردیا، لیکن ابن حفص متہم ہو چکا تھا، اور عبداللہ الاشتر سندھ میں موجود تھے، اس لئے ابن حفص کا افریقہ تبادلہ کردیا گیا، اور اس کی جگہ ہشام بن عمر تغلبی کا تقرر ہوا، اس کے سندھ پہنچنے کے بعد اس کا بھائی سفنج ایک مہم میں جارہا تھا کہ اتفاقی طور سے عبداللہ الاشتر کا سامنا ہو گیا، دونوں میں جنگ ہوئی، اس میں عبداللہ مارے گئے، ان کے قتل کے بعد منصور نے ہشام کو اس راجہ پر جس کے یہاں عبداللہ پناہ گزیں ہوئے تھے فوج کشی کا حکم دیا، چنانچہ ہشام نے فوج کشی کرکے اسکی حکومت پر قبضہ کرلیا[1]،

عبداللہ کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد ہشام نے سندھ کے مختلف حصوں میں فوجیں روانہ کیں، اور خود ملتان کی طرف بڑھا، حاکم ملتان نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا، لیکن ایک خونریز معرکہ کے بعد شکست کھائی اور شہر پر ہشام کا قبضہ ہو گیا[2]،

عیینہ کے زمانہ میں قندابیل پر بعض عرب قابض ہو گئے تھے، ملتان کے بعد ہشام نے ان کو یہاں سے نکالا اور ہردوج کے بندرگاہ گندھار پر حملہ کرکے اس کو فتح کیا اور یہاں ایک مسجد تعمیر کی، یہ اس سرزمین میں پہلی مسجد تھی، ان فتوحات میں بے شمار دولت ہاتھ آئی انتظامی حیثیت سے بھی ہشام کا دور نہایت کامیاب رہا، اس کے زمانہ میں سندھ کی فارغ البالی اور

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۰ [2] یعقوبی ج ۲ ص ۴۴۹ [3] ایضاً و بلاذری ص ۴۴۹،

سرسبزی و شادابی میں اتنا اضافہ ہوگیا، کہ یہاں کے باشندے اُسے بابرکت سمجھنے لگے[5]،

ولایت عہد سفاح اپنے بعد بالترتیب منصور اور عیسٰی بن موسیٰ کو ولیعہد نامزد کرگیا تھا، کچھ دنوں تک منصور نے اس وصیت کا احترام ملحوظ رکھا، دربار میں عیسٰی بن موسی کو دائیں جانب جگہ دیتا اور اپنے لڑکے مہدی کو بائیں جانب بٹھاتا تھا، لیکن پھر اسکی نیت میں فتور آگیا، چنانچہ ۱۴۷ھ میں اُس نے عیسٰی بن موسیٰ سے خواہش کی کہ وہ اپنے بجائے مہدی کو ولیعہد مان لے، لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوا، اُس وقت منصور نے اُس کا رتبہ گھٹانا شروع کیا، دربار میں اس کی جگہ بھی بدل دی، اور ہر چیز میں مہدی کے مقابلہ میں اُس کو گرانے لگا، اور اس کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچانا شروع کیں، بالآخر ۱۴۷ھ میں بالجبر اس کا نام ولیعہدی سے خارج کرکے اپنے لڑکے مہدی کو ولیعہد بنادیا،

وزارت یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عباسی حکومت میں وزارت کا عہدہ سب سے پہلے سفاح نے قائم کیا تھا، اور اُسکی اہمیت برابر بڑھتی گئی، بلکہ آگے چل کر حکومت کا سارا سیاہ و سپید وزراء کے ہاتھ میں آگیا تھا، اس لئے عباسی عہد کے وزراء کی تاریخ میں بڑی اہمیت ہے، ان میں بڑے بڑے عالی دماغ اور صاحبِ کمال وزراء تھے، اس لئے ہم اُن کے مختصر حالات بھی لکھتے جائیں گے،

بعض تاریخوں میں ہے کہ منصور کا سب سے پہلا وزیر ابوسلمہ خلال تھا، جو سفاح کے زمانہ میں بھی اس منصب پر رہ چکا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، ابن طقطقی اور جہشیاری دونوں کا بیان اسکے خلاف ہے، چنانچہ یہ دونوں اسکے عہد کی وزارت کا آغاز ابوایوب موریانی سے کرتے ہیں[6]،

ابن خلکان کا بیان ہے، کہ سفاح کی وفات کے وقت خالد بن برمک وزیر تھا، اس کی وفات کے بعد منصور کے عہد میں بھی ایک سال چند مہینوں تک رہا، پھر ابوایوب نے حسن تدبیر سے اس کو ہٹاکر خود وزارت پر قبضہ کرلیا[7]، بہرحال منصور کے عہد میں ۳ وزیر ہوئے، خالد بن برمک

---

[5] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۹۵ [6] الفخری ص ۱۵۶ و کتاب الوزراء والکتاب جہشیاری ص ۱۰۲، ۱۰۳ [7] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۰۲

ابو ایوب موریانی اور ربیع بن یونس، خالد کے حالات سفاح کے عہد میں گذر چکے ہیں،

ابو ایوب | ابو ایوب کا پورا نام سلیمان بن مخلد ہے، یہ اہواز کے ایک قریہ موریان کا باشندہ تھا منصور نے اس کو خلیفہ ہونے سے پہلے جب یہ بچہ تھا، خرید ا تھا، اسی وقت اس میں ترقی کے آثار تھے، اس لئے منصور نے بڑی توجہ سے اسکی تعلیم و تربیت کی، ایک مرتبہ منصور نے اس کو سفاح کے پاس ہدیہ دے کر بھیجا، سفاح کو اس کا طور و طریقہ اور اس کی گفتگو بہت پسند آئی، پوچھا کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا امیر المومنین کے بھائی کے، سفاح نے کہا اب آج سے تم میرے غلام ہو، اور منصور کو لکھدیا کہ میں نے اس کو آزاد کر کے اپنے پاس رکھ لیا ہے، چنانچہ سفاح کے دامن عاطفت میں اس کی تربیت ہوئی، وہ عقل و فہم ذکاوت و ذہانت معاملہ فہمی اور فضل و کمال میں یگانہ روزگار تھا[1]، خود کہتا تھا، کہ فقہ کے علاوہ تمام علوم پر میری نظر ہے کیمیا، طب، نجوم، حساب سحر ہر چیز میں اسکو درک تھا، ان کمالات کی وجہ سے اُس نے منصور کے مزاج میں اتنا رسوخ و اعتماد حاصل کر لیا کہ اس نے اس کو وزیر بنا کر مختار جز و کل بنا دیا، وزارت کے ساتھ دیوان کا عہدہ بھی اس کے متعلق تھا، وہ منصور پر اتنا حاوی تھا، کہ عوام میں مشہور ہو گیا، کہ ابو ایوب نے منصور پر سحر کر دیا ہے[2]، لیکن جب ابو ایوب کا ستارہ گردش میں آیا تو یہ سحر الٹ گیا، اور خود منصور کے ہاتھوں ابو ایوب کا خاتمہ ہوا، اس کی تفصیل یہ ہے، کہ ایک مرتبہ منصور نے اس سے کہا کہ میرے لڑکے صالح کے پاس کوئی جاگیر نہیں ہے؟ ابو ایوب نے عرض کی امیر المومنین اہواز میں بہت سی زمینیں بیکار پڑی ہیں، اگر ۳ لاکھ درہم صرف کر کے اُن کو باکار بنایا جائے تو کافی آمدنی ہو سکتی ہے، منصور نے ۳ لاکھ دے کر اس کو آباد کرنے کا حکم دیا، ابو ایوب نے یہ پوری رقم اپنی جیب میں رکھ لی اور زمین پر ایک حبہ صرف

---

[1] الفخری ص ۱۵۱ [2] کتاب الوزراء و الکتاب ص ۱۰۱،

نہیں کیا، بیس ہزار سالانہ منصور کو جائداد کی آمدنی کے نام سے دیدیا کرتا تھا، اس کے دشمنوں نے منصور سے واقعہ بیان کر دیا، منصور نے خود اُسکی تحقیقات کی، ابوایوب نے سرکاری باغات کو دکھاکر دھوکا دینا چاہا، لیکن اس کے دشمن ساتھ تھے، اُنھوں نے اصل واقعہ بیان کر دیا، منصور نے اصل مقام کو جاکر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا، اس خیانت پر منصور نے اُس کو قتل کر کے کل اثاثہ ضبط کر لیا[۱]،

ربیع بن یونس | تیسرا وزیر ربیع بن یونس حضرت عثمانؓ کے غلام ابو فروہ کی نسل سے تھا یہ بھی عقل و فرزانگی اور معاملہ فہمی میں ابوایوب کا ہمسر اور شجاعت و شہامت اور تدبیر و سیاست میں یگانہ تھا، بڑے دبدبہ و شکوہ کا وزیر تھا، سب سے آخر میں وزارت کے عہدہ پر سرفراز ہوا، اور منصور کی وفات تک برابر اس پر قائم رہا، منصور کے بعد مہدی کی بیعت اسی نے لی تھی، ہادی کے زمانہ میں قتل کیا گیا[۲]،

وفات | منصور ذی الحجہ میں پیدا ہوا تھا، ذی الحجہ ہی میں تخت نشین ہوا تھا، اس لئے اس کو وہم ہو گیا تھا کہ ذی الحجہ ہی میں مریگا بھی، چنانچہ ۱۵۸ھ میں اُس نے مہدی سے کہا کہ میرا دل کہتا ہے کہ میں ذی الحجہ میں مر جاؤں گا، اور میری موت کا یہی سال ہے، چنانچہ اس کو امور سلطنت کے متعلق ضروری امور سمجھائے، اور ایک مفصل ہدایت نامہ دے کر حج کے قصد سے نکلا، اس کا وہم صحیح نکلا، راستہ میں بیمار پڑا، اور بیر معونہ پہنچ کر مر گیا، اس وقت احرام باندھ چکا تھا، اس لئے باب معلی کے قبرستان میں برہنہ سر دفن کیا گیا، وفات کے وقت ۶۳ سال کی عمر تھی، مدت خلافت ۲۲ سال ۳ ماہ چند دن،

محاسن اخلاق | منصور عقل و دانش، سیاست و تدبیر، جرأت و دلیری، ہمت و استقلال، سطوت

---

[۱] الفخری ص ۱۵۷ و ۱۵۸ [۲] ایضاً ص ۱۵۹ - ۱۶۰

وجبروت کا پیکر تھا، نازک سے نازک موقعوں پر بھی نہ گھبراتا تھا، اور بڑی بڑی پیچیدہ گتھیوں کو ناخن تدبیر سے سلجھا لیتا تھا، اس لئے باوجودیکہ اس کے زمانہ میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے لیکن سلطنت کو ہلنے نہ دیا، اور اپنے زمانہ میں عباسی سلطنت کو اس قدر مستحکم کر گیا کہ مدتوں اس کے جانشین اطمینان کے ساتھ حکومت کرتے رہے،

تمام مورخین اس کے اوصاف و کمالات کے معترف ہیں، ابن طقطقی کا بیان ہے کہ منصور حزم، عقل، علم، اصابت رائے، حسن تدبیر اور وقار و تمکنت کے لحاظ سے دنیا کے عظیم ترین سلاطین میں تھا، خلوت میں وہ خوش مزاج اور خوش اخلاق رہتا تھا، لغو اور مزاحیہ باتوں کو بھی برداشت کر لیتا تھا، لیکن جب لباس شاہی زیب تن کرکے دربار میں آتا تو بالکل رنگ بدل جاتا، آنکھیں سرخ ہو جاتیں، اور اس کے تمام اوصاف یکسر بدل جاتے، اس نے اپنے لڑکوں تک سے کہہ دیا تھا، کہ جب میں اپنے شاہی لباس میں مجلس میں آجاؤں تو میرے قریب نہ آیا کرو، ممکن ہے تمھیں کوئی نقصان پہنچ جائے[1]،

مسعودی کا بیان ہے کہ منصور خوبی تدبیر اور حسن سیاست کی معراج کمال پر پہنچا ہوا تھا، جس معاملہ میں نفع کی توقع ہوتی تھی، اس میں بے دریغ روپیہ صرف کر دیتا، اور جہاں روپیہ ضائع ہوتا، وہاں حقیر سے حقیر رقم بھی نہ صرف کرتا تھا[2]،

ابن ہبیرہ کا بیان ہے، کہ جنگ اور امن دونوں حالتوں میں منصور سے زیادہ حیلہ ساز اور بیدار مغز کوئی نہ تھا[3]، اس کا یہ خاص وصف تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی وہ گھبراتا نہ تھا، اس کا دماغ امن و سکون اور شورش و فساد دونوں موقعوں پر یکساں کام دیتا تھا، اس لئے اس کے عہد میں کوئی انقلابی سازش کامیاب نہ ہو سکی[4]،

---

[1] الفخری ص ۱۳۱ [2] مسعودی ج ۲ ص ۲۳۲ [3] طبری ج ۱۰ ص ۴۱۱ [4] ایضاً ذکر سیرۂ ہارون،

سیوطی لکھتے ہیں، کہ منصور ہیبت و شجاعت، حزم رائے، سطوت و جبروت کے لحاظ سے بنو عباس کا سب سے بڑا آدمی تھا[۱] منصور کے ۲۲ سالہ عہد حکومت کے واقعات سے ان بیانات کی پوری تصدیق ہوتی ہے،

تفریحی مشاغل سے احتراز تفریحی مشاغل شخصی حکمرانوں اور مطلق العنان سلاطین کی بزم طرب کے ضروری لوازم ہوتے ہیں لیکن منصور کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی، یحیی بن سلیم فضل بن ربیع کے کاتب کا بیان ہے کہ منصور کے گھر میں کبھی لہو ولعب کے مشابہ بھی کسی چیز کا گذر نہ ہوا، ایک مرتبہ اس کے محل میں ایک غلام طنبور بجا رہا تھا، اور لونڈیاں قہقہے لگا رہی تھیں، اس کے کانوں میں آواز پہنچی، تو پوچھا یہ کیا ہی، بتایا گیا طنبور، لیکن یہ طنبور کو بھی نہیں جانتا تھا، پوچھا طنبور کسے کہتے ہیں، اس کی وضع وہیئت بتائی گئی تو منصور اسی وقت اٹھا، اور طنبور بجانے والے کے سر پر طنبور توڑ کر اسی وقت اس کو نکال دیا[۲]، ابن طقطقی کا بیان ہی کہ ہمیشہ موٹا جھوٹا کپڑا استعمال کرتا تھا، بسا اوقات پیوند لگے کپڑے بھی پہنتا، اور اس کے گھر میں کبھی لہو ولعب بلکہ اس سے مشابہ بھی کسی چیز کا گذر نہ ہوا[۳]،

ایک مرتبہ اس کی ایک لونڈی نے اس کے بدن پر پیوند لگے ہوئے کرتے کو دیکھ کر کہا کہ خلیفہ اور پیوند لگا ہوا کرتہ؟ منصور نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا،

قد یدرک الشرف الفتی وردائہ　　خلق وجیب قمیصہ مرقوع

یعنی مرد آدمی اس حالت میں عزت و شرف حاصل کر لیتا ہی کہ اسکی چادر پرانی ہوتی ہی، اور اسکی قمیص کا جیب پیوند لگا ہوا ہوتا ہے،

کفایت شعاری منصور کی فرد حساب میں اسراف و تبذیر کی کوئی مد نہ تھی، بلکہ اس کی احتیاط

---

۱ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۶۱ ۲ طبری ج ۱۰ ص ۳۹۲ ۳ الفخری ص ۱۴۱،

کفایت شعاری کی حد سے گذر کر بخل تک پہنچ گئی تھی، اپنے گھر والوں کو ہدایت کیا کرتا تھا کہ اپنے مال کی حفاظت کرو، اس کو بچاؤ، بیکار نہ ضائع کرو، اکثر کہا کرتا تھا، کہ جس کی دولت کم ہوئی، اس کے اعوان و انصار کم ہوئے، جس کے اعوان و انصار کم ہوئے، اس کے دشمن اس پر قوی ہوجائیں گے، اور جس کے دشمن اس پر قوی ہوئے، اس نے اپنا ملک ضائع کردیا، اور جس نے ملک ضائع کیا، اسکی املاک پر ہر شخص دست درازی کریگا،[1]

منصور نے مھدی کے لئے جو تحریری ہدایت نامہ لکھا تھا، اس میں خزانہ کی آبادی اور کفایت شعاری پر خاص طور سے زور دیا تھا، اس کے زمانہ میں کوئی حاکم تفریحی مشاغل میں روپیہ نہ صرف کرسکتا تھا، بعض عمال نے شعراء کو بڑے بڑے انعامات دیئے، منصور کو خبر ہوئی تو اُس نے سختی کے ساتھ اُن کی تنبیہ کی، اور شعراء کو بقدر واجب انعام دے کر بقیہ رقم واپس لے لی،[2]

وہ چراغ میں بے کار تیل جلانا بھی پسند نہ کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ محل کے پھاٹک میں داخل ہوا اس میں تین قندیلیں روشن تھیں، پوچھا ان کے بجائے کیا ایک کافی نہ تھی، اس واقعہ کی صبح کو جب وہ برآمد ہوا تو وابستگان دولت ناشتہ کر رہے تھے، ناشتہ کم تھا، اس لئے کم پڑگیا، منصور نے اسی وقت قہرمان کو طلب کرکے پوچھا کیا وجہ ہے، کہ شکم سیر ہونے سے پہلے کھانا کم پڑگیا، اس نے جواب دیا کہ آپ نے شب کو قندیلوں پر اعتراض کیا تھا میں نے خیال کیا کہ جب تیل کی مقدار مقرر کردی گئی ہے تو ممکن ہے کھانے کی بھی مقرر کردی گئی ہو، منصور نے بگڑ کر کہا تم اس تیل میں جو بیکار جلتا ہے اور کھانے میں فرق نہیں کرتے کھانا اگر بچ بھی جائے تو بھی کسی کے کام آجائے گا اور اسی وقت قہرمان کو سات

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۴۶۶ [2] طبری ج ۱۰ ص ۴۴۴، طبع یورپ،

کوڑے لگوائے[1]

اس قسم کے واقعات کو مورخین نے بخل سے تعبیر کیا ہے، حالانکہ منصور بخیل نہ تھا، البتہ فضول روپیہ ضائع نہ کرتا تھا، کبھی کبھی وہ فیاضی کے جذبہ میں آکر بڑی بڑی رقمیں بھی دے دیتا تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی اس کے پاس آیا منصور کو اس کی باتیں بہت پسند آئیں، خوش ہو کر کہا تمھاری جو ضرورت ہو بیان کرو، اعرابی نے کہا خدا امیرالمومنین کی عمر دراز کرے، میری کوئی ضرورت نہیں ہے منصور نے اصرار سے کہا کہ نہ تم ہمیشہ میرے پاس پہنچ سکتے ہو اور نہ میں ہی ہمیشہ دینے کیلئے تیار رہونگا اس وقت موقع ہے جو ضرورت ہو بیان کرو، اعرابی نے کہا امیرالمومنین ایسا کیوں ہو؟ نہ میں خدانخواستہ آپ کی عمر کو کم سمجھتا ہوں اور نہ آپ کے مال کو مالِ غنیمت کہ جو کچھ لینا ہو اسی وقت لے لوں، ساری روے زمین کے عرب یہ جانتے ہیں کہ آپ سے گفتگو کرنا عزت و شرف ہے، اور کوئی شریف آپ سے انحراف نہیں کرسکتا، آپ سے سوال کرنا کوئی عیب و برائی نہیں ہے بلکہ آپ کا عطیہ عزت و زینت ہے، منصور نے یہ شایستہ اور فصیح گفتگو سن کر اسکو ایک ہزار اشرفیاں عطا کیں[2]،

درحقیقت منصور کی اسی کفایت شعاری کا نتیجہ تھا کہ تعمیری کاموں میں بے شمار دولت صرف کرنے کے باوجود اپنے بعد اتنی دولت چھوڑ گیا کہ مہدی کو کبھی روپیہ کی کمی کی شکایت نہیں ہوئی، منصور خود اپنے وصیت نامے میں لکھ گیا تھا کہ میں نے تمھارے لئے اتنی دولت جمع کردی ہے کہ اگر تم کو دس سال تک بھی خراج نہ ملے تو تم کو اخراجات کی تنگی کی شکایت نہ ہوگی[3]،

---

[1] تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۵۶ [2] ایضاً ص ۵۸،

[3] طبری ج ۱۰ ص ۴۴۲،

عدل وجور میں منصور کی سیاست

منصور طبعاً سخت گیر اور درشت مزاج واقع ہوا تھا، اور تاریخوں میں اسکے ظلم و زیادتی کے بعض واقعات بھی ملتے ہیں، عدل و جور کے بارہ میں اسکی سیاست یہ تھی کہ حکومت کے باغیوں کے مقابلہ میں وہ نرمی روا نہ رکھتا تھا اور ان پر بلاشبہ اسکے زمانہ میں اعتدال سے زیادہ سختیاں ہوئیں لیکن امن پسندوں اور عام رعایا کے لئے وہ اصولاً اور عملاً دونوں حیثیتوں سے عادل تھا، اس کا قول تھا کہ "خلیفہ کو صرف تقویٰ درست رکھ سکتا ہے، سلطان کو اطاعت اور رعایا کو عدل، جو شخص سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے، اس کے لئے عفو و درگذر زیادہ مناسب ہے، اور وہ بڑا کم عقل ہے جو اپنے زیردستوں پر ظلم کرتا ہے[1]"،

ان اصولوں کو اُس نے جہانبانی میں رہنما بنایا تھا، رعایا کے ساتھ قیام عدل میں اتنا اہتمام تھا کہ اُس نے لوگوں کو عام آزادی دے رکھی تھی کہ جس کسی کو کسی حاکم سے کوئی تکلیف پہنچے وہ بلا روک ٹوک اس سے اسکی شکایت کر سکتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک عامل کی شکایت کی کہ اُس نے اس کی جائداد کا کچھ حصہ اپنی جائداد میں شامل کر لیا ہے، منصور نے فوراً عامل کو لکھا کہ اگر تم عدل کروگے تو ہمیشہ سلامتی تمھارے ساتھ رہے گی، اس لئے اس مظلوم کے ساتھ انصاف سے کام لو، اسی طرح ایک مرتبہ ایک دہقانی نے ایک اور عامل کی شکایت کی، منصور نے اس کو جواب دیا کہ اگر تمھارا بیان صحیح ہے تو میں تم کو اسکی اجازت دیتا ہوں کہ عامل کو باندھکر میرے پاس لے آؤ، طبری نے اس قبیل کے اور متعدد واقعات لکھے ہیں[2]،

اس نے رعایا کو اتنی آزادی دے رکھی تھی کہ معمولی معمولی آدمی اُسے علانیہ ٹوک دیتے تھے، ایک مرتبہ وہ خطبہ دے رہا تھا اور خدا کی حمد شروع کی تھی، کہ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا امیر المومنین آپ جس کا (خدا) ذکر رہے ہیں اُسے میں آپ کو یاد دلاتا ہوں، منصور نے کہا مرحبا تم نے بڑی

---

[1] تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۵۶ [2] طبری ج ۱۰ ص ۴۳۳،

جلیل القدر ذات کو یاد اور بڑی عظیم ہستی کا خوف دلایا، میں اس بات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ میرا شمار اُن لوگوں میں ہو کہ جب ان کو خدا کا خوف دلایا جاتا ہے تو اُن کی نخوت اور اُن کا غرور ان کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے، پند و موعظت ہمارے ہی گھر سے شروع ہوئی ہی اور ہمارے ہی یہاں سے نکلی ہے، اس لئے ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں، لیکن میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت تمھارا مقصود صرف یہ ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ اس شخص نے خلیفہ پر اعتراض کیا اور اُس کے بدلہ میں اُس کو سزا دی گئی، یہ بہت پست مقصد ہے، لیکن میں تم کو معاف کرتا ہوں لیکن

گو وہ سخت گیر تھا، لیکن اکثر باغیوں کو بھی معاف کر دیتا تھا، قطن بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم کے خروج میں اُن کے ساتھ ہو گیا تھا، اُن کے قتل کے بعد منصور کے خوف سے چھپا چھپا پھرتا تھا، اس زندگی سے تنگ آکر میں نے امیر ابو عمرو بن العلاء سے مشورہ کیا کہ میں منصور کے پاس جاکر اپنی خطاؤں کا اعتراف کر لوں، اُنھوں نے مخالفت کی اور کہا کہ اگر تم گئے تو ضرور قتل کر دیئے جاؤ گے، لیکن میں بہت عاجز ہو چکا تھا، اس لئے ابو عمرو کا مشورہ قبول نہ کیا اور بغداد جاکر وزیر دولت ربیع بن یونس کی خدمت میں حاضر ہو گیا، اس نے حراست میں لے لیا، اُس وقت مجھے ابو عمرو کا مشورہ نہ قبول کرنے پر ندامت ہوئی، اس کے بعد مجھے قصرِ خلافت پہنچا دیا گیا، اور پھاٹک بند کر دیئے گئے، اب مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا، ظہر کے وقت ایک خواجہ سرا وضو کے لئے پانی اور کھانا لایا، وضو کر کے میں نے ظہر کی نماز پڑھی، اور روزہ کا عذر کر کے کھانا واپس کر دیا، اسی طریقہ سے عصر اور مغرب کا وقت گذرا، رات کے وقت جب محل کے پھاٹک بند ہونے لگے، تو مجھے اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی، اور آنکھوں سے نیند اُڑ گئی، آدھی رات گئے ایک خواجہ سرا آکر مجھے لے گیا،

لہ تاریخ خطیب ج ۱۰، ص ۵۶

اور میں منصور کے حضور میں پیش کیا گیا، اُس وقت صرف وہ اور ربیع بن یونس تھے، مجھے دیکھ کر منصور نے سر جھکا لیا، اور تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہا کہو کیا ہے، میں نے عرض کی امیر المومنین میں قطن بن معاویہ ہوں جس نے حضور کے خلاف اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں، آپ کی نافرمانی کی، آپ کے دشمن کا ساتھ دیا، آپ کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی، ان جرائم کے بعد اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزا دینا چاہیں تو میرے چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے بدلہ میں قتل کر سکتے ہیں، منصور نے پھر سر جھکا لیا، اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد سر اُٹھا کر کہا کہو کیا کہتے ہو، میں نے پھر اپنے جرائم دہرائے منصور نے کہا امیر المومنین نے تم کو معاف کیا، یہ سن کر میرا حوصلہ بڑھا میں نے عرض کی حضور کے دروازہ سے اس حال میں واپس جاؤں گا کہ میری جائداد و میرا گھر ضبط ہے، اس لئے اگر رائے عالی ہو تو اس کی واگذاری کا بھی حکم ہو جائے، منصور نے اسی وقت عبد الملک بن ایوب والی بصرہ کے نام یہ حکم لکھوا دیا کہ "امیر المومنین قطن بن معاویہ سے راضی ہو گئے ہیں، اس لئے اُن کی جائداد گھر اور جو کچھ ضبط کیا گیا ہو، سب واپس کر دیا جائے، یہ حکم لے کر میں بصرہ پہنچا اور عبد الملک کے حوالہ کیا، اُس نے فوراً میری پوری املاک واگذار کر دی[1]،

لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ حکومت کے مخالفین خصوصاً علویوں اور آل حسن کے بارہ میں وہ حد اعتدال سے بہت آگے بڑھ گیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ رعایا کے ساتھ عدل و جور کے بارہ میں اُسکی پالیسی یہ تھی کہ امن پسند اور عام رعایا کے ساتھ وہ جادۂ عدل سے باہر قدم نہیں نکالتا تھا، لیکن مخالفین کے ساتھ اسکا عدل سخت گیری اور درشتی بلکہ ظلم سے بدل جاتا تھا، اور چونکہ اُس کا زمانہ عباسی حکومت کا تاسیسی دور تھا، اس لئے بہت سی مخالف طاقتیں

---

[1] تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۵۹-۶۰،

اٹھیں، اور اُن پر سختیاں بھی زیادہ ہوئیں، اُس کی اس پالیسی کا اندازہ اس وصیت نامہ سے ہوتا ہے جو اُس نے مرتے وقت مہدی کے لئے لکھا تھا، یہ وصیت نامہ حسب ذیل ہے :-

"بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حفاظت کرنا، اس کے بدلہ میں خدا تمھارے کاموں کی حفاظت کرے گا، حرام خونریزی سے ہمیشہ بچنا کہ یہ خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور دنیا میں بھی ایسا عار ہے جو کبھی نہیں مٹتا، حلال کو اپنے اوپر لازم کرلو، کیونکہ اس میں تمھارے لئے آخرت میں بھی ثواب ہے، اور دنیا میں بھی بھلائی ہے، اعتدال سے نہ بڑھنا کہ اس میں ہلاکت ہے، اگر خدا کو حدود کے علاوہ کوئی دوسری ایسی چیز معلوم ہوتی جو اس کے مذہب کے لئے زیادہ موزوں اور اُس کے گناہوں پر تنبیہ کرنے والی ہوتی تو اپنی کتاب میں ضرور اس کا حکم دیتا، خدا کا غضب سب سے زیادہ اپنی بادشاہت کے لئے تیز ہے، اس لئے اُس نے ایسے شخص کے لئے جو زمین میں فساد پھیلائے دونے عذاب اور عقاب کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرماتا ہے :-

انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادًا الخ"

پس بیٹا! بادشاہت خدا کی حبل متین، اس کا عروۃ الوثقیٰ اور دین قیم ہے، اسکی حفاظت کرنا، اسے مضبوط کرنا، اس کے لئے مدافعت کرنا، اس میں رخنہ ڈالنے والوں کو سزا دینا، اس سے بھاگنے والوں کی بیخ کنی کرنا، اور اس سے نکلنے والوں کو عذاب دے کر اور مثلہ کرکے قتل کرنا، لیکن خدا نے قرآن میں جو حکم دیا ہے، اس سے تجاوز نہ کرنا، عدل کے ساتھ حکومت کرنا، اپنی حد سے آگے نہ بڑھنا، کیونکہ یہ باتیں شور و فتن کو روکنے والی، اور دشمن کو تباہ کرنے والی

اور کارگزار داہیں۔[1]

منصور کا عہد سیاسی حیثیت کے علاوہ علمی اور تمدنی حیثیت سے بھی عباسی حکومت کا بڑا کامیاب دور تھا، اسی کے زمانہ میں عروس البلاد بغداد آباد ہوا، علمی دور کا آغاز بھی اسی کے زمانہ سے ہوا، اس کی تفصیل دولت عباسیہ کے آخری حصہ میں آئے گی،

[1] طبری ج ۱۰ ص ۴۴۴، یہ وصیت بہت طویل ہے ہم نے صرف اسی قدر نقل کیا ہے جس کا تعلق منصور کے طرز حکومت سے ہے،
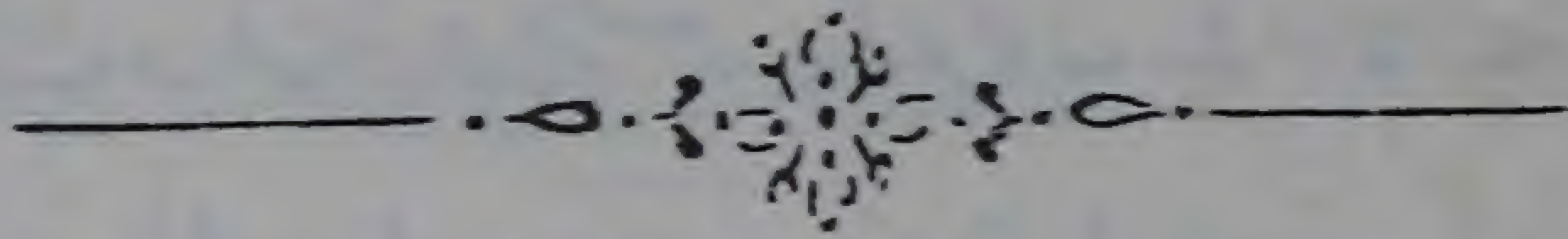
محمد بن منصور الملقب بہ مہدی

۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ مطابق ۷۷۵ء تا ۷۸۵ء

منصور کے بعد اس کا لڑکا محمد الملقب بہ مہدی تخت نشین ہوا، اس کی ماں اروی حمیری خاندان سے تعلق رکھتی تھی، اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ منصور کا انتقال مکہ کے قریب ہوا تھا اسوقت جو عمائد سلطنت اور افسرانِ فوج اس کے ہمرکاب تھے، اُن سے ربیع کاتب نے، اور اہل مکہ سے عباس بن محمد اور محمد بن سلیمان نے بیعت لی، اور منصور کی وفات کے بارہویں دن بغداد میں بیعتِ عام ہوئی، اور ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں مہدی تختِ خلافت پر بیٹھا، اسوقت اس کا ۳۳ واں سال تھا،

مہدی کا پہلا کام منصور نے اپنے زمانہ میں جن جن لوگوں کو قید کیا تھا اور جنکی جنکی جائدادیں ضبط کی تھیں انکے متعلق مہدی کو وصیت کرتا گیا تھا کہ اس کے بعد سب کو رہا کر کے ان کی جائدادیں واگذار کردیجائیں چنانچہ مہدی نے تخت خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ سب سے پہلے اس وصیت کی تعمیل کی قیدیوں کو رہا کر کے اُنھیں انعام واکرام سے نوازا[۱]، اس کا اثر عام رعایا پر بہت اچھا پڑا،

منصور اپنے زمانہ میں اکثر سیاسی سازشوں اور انقلاب پسندوں کا قلع قمع کر گیا تھا، اس لئے مہدی کے زمانہ میں کوئی اہم سیاسی انقلاب رونما نہیں ہوا تاہم بعض معمولی شورشیں ہوئیں،

۱؎ یعقوبی ج ۲ ص ۴۷۵،

مقنع کا دعویٰ اُلوہیت | اِن میں ایک خراسانی ملحد مقنع کا دعویٰ الوہیت خاص اہمیت رکھتا ہے، یہ مرو کا باشندہ اور یک چشم تھا، اس عیب کو چھپانے کے لئے سونے کا چہرہ منھ پر چڑھائے رہتا تھا، اسی لئے "مقنع" یعنی نقاب پوش کہلاتا تھا، اُس نے مہدی کے زمانہ میں اُلوہیت کا دعویٰ کیا کہ خدا آدم کو پیدا کرکے اُن میں حلول کر گیا تھا، آدم کے بعد حضرت نوح علیہ السلام میں اور اسی طرح مختلف انسانوں کے قالب میں منتقل ہوتا ہوا، ابو مسلم خراسانی کے بعد اس میں جلوہ گر ہوا۔ عوام کو فریب دینے کے لئے وہ شعبدہ بازی سے مصنوعی آفتاب طلوع کرکے دکھاتا تھا[1]، بہت سے سادہ لوح آدمی اس کے دام تزویر میں پھنس کر اس پر ایمان لے آئے، اور اُس کے مستقر کی سمت سجدہ کرتے تھے[2]،

چند دنوں میں اُس کے پیرووں کی تعداد بہت ہوگئی اور اُنھوں نے بسام اور سنجرہ میں اجتماع کیا، یہ حکومت کے خلاف اُٹھے تھے اس لئے اس کے پُرانے دشمن ترک اور صغد بھی ساتھ ہوگئے اور مسلمان آبادیوں پر تاخت شروع کردی، کش کے بعض محلات اور نواسب کے قلعہ پر قبضہ کرلیا، عباسی حکومت کی جانب سے ابو النعمان جنید اور لیث نے یکے بادیگرے ان کا مقابلہ کیا، لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی، آخر میں جبرئیل بن یحییٰ اور یزید نے مقنع کے ایک ممتاز پیرو مبیضہ کا مقابلہ کرکے اُسے بھگایا، اس کے بعد مہدی نے ابو عون کو مقنع کے مقابلہ کے لئے بھیجا یہ بھی ناکام رہا تو یہ مہم ۱۶۱ھ میں معاذ بن مسلم اور سعید حرشی کے سپرد کی گئی، اُنھوں نے پہلے طواویس میں مقنع کے ساتھیوں کو شکست دی، اور یہ لوگ بھاگ کے مقنع کے پاس چلے گئے، پھر اُن کے فرار کے بعد سعید حرشی نے مقنع کو اس کے ساتھیوں سمیت گھیر لیا، چند دنوں کے بعد اس کے ساتھیوں نے سپر ڈال دی، اور تیس ہزار آدمیوں

[1] الفخری ص ۱۶۱ و ۱۶۲ [2] ابو الفدا ج ۲ ص ۹ و دول الاسلام ذہبی [3] الفخری ص ۱۶۲۔

نے سعید سے جان بخشی کرا کے مقنع کا ساتھ چھوڑ دیا، اور اس کے ساتھ کل دو ہزار سے کچھ اوپر آدمی رہ گئے، اُس وقت محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا گیا، جب مقنع کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا، تو اپنی عورتوں اور اہل وعیال کو زہر کھلا کر ختم کر دیا، اور آگ جلوا کر بقیہ لوگوں سے کہا کہ جو شخص میرے ساتھ آسمان پر چلنا چاہتا ہے، وہ اس آگ میں کود پڑے، یہ کہہ کر پہلے خود اُس میں کودا، اس کے بعد اُس کے سب ساتھی کود کے واصل جہنم ہو گئے، بعض روایتوں میں ہے کہ خود بھی زہر کھا کر مر گیا، جب مسلمان قلعہ میں داخل ہوے تو کچھ نہ تھا، [1]

یوسف البرم کی بغاوت

۱۶۰ھ میں خراسان میں یوسف بن ابراہیم المعروف بہ برم نے مہدی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، بہت سے شورش پسند اس کے ساتھ ہو گئے، لیکن اس کا فتنہ زیادہ نہ بڑھنے پایا، یزید بن مزید شیبانی نے بہت جلد اس پر قابو حاصل کر لیا، اور اس کو مع اس کے ساتھیوں کے گرفتار کر کے دار الخلافہ روانہ کیا، بغداد میں ان سب کے سر قلم کر دیے گئے، [2]

عبد السلام یشکری اور اہل الحوف کی بغاوت

۱۶۲ھ میں عبد السلام بن ہاشم یشکری نے جزیرہ میں بغاوت برپا کی، اور اس کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ مسلسل کئی مہمیں اس کے مقابلہ میں ناکام رہیں، بالآخر شبیب نے قنسرین بڑی مشکلوں سے اُس کا کام تمام کیا، ۱۶۸ھ میں الحوف (مصر) کے باشندوں نے علم بغاوت بلند کیا، یہاں کے حاکم موسی بن مصعب نے مقابلہ کیا اور باغیوں کے ہاتھ سے مارا گیا، موسی کے قتل کے بعد مہدی نے فضل بن صالح کو بھیجا، اس نے مہدی کی وفات کے بعد امن و امان قائم کیا، [3]

مختلف غیر مسلم حکمرانوں سے معاہدے اور بعضوں کی اطاعت

اکثر سرحدی علاقوں کے غیر مسلم حکمراں عباسی حکومت کے باغیوں سے مل جاتے تھے، اس سے بعض اوقات مشکلات پیش آتی تھیں، اس لیے

---

۱ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۰۷ و ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳ و ۱۷، ۲ یعقوبی نے ۱۶۴ھ میں یہ بغاوت لکھی ہے ۳ یعقوبی ج ۲ ص ۴۸۳،

سنہ ۱۶۴ھ میں مہدی نے اپنے ماتحت باج گذاروں اور سرحدی فرمانرواؤں کے پاس سفراء بھیجکر اُن سے صلح اور مفاہمت کرکے اس خطرہ کا سدباب کیا، اس سلسلہ میں کابل، طبرستان، صغد، طخارستان، بامیان، فرغانہ، اشروسنہ، سجستان، ترک، تبت، سندھ اور چین کے فرمان رواؤں اور ہندوستان کے بعض راجاؤں نے اطاعت کا معاہدہ کیا[1]،

رومیوں سے معرکہ آرائیاں

مہدی کے زمانہ میں اندرونی خلفشار نسبتہً بہت کم رہا، اس لئے اس کو بیرونی فوج کشی کا زیادہ موقع ملا، گو اس کا زمانہ دس بارہ سال سے زیادہ نہیں تھا، لیکن اتنی مدت میں اتنی فوج کشیاں ہوئیں، کہ بنو امیہ کے بعد سے اس کے زمانہ تک اسکی مثال نہیں ملتی، گرمائی فوجیں رومی ممالک پر ہر سال حملہ آور ہوتی تھیں، مہدی نے اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال اپنے چچا عباس کو بھیجا، اُس نے ادھرہ فتح کیا[2] سنہ ۱۶۱ھ میں ثمامہ بن ولید نے فوج کشی کی اور دابق میں اترا، میخائیل رومی اسّی ہزار فوج کے ساتھ نکلا، اور عمق مرعش میں بہت سے مسلمانوں کو قتل اور قید کرکے مرعش کا محاصرہ کرلیا، یہاں بھی بہت سے مسلمان شہید ہوئے، اور میخائیل محاصرہ اُٹھا کر جیحان لوٹ گیا[3]، اس کے کچھ ہی دنوں بعد سنہ ۱۶۲ھ میں رومیوں نے اسلامی اور رومی سرحد حدث پر حملہ کرکے اُس کی شہر پناہ گرادی، مہدی نے حسن بن قحطبہ کو ایک جرار لشکر کے ساتھ بھیجا، اُس نے اذرولیہ پہنچ کر رومی حدود سلطنت میں تاخت و تاراج کی اور سالم و غانم واپس آیا، اسی سنہ میں یزید بن اسید سلمی نے قالیقلا کے نواح میں حملہ کرکے تین قلعے فتح کئے[4]،

سنہ ۱۶۳ھ میں مہدی نے خود بہ نفس نفیس رومیوں کے مقابلہ میں نکلنے کا ارادہ کیا، خراسان

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۴۷۹ [2] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۱۳ [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۹، [4] ایضاً ص ۱۹،

اور دوسری چھاونیوں سے تازہ دم فوجیں منگائیں، اور بغداد میں اپنے لڑکے موسیٰ ہادی کو اپنا قائم مقام بنا کر خود اُن کے مقابلہ کے لئے نکلا، اور موصل و جزیرہ ہوتا ہوا فرات کو عبور کر کے حلب پہنچا، یہاں زندیقوں کی بڑی تعداد تھی، اُن کو جمع کر کے قتل کیا، اور اُن کی کتابیں چاک کرا کے ضائع کرائیں، اس کے بعد جیحان آیا اور یہاں سے ہارون، عیسیٰ بن موسیٰ، ربیع، حسن بن قحطبہ، سلیمان ابن برمک، یحییٰ بن خالد اور دوسرے عمائد کو رومی حدود کی جانب روانہ کیا، انھوں نے سمالو کا قلعہ فتح کیا، اور بہت سی چھوٹی چھوٹی فتوحات حاصل کیں، لیکن کوئی بڑا معرکہ پیش نہیں آیا، اور مہدی بیت المقدس ہوتا ہوا بغداد واپس آیا[1]۔

سنہ ۱۶۴ھ میں عبدالکبیر بن عبدالحمید باب حدث کی طرف بڑھا، میخائیل اور طاراداربنی بطریق ۹۰ ہزار فوج کے ساتھ اُس کے مقابلہ کو نکلا، عبدالکبیر میں اس انبوہ عظیم کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے لوٹ گیا، مہدی اس کمزوری پر بہت برافروختہ ہوا، اور عبدالکبیر کو قتل کر دینا چاہا، لیکن لوگوں کی سفارش سے قید کر دیا، سنہ ۱۶۵ھ میں ہارون رشید کو تقریباً ۹۵ ہزار فوج کے ساتھ صائفہ کا امیر بنا کر بھیجا، ہارون اس لشکر جرار کو لے کر ایشیائے کوچک میں داخل ہوا، نقیسطا رومی مقابل میں آیا، یزید بن مزید نے اس کو شکست فاش دی، اور اس کے کل ساز و سامان پر قبضہ کر کے دمستق کی طرف بڑھا، اُس نے ایک خطیر رقم دیکر صلح کر لی، اس لئے ہارون اُسے چھوڑ کر آگے بڑھا اور خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا، اُس وقت قسطنطنیہ کے تخت پر لیون کی بیوہ اپنے صغیر السن بچے کی جانب سے حکمراں تھی اُس نے ۷۰ ہزار دینار سالانہ فدیہ پر صلح کر لی، شرائط صلح میں یہ بھی تھا، کہ مسلمان جن جن راستوں سے گذریں گے وہاں رومی بازار لگائیں گے، اور رہنمائی کے فرائض انجام دیں گے، ان لڑائیوں میں مسلمانوں کو بکثرت

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۱۳ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۰،

مال غنیمت ہاتھ آیا،

سندھ کی فتوحات | سندھ کے علاقہ میں بھی بعض فتوحات حاصل ہوئیں، ۱۵۹ھ میں مہدی نے عبدالملک بن شہاب مسمعی کو بحری مہم میں سندھ روانہ کیا، اس نے باربد (بھاڑ بھوت) کے ساحل پر لنگر انداز ہو کر شہر کا محاصرہ کر لیا، اہل شہر نے مدافعت میں پوری قوت صرف کر دی، لیکن ناکام رہے، اور مسلمانوں نے باربد فتح کر لیا، اس معرکہ میں بے شمار سندھی کام آئے، اور مسلمانوں کی صرف چند جانیں ضائع ہوئیں، اس مہم کو سر کر کے مسلمان واپس ہو رہے تھے کہ ایرانی سواحل کے قریب ان کا بیڑا طوفان میں گھر گیا، بعض جہاز ٹوٹ گئے، اور بہت سے مسلمان ضائع ہوئے، صرف چند جہاز صحیح و سالم واپس پہنچے[۱]،

طبرستان کے حاکم ونداد ہرمز اور شروین اکثر فساد برپا کیا کرتے تھے، ۱۶۷ھ میں موسیٰ ہادی نے فوجکشی کر کے ان کی پوری تنبیہ کی،

ولایت عہد | سفاح نے منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولیعہد بنا دیا تھا منصور نے اس کا نام مہدی کے بعد کر دیا تھا، مہدی نے بھی باپ کی تقلید میں عیسیٰ کا نام خارج کر کے اپنے لڑکے ہادی کو ولیعہد بنا دیا، اور اس کے بعد ہارون کا نام رکھا، لیکن مہدی طبعاً شریف تھا، اس لئے اسکے بدلہ میں اس کو ایک کرور نقد اور بہت بڑی جاگیر عطا کی،

وزارت | مہدی کے زمانہ میں تین وزیر ہوئے، ابوعبیداللہ معاویہ بن یسار، ابوعبداللہ یعقوب ابن داؤد، فیض بن ابی صالح، ان تینوں کے مختصر حالات یہ ہیں،

معاویہ بن یسار اشعریوں کا غلام تھا، لیکن بڑا عالی دماغ تھا منصور کے زمانہ سے عباسی دربار سے متوسل تھا، اور اسی وقت سے وزارت کے لئے اس پر نگاہ اٹھی تھی،

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۶ [۲] دول الاسلام ذہبی ج اول ص ۸۳،

لیکن منصور کی زندگی میں وہ وزیر نہ ہوسکا اور مہدی کے سکریٹری کی حیثیت سے جو اس زمانہ میں وزارت کے فرائض انجام دیتا تھا کام کرتا رہا، مہدی پر وہ اتنا حاوی تھا کہ مہدی کسی معاملہ میں اس کی مخالفت نہ کرتا تھا گویا عملاً وزارت اسی کے ہاتھ میں تھی، منصور ہمیشہ مہدی کو معاویہ کے مشورہ پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا رہتا تھا[۱] اور یہ تاکید کردی تھی، کہ معاویہ کے بارہ میں کسی کی شکایت نہ سننا، منصور کی وفات اور مہدی کی خلافت تک برابر اس کا یہ اثر و اقتدار قائم رہا،

مہدی کو اس کی قابلیت کا پورا تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے تخت نشین ہونے کے بعد ہی اُس نے ۱۵۹ھ میں اس کو وزیر بنا لیا، اس نے اپنے دور وزارت میں صیغہ خراج میں بہت سی جدید باتیں ایجاد کیں، اس سے پہلے پیداوار میں ایک مقررہ خراج لیا جاتا تھا معاویہ نے بٹائی کا طریقہ رائج کیا، اور کھجور اور دوسرے پھل دار درختوں پر خراج لگایا، اور قانون خراج پر ایک کتاب لکھی، تاریخ اسلام میں اس موضوع پر یہ سب سے پہلی کتاب تھی، لیکن ان خوبیوں کے ساتھ وہ سخت متکبر اور مغرور تھا، اسی غرور نے اس کو مسند وزارت سے قعر مذلت میں گرا دیا،[۲]

اس کے غرور نے دوستوں کو بھی دشمن بنا دیا، چنانچہ ربیع کاتب جو ایک زمانہ میں اس کا بڑا خیر خواہ تھا، اور مہدی کے مقابلہ میں اسکی حمایت کیا کرتا تھا، اس کے برتاؤ سے اس کا سخت دشمن ہو گیا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ منصور کی وفات کے بعد ربیع مکہ سے جب مہدی کی بیعت لے کر لوٹا تو مہدی کے دربار میں حاضری کے قبل معاویہ کے پاس گیا، اُس نے اول تو بڑی دیر انتظار کرانے کے بعد اندر آنے کی اجازت دی پھر بدستور اپنی مسند پر بیٹھا رہا، اور منصور کی وفات اور مہدی کی بیعت وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں پوچھا، ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا، ربیع نے چھیڑنا

۱؎ الفخری ص ۱۶۳ ۲؎ ایضاً ص ۱۶۴،

بھی چاہا، مگر معاویہ اس ذکر ہی کو ٹال گیا، ربیع کو اس کا یہ طرزِ عمل سخت ناگوار گذرا، اور اس نے قسم کھائی کہ اپنی ساری قوت اس کے گرانے میں صرف کر دیگا، گو معاویہ بڑا مدبر تھا، آسانی کیساتھ اسے زیر کرنا مشکل تھا، لیکن معاویہ کی شومیِ قسمت سے اس کا لڑکا عبداللہ ملحد تھا، اور مہدی ملحدوں کا سخت دشمن تھا، اور اُن کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سزا دیتا تھا، چنانچہ ۱۶۶؁ھ میں جب ملحدوں کی ایک جماعت گرفتار ہو کر آئی تو اس میں معاویہ کا لڑکا بھی تھا، مہدی نے اُس سے کہا قرآن پڑھو، اس نے پڑھا، تبارکت و عالموک بعظم الخلق، اس وقت ربیع کو موقع مل گیا، اُس نے عبداللہ کو قتل کرنے کا مشورہ دیا، مہدی نے خود (معاویہ) کو اپنے لڑکے کی گردن مارنے کا حکم دیا، لیکن باپ کا ہاتھ بیٹے کی گردن پر اُٹھنا مشکل تھا، اس لئے معاویہ جھجکا، اُس کی پریشانی دیکھکر مہدی کے چچا عباس نے کہا یہ کام دوسرا بھی کر سکتا ہے، چنانچہ عبداللہ بن ابی عبداللہ طوسی نے اس کا سر قلم کیا، لیکن اس واقعہ کا اثر معاویہ کے عہدہ پر نہیں پڑا، وہ بدستور وزیر رہا، کچھ دنوں کے بعد ربیع نے مہدی کے بعض خدام سے سازش کی کہ میں تم کو ۳۰ ہزار اشرفی اس شرط پر دوں گا کہ جب ابوعبید اللہ (معاویہ) مہدی کے پاس آجائے تو تم اُس کی تلوار کا قبضہ پکڑے ہوئے ساتھ رہو، اگر مہدی اس پر اعتراض کرے تو تم کہنا کہ امیر المومنین جس کے لڑکے کو کل آپ نے قتل کیا ہو، اس کا تنہائی میں آپ کے پاس مسلح آنا کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے، اس تدبیر سے مہدی اُس سے بدظن ہو گیا، گو اس وقت اس نے یہی کہا کہ مجھے ان پر ہر حال میں اعتماد ہے، لیکن دل میں بات جم چکی تھی، اس لئے کچھ دنوں کے بعد اس بہانہ سے کہ میں نے ابوعبید اللہ کے لڑکے کو قتل کیا ہے، اس لئے مجھے اس سے ندامت معلوم ہوتی ہے، اس کو منصبِ وزارت سے الگ کر دیا، اور وہ نہایت غم و الم کی حالت میں زندگی کے دن کاٹتا ہوا ۱۷۰؁ھ میں مر گیا،

لہ کتاب الوزراء والکتاب جہشیاری ص ۱۶۷ تا ص ۱۸۱ ۔ ۲ الفخری ص ۱۶۵ الفخری اور جہشیاری کے بیان میں بعض جزئی اختلافات ہیں۔

ابو عبداللہ یعقوب | معاویہ کے بعد یعقوب بن داؤد کی قسمت کا ستارا چمکا، یہ بھی غلاموں کے زمرہ میں تھا، اس کا باپ داؤد اور اس کے دوسرے بھائی امیر نصر بن سیار امیر خراسان کے کاتب تھے، ابتداءً اس میں تشیع تھا، اور وہ عبداللہ بن حسن بن حسن کی طرف مائل تھا[1] چنانچہ منصور کے زمانہ میں اس کا سارا گھر امام ابراہیم بن عبداللہ کے ساتھ ہوگیا تھا، ابراہیم کے مارے جانے کے بعد ان کے حامیوں کے ساتھ یعقوب اور علی بھی گرفتار کرکے قید کردیئے گئے تھے منصور کے بعد جب مہدی نے اپنے زمانہ میں سیاسی قیدیوں کو رہا کیا، تو اس سلسلہ میں یہ دونوں بھی چھوٹے[2]،

مہدی علویوں اور سادات کی مخالفت سے بہت گھبراتا تھا، اس لئے اس کو ایسے آدمی کی تلاش تھی، جس کو آل حسن سے تعلق رہ چکا ہو، تاکہ وہ اس سے ضرورت کے وقت کام لے سکے، یعقوب اس کام کے لئے موزوں شخص تھا، اس لئے ربیع کی سفارش پر مہدی نے اس کو بلالیا، اس کی عقل و فرزانگی کا مہدی پر بہت اچھا اثر پڑا، اور اسکو اس نے اپنے خواص کے زمرہ میں شامل کرلیا، اور رفتہ رفتہ وہ وزارت کے منصب تک پہنچ گیا، اور مہدی کے مزاج میں اتنا رسوخ حاصل کرلیا کہ کل امور مملکت پر حاوی ہوگیا، اور اس کا اقتدار اتنا بڑھا، کہ حاسدوں کو اس پر رشک ہونے لگا، اور انھوں نے اسکو مہدی کی نگاہوں سے گرانے کی کوشش شروع کردیں،

یعقوب کے دل میں آل حسن کی محبت برابر قائم رہی اور وہ علانیہ ان کی حمایت کرتا تھا، چنانچہ اپنے عہد وزارت میں اس نے بہت سے زیدیوں کو حکومت کے معزز عہدوں پر پہنچا دیا، اس کے حاسدوں کو موقع مل گیا، انھوں نے مہدی سے کہا کہ ساری سلطنت یعقوب اور اس کی جماعت کے قبضہ میں ہے، وہ جب چاہے ایک دن میں اس کو زیرو زبر کرسکتا ہے، مہدی علویوں کے

---

[1] الفخری صـ ۱۶۶ [2] ابن اثیر ج ۶ صـ ۲۳،

بارہ میں یعقوب کے جذبات سے واقف تھا، اس لئے اس کے دل میں یہ بات اتر گئی، چنانچہ ایک موقع پر آزمایش کے لئے اُس نے یعقوب سے ایک علوی کو قتل کرنے کا وعدہ لے کر ایک علوی کو بلاکر اس کے پاس بھیجدیا، اور خود ہٹ گیا، علوی نے اس سے کہا یعقوب! میں علی بن ابی طالب اور فاطمہ کی اولاد ہوں، تم میرے خون کا بار اپنی گردن پر لے کر خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ یعقوب نے کہا خدا کی قسم یہ بار میں اپنی گردن پر نہ لوں گا، تم یہ مال لو اور اپنی جان بچا کے نکل جاؤ، ایک لونڈی نے جو یہ گفتگو سن رہی تھی فوراً مہدی کو اطلاع دیدی، مہدی نے اسی وقت اس علوی کو گرفتار کرالیا، اور یعقوب کو بلاکر پوچھا تم نے علوی کو کیا کیا؟ اُس نے کہا خدا نے اس سے امیر المومنین کو مطمئن کردیا، مہدی نے کہا کیا وہ مر گیا، یعقوب نے اثبات میں جواب دیا، مہدی نے اس سے قسم لی اور قسم لینے کے بعد علوی کو بلوا کر سامنے کھڑا کردیا، یعقوب اُسکو دیکھکر متحیر ہوگیا، اب اس کے لئے کسی حیلہ کی گنجایش نہ تھی، مہدی نے اُسی وقت اس کو قید کرادیا، کئی سال تک قید رہا، رشید کے زمانہ میں اس سے نجات ملی، اور ۱۸۶ھ میں مکہ میں وفات پائی[1]،

فیض بن ابی صالح نیشاپوری	یعقوب کے بعد فیض بن ابی صالح وزیر ہوا، اس کا وطن نیشاپور

اور آبائی مذہب عیسوی تھا، اس کا گھرانہ ترک وطن کرکے بنو عباس کے زیر سایہ آگیا تھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوا، چنانچہ فیض نے عباسیوں کے دامن تربیت میں پرورش پائی اور وزارت کے عہدہ تک پہنچا، جود وکرم میں عدیم النظیر تھا، یحییٰ بن خالد برمکی جس کی فیاضیوں کی داستانیں مشہور عالم ہیں، کہا کرتا تھا، کہ اگر تم لوگ فیض کی فیاضیاں دیکھتے تو میری فیاضیاں حقیر معلوم ہوتیں، مہدی کی وفات تک یہ وزارت کے منصب پر فائز رہا،

---

[1] الفخری صفحہ ۱۶۶-۱۶۷ یہ واقعہ فخری طبری ابن اثیر سب میں ہے،

اس کی وفات کے بعد ہادی نے علٰحدہ کردیا، اور رشید کے زمانہ تک زندہ رہا، اور ۱۷۳ھ میں وفات پائی،[۱]

وفات محرم ۱۶۹ھ میں مہدی نے انتقال کیا، اس کے سبب وفات کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ ایک دن شکار کے لئے نکلا، ایک شکار کے پیچھے گھوڑا ڈالدیا، گھوڑا ایک ویران عمارت کے پھاٹک میں گھستا چلا گیا، اس کی رگڑ سے اس کی پیٹھ کو اتنا صدمہ پہنچا کہ اس صدمہ سے ۲۲ محرم ۱۶۹ھ کو انتقال کر گیا[۲]، دوسری روایت یہ ہے کہ اسکی لونڈی نے زہر دیا، یا خودکشی کے لئے اس نے خود اپنے کھانے میں زہر ملایا تھا، جسے غلطی سے مہدی نے کھا لیا، تیسری روایت یہ ہے کہ ایک دن خواب میں اس کو ہاتف غیب نے دنیا کی بے ثباتی کا پیام دیا، اور اس کے دسویں دن مہدی دنیا سے چل بسا[۳]، اس کا انتقال ماسبندان کے ایک قریہ میں ہوا تھا، ہارون رشید نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اسی غربت کدہ میں پیوند خاک کیا گیا، وفات کے وقت ۴۳ سال کی عمر تھی مدت خلافت دس سال ایک ماہ،

اوصاف مہدی اپنے ذاتی محاسن اور طریقۂ جہانبانی دونوں حیثیتوں سے بہترین حکمرانوں میں تھا، اسکی خوبیوں نے اس کو رعایا میں بہت محبوب و مقبول بنا دیا تھا، اسکا عہد عدل و انصاف، امن و سکون اور آسودہ حالی کے اعتبار سے ملک کے لئے عیش و رفاہیت کا دور تھا، مسعودی کا بیان ہے کہ مظالم کے انسداد، قتل و خونریزی سے احتراز، خوف زدوں کی پشت پناہی اور داد و دہش نے مہدی کو خاص و عام میں محبوب بنا دیا تھا[۴]، محدث ذہبی لکھتے ہیں کہ اس کا دور حکومت بڑا مبارک و محمود تھا، اسکی صورت و سیرت دونوں پسندیدہ تھی، رعایا میں بہت ممدوح و محبوب تھا[۵]،

---

[۱] الفخری صفحہ ۱۶۹ و صفحہ ۱۷۰، [۲] دول الاسلام ج اول صفحہ ۸۶ و یعقوبی ج ۲ صفحہ ۴۸۳، [۳] ابن اثیر ج ۶ صفحہ ۲۶، [۴] مروج الذہب ج ۲ صفحہ ۲۳۳،
[۵] دول الاسلام ذہبی ج اول صفحہ ۸۳ و ۸۴،

اس کی حکومت کا آغاز ہی نیکیوں سے ہوا تھا، چنانچہ تخت نشینی کے بعد اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ منصور کے زمانہ کے جتنے قیدی تھے، سب کو رہا کر دیا، اور جن جن لوگوں کی جائدادیں ضبط کی گئی تھیں سب واگذار کر دیں[1]،

روزانہ مظالم کی تحقیقات کے لئے بیٹھتا تھا[2]، اور مظلوموں کی دادرسی کے لئے ہر وقت اس کا دروازہ کھلا رہتا تھا کان یجلس فی کل وقت لرد المظالم[3]،

منصور جتنا ہی درشت مزاج اور سخت گیر تھا، مہدی اتنا ہی نرم اور متحمل مزاج تھا، عفو و درگذر اس کی خصوصیت تھی، ایک ممتاز فوجی افسر بار بار غلطی کرتا تھا، مہدی نے کئی مرتبہ اسکو فہمائش کی لیکن وہ باز نہ آتا تھا، آخر میں مہدی نے اس سے کہا کہ تم کب تک غلطی کرتے رہوگے اور میں کب تک معاف کرتا رہوں گا، اُس نے کہا کہ میں ہمیشہ بھولتا رہوں گا اور خدا امیر المومنین کی عمر دراز کرے وہ ہمیشہ مجھے معاف کرتے رہیں گے، یہ جواب سنکر مہدی شرمندہ ہو گیا اور اسے معاف کر دیا[4]،

ربیع حاجب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مہدی نے عشا کی نماز میں کلام اللہ کی یہ آیت تلاوت کی فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم، نماز ختم کرنے کے بعد مجھ سے کہا ربیع! موسیٰ! میں نے دل میں خیال کیا کون موسیٰ مراد ہے، شاید موسیٰ ابن جعفر مقصود تھا جو اس وقت میری قید میں تھا، میں نے اس کو لاکر پیش کر دیا، مہدی نے اس سے کہا، میں نے جب "تقطعوا ارحامکم" پڑھا تو مجھے خیال آیا کہ کہیں میں تمہارے معاملہ میں قطع رحم کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہوں، اس لئے تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میرے مقابلہ میں خروج نہ کروگے، موسیٰ نے وعدہ کیا اور مہدی نے اسی وقت اس کو رہا کر دیا[5]،

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۴۷۸ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۷ [3] الفخری ص ۱۶۱ [4] طبری ج ۱۰ ص ۵۲۶

[5] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۵،

اس کی رقیق القلبی کا ایک عبرت آموز واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے، بنی امیہ کے ساتھ بنی عباس کی دشمنی معلوم ہے، مہدی ایسا شریف دل تھا کہ اُس کو ان پر بھی رحم آجاتا تھا، ایک مرتبہ مہدی کی بیوی اور دوسری خواتین شاہی محل میں بیٹھی تھیں کہ خادم نے آکر اطلاع دی کہ ایک شریف مگر بدحال عورت اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے، لیکن نام نہیں بتاتی، مہدی کی بیوی خیزران نے بلالیا، عورت اندر آئی، وہ پھٹے پُرانے کپڑوں میں تھی، لیکن بشرہ پر شرافت کا جمال نمایاں تھا، خیزران نے پوچھا بہن تم کون ہو، اُس نے کہا میں مروان بن محمد (آخری اُموی خلیفہ) کی بیوی مزنہ ہوں، زمانہ نے مجھے اس نوبت کو پہنچا دیا ہے، میرے جسم پر تم یہ جو پرانے کپڑے دیکھ رہی ہو یہ بھی میرے نہیں ہیں بلکہ مانگے کے ہیں، گو زمانہ نے ہم کو اس نوبت کو پہنچا دیا ہے، لیکن اب بھی ہماری شرافت کا وقار ہم کو عامۃ الناس سے ملنے کی اجازت نہیں دیتا، اس لئے ہم تمھارے پاس آئے ہیں کہ ہماری جو نوبت بھی ہو تمھارے پردہ میں ہو، مزنہ کی باتیں سن کر خیزران کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، لیکن اسکی معلمانی زینب نے جو بڑی منہ چڑھی تھی بولی: مزنہ تم وہ دن بھول گئیں جب ہم حران میں تمھارے پاس ابراہیم[1] کی لاش مانگنے کے لئے گئے تھے، اس وقت تم نے ہم کو ڈانٹ کر نکلوا دیا تھا اور کہا تھا کہ مردوں کے معاملات میں عورتوں کو کیا دخل، تم سے اچھا سلوک تو مروان نے کیا تھا اور لاش ہمارے حوالہ کر کے مالی سلوک بھی کرنا چاہا، لیکن ہم نے انکار کر دیا، مزنہ نے کہا خدا کی قسم! ہماری یہ حالت اسی کا نتیجہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ تم اس حالت کو اچھا سمجھتی ہو، جبھی اس سیدہ (خیزران) کو ایسے کام پر اُبھار رہی ہو، جس میں ہم مبتلا ہو کر اس نوبت کو پہنچ گئے ہیں، تم کو چاہئے تھا کہ نیکی اور بھلائی پر آمادہ کرتیں اور برائی کے بدلہ میں بُرائی کرنے سے روکتیں تا کہ خدا نے تمکو جو نعمت عطا کی ہے وہ باقی اور قائم رہے، بہن زینب تم دیکھ رہی ہو کہ خدا نے دوسرے دن

[1] سفاح کے بڑے بھائی جو مروان کے زمانہ میں گرفتار کر کے قتل کئے گئے تھے،

کی حق تلفی اور اُن کے ساتھ بدسلوکی کا ہم سے یہ بدلہ لیا ہے، پھر بھی تم ہماری ہمدردی سے اجتناب برتتی ہو یہ کہہ کر وہ روتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی،

خیزران دل میں بہت متاثر ہوئی لیکن زینب کی مخالفت نہ کر سکتی تھی، اس لئے ظاہری اخلاق نہ برت سکی اور ایک لونڈی کو اشارہ کر دیا کہ وہ چپکے سے کمرے میں لیجاکر کپڑے وغیرہ بدلائے، رات کو جب مہدی محل میں آیا تو خیزران نے یہ سارا قصہ اس کو سنایا، اس نے اسی وقت لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ کمرہ میں جانے کے بعد مزنہ کیا کہہ رہی تھیں، اُس نے کہا امیرالمومنین وہ رو رو کر کلام اللہ کی یہ آیت پڑھ رہی تھیں،

وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت اٰمنۃ	اور اللہ تعالیٰ نے ایسی بستی کی مثال بیان کی
مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل	جو امن و چین سے تھی، اس کے پاس ہر جگہ سے
مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا	فراغت سے رزق آتا تھا، پس اُس نے اللہ کی
اللہ لباس الجوع والخوف	نعمتوں کے ساتھ کفر کیا، اسکی سزا میں اللہ تعالیٰ
بما کانوا یصنعون ، (نحل - ۱۵)	نے اسکو بھوک اور خوف کا لباس چکھایا،

یہ سن کر وہ زار زار رونے لگا، اور خدا کے حضور میں دعا کی کہ بار الہا میں زوال نعمت سے پناہ مانگتا ہوں، اور خیزران سے کہا کہ اگر تم مزنہ کے ساتھ سلوک سے نہ پیش نہ آئی ہوتیں تو میں تم سے کبھی نہ بولتا، اور زینب پر سخت برہمی ظاہر کی اور ایک لونڈی کے ذریعہ مزنہ کے پاس سلام کے بعد یہ پیام کہلا بھیجا کہ بنت عم اس وقت تمھاری سب بہنیں میرے پاس جمع ہیں، ایسی حالت میں اگر میرا آنا تمھارے پاس تم کو غمزدہ نہ کر دیتا تو میں خود آتا، مزنہ اس کا مطلب سمجھ گئیں اور خود چلی آئیں، مہدی نے اپنے پاس بٹھایا اور دیر تک اُن کے خاندان کی تباہی پر ہمدردانہ گفتگو کرتا رہا، اور کہا اگر میں تمھارے خاندان میں شادی کرنا پسند کرتا تو ضرور تمھارے ساتھ

شادی کر لیتا، لیکن ایسا نہیں کر سکتا، اس لئے بہتر ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو، اور اپنی بہنوں (عباسی خواتین) کے ساتھ محل میں رہو، جو سلوک اُن کے ساتھ کیا جاتا ہے وہی تمہارے ساتھ کیا جائیگا، چنانچہ مزنہ کے آرام وراحت کا تمام سامان مہیا کر دیا، اس میں اور خاندان شاہی کی خواتین میں کوئی فرق نہ کرتا تھا، حتی کہ ان کے برابر جاگیر بھی ان کو دیدی، اور مزنہ نے راحت اور عزت وآبرو کے ساتھ اسی محل میں پوری عمر گذاری، ہارون رشید کے زمانہ میں انتقال ہوا[۱]،

بیدار مغزی مہدی گو عیش پرست تھا، لیکن حکومت کے فرائض سے کبھی غافل نہیں ہوا، منصور ہی کی طرح وہ حکومت کی تمام جزئیات پر نگاہ رکھتا تھا[۲]، میدان جنگ میں بھی نکلتا تھا، اسی لئے عیش پرستی کے باوجود اس کے زمانہ میں نظام حکومت میں کوئی خلل نہیں آنے پایا[۳]،

حرمین کی خدمت ان اوصاف اور خصوصیات کے ساتھ وہ دیندار بھی تھا، اس نے اپنے زمانہ میں حرمین کی بڑی خدمت کی، ۱۶۰ھ میں خانۂ کعبہ کی عمارت میں توسیع کرائی[۴]، اس کے چاروں طرف رواق تعمیر کرائے، اور ان میں سنگ رخام کے ستون لگوائے[۵]، کعبہ کے پرانے غلافوں کو اتروا کر اس کی دیواروں پر مشک وعنبر ملوایا اور قباطی، خز اور دیبا کے تین غلاف چڑھائے[۶]، اسی زمانہ میں مسجد نبوی کی عمارت میں ترمیم و توسیع اور اسکی آرائش کرائی، شامی رخ پر عمارت میں سو ہاتھ کا اضافہ کیا، اور سنگ رخام کے دس نئے ستون لگوائے، اور پوری عمارت کو نقش و نگار سے آراستہ کرایا[۷]،

ان کے علاوہ مکہ کا راستہ درست کرایا، یہاں بہت سی نئی عمارتیں تعمیر کرائیں، حوض بنوایا بغداد، مکہ، مدینہ اور یمن کے درمیان ڈاک کا سلسلہ قائم کیا[۸]، حرمین کے باشندوں میں کئی کروڑ نقد

---

[۱] مسعودی ج ۲ ص ۲۲۶ تا ص ۲۳۴ [۲] الفخری ص ۱۶۲ [۳] تاریخ الخلفاء ۲۷۶ [۴] تاریخ مکہ ازرقی ج اول ص ۴۰۵ [۵] دول الاسلام ذہبی ج اول ص ۸۳ [۶] تاریخ مکہ ص ۱۷۶ [۷] خلاصۃ الوفا ص ۱۴۲ و ۱۴۳ [۸] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۴،

اور ڈیڑھ لاکھ کپڑے تقسیم کئے، ذہبی کا بیان ہے کہ حرمین کے باشندوں کی اتنی خدمت کسی نے نہ کی تھی[1]۔

علمی حیثیت علمی اعتبار سے مہدی کوئی امتیازی درجہ نہ رکھتا تھا لیکن اس کی تعلیم و تربیت اچھی ہوئی تھی، اور اُسے اہلِ علم کی صحبت مرغوب تھی، تادب و جالس العلماء[2] شاعری کا ستھرا ذوق رکھتا تھا، خود بھی شعر کہتا تھا، سیوطی نے اس کے اشعار نقل کئے ہیں، حدیث میں بھی درک رکھتا تھا، اپنے والد اور مبارک بن فضالہ سے حدیث کی روایت کی ہے[3]، ارباب علم کا بڑا قدردان تھا، اور اُن کی خدمت سعادت سمجھتا تھا، ایک مرتبہ قاضی شریک اس کے پاس آئے، اُس نے کہا تین باتوں میں سے ایک بات آپ کو قبول کرنا پڑے گی، یا عہدۂ قضا قبول کیجئے یا میری اولاد کی تربیت کا فرض انجام دیجئے اور ان سے حدیث بیان کیجئے یا میرے ساتھ ایک لقمہ کھا لیجئے، شریک نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد آخری صورت منظور کی، مہدی نے بڑے اہتمام کے ساتھ اون کی دعوت کی[4]۔

مشہور محدث سفیان ثوری امراء و سلاطین سے بہت گھبراتے تھے، ایک مرتبہ کسی طرح مہدی کے دربار میں لائے گئے، لیکن کسی قسم کے شاہی آداب نہیں برتے، محض السلام علیکم پر اکتفا کی، مہدی نے خوش طبعی کے طور پر کہا آپ مجھ سے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، اب تو آپ میرے قبضہ میں ہیں، جو حکم چاہوں دیدوں، سفیان ثوری نے جواب دیا جو حکم تم میرے بارے میں دوگے وہی حکم قادر مطلق تمہارے بارے میں دیگا، جو حق و باطل کا فیصلہ کر دیگا، اس جواب پر حاجب شاہی ربیع نے کچھ نازیبا الفاظ استعمال

---

[1] دول الاسلام اوّل ص ۳۰۰ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۵ [3] ایضاً

[4] ایضاً ص ۲۷۵

اور تلوار اُٹھانے کی اجازت چاہی، مہدی نے اس کو ڈانٹا اور کہا ایسے بزرگوں کو قتل کرکے اُنکی خیر و برکت سے محروم ہو جائیں، اور اسی وقت کوفہ کے عہدۂ قضا کا پروانہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا اور یہ بھی آزادی دیدی کہ ان کے فیصلوں میں کوئی مداخلت نہ کیجائیگی سفیان نے یہ پروانہ تو لے لیا، لیکن وہاں سے نکلنے کے بعد اس کو چاک کرکے دجلہ میں پھینک دیا، اور کہیں روپوش ہو گئے مہدی نے بہت تلاش کرایا، لیکن کہیں پتہ نہ چلا[1]،

ایک مرتبہ مہدی کا ایک لڑکا قاضی شریک کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ٹیک لگا کر ان سے حدیث پوچھی، شریک نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی، اُس نے دوبارہ پوچھا شریک نے پھر کوئی توجہ نہیں کی، لڑکے نے کہا آپ خلفازادوں کی توہین کرتے ہیں، شریک نے کہا ایسا نہیں ہے البتہ علم کی ناقدری نہیں بلکہ اُس کا احترام کرتا ہوں، شاہزادہ سمجھدار تھا، فوراً سمجھ گیا، اور گھٹنے ٹیک کر حدیث پوچھی، شریک نے کہا ہاں اس طرح علم حاصل کیا جاتا ہے[2]،

مذہبی زندگی | عقائد میں بہت پختہ اور مذہب کے معاملہ میں بڑا متشدد تھا، عقائد اسلامی میں وہ کسی قسم کی آزادی اور رخنہ اندازی پسند نہ کرتا تھا، اس کے زمانہ میں مجوسیوں کے اثر سے ملحدوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی تھی جو اپنے عقائد کی اشاعت بھی کرتی تھی، اور اس کا اچھا خاصہ لٹریچر پیدا ہوگیا تھا، مہدی نے ان کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بے دریغ قتل کرایا، اور اُن کی کتابیں جہانتک مل سکیں جلوائیں[3]،

وہ اسلامی مساوات کے خلاف کوئی امتیاز تک پسند نہیں کرتا تھا، جب سے نماز کی حالت میں امیر معاویہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا، اُنھوں نے مسجد میں ایک مقصورہ یعنی ایک خیمہ نما حجرہ بنوا لیا تھا،

---

[1] مروج الذہب ج ۶ ص ۲۵۷ و ۲۵۸ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۳ [3] ملحدوں کے استیصال کا ذکر دول الاسلام ذہبی و تاریخ الخلفاء سیوطی وغیرہ سب میں ہے،

اسی میں وہ نماز پڑھتے تھے، لیکن بعد کو خلفاء نے اظہار تفاخر کے لئے اس کو استعمال کیا، اور شان و شوکت کے لئے مسجدوں میں بڑے بڑے منبر رکھوائے، یہ دونوں باتیں دین کی سادگی اور مساوات کے خلاف تھیں، اس لئے مہدی نے مقصورہ کو تو اٹھوا دیا اور منبروں کو گھٹا کر منبر نبوی کے برابر کر دیا[1]

نماز باجماعت کا بڑا اہتمام تھا سفر میں بھی نماز پنجگانہ جامع مسجد میں ادا کرتا تھا[2]

خشیت الٰہی | اس کا دل خشیت الٰہی سے لبریز تھا، مزنہ کی حالت سن کر اس کی گریہ وزاری اور خدا کے حضور میں اس کی عاجزانہ دعا کا حال اوپر گذر چکا ہے، حسن الوصیف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہوا کا اتنا سخت طوفان آیا کہ معلوم ہوتا تھا حشر قائم ہو جائے گا، میں امیر المومنین کی تلاش میں نکلا، دیکھا تو وہ رخساروں کو فرش خاک پر رکھے دعا میں مصروف ہیں کہ خدایا امت محمدی کی حفاظت کر، خدایا ہمارے دشمنوں کو ہماری تباہی پر ہنسنے کا موقع نہ دے، اگر میرے گناہوں کی پاداش میں تو نے عالم کو پکڑا ہے تو یہ میری پیشانی تیرے حضور میں حاضر ہے[3]،

فیاضی | عباسی خلفاء کی تاریخ میں اس سے زیادہ فیاض، دریا دل بلکہ مسرف دوسرا خلیفہ نہ تھا، منصور اپنے زمانہ میں انتہائی کفایت شعاری سے کام لے کر بے کراں دولت چھوڑ گیا تھا، مسعودی کے بیان کے مطابق جواہرات کے علاوہ خزانہ میں ایک کرور چالیس لاکھ اشرفیاں اور ساٹھ کرور درہم تھے، مہدی نے چند دنوں میں یہ ساری دولت اڑا دی، آخر میں خزانہ بالکل خالی ہو گیا، اور ابو حارثہ خزانچی نے کنجیاں لا کر اس کے سامنے ٹیک دیں کہ خالی خزانہ کے لئے کنجیوں کی کیا ضرورت ہے[4]،

اس کی نگاہ میں دولت کی کوئی وقعت ہی نہ تھی، بات بات پر روپیہ کی بارش کرتا تھا، اس کی فیاضی کی داستانوں سے تاریخیں بھری ہوئی ہیں، ایک ایک شاعر کو اس نے پچاس پچاس

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۶ [2] ایضاً ص ۱۸۱ [3] طبری ج ۱۰ ص ۵۰۳ و ۵۳۱ [4] مسعودی ج ۶ ص ۲۳۳،

اشرفیاں دیدیں[1]، اسی سے دوسرے مصارف کا اندازہ کیا جاسکتا ہے،

عیش پرستی | ان خوبیوں کے ساتھ وہ بڑا عیش پرست اور رنگین مزاج تھا، اس کا محل حسین عورتوں کا جمالستان تھا، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس عیش پرستی کے باوجود وہ امور مملکت سے کبھی غافل نہ ہوا، اور اُس کے لئے ایوانِ عیش کی رنگینیاں اور میدانِ کارزار کی ہولناکیاں دونوں یکساں دلچسپ تھیں، وہ عیش بھی کرتا تھا اور امور مملکت پر بھی نگاہ رکھتا تھا اور میدان جنگ میں بھی نکلتا تھا، اسی لئے اس کا زمانہ ہر حیثیت سے کامیاب رہا،

---

[1] دول الاسلام ذہبی جلد اول ص۸۲ ،

موسیٰ بن مہدی الملقب بہ ہادی

سنہ ۱۶۹ھ تا سنہ ۱۷۰ھ مطابق سنہ ۷۸۵ء تا سنہ ۷۸۶ء
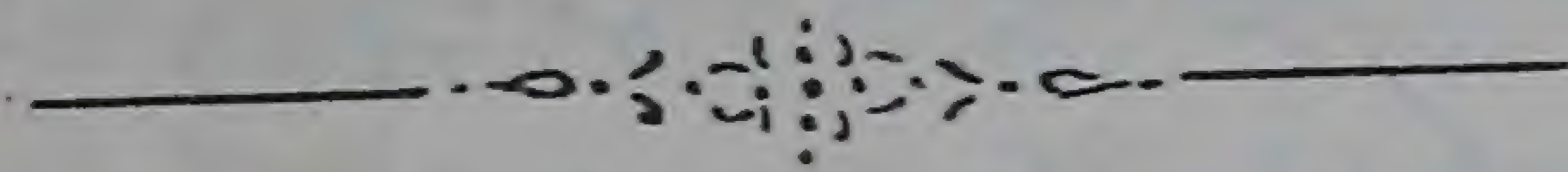
مہدی کے بعد اس کا لڑکا موسیٰ تخت نشین ہوا، یہ ایک ام ولد خیزران کے بطن سے تھا، مہدی کا انتقال سفر کی حالت میں ماسبندان میں ہوا تھا، اتفاق سے اس وقت ہادی بھی دار الخلافہ سے دور جرجان کی مہم میں مشغول تھا، یحییٰ بن خالد برمکی اور ہارون نے جو سفر میں مہدی کے ساتھ تھے عصا اور خاتم خلافت ہادی کے پاس بھجوا دی اور بڑی ہوشیاری کے ساتھ ہادی کی بیعت لے لی، بعض مورخین کا بیان ہے کہ مہدی کی وفات کے بعد ماسبندان ہی میں بیعت لی گئی، اور بعض لکھتے ہیں کہ ہادی کے بغداد آنے کے بعد یہاں عام بیعت ہوئی، اور صفر سنہ ۱۶۹ھ میں وہ مسند خلافت پر بیٹھا اور ربیع کو منصب وزارت پر سرفراز کیا، اس وقت ہادی کا پچیسواں سال تھا،

حسین بن علی کا خروج اور قتل

ہادی کے خلیفہ ہونے کے بعد ہی حسین بن علی بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے مدینہ میں خروج کیا، اسکی تیاری وہ پہلے سے کر چکے تھے اور عراق کے شیعیان علی ان کے ہاتھوں پر بیعت کر کے مجتمع ہو چکے تھے، صرف وقت کا انتظار تھا، اتفاق سے اسکا موقع انھیں جلد مل گیا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب حاکم مدینہ نے حسن بن محمد، مسلم بن جندب ہذلی اور عمر بن سلام کو نبیذ نوشی کے جرم میں سزا دی،

اور اُن کی تشہیر کرائی، حسین بن علی کو معلوم ہوا، تو وہ عمر بن عبد العزیز کے پاس آئے، اور کہا کہ علمائے عراق نبیذ کو جائز سمجھتے ہیں، اس لئے تمھیں ان لوگوں کو سزا دینے کا حق نہیں ہے، ان کے اس اعتراض پر عمر بن عبد العزیز نے نبیذ پینے والوں کو قید کر دیا پھر حسن بن محمد کو حسین بن علی کی ضمانت پر اس شرط پر رہا کر دیا، کہ وہ اطمینان کے لئے ان کو وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہیں گے، مگر یہ شرط پوری نہ ہو سکی، اور حسن بن محمد کہیں غائب ہو گئے، عمر بن عبد العزیز نے حسین بن علی اور یحییٰ بن عبد اللہ کو بلا کر بازپرس کی، انھوں نے کہا وہ تو کہیں غائب ہو گئے، عمر نے اس جواب پر سخت الفاظ استعمال کئے، یحییٰ کو بھی غصہ آگیا انھوں نے جھلا کر کہا کہ جب تک تمھارے سامنے ان کو لاکر پیش نہ کر دوں گا، اس وقت تک نہ سوؤں گا، اور اُن کو لاکر تمھارا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا" اُن کے واپس آنے کے بعد حسین نے یحییٰ سے پوچھا کہ تم نے اتنی بڑی ذمہ داری کیوں لے لی، تمھیں حسن کہاں ملیں گے، تم نے ایسی چیز کے متعلق حلف لیا ہے جو تمھارے بس سے باہر ہے، یحییٰ نے کہا میں نے صحیح حلف لیا ہے میں تلواروں سے اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا، اُن کی جماعت پہلے سے تیار تھی، خروج کا وقت بھی مقرر ہو چکا تھا[1] چنانچہ ایک دن انھوں نے دار الامارۃ کا محاصرہ کر لیا، اور قید خانے توڑ کر قیدی نکال لئے[2] عمر بن عبد العزیز نے مقابلہ کیا، مگر اس کو شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا، حسین کے ساتھیوں نے بیت المال کو لوٹ لیا، اور مدینہ میں عام ہنگامہ بپا ہو گیا، لوگوں نے اپنے اپنے گھر بند کر لئے، پہلے یہ ہنگامہ مدینہ ہی تک محدود تھا، پھر حسین مکہ پہنچے اور اعلان کر دیا کہ جو غلام ہمارے ساتھ آجائیگا وہ آزاد ہے، اس اعلان پر غلاموں کی بہت بڑی تعداد اُن کے ساتھ ہو گئی[3] محمد بن سلیمان اور سلیمان بن منصور نے مقام فخ میں حسین کو شکست دی اور اُن کا

---

[1] طبری، ۱۰ ص ۵۵۲، ۵۵۳ [2] الفخری ص ۱۷۳ [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۱، ۳۲،

سر قلم کرکے ہادی کے سامنے پیش کیا، سر دیکھ کر وہ بہت برہم ہوا، اور کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ کسی طاغوت کا سر لائے ہو، اس کا کم سے کم بدلہ یہ ہے کہ تم کو کچھ نہ دیا جائے[1]، مسعودی کا بیان ہے، کہ ہادی سر دیکھ کر رو دیا، اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی ترک یا دیلم کا سر لائے ہو، یہ عترت رسول کا سر ہے، اس کا کمترین بدلہ یہ ہے کہ اس کا کوئی صلہ نہ دیا جائے[2]،

حسین بن علی کی شہادت کے بعد اُن کے ماموں ادریس بن عبداللہ بن حسن بھاگ کر مغرب پہنچے، فاس کے باشندوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور وہ یہاں مقیم ہو گئے، کچھ دنوں کے بعد اُنھیں دانتوں کے درد کی شکایت ہوئی، مہدی کے ایک غلام ادریس شماخ نے جو ادریس بن عبداللہ کو دھوکا دینے کیلئے اُن کے اتباع میں داخل ہو گیا تھا، منجن میں زہر دیدیا، اس کے اثر سے وہ مر گئے، بعض مورخین لکھتے ہیں، کہ ہادی کے بعد ہارون رشید کے زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا، اُن کی وفات کے بعد اُن کے لڑکے ادریس بن ادریس ان کے جانشین ہوئے، جھوں نے بعد میں ادریسی سلطنت قائم کی[3]،

حمزہ بن مالک خارجی کی بغاوت ابھی علویوں کا ہنگامہ فرو ہوا تھا کہ حمزہ بن مالک خزاعی خارجی نے جزیرہ میں علم بغاوت بلند کیا، یہاں کے حاکم منصور بن زیاد نے اس کے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں، موصل کے علاقہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا، حمزہ نے شکست دیکر منصور کی فوج کے تمام سامان پر قبضہ کر لیا، لیکن پھر کچھ ہی دنوں کے بعد دو آدمی اس کے ساتھ جاکر رہنے لگے، اور دھوکے سے قتل کر دیا[4]،

---

[1] الفخری ص ۱۷۲ [2] مروج الذہب ج ۶ ص ۲۶۶ [3] یعقوبی ج ۲ ص ۴۸۸ و ابن اثیر ج ۶ ص ۳۱

[4] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۱،

رومیوں سے معرکہ آرائی ہادی کا زمانہ بہت مختصر تھا، اس لئے اس کے زمانہ میں بیرونی مہمات کا زیادہ موقع ہی نہ ملا تھا، البتہ رومیوں نے حدیثہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۱۶۹ھ میں معیوف بن یحییٰ نے انھیں نکال کر حدیثہ کو واپس لے لیا، اور رومی علاقہ میں آشنہ تک بڑھتا چلا گیا[1]

ولایت عہد ہادی کے بعد ہارون ولیعہد تھا، ۱۷۰ھ میں ہادی نے اپنے اسلاف کی تقلید میں ہارون کا نام ولیعہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے جعفر کو ولیعہد بنانا چاہا، افسران فوج بھی اس کے ساتھ ہو گئے، اور انھوں نے اپنی پوری جماعت کو ہارون کی مخالفت پر آمادہ کر لیا، اس سے ہادی کو بڑی تقویت ہوئی، چنانچہ اس نے ہارون پر دست برداری کے لئے زور ڈالنا شروع کیا، اور اس کو ملکی صلاح و مشورہ سے خارج کر دیا،

یحییٰ بن خالد مہدی کے زمانہ سے ہارون کا مشیر کار تھا، ہارون کے مخالفین نے ہادی کو سمجھا دیا، کہ ہارون کبھی آپ کے فیصلہ کی مخالفت نہ کرتا، یحییٰ اس کو بھڑکاتا ہے، ہادی نے یحییٰ سے بازپرس کی، اس نے کہا مہدی کے بعد آپ ہی نے مجھکو ہارون کی خدمت کا حکم دیا تھا، اس لئے میں صرف حکم بجالاتا تھا، اس جواب پر ہادی کا غصہ کم ہوا، اور اس نے ہارون کو ولیعہدی سے خارج کرنے کے بارہ میں یحییٰ سے مشورہ کیا، اس نے کہا، اگر آج امیر المومنین! امیر المومنین مہدی کے نامزد کردہ ولی عہد کو لوگوں کے ذریعہ ولیعہدی سے خارج کر دیں گے، تو کل ان کے لئے امیر المومنین کے نامزد کردہ ولیعہد کا علحدہ کر دینا بہت آسان ہو گا، ہاں اگر آپ ہارون کے بعد جعفر کو ولیعہد بنانا چاہیں، تو یہ ولیعہدی زیادہ پائدار ہو گی، بات معقول تھی ہادی کی سمجھ میں آ گئی، اس نے کہا تم سچ کہتے ہو، لیکن افسران فوج

---

[1] ابن اثیر جلد ۲ ص ۳۱،

اور اُس کی ہمخیال جماعت نے پھر ہادی کو بھڑکا دیا، چنانچہ اُس نے یحییٰ کو قید کرا دیا، یحییٰ نے قیدخانہ سے کہلا بھیجا کہ میں امیرالمومنین سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں، ہادی نے اجازت دی، اُس نے گفتگو کی، اور کہا اگر نصیب اعدا امیرالمومنین کا سایہ سر سے اُٹھ جائے تو کیا امیرالمومنین کو اس کی امید ہے کہ لوگ نابالغ شہزادے جعفر کی خلافت قبول کرلیں گے ؟ اور وہ نماز حج اور جہاد وغیرہ میں اُن کی امارت پسند کریں گے ؟ ہادی نے کہا اس میں تو ضرور شبہہ ہے، یحییٰ نے کہا ایسی صورت میں کیا آپ یہ خطرہ نہیں محسوس کرتے کہ آپ کے بعض بزرگ اہلِ خاندان خلافت کے مدعی ہو جائیں، اور یہ شرف آپ کے پدر بزرگوار کی اولاد سے اُن میں منتقل ہو جائے، میں تو کہتا ہوں کہ اگر امیرالمومنین مہدی، ہارون کو ولیعہد نہ بھی بنا گئے ہوتے، تو بھی آپ کا یہ فرض تھا، کہ آپ خود اُن کو ولیعہدی سے خارج کر رہے ہیں، میری رائے یہ ہے، کہ ہارون کی ولیعہدی برقرار رکھئے، جعفر کے بلوغ کے بعد میں خود ہارون کو لاکر دست بردار کرا دونگا ہادی نے یہ مشورہ قبول کرلیا، اور یحییٰ رہا کر دیا گیا، لیکن افسرانِ فوج نے پھر اس کو مذبذب کر دیا، اور اُس نے ہارون کو بُلا بھیجا، یہ آیا، مگر پھر شکار کے بہانہ سے واپس چلا گیا، ہادی ہارون سے اتنا بدگمان ہو رہا تھا، کہ پھر اس کو طلب کیا، اس مرتبہ اس کو آنے میں تامل ہوا، مگر ہادی نے اس پر اتنا زور ڈالا کہ مجبور ہوکر واپس آنا پڑا، لیکن ہارون کی خوش قسمتی سے اس کی واپسی کے کچھ ہی دنوں بعد ہادی کا وقت آخر ہو گیا، اور اس کو کسی عملی کارروائی کا موقع نہ مل سکا[1]،

وزارت | ہادی کا سب سے پہلا وزیر ربیع بن یونس تھا، اس کی وزارت کا زمانہ بہت مختصر تھا، وزارت کے چند ہی دنوں بعد وہ مر گیا، اس کے بعد ابراہیم بن ذکوان حرانی وزیر

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۱۹،

ہوا، یہ ہادی کی طالب علمی کے زمانہ میں اس کے اُستاد کے ساتھ آیا کرتا تھا، اس لئے ہادی اس سے اتنا مانوس ہوگیا تھا، کہ بغیر اس کے اس کو چین نہ آتا تھا، لیکن مہدی ہادی سے اس کا ملنا جلنا پسند نہ کرتا تھا، اس لئے ہادی کو منع کر دیا تھا، لیکن وہ نہ مانا اور ابراہیم کو برابر اپنے ساتھ رکھتا تھا، مہدی نے آخر میں یہاں تک دھمکی دی کہ اگر تم فوراً ابراہیم کو میرے پاس نہ بھیجدوگے تو میں تم کو ولیعہدی سے خارج کردوں گا، اس لئے ہادی نے مجبور ہوکر اس کو مہدی کے پاس بھجوادیا لیکن احتیاط کے خیال سے اپنے آدمی ساتھ کر دئے، مہدی ابراہیم پر سخت برہم ہوا اور کہا میں تجھے قتل کرکے رہوں گا، مگر ابراہیم کی خوش قسمتی سے اس وقت مہدی شکار کے لئے پا بر کاب تھا، اس لئے ابراہیم کو آدمیوں کے سپرد کرکے شکار کے لئے چلاگیا، اور پھر اس کو زندہ واپس آنا نصیب نہ ہوا[1]، اور ہادی کی تخت نشینی کے بعد ابراہیم منصب وزارت پر فائز ہوا،

وفات ابھی ہادی کو تخت نشین ہوئے کل سوا سال ہوا تھا، کہ پیام اجل آپہنچا، اور ربیع الاول ۱۷۰ھ میں اُس کا انتقال ہوگیا، ایک روایت یہ ہے کہ طبعی موت مرا، دوسری یہ ہے کہ خود اُس کی ماں خیزران نے مروا ڈالا، اس کے دو اسباب بیان کئے جاتے ہیں، ایک یہ کہ خیزران اپنے شوہر مہدی کے زمانہ میں امور مملکت پر بہت حاوی تھی، یہی طریقہ اُس نے ہادی کے زمانہ میں بھی قائم رکھنا چاہا، وہ اس کو ناپسند کرتا تھا، اُس نے کہا کہ آپ کو چرخہ و تلاوت قرآن اور تسبیح سے کام رکھنا چاہئے آپ کیوں امور مملکت میں دخل دیتی ہیں، مگر وہ نہ مانی، اور جب ہادی نے سختی سے روکنے کی کوشش کی تو اُس نے اُس کا کام تمام کرا دیا، دوسرا سبب یہ کہا جاتا ہے کہ جب ہادی نے ہارون کو ولیعہدی سے دست برداری پر مجبور کرنا

[1] الفخری ص ۱۷۱.

شروع کیا، اور اُسے دھمکایا، تو خیزران نے ہادی کی عداوت اور دوسرے بیٹے کی محبت میں اُسے ختم کرا دیا، لیکن یہ آخری روایت لائقِ اعتماد نہیں، ابن خلدون بھی اس روایت کو کمزور سمجھتا ہے[5]، عیسیٰ آباد کے باغ میں دفن کیا گیا، وفات کے وقت کل ۲۶ سال کی عمر تھی، مدت خلافت ایک سال تین مہینے،

اوصاف | ہادی تمام اوصاف جہانبانی سے متصف تھا، ابن طقطقی لکھتا ہے کہ ہادی بیدار مغز، غیور، فیاض، جری، بہادر، سخت گیر، مجتمع الحواس اور عزم وہمت کا فرماں روا تھا[1]، پرایوٹ صحبتوں میں وہ بہت بے تکلف رہتا تھا، لیکن دربار میں آتے ہی رنگ بدل جاتا تھا، اس کے رضاعی بھائی حسین بن معاذ بن مسلم کا بیان ہے، کہ پراویٹ صحبتوں میں میرے دل میں ہادی کی مطلق ہیبت نہ ہوتی تھی، اور میں اس کو پچھاڑ کر زمین پر ٹپک دیتا تھا، لیکن جب وہ درباری لباس پہن کر ایوانِ شاہی میں آتا اور میں اُس کی پشت پر کھڑا ہوتا تو پھر میں اپنے کو اس کے خوف وہراس، اور ہیبت سے نہیں روک سکتا تھا[2]،

ہادی بھی باپ کی طرح عیش پرست لیکن مذہب میں متشدد اور ملحدوں اور زندیقوں کا سخت دشمن تھا، چنانچہ اُس نے بھی ان کی بڑی تعداد قتل کی[3]، مانی مذہب کا خاص طور سے بڑا دشمن تھا، اس کو اُس نے مٹانے کی بڑی کوشش کی، اگر کچھ دنوں وہ اور زندہ رہ گیا ہوتا تو مانی مذہب کا نام ونشان مٹا دیتا[4]،

ذات نبوی سے محبت وعقیدت | آنحضرت صلعم کی ذاتِ مبارک سے اسے خاص عقیدت ومحبت تھی، ایک مرتبہ ابوالخطاب سعدی شاعر مدحیہ قصیدہ کہہ کر لایا، جب یہ شعر سنایا:-

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو ابن خلدون ج ۳ ص ۲۱۷ و ابن اثیر ج ۶ ص ۳۳ و تاریخ الخلفار ص ۲۸۳ [2] الفخری ص ۱۷۱، [3] طبری ج ۱۰ ص ۵۵۶ [4] تاریخ الخلفار سیوطی ص ۲۸۲ [5] طبری ج ۱۰ ص ۵۵۵،

یا خیر من عقدت کفاہ حجزتہ　　　وخیر من قلدتہ امرھا مضر

تو ہادی نے فوراً ٹوکا کیونکہ اس میں آنحضرت صلعم کا بھی استثنا نہ تھا، ابوالخطاب سمجھ گیا اور برجستہ یہ شعر پڑھا،

الا النبی رسول اللہ ان لہ　　　فضلا و انت بذالک افضل تفتخر

ہادی نے کہا اب تم نے درست کہا اور پچاس ہزار درہم عطا کئے[1]،

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے قبیلہ قریش کو برا بھلا کہا اس سلسلہ میں ذات پاک نبوی کے متعلق بھی گستاخی کی، وہ ہادی کے سامنے لایا گیا، اس نے علماء و فقہاء کو جمع کرکے اس کے متعلق فتویٰ لیا، اور کہا اس کی سزا کے لئے قریش ہی کی اہانت کافی تھی، نہ کہ اس دشمن خدا نے رسول اللہ صلعم کو بھی اس میں شامل کر لیا، چنانچہ اس کا سر قلم کرا دیا[2]،

ہادی کی علمی حیثیت بھی اچھی تھی، سیوطی کا بیان ہے کان فصیحا قادراً علی الکلام ادیبا[3]،

رعایا نوازی رعایا پروری میں بھی وہ باپ کے نقش قدم پر تھا، اسکی سہولت اور دادرسی کے لئے اس نے فضل بن ربیع کو حکم دیدیا تھا کہ کسی شخص کو میرے پاس آنے سے نہ روکو، اس سے برکت جاتی رہتی ہے، اور میرے سامنے کوئی ایسا معاملہ نہ پیش کرو جو تحقیقات کے بعد غلط نکلے، کہ یہ حکمراں اور رعایا دونوں کے لئے نقصان دہ ہے[4]،

فیاضی فیاضی اور دریادلی بھی باپ سے وراثت میں ملی تھی، طبری اور خطیب نے اس کی فیاضی کے بہت سے واقعات لکھے ہیں،

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۵ [2] تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۲۱ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۵ [4] طبری ج ۱۰ ص ۵۹۸،

ہارون بن مہدی الملقب بہ رشید

سنہ ۱۷۰ھ تا سنہ ۱۹۳ھ مطابق سنہ ۷۸۶ء تا سنہ ۸۰۹ء

ہارون ہادی کا حقیقی بھائی اور خیزران کے بطن سے تھا، ہادی کی وفات کے دن اس کی بیعت ہوئی، اور ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ میں تختِ خلافت پر بیٹھا، اس وقت اسکی عمر کل ۲۲ سال کی تھی، تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اپنے قدیم محسن اور خیر خواہ یحییٰ ابن خالد برمکی کو منصبِ وزارت پر سرفراز کیا،

ہارون رشید کا عہد عباسیہ کی ترقی کا اوجِ کمال تھا، اس نے مسند نشینی کے پہلے سال حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا، اور حرمین کے باشندوں پر انعام و اکرام کی بارش کی، اور آلِ علی پر سے قید و بند اُٹھاکر، ان کو مدینہ میں سکونت کی اجازت دی،

یحییٰ بن عبد اللہ کا خروج

ہارون کے زمانہ میں ملک کے مختلف حصوں میں شورشیں نمایاں ہوئیں لیکن اس نے بروقت ان کا تدارک کیا، اور کوئی انقلاب نہ ہونے پایا،

سنہ ۱۷۶ھ میں نفس زکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے دیلم میں خروج کیا، مشرقی ملکوں کے بہت سے باشندے اُن کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور چند دن میں اُن کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ ہارون رشید کو فضل بن یحییٰ برمکی کو اُن کے مقابلہ پر مامور کرنا پڑا، برمکی خاندان اہلِ بیت کا ہمدرد تھا، اس لئے فضل نے لڑنے کے بجائے

حسنِ تدبیر سے یحییٰ کو صلح پر آمادہ کر لیا، اور یہ شرط قرار پائی، کہ خود ہارون ان کو امان لکھ کر دے گا، جس میں قضاۃ، فقہا اور عمائدین بنو ہاشم کے دستخط ہونگے، ہارون نے یہ تمام شرطیں پوری کیں اور انعام و اکرام سے بھی نوازا، لیکن آخر میں قید کر دیا اور یحییٰ نے قید ہی میں انتقال کیا۔[۱]

دمشق کے یمنی اور مضری قبائل میں جنگ

اسی سنہ میں دمشق کے یمن اور مضر کے قبائل میں عصبیت کی پرانی آگ بھڑک اٹھی، اور دونوں میں سخت کشت و خون شروع ہو گیا، دمشق کے حاکم عبد الصمد بن علی نے صلح کرانے کی کوشش کی، لیکن یمنی تیار نہ ہوئے اور فریقین کے سیکڑوں آدمی قتل ہوئے، اس لئے ہارون نے عبد الصمد کے بجائے ابراہیم بن صالح کو دمشق کا حاکم بنایا، لیکن یہ بھی اس فتنہ کو دبانے میں ناکام رہا، اور دو سال تک مسلسل خون کی ندیاں بہتی رہیں، یہ صورت دیکھ کر ہارون نے ابراہیم کو بھی ہٹا کر موسیٰ بن عیسیٰ کو دمشق کا حاکم اور ایک سندھی کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا، ان دونوں نے بڑی مشکل سے اس فتنہ کو فرو کیا، اور اس کا سرغنہ ابو الہیذام با ختلاف روایت قتل کیا گیا یا نکل بھاگا، کچھ دنوں کے بعد پھر شورش کے آثار رونما ہوئے، لیکن جعفر بن یحییٰ کے حسن تدبیر سے ابھرنے نہ پائی،

سندھ میں شورش

دمشق کا فتنہ فرو ہی ہوا تھا کہ سندھ کے یمنی اور مضری قبائل میں جنگ شروع ہو گئی، ہارون نے یکے بادیگرے کئی حکام بھیجے، لیکن سب ناکام رہے، اور کئی سال تک کشت و خون کا سلسلہ جاری رہا، ۱۸۴ھ میں داؤد بن حاتم مہلبی کو بھیجا گیا، اس نے اپنے بھائی مغیرہ کو مامور کیا،

اس وقت مضریوں نے سندھ پر قبضہ کر کے اس کو قریش، قیس اور ربیعہ میں تقسیم کر کے یمنیوں کو یہاں سے نکال دیا تھا، اس لئے جب مغیرہ منصورہ پہنچا تو مضری مزاحم ہوئے،

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۱ و الفخری ص ۱۷۶،

لیکن پھر اس شرط پر اُسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی کہ وہ مضر کے ساتھ تعصب نہ برتے گا،
اور جو لوگ یہاں سے نکلنا چاہیں اُنھیں روکا نہ جائے گا، مغیرہ نے منظور کر لیا، اور بہت سے
مضری منصورہ چھوڑ کر چلے گئے، لیکن منصورہ میں داخل ہونے کے بعد مغیرہ نے مضریوں
پر سختی شروع کر دی، اُنھوں نے بھی مقابلہ کیا، اور مغیرہ کو شکست کھا کر منصورہ چھوڑ دینا
پڑا، داؤد بن یزید کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود منصورہ پہنچا اور مضریوں کو بے دریغ قتل
کر کے منصورہ پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد اور شہروں کو اُن سے چھڑا کر سندھ میں اُن کا
زور توڑ دیا[1]،

بعض دوسری بغاوتیں

سنہ ۱۸۰ھ میں موصل میں ایک شخص عطاف نے پورے علاقہ پر قبضہ
کر لیا، اور دو سال تک قابض رہا، ہارون نے اس کے مقابلہ میں بہ نفس نفیس فوج کشی کر کے
اسکو شکست دی اور آیندہ بغاوت کے خطرہ سے شہر پناہ توڑوا دی، سنہ ۱۸۰ھ میں مصر میں
قیس اور قضاعہ کے قبائل میں بغاوت پھیلی، یہاں کے حاکم اسحٰق بن سلمان نے مقابلہ کیا،
اور ہرثمہ بن اعین والی فلسطین نے مطیع بنایا،

ولید خارجی کا قتل

اسی سنہ میں ولید بن طریف خارجی نے جزیرہ میں خروج کیا
اور آرمینیہ اور حلوان وغیرہ پر چھا گیا، ہارون رشید نے یزید بن مزید شیبانی کو اس کے
مقابلہ میں مامور کیا، اُس نے تدبیر کے ذریعہ قابو میں لانے کی کوشش کی، برامکہ یزید کے مخالف
تھے، اُنھوں نے رشید سے کہا، کہ یزید ولید کا ہم قبیلہ ہے، اس لئے وہ اس سے لڑنا
نہیں چاہتا، رشید برامکہ کے کہنے میں تھا، اس لئے یزید کو ایک غضب آلود حکم بھیجا،
اس حکم پر یزید کو ولید سے جنگ کرنی پڑی، سنہ ۱۷۹ھ میں ایک خونریز معرکہ کے بعد ولید مارا گیا[2]،

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۴۹۴ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۷ ،

افریقی فوج کی بغاوت

۱۷۸ھ میں افریقہ میں بغاوت رونما ہوئی، جس کا سلسلہ ۱۸۱ھ تک قائم رہا، اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ۱۷۷ھ میں ہارون الرشید نے فضل بن روح کو افریقہ کا والی بنایا، اُس نے تونس کے علاقہ پر اپنے بھتیجے مغیرہ بن بشر کا تقرر کیا، مغیرہ ناسمجھ آدمی تھا، اُس نے فوج کے ساتھ حقارت آمیز طریقہ اختیار کیا، اس لئے وہ اس سے برہم ہوگئی، اور فضل سے مغیرہ کی معزولی کا مطالبہ کیا، لیکن فضل نے اُسے منظور نہ کیا، اس کے انکار پر فوج نے خود مغیرہ کو نکال دیا، اور فضل کو اطلاع بھیجدی، کہ ہم نے مغیرہ کو بغاوت کے خیال سے نہیں بلکہ صرف اس کی بدسلوکی کی وجہ سے نکالا ہے، اور اچھے امیر کی اطاعت قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں، اس پیام پر فضل نے مغیرہ کی جگہ عبداللہ بن یزید کو بھیجا، لیکن فوج کے سرغنہ عبداللہ بن جارود نے سب کو بھڑکا دیا، کہ یہ فضل کا فریب ہے، فی الحال ہم لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے عبداللہ بن یزید کو بھیجدیا ہے، اس کے بعد وہ تم سے بدلہ لے گا، چنانچہ فوج نے عبداللہ بن یزید کو قتل کر دیا، اور فضل کو بھی افریقہ سے نکالنے کا عزم کر لیا، اور افریقہ کے تمام بڑے اور ممتاز فوجی افسروں اور عہدہ داروں کو لکھا کہ فضل نے امیر المومنین کے ملک میں فساد برپا کر دیا ہے، اس لئے ہم لوگ بغاوت پر مجبور ہو گئے ہیں، ہم کو آپ سے زیادہ کوئی شخص لائق اعتماد اور امیر المومنین کا خیر خواہ نظر نہیں آتا، ہم آپ کی مدد سے فضل کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، اگر کامیاب ہو گئے تو امیر المومنین سے آپ کی امارت کی درخواست کریں گے، اور اگر ناکام رہے تو کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے گی، اس ترغیب سے افریقہ کے پورے علاقہ کی فوج ساتھ ہو گئی، فضل نے باغیوں کے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں، مگر یہ شکست کھا کر قیروان واپس گئیں اور باغیوں نے تعاقب کر کے قیروان پر قبضہ کر لیا، اور ابن جارود نے فضل کو قتل کر دیا، باغی فوج کا ایک حصہ

فضل کے قتل کا مخالف تھا، اس لئے ابن جارود کے خلاف ہوگیا، اور اس کے آدمیوں کو قیروان سے نکال کر خود اس پر قبضہ کر لیا، ابن جارود اُس وقت تونس میں تھا، اسکو اِسکی خبر ہوئی تو فوراً وہاں سے روانہ ہوگیا، لیکن اس کے آتے آتے، فوج کا بڑا حصہ قیروان سے منتشر ہو چکا تھا، جو لوگ باقی رہ گئے تھے، ابن جارود نے اُنھیں شکست دیکر اُن کے سرغنہ قتل کر دیئے، یہ لوگ یہاں سے اربس پہنچے اور یہاں کے حاکم علاء بن سعید کو اپنا سردار بنا کر قیروان واپس آئے،

اس دوران میں ہارون نے ہرثمہ بن اعین اور یحییٰ بن موسیٰ کو اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے افریقہ بھیجا، اس کے سرغنہ ابن جارود اور ابن فارس عجمی تھے، یحییٰ کا خراسانیوں پر بڑا اثر تھا، اِس لئے اُس نے ابن جارود سے مقابلہ کرنے کے بجائے اس کو گفتگو کر کے ملانے کی کوشش کی، اُس نے حیلہ کر کے دھوکا دینا چاہا، یحییٰ کو اس کا اندازہ ہوگیا، اس لئے اس نے اسے چھوڑ کر دوسرے سرغنہ ابن فارس کو ملا لیا، اُس نے ابن جارود کی فوج کے ایک حصہ کو اس سے الگ کر کے خود اسکے مقابلہ میں کر دیا، لیکن عین اس وقت ابن جارود نے ابن فارس کو دھوکے سے قتل کر دیا، اور اُس کی جماعت منتشر ہوگئی، اور یحییٰ طرابلس لوٹ گیا، اور یہاں دوبارہ تیاری کر کے ابن جارود کے مقابلہ کے لئے نکلا، ابن جارود میں اُس کی تازہ دم قوت کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے محرم ۱۷۹ھ میں اُس نے قیروان چھوڑ دیا،

یہ صورت دیکھ کر علاء بن سعید والی اربس جو پہلے باغیوں کے ساتھ تھا، اپنی کارگذاری دکھانے کے لئے یحییٰ سے پہلے قیروان پہنچ گیا اور ابن جارود کے بہت سے ساتھیوں کو قتل کر دیا، اور ہرثمہ بن اعین نے علاء بن سعید اور ابن جارود دونوں کو ہارون رشید کے پاس بھجوا دیا، اس نے علاء کو انعام و اکرام سے نوازا اور ابن جارود کو قید کر دیا، اور

ربیع الاول ۱۷۹ھ میں قیروان پر قبضہ اور امن وامان قائم ہوگیا، اور ہرثمہ نے آئندہ بغاوت کے سدباب کے لئے طرابلس کے گرد شہر پناہ تعمیر کرائی[۱] اُس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد عیاض بن وہب اور کلیب بن جمیع کلبی نے ایک جتھا جمع کیا، لیکن یحییٰ نے اُسے منتشر کردیا، اور ہرثمہ نے افریقہ کی شورش پسندی سے گھبرا کر استعفیٰ دیدیا، اس کے بعد ہارون نے اپنے رضاعی بھائی محمد بن مقاتل کو افریقہ بھیجا، یہ نہایت بُری سیرت کا آدمی تھا، اس لئے پھر فوج باغی ہوگئی اور مخلد بن مخلد کو اپنا سردار بنا لیا، بہت سے شورش پسند بربر اُس کے ساتھ ہوگئے، لیکن محمد بن مقاتل نے اُن کو شکست دیکر مخلد کو قتل کردیا، اس کے بعد کچھ دنوں تک سکون رہا، ۱۸۳ھ میں پھر تونس میں ایک شخص تمام بن تمیم اُٹھ کھڑا ہوا اور محمد بن مقاتل کو شکست دے کر قیروان پر قبضہ کرلیا، اور اس شرط پر ابن مقاتل کی جان چھوڑ دی کہ وہ افریقہ سے نکل جائے، چنانچہ وہ قیروان سے طرابلس چلا گیا،

ابراہیم بن اغلب والی زاب کو جو تمام کا ہم قبیلہ تھا اس کی یہ سرکشی بہت گراں گذری، اور وہ اس کے مقابلہ کے لئے قیروان پہنچا، تمام میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے اُس نے قیروان چھوڑ دیا، اور ابراہیم نے ابن مقاتل کو بلا کر قیروان اسکے حوالہ کردیا، لیکن یہاں کی رعایا بھی ابن مقاتل کو ناپسند کرتی تھی، اس لئے تمام بن تمیم اس امید پر کہ قیروانی اس کی مدد کریں گے، پھر قیروان پہنچا، لیکن ابراہیم اور مقاتل دونوں نے مل کر اس کو شکست دی[۲]؛

ابراہیم بن اغلب کی ولایت افریقہ

قیروانی ابن مقاتل کے خلاف تھے، چنانچہ تمام کی شکست کے بعد اُنھوں نے ابراہیم کو مجبور کیا، کہ وہ خلیفہ سے افریقہ کی حکومت کی درخواست کرے

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۵ و ۶۰ [۲] ایضاً ص ۶۱

ابراہیم نے اس کی خواہش پر درخواست کی، ابراہیم بڑا مدبر تھا، افریقہ کے سابق والی ہرثمہ نے بھی ہارون سے اُس کی تعریف کی، چنانچہ ۱۸۴ھ میں افریقہ پر اُس کا تقرر ہوگیا، اُس نے چند دنوں کے اندر تمام شورش پسندوں کو ٹھیک کر دیا، اور جتنے مشتبہ لوگ تھے، سب کو پکڑ کے دار الخلافہ بھجوا دیا، اور افریقہ میں امن و امان ہوگیا،

قیام امن کے بعد اندرونی انتظامات کی طرف توجہ کی اور قیروان کے پاس ایک شہر شماسہ بسایا، دو سال کے بعد ۱۸۶ھ میں ایک شخص حمدیس نے تونس میں علم بغاوت بلند کیا، ابراہیم نے اسکی سرکوبی کے لئے عمران کو مامور کیا، اُس نے حمدیس کو شکست دیکر اُسکی جماعت تہ تیغ کر دی،

اسی زمانہ میں ادریس بن ادریس علوی نے مغرب اقصیٰ میں خروج کا ارادہ کیا، لیکن ابھی یہ فوجیں جمع کر رہے تھے، کہ ابراہیم کو اطلاع ہوگئی، اُس نے ادریس کے داعی بہلول ابن عبد الواحد مغربی کو ہدایا و تحائف کے ذریعہ توڑ لیا، اس کے الگ ہوتے ہی ادریس کی جماعت منتشر ہوگئی، اور ان کو آخر میں مجبور ہو کر ابراہیم کے دامن میں پناہ لینی پڑی،

اسی زمانہ میں ابراہیم کا ایک خاص آدمی عمران بن مخلد ایک معمولی سی بات پر ابراہیم سے بگڑ کر بغاوت پر آمادہ ہوگیا، افریقہ کے بغاوت پسند باشندے اور فوج کا ایک حصہ اسکے ساتھ ہوگیا، اور کامل ایک سال تک ابراہیم کا مقابلہ کرتا رہا، ایک سال کے بعد ہارون نے دار الخلافہ سے روپیہ بھیجا، ابراہیم نے منادی کرادی کہ سرکاری فوج کی جو سپاہ عمران کے ساتھ ہوگئی ہو، وہ آکر اپنا روپیہ لے لے، یہ اعلان سنکر ساری فوج عمران کو چھوڑ کر منتشر ہوگئی، اور ابراہیم کی فوج نے آسانی سے اُس کو شکست دیدی، اور سب کو امان دیکر اُن میں روپیہ تقسیم کیا، عمران شکست کھانے کے بعد زاب چلا گیا، اور افریقہ میں امن و امان

ہو گیا، اور کئی سال تک قائم رہا[1]، ۱۸۹ھ میں پھر طرابلس میں بغاوت پھیلی، اس کا سبب یہ ہوا، بربر فطرۃً شورش پسند تھے اور ہمیشہ اپنے والیوں کے شاکی رہتے تھے، ابراہیم محض بغاوت کے خطرہ سے اُن کی شکایت پر والیوں کو بدل دیا کرتا تھا، ۱۸۹ھ میں اس نے سفیان بن المضاء کو طرابلس کا والی مقرر کیا، طرابلسی اپنی عادت کے مطابق اس کے بھی خلاف ہو گئے، اور اسکو نکال دیا، سفیان مسجد جامع میں پناہ گزیں ہوا، باغیوں نے اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا، اور سفیان کو طرابلس آنے کے کل ۲۷ دن کے بعد مجبور ہو کر طرابلس چھوڑ دینا پڑا، اس کو نکالنے کے بعد باغیوں نے ابراہیم بن سفیان کو والی بنایا، اس درمیان میں اہل طرابلس اور بنی ابی کنانہ اور بنی یوسف میں جنگ چھڑ گئی، اور سارے طرابلس میں اُس کے شعلے بھڑک اٹھے، ابراہیم نے فوجیں بھیجکران کے سرغناؤں کو پکڑ کر قیروان بلوایا، ان لوگوں نے معافی چاہی، ابراہیم نے درگذر سے کام لیا، اور یہ سب معافی نامہ لے کر طرابلس واپس گئے[2]، اس کے بعد پھر کوئی بغاوت نہیں ہوئی،

خارجی حالات اور فتوحات	ہارون کا عہد بیرونی فتوحات کے لحاظ سے نہایت ممتاز تھا، اس زمانہ میں رومیوں کے ساتھ خاص طور سے بکثرت معرکہ آرائیاں ہوئیں، بعض مہموں میں خود

ہارون شریک ہوتا تھا، اور بعض میں خاندان شاہی کے معزز ارکان کو افسر بنا کر بھیجتا تھا، رومی ممالک پر تقریباً ہر سال فوج کشی ہوتی تھی، ۱۸۱ھ میں خود ہارون نے صفصاف کا قلعہ فتح کیا، اسی سنہ میں عبد الملک بن صالح انقرہ تک بڑھتا چلا گیا، اور مطمورہ فتح کیا، ۱۸۷ھ میں قاسم بن رشید نے قرہ کا محاصرہ کیا، اور عباس بن جعفر نے حصن سنان کا، یہاں کے باشندوں نے محاصرہ سے گھبرا کر تین سو بیس مسلمان قیدیوں کو جو اُن کے ہاتھوں میں

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۵۲ [2] ایضاً ص ۶۳،

اسیر تھے، رہا کرکے صلح کرلی[1]، اس سلسلہ کا سب سے اہم معرکہ ایشیائے کوچک پر حملہ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ قسطنطنیہ کی ملکہ رینی (آیرنی) ہارون رشید کی باجگذار تھی، رومیوں نے جب اس کو معزول کرکے نقفور (نیسی فور) کو بادشاہ بنایا تو اس نے ہارون کو لکھ بھیجا کہ ملکہ نے اپنے بچاؤ کے لئے تم کو رُخ کی جگہ استعمال کیا تھا، اور اپنی خلقی کمزوری اور ضعفِ عقل کی وجہ سے تم کو روپیہ دیتی تھی، حالانکہ تمھیں خود اُسے خراج دینا چاہئے تھا، اس لئے میرا خط دیکھتے ہی جس قدر رقم تم وصول کرچکے ہو فوراً واپس کردو، ورنہ تمھارا فیصلہ تلوار کرے گی، یہ خط پڑھکر ہارون جوش غضب سے لبریز ہوگیا، اور اسی کی پشت پر یہ جواب لکھکر واپس کردیا، "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، امیرالمومنین ہارون رشید کی طرف سے روم کے کتے نقفور کو معلوم ہو کہ میں نے تجھ کافر بچہ کا خط پڑھا تو اس کا جواب آنکھوں سے دیکھے گا۔"

یہ جواب دیکر اسی وقت فوجوں کو کوچ کا حکم دیدیا، اور ایشیائے کوچک پر حملہ کرکے ہر قلہ فتح کیا، اور بہت سی آبادیاں برباد کرڈالیں، نیسی فور میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی اسلئے اُس کو خراج دیکر صلح کرنی پڑی، اور ہارون لوٹ آیا، یہ سردی کا زمانہ تھا، مسلمان ایشیائے کوچک کی سخت سردی نہ برداشت کرسکتے تھے، اس لئے ہارون کے لوٹتے ہی وہ اپنے عہد و پیمان سے پھر گیا، ہارون کو راستہ میں اس کی خبر ملی، وہیں سے وہ پھر پلٹ پڑا، اور ایشیائے کوچک کو خوب پامال کرکے واپس ہوا، اور دوسرے سال ۱۸۸ھ میں ابراہیم بن جبرئیل کو بھیجا، نیسی فور نے مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی اور اسکے چالیس ہزار آدمی مارے گئے[2]، یوروپین مورخین میں لیبان نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے[3]،

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۲۵ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۶۱ و ۶۲ و ابن خلدون ج ۳ ص ۲۲۶ [3] تمدن عرب ص ۱۷۲ و ۱۷۳،

نیسی فور کی اس بدعہدی کے انتقام میں ہارون نے رومی سلطنت کے مختلف حصوں پر عام یورش شروع کر دی، چنانچہ داؤد بن عیسیٰ نے متعدد مقامات فتح کئے، شرجیل بن معن نے حصن صقالیہ اور دلسہ، یزید بن مخلد نے صفصاف اور مغلونیہ کو فتح کیا، اور حمید بن معیوف نے سواحل شام اور مصر میں فتوحات حاصل کیں، اور سترہ ہزار رومی قید کئے، خود ہارون طوانہ کی طرف بڑھا، اس پیہم یورش سے نیسی فور گھبرا گیا، اور جزیہ و خراج دیکر صلح کرنے پر مجبور ہو گیا، ان فتوحات کے علاوہ قونیہ اور اناطولیہ کے بعض دوسرے مقامات بھی فتح ہوئے[۱]،

شام رومیوں کا بہت نازک مورچہ تھا، اسلامی تسلط کے بعد مسلمان اسی کو مرکز قرار دے کر براہ خشکی اناطولیہ کی طرف بڑھے تھے، قونیہ اور انگورہ پر بھی اسی راستہ سے قابض ہوئے تھے، اس لئے رومیوں کو شام واپس لینے کی فکر دامنگیر رہتی تھی، لیکن خشکی کے راستہ سے حملہ کا دروازہ بالکل بند تھا، کیونکہ اناطولیہ میں قونیہ تک مسلمان قابض ہو چکے تھے، اس لئے وہ بحر روم کے ذریعہ سے شام کے ساحل پر بحری حملے کرتے تھے، ہارون نے اس خطرہ کو مٹانے کے لئے سواحلِ شام پر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، قلعے بنوائے اور طرطوس، عین زربہ اور ہارونیہ بسایا، اور مصیصہ کو از سرِ نو مستحکم کرکے ان شہروں میں مسلمان آباد کئے، اور دلسہ کے شورش پسندوں کو جلاوطن کیا[۲]،

ولایت عہد ہارون کے متعدد اولادیں تھیں، ان میں وہ امین اور مامون کو زیادہ مانتا تھا، امین کی تربیت فضل نے اور مامون کی جعفر نے کی تھی، لیکن مامون میں امین سے زیادہ صلاحیت تھی، اور وہ ہر حیثیت سے امین سے ممتاز تھا، ہارون بھی اسکی ذہانت طباعی اور علم کی وجہ سے اس کو بہت مانتا تھا لیکن امین ہارون کی چہیتی بیوی زبیدہ کے بطن سے تھا، اس لئے

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۶۴ [۲] فتوح البلدان ص ۱۷۱، ۱۷۰،

جب ولیعہد تقرر کا وقت آیا تو زبیدہ کی محبت نے قرعہ انتخاب امین کے نام نکالا، مامون کے مقابلہ میں امین کی ولیعہدی نہ صرف ناانصافی بلکہ بڑی فاش پولیٹکل غلطی تھی، جس کے مذموم نتائج ہارون کے بعد ظاہر ہوئے، لیکن زبیدہ کی محبت نے ہارون کو انجام سے غافل کر دیا تھا، مامون کی اشک شوئی کے لئے اس نے اُسے خراسان کا صوبہ مستقل دیدیا، اور بہت سے امتیازات عطا کئے اور امین کے بعد اُس کو اور اس کے بعد موتمن کو ولیعہد بنایا، اور دونوں بھائیوں سے ایفاے عہد کا تحریری معاہدہ لے کر اس کو عمائد سلطنت کے روبرو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا،[1]

پھر ۱۸۹ھ میں مامون کی دلدہی اور اُس کے اطمینان کے لئے رے میں فوجیں، فوج اسلحہ خزانہ اور خدم وحشم وغیرہ جملہ لوازم شاہی مامون کے نام علیحدہ نامزد کرکے افسران فوج سے اُس کی بیعت لی اور قضاۃ اور شہود کو اس پر گواہ بنایا،[2]

خاندان برامکہ | ہارونی عہد میں جو خلافت عباسیہ کا عہد زریں کہا جاتا ہے، برامکہ کے زوال اور تباہی کا واقعہ نہایت اہم اور بڑا دردناک ہے، ایک ایسے عالی دودمان خاندان کی تباہی کا افسانہ سنانا جس نے دولت عباسیہ کو تمدنی حیثیت سے زمین سے آسمان تک پہنچا دیا ہو، کچھ خوشگوار نہیں معلوم ہوتا، لیکن اس کے متعلق چند در چند غلط فہمیاں ہیں، اس لئے اس کا ذکر ضروری ہے، پہلے اس خاندان کی مختصر تاریخ سن لینی چاہئے، برامکہ کا جد اعلیٰ برمک بلخ کے بدھ مندر نوبہار کا متولی اور پجاری تھا، اس لئے خراسانی اس کو بڑی عزت ووقعت کی نظر سے دیکھتے تھے، جب ابو مسلم نے خراسان میں عباسیہ کی دعوت شروع کی، تو برمک کا لڑکا خالد بھی اس کے ساتھ ہوگیا، یہ بڑا صاحب علم، دانشمند، صائب الرائے، فصیح وبلیغ

---

[1] طبری ج ۱۱ ص ۶۲۰ و مابعد [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۶۲

عالی ہمت، شجاع اور بہادر تھا، اس لئے دعوت عباسیہ کی تبلیغ میں اس سے بڑی مدد ملی اور بعض نازک مواقع پر اس کی فہم و فراست نے ابو مسلم کی فوج کو دشمنوں سے بچا لیا، چنانچہ قیام حکومت کے بعد جب وزارت کا عہدہ قائم ہوا، تو پہلے اس پر ابو سلمہ خلال کا تقرر ہوا، اس کے بعد سفاح نے خالد کو اس کی عقل و فراست اور گذشتہ خدمات کے صلہ میں اس منصب پر ممتاز کیا[1]، سفاح کے بعد منصور کے ابتدائی عہد میں بھی وہ کچھ دنوں تک وزیر رہا، پھر منصور نے ابو ایوب کو قلمدانِ وزارت سپرد کر دیا، اور خالد فارس کی ولایت پر بھیجدیا گیا، ابو ایوب کو خالد کی عقل و فرزانگی سے خطرہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی دن اس کو منصب وزارت سے ہٹا دیگا، اس لئے وہ ہمیشہ خالد کو منصور کی نگاہ سے گرانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا، اور اس میں وہ کامیاب ہو گیا، چنانچہ ایک بے بنیاد اطلاع پر منصور نے اسکو فارس سے واپس بلا لیا، اور اس کے ذمہ خراج کی ایک خطیر رقم نکالی، خالد کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ وہ معمولی سی رقم ادا کر سکتا، اس کے ہوا خواہوں نے اپنے پاس سے یہ رقم جمع کی، ہارون کی ماں خیزران نے بھی ایک قیمتی ہیرا دیا، منصور کو اس کا علم ہوا تو اسے خالد کی برائت کا یقین ہو گیا، اور اس نے رقم کا مطالبہ چھوڑ دیا اور ابو ایوب کو سخت شرمندگی اٹھانی پڑی، اس ناکامی کے بعد اس نے ایک نصرانی کو ایک بڑی رقم دیکر اسے منصور کے سامنے پیش کرا دیا کہ خالد نے اس کے پاس یہ روپیہ جمع کرایا تھا، یہ ایک ایسی تدبیر تھی کہ منصور پھر مذبذب ہو گیا، اور اس نے خالد سے دوبارہ بازپرس کی، اس نے حلفیہ لاعلمی ظاہر کی، اس کی قسم پر منصور کو شک ہوا، اس نے نصرانی سے کہا اگر تم خالد کو دیکھو تو اسکو پہچان لوگے، اس نے کہا ہاں، خالد اس کے سامنے ہی موجود تھا، منصور نے نصرانی

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۲۴۳،

سے کہا خالد تو تمہارے پاس موجود ہے، اس گرفت پر نصرانی نے گھبرا کر اصل واقعہ بیان کر دیا، اس کے بعد پھر کبھی منصور نے خالد کے بارہ میں ابو ایوب کی باتوں کا اعتبار نہ کیا[1]

یحییٰ | ۱۶۳ھ میں خالد کا انتقال ہو گیا، اس کا لڑکا یحییٰ باپ کے تمام اوصاف و کمالات کا وارث اور عباسی دربار سے متوسل تھا، منصور کے عہد سے لے کر ہادی کے زمانہ تک مختلف اوقات میں متعدد خدمتیں اس کے سپرد ہوئیں، ان سب کو اُس نے خوش اسلوبی سے انجام دیا، اور اپنی کارگذاری سے دربار میں بڑا رسوخ پیدا کر لیا، مہدی نے اس کو ہارون کا اتالیق مقرر کیا تھا، ہادی کے زمانہ میں بھی وہ اس خدمت پر مامور رہا، ہارون میں جو کمالات تھے، وہ سب اسی کے فیضِ تربیت کا نتیجہ تھے، ہارون نے فضل کی ماں یعنی یحییٰ کی بیوی کا دودھ پیا تھا، اور ہارون کی ماں خیزران نے فضل کو دودھ پلایا تھا، اس لئے یحییٰ ہارون کا رضاعی باپ بھی تھا، اور وہ اس کو باپ ہی کہتا تھا، یحییٰ بھی ہارون کو اپنے لڑکے کی جگہ سمجھتا تھا، اور ہر موقع پر اُس کا خیر خواہ رہا، اور ہر طرح کے خطرات برداشت کرکے ہادی کو ہارون کی ولیعہدی کی منسوخی سے باز رکھا، اُس کے خاطر جیل بھی گیا، ہارون کو اس احسان کا پورا احساس تھا، چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوا، تو اُس نے کہا کہ ابا! آپ ہی کی برکت، احسان اور حسن تدبیر نے آج مجھ کو اس مقام پر پہنچایا ہے، اس لئے میں اس صلہ میں آپ کو تمام سپید و سیاہ کا مالک بناتا ہوں اور قلمدان وزارت اس کے حوالہ کر دیا، چنانچہ ہارون کے ابتدائی عہد میں تمام امور مملکت اسی کے حکم سے انجام پاتے تھے، ہارون اس میں کچھ دخل نہ دیتا تھا[2]

فضل | یحییٰ کے چار لڑکے تھے، فضل[1]، جعفر[2]، موسیٰ[3] اور محمد[4]، فضل ان سب میں بڑا اور خاندانی

[1] کتاب الوزراء والکتاب جهشیاری ص ۱۰۴ و ۱۰۵، [2] ابن خلکان ج ۲ ص ۲۴۳،

اوصاف وفضائل کا حامل تھا، فیاضی اور سیر چشمی میں خاندان میں کوئی اس کا ہمسر نہ تھا، چونکہ ہارون اور فضل دونوں نے ایک دوسرے کی ماں کا دودھ پیا تھا، اسلئے ہارون کو اس سے زیادہ تعلق تھا اور اُسے بھائی کہتا تھا، چنانچہ اُس نے اس کو مختلف مناصب پر مامور کیا، اور وہ مختلف اوقات میں خراسان اور شروان وغیرہ کا حاکم رہا، ابتدائی زمانہ میں فضل کو سیر و شکار اور دوسرے تفریحی مشاغل سے زیادہ دلچسپی تھی، نامہ نگاروں نے ہارون رشید کو اس کی اطلاع دی، اُس نے یہ خط یحییٰ کو دیدیا، یحییٰ نے اس کو نہایت بلیغ نصیحتیں لکھ بھیجیں، اس کا یہ اثر ہوا کہ فضل نے بیکار مشاغل چھوڑ دیئے اور اس کا سارا وقت دفتری کاموں میں صرف ہونے لگا، اور اس کی توجہ سے خراسان کا نظام بہت بہتر ہوگیا، اسی زمانہ میں اُس نے وہاں بکثرت مساجد، حوض اور سرائیں تعمیر کرائیں ہارون اس کی اس خوشگوار تبدیلی سے بہت خوش ہوا، اور جب عراق میں یہ دونوں ملے تو ہارون نے شعرا سے اس کی شان میں قصائد کہلائے، رفتہ رفتہ اپنے حسن خدمات کی وجہ سے وزارت میں دخیل ہوگیا، اور اپنے باپ یحییٰ کی نیابت کرنے لگا، ہارون نے اس کو امین کا اتالیق بھی مقرر کیا، رفتہ رفتہ وزارت کے سارے کام اس کے ہاتھوں میں آگئے، اور یحییٰ برائے نام وزیر رہ گیا، اُس نے اپنے زمانۂ عروج میں ہزاروں انسانوں کو مالا مال کر دیا، کوئی سائل اس کے در سے ناکام نہ واپس ہوتا تھا، اسکے عہد میں سخاوت وفیاضی میں اس کا کوئی مقابل نہ تھا، اپنے دشمنوں تک کے ساتھ سلوک کرتا تھا، ایک مرتبہ ابوالهول حمیری نے اس کی ہجو لکھی، پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے پاس سائل بن کر آیا، اُس نے پوچھا کس منہ سے مجھ سے ملنے آئے، اُس نے کہا اسی منہ سے جس سے خدا سے ملوں گا، حالانکہ آپ کے گناہ اُس کے گناہ کے مقابلہ میں بہت کم ہیں، اس جواب پر فضل

بے ساختہ ہنس پڑا، اور اس کو انعام واکرام دے کر واپس کیا،

جعفر | یحییٰ کا دوسرا لڑکا جعفر تھا، یہ مجموعی حیثیت سے اپنے تمام بھائیوں پر فائق تھا، قاضی ابو یوسف کے دامنِ علم میں اُس کی تعلیم ہوئی تھی، خاندان برامکہ میں اس سے زیادہ بلند مرتبہ عالی ہمت اور دبدبہ وشکوہ کا کوئی شخص نہیں گذرا، فصاحت و بلاغت اور ادب وانشأ میں اس کو اتنا کمال حاصل تھا کہ ایک ایک رات میں ہزار ہزار توقیعات لکھ ڈالتا تھا، اپنی ذہانت، طبّاعی اور خوش مزاجی سے ہارون کے مزاج میں بہت رسوخ حاصل کر لیا تھا، اور وہ اس کو فضل سے بھی زیادہ ماننے لگا تھا، دربار میں اس سے زیادہ کسی کی عزت نہ تھی، فضل کو جو اپنے رسوخ کی وجہ سے وزارت پر حاوی ہوگیا تھا، آخر میں جعفر کے لئے جگہ خالی کرنی پڑی، ہارون کو جعفر سے غیر معمولی انس تھا، اُسے کوئی صحبت اسکے بغیر پرلطف نہ معلوم ہوتی تھی، اور یکجائی میں بھی اتنی قربت ہوتی تھی کہ مخصوص صحبتوں میں دونوں ایک ہی کپڑا اوڑھتے تھے، جس زمانہ میں فضل امین کا اتالیق مقرر ہوا تھا، اسی زمانہ میں جعفر کو مامون کی اتالیقی سپرد ہوئی تھی، گو مامون فطرۃً عالی دماغ تھا، لیکن جعفر کی تربیت کو بھی اس کے سنوارنے میں بہت کچھ دخل تھا، جعفر ۱۷۶ھ میں افریقہ کی حکومت پر ممتاز ہوا، اور ترقی کرتے کرتے وزارت کے عہدۂ جلیلہ تک پہنچا، ہارون رشید چونکہ فضل کو بھی مانتا تھا، اور فضل سب بھائیوں میں بڑا بھی تھا، اس لئے جب اوس نے فضل سے جعفر کی طرف وزارت منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو صاف حکم نہیں دیا، بلکہ یحییٰ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ بھائی فضل کی انگوٹھی جعفر کو پہنا دوں فضل کنایہ سمجھ گیا، اور خود جعفر کے لئے مسندِ وزارت خالی کر دی، جعفر نے اپنے زمانۂ وزارت میں اتنا عروج حاصل کیا، کہ سلطنت کا مدار تمامتر اس پر ہوگیا تھا، ہارون رشید کو برائے نام دخل رہ گیا تھا،

یہی غلبہ اور اقتدار برامکہ کی تباہی کا باعث ہوا، یحییٰ کے باقی دو لڑکوں محمد اور موسیٰ نے فضل اور جعفر کے مقابلہ میں کوئی خاص ناموری نہیں حاصل کی، البتہ موسیٰ شجاعت اور بہادری میں ممتاز تھا،[1] ہارونی عہد کی تمام علمی وفنی، اور تمدنی ترقیاں برامکہ ہی کے فیض کا نتیجہ تھیں، لیکن یہ تاریخ کا نہایت افسوسناک واقعہ ہے کہ وہ خاندان جس نے مدتوں اس شان کی وزارت کی جس کی مثال تاریخ اسلام میں مشکل سے ملے گی، اور جس نے اپنے عہد وزارت میں عباسی تہذیب کو تماشاگاہ عالم بنا دیا، اس کے زوال کی داستان دوسروں کیلئے سامانِ عبرت ہے،

زوال برامکہ کی غلط روایات

مورخین نے برامکہ کے زوال کے اسباب مختلف لکھے ہیں، اور متاخرین نے جعفر و عباسہ کی لغو اور مہمل داستان کو افسانہ بنا کر اسے اور بدنام کر دیا ہے اس کی تردید میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اور اب اہلِ نظر کی نگاہ میں یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، اس پر زیادہ لکھنا بے کار ہے، تاہم چونکہ ہارونی عہد کی تاریخ بغیر اس پر کچھ لکھے ہوئے ناقص رہجاتی ہے، اس لئے اسکی تردید میں صرف چند شہادتیں پیش کی جائینگی، قدیم تاریخوں خصوصاً ان تاریخوں میں جو عباسیوں کے حالات میں زیادہ مستند ہیں، اس واقعہ کا کہیں اشارہ بھی نہیں ملتا، چنانچہ تاریخ اسلام کے سب سے قدیم مورخ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا، بلکہ مہدی کی اولاد کی تفصیل کے سلسلہ میں لکھتا ہے، کہ ہارون نے عباسہ کی پہلی شادی محمد بن سلیمان عباسی سے کی تھی، اس کی موت کے بعد دوسرا عقد ابراہیم بن صالح بن علی سے کر دیا،[2] اس کتاب کا مصنف زوال برامکہ کے کل ۲۵ سال بعد پیدا ہوا، اس لئے اسکی شہادت اس باب میں

---

[1] جعفر اور فضل کے تمام حالات ابن خلکان کتاب الوزرار و الکتاب[؟] و الفخری سے ماخوذ ہیں،

[2] معارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۳،

سب سے زیادہ معتبر ہے، قریب قریب اسی زمانہ کا دوسرا مورخ محمد بن عبدوس جہشیاری ہے
جس نے اپنی کتاب کتاب الوزراء والکتاب میں عباسی حکومت خصوصاً ہارون کی عہد اور برامکہ
کے حالات نہایت وضاحت سے لکھے ہیں، یہ بھی اس واقعہ کا کوئی تذکرہ نہیں کرتا، یہ نادر
کتاب ویانا میں عکسی چھپی ہے، محمد بن عبدوس کا زمانہ تیسری صدی کا آخر اور چوتھی صدی کا اول ہے
اس کے بعد اس عہد کے تیسرے نامور مورخ احمد بن داؤد دینوری المتوفی ۲۸۱ھ نے بھی
اپنی کتاب اخبار الطوال میں اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا، اسی عہد کا چوتھا مورخ احمد بن ابی
یعقوب بن واضح جو عباسی کاتب بھی تھا، تاریخ یعقوبی میں اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتا، قدیم
مورخین میں سب سے پہلے طبری نے یہ واقعہ لکھا ہے، گو طبری مستند مورخ ہے، لیکن اسی کے ساتھ
یہ بھی معلوم ہے، کہ وہ ایک واقعہ کے متعلق جس قدر مستند اور غیر مستند روایتیں ہوتی ہیں،
بلا اظہار رائے سب کو نقل کر دیتا ہے، کسی پر نقد و تبصرہ نہیں کرتا، چنانچہ اس نے منجملہ
اور واقعات کے جعفر و عباسہ کا واقعہ بھی مختصر الفاظ میں نقل کر دیا ہے، لیکن اس میں کوئی
حاشیہ آرائی اور افسانہ طرازی نہیں ہے، یہ بھی معلوم ہے کہ طبری کا زمانہ اول الذکر مورخین
کے مقابلہ میں برامکہ کے بہت بعد میں ہے، اور اتنی مدت میں ایک واقعہ کیا کیا شکلیں
اختیار کر سکتا ہے،

طبری کے بعد ابن اثیر اور ابو الفداء کی تاریخوں میں یہ واقعہ ملتا ہے، لیکن ابن اثیر
طبری کا اور ابو الفداء ابن اثیر کا خلاصہ ہے، اس لئے یہ بھی گویا طبری کا بیان ہے، سب کے
آخر میں ابن خلدون کا نمبر آتا ہے، گو یہ بھی اپنے پیش رو مورخین کا خوشہ چین ہے لیکن محض
مقلد نہیں ہے، ہر واقعہ کے متعلق تحقیقی رائے رکھتا ہے، اور اُن کو فلسفۂ تاریخ کی کسوٹی
پر جانچتا ہے، اس لئے اس کی رائے مشتبہ واقعات کی تصدیق اور تردید میں زیادہ

صائب مانی جاتی ہے، اسلئے اس واقعہ کے متعلق بھی اسکی رائے زیادہ صحیح اور محققانہ ہوگی،
اُس نے مقدمہ کے اس باب میں جہاں مورخین کے مغالطہ اور اوہام میں مبتلا ہونے کے اسباب پر بحث کی ہے، وہاں اُس نے بے اصل مگر مشہور واقعات کے سلسلہ میں جعفر و عباسہ کے افسانہ پر تنقید کر کے اسکو بے بنیاد قرار دیا ہے، چونکہ یہ بحث لمبی ہے، اسلئے ہم اس کو قلم انداز کرتے ہیں، جو صاحب دیکھنا چاہیں، وہ مقدمۂ ابن خلدون ص۱۱۰ تا ۱۱۲ میں ملاحظہ فرمائیں،

زوال برامکہ کے حقیقی اسباب

شخصی حکومتوں کی تاریخ میں یہ نیا واقعہ نہیں ہے کہ بادشاہ وقت کو جس شخص پر اعتماد ہوتا ہے، اس کو وہ ابتدا میں حکومت کے تمام سیاہ و سپید کا مالک بنا دیتا ہے، اور جب وہ رفتہ رفتہ اپنے حدود سے بڑھ کر تمام امور سلطنت پر حاوی ہو جاتا ہے، اور بادشاہ اس کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس اور مسلوب الاختیار پاتا ہے اُس وقت وہ اس کے گرانے کی کوشش کرتا ہے، برامکہ بھی اس بے عنوانی کا شکار ہوئے، یحییٰ ہارون کا رضاعی باپ تھا، اُسی نے اسکو سلطنت دلوائی تھی، اس لئے ہارون نے اس کو مختار جزو کل بنا دیا تھا، فضل اور جعفر وزارت میں اس کے دست راست تھے، پھر جب یحییٰ بوڑھا ہوا تو پہلے فضل، پھر جعفر کے ہاتھ میں قلمدان وزارت آیا تو اُن کی زرپاشیوں اور ارباب علم کی قدردانیوں نے کل رعایا کو اُن کا گرویدہ بنا دیا، ہارون محض نام کا بادشاہ رہ گیا تھا، عملی بادشاہت برامکہ کے ہاتھ میں تھی، اس عروج نے ان کو اتنا خودسر بنا دیا تھا کہ وہ ہارون کے احکام کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے، اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اگر ہارون کو خزانہ سے معمولی رقم کی ضرورت ہوتی، تو آسانی سے ملنا مشکل ہو جاتا تھا[۱]، درانحالیکہ خود برامکہ محض نمود و نمائش کے لئے بے دریغ روپیہ لٹاتے،

[۱] مروج الذہب ج ۶ ص ۳۶۳ مطبوعہ یورپ

تھے، اپنے حاشیہ نشینوں اور قرابت داروں کو بڑے بڑے انعام دیتے تھے، شعراء اور سائلین پر خلعت اور انعام و اکرام کی بارش کرتے تھے، ممالکِ محروسہ کے تمام عمدہ علاقوں اور جاگیروں پر وہ قابض ہوگئے تھے[1]

ہارون رشید کی برہمی کا دوسرا سبب تھا کہ برامکہ عباسیوں کے حریف مقابل اور اُن کے مخالف ائمۂ اہلِ بیتِ کرام کیساتھ نہ صرف حسن سلوک سے پیش آتے تھے، بلکہ ہارون کے علی الرغم اُن کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے، یحییٰ بن عبد اللہ نفس زکیہ کے بھائی حکومت کے باغی تھے، رشید نے ان کو گرفتار کرا کے قید کرنے کے لئے جعفر کے حوالہ کیا، اُس نے ان کو چھوڑ دیا، فضل بن ربیع کو جو برامکہ کا سخت دشمن تھا، اس کی خبر لگ گئی، اس نے ہارون رشید سے کہدیا، دوسرے دن جب جعفر دربار میں آیا تو ہارون نے پوچھا، یحییٰ کا کیا حال ہے؟ اُس نے کہا، امیر المومنین وہ اب تک قید خانہ میں بند ہیں، اُس نے پوچھا سچ کہتے ہو؟ اس مکرر سوال پر جعفر تاڑ گیا، کہ ہارون کو اس کی خبر ہوگئی، عرض کی آقائے من وہ امیر المومنین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، اس لئے میں نے ان کو چھوڑ دیا، ہارون نے جواب دیا، اچھا کیا، میں بھی اُن کو چھوڑنا چاہتا تھا، لیکن جب جعفر چلا گیا، تو ہارون نے کہا میں تجھکو قتل کرکے چھوڑوں گا،[2] صرف یہی ایک واقعہ نہیں ہے، بلکہ عجمیت کی وجہ سے عام طور پر برامکہ کا سلوک اہلِ بیت کے ساتھ ایسا ہی تھا، گو اخلاقی نقطۂ نظر سے یہ کوئی قابلِ اعتراض فعل نہیں شمار کیا جا سکتا، بلکہ اسے مستحسن ہی کہا جائیگا، لیکن بنی عباس کی سیاست کے بالکل خلاف تھا، اس لئے اس سے ہارون کی برگشتگی میں اور اضافہ ہوا،

برامکہ کے اثر و اقتدار نے ہارون کو نہ صرف مسلوب الاختیار کر دیا تھا، بلکہ رعایا

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۱۳ [2] طبری ج ۱۰ ص ۶۷،

بھی انہی کو بادشاہ سمجھنے لگی تھی، سلطنت کے تمام عمائد ہارون کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوگئے تھے، سلاطین اور امراء ہدایا و تحائف براہ راست برامکہ کے پاس بھیجتے تھے، خراج کی کل رقم انہی کے پاس آتی تھی، اور انہی کے قبضہ میں رہتی تھی[1] جسے وہ ہر طرح کے جائز و ناجائز اخراجات میں صرف کرتے تھے اور ہارون رشید کے ضروری اخراجات کیلئے بھی مشکل سے رقم نکلتی تھی، برامکہ کے ایک ایک محل پر دو دو کرور درہم صرف ہوجاتے تھے[2] حکومت کے تمام بڑے اور معزز عہدوں کتابت، قیادت اور حجابت وغیرہ پر برامکہ نے اپنے خاندان والوں کو بھر دیا تھا۔ ان حالات نے ایک طرف ہارون رشید کے دل میں ان کی جانب سے بدگمانی پیدا کردی، دوسری طرف دوسرے عباسی متوسلین میں ایک جماعت انکے خلاف ہوگئی، جس نے ہارون رشید کو ان کے خلاف ورغلانا شروع کردیا جس میں خود جعفر کے ننھیالی رشتہ دار بھی تھے[3] لیکن ہارون رشید پر برامکہ کا اثر اتنا غالب تھا کہ ابتدا میں اُس نے ان شکایتوں کی جانب توجہ نہ کی، مگر پھر ان کی خودسری نے ہارون رشید کے دل میں بھی رفتہ رفتہ یہ بات جما دی کہ یہ سب اس کو عضو معطل بنا کر سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے کہ محض نقطۂ نظر کے بدل جانے سے وہ شے جو کبھی ممدوح معلوم ہوتی ہے مذموم نظر آنے لگتی ہے، اس کا یہ عبرت انگیز واقعہ سننے کے لائق ہے کہ دجلہ کے ساحل پر قصر شاہی کے بالمقابل برامکہ کے محلات و قصور تھے، ہارون کے طبیب خاص بختیشوع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ہارون رشید کے پاس گیا، اس وقت برامکہ کے محل کے سامنے سوار و پیادہ حاجتمندوں کا ہجوم تھا، ہارون نے کہا، خدا یحییٰ کو جزائے خیر دے، اُس نے مجھ کو کتنی زحمتوں سے بچا کر عیش و آرام کا موقع دیا، کچھ عرصہ کے بعد پھر

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۳ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۵ [3] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۶،

جانے کا اتفاق ہوا، تو پھر وہی منظر تھا، لیکن ہارون برامکہ سے بدظن ہو چکا تھا، اس مرتبہ اُس نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ خدا یحییٰ سے سمجھے، حکومت کا مختار خود بن گیا ہے اور میرا صرف نام رہ گیا ہے[1]،

برامکہ کا قتل وحبس | غرض مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر برامکہ کے آفتاب اقبال پر زوال آگیا، اور ۱۸۷ھ میں ہارون نے جعفر کو قتل کرا دیا، اور یحییٰ اور فضل قید محن میں ڈلوا دیئے گئے، خاندانِ برامکہ میں محمد بن خالد کے سوا کوئی فرد قید کی مصیبت سے نہ بچا، ان کے محلات باغات، جائدادیں، نقد وجنس، غرض کل اثاثہ ضبط کر لیا گیا، یحییٰ اور فضل دونوں باپ بیٹے جیل کے مصائب اور سختیاں جھیلتے جھیلتے بالترتیب ۱۹۰ھ و ۱۹۳ھ میں نہایت بے کسی کے عالم میں مرے، یا برامکہ کا وہ اقبال تھا کہ بڑے بڑے امراء وعمائد ان کی آستاں بوسی کو فخر سمجھتے تھے، اُن کی زرپاشیوں نے دجلہ کے بالمقابل سونے اور چاندی کا دریا بہا دیا تھا، اُن کا محل فقیروں اور مسکینوں کا ملجا و ماویٰ تھا، علماء اور شعراء اور دوسرے اربابِ کمال ان کی فیاضیوں سے مالا مال تھے، یا یہ ادبار آیا کہ جعفر کی ماں عبادہ جس کی خدمت میں چار چار سو کنیزیں رہتی تھیں، عین عید کے دن پھٹے پرانے کپڑوں میں محمد بن عبد الرحمٰن امام مسجد کوفہ کے گھر معمولی امداد کے لئے نظر آتی ہے، اور اس کے پاس بکری کی دو کھالوں کے سوا جن میں سے ایک اوڑھتی اور ایک بچھاتی ہے، اور کچھ نہیں ہے[2]، جعفر کے قتل کے بعد ہارون کی مسرتوں کا بھی خاتمہ ہو گیا، مورخین کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی اس کے چہرہ پر خوشی کی جھلک نہ نظر آئی، اور وہ ہمیشہ اُن کے غم میں سوگوار رہا،

---

[1] الفخری صفحہ ۱۹۰ [2] مروج الذہب ج ۶ صفحہ ۳۹۶،

وفات | برمکی خاندان کی تباہی کے چند ہی برسوں کے بعد اس کا بھی وقت آخر ہوگیا، سنہ ۱۹۲ھ میں اُس نے ایک مہم میں خراسان کا سفر کیا، طبیعت پہلے سے کچھ ناساز تھی، جرجان پہنچ کر زیادہ خراب ہوگئی، اس لئے طوس لوٹ آیا، علاج معالجہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا، جب زندگی سے مایوس ہوگیا، تو خود اپنی قبر کھدوائی اور اُس میں قرآن پڑھوایا، اور جمادی الثانی سنہ ۱۹۳ھ میں طوس کے غزبتکدہ میں انتقال کیا، اس وقت ۴۷ سال کی عمر تھی، مدت خلافت ۲۳ سال،

اوصاف | ہارون الرشید دولت عباسیہ کا گلِ سرسبد اور اس کا عہد عباسی حکومت کا دورِ زرین تھا، اس کے زمانہ میں دولت عباسیہ علمی، تمدنی، سیاسی ہر حیثیت سے اوج کمال پر پہنچ گئی، بیت الحکمہ جس سے عباسی حکومت میں علوم وفنون کا دروازہ کھلا اسی کے زمانہ میں قائم ہوا، عربی اور ایرانی تمدن کی آمیزش سے ایک ایسا دو آتشہ تمدن پیدا ہوا، جو اس دور کے اسلامی تمدن کا معیار بنگیا، عروس البلاد بغداد علم وتمدن کا مرکز قرار پایا، اس کے عالیشان محلات، اس کی زیبائش وآرایش اس کا نادرۂ روزگار ساز وسامان، اس کے رشکِ فردوس باغات زبان حال سے کہتے تھے ؎

اگر فردوس بر روے زمین است — ہمین ست وہمین ست وہمین است

ان سب کی تفصیلات انشاء اللہ اس تاریخ کے آخر حصہ میں آئیں گی،

ہارون رشید میں متضاد اوصاف جمع تھے، ایک طرف اس کی زندگی بڑی پرشکوہ، رنگین اور عیش پرستانہ تھی، اسکی رنگینیوں نے عباسی تہذیب کو تماشہ گاہ عالم بنا دیا تھا، دوسری طرف وہ بڑا دیندار اور پابند شریعت تھا، لیکن اسکی رنگینی کی داستانوں میں اس کی زندگی کا مذہبی رخ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا،

خطیب اور طبری کا بیان ہے کہ وہ محرمات کی عظمت کرتا تھا، روزانہ سو رکعت نفلیں

پڑھتا تھا، ایکہزار درہم روزانہ خیرات کرتا تھا، اکثر حج کرتا تھا، اور سو علمار اور فقہا کو اپنے ساتھ لیجاتا تھا جس سال خود نہ جاسکتا، اس سال تین سو آدمیوں کو نقد وجنس کے ساتھ بھیجتا،[1] حج میں بڑی الحاح وزاری سے دعائیں مانگتا، مناسک حج ادا کرتے وقت آنکھوں سے آنسو رواں رہتے،[2]

جہاد کا شوق اور شہادت کا بڑا ولولہ رکھتا تھا، ایک مرتبہ محدث ابو معاویہ نے اس سے یہ حدیث بیان کی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آرزو ہے کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں" یہ حدیث سن کر روتے روتے ہارون کی ہچکی بندھ گئی، اس ولولہ کا یہ اثر تھا کہ پابندی سے وہ ایک سال حج کرتا تھا اور ایک سال جہاد میں شریک ہوتا تھا،[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار تھا جب اس کے سامنے آپ کا نام مبارک لیا جاتا تو صلی اللہ علیہ وسلم علی سیدی" کہتا، ایک مرتبہ ابو معاویہ نے ایک حدیث بیان کی، ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا، ہارون جوش غضب سے بریز ہوگیا، اور کہا یہ شخص زندیق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اعتراض کرتا ہے، اور اسی وقت تلوار منگائی، ابو معاویہ نے سمجھا بجھا کر غصہ ٹھنڈا کیا،[4]

علمار اور صلحار کی صحبت بہت مرغوب تھی، مشہور محدث سفیان ثوری اور مشہور زاہد فضیل بن عیاض اور ابن سماک سے بڑی عقیدت رکھتا تھا، اُن سے درخواست کرکے پند ونصائح سنتا، ایک مرتبہ ابن سماک سے نصیحت کی درخواست کی، اُنھوں نے

---

[1] تاریخ خطیب ج ۱۴، ص ۶ وطبری ج ۱۰، ص ۱۴۱، ۱۰۶۲ [2] الفخری ص ۱۰۲ [3] تاریخ خطیب ج ۱۴، ص ۶ [4] ایضاً ص ۷،

فرمایا خدا سے ڈر اکر جس کا کوئی شریک نہیں اور اس پر یقین رکھ کہ کل تجھے خدا کے روبرو جانا ہے، اور وہاں تجھے دو مقاموں میں سے ایک مقام اختیار کرنا ہے، جس کے علاوہ تیسرا مقام نہیں ہے، یہ مقام جنت و دوزخ ہیں، یہ سن کر ہارون اتنا رویا کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی، یہ حالت دیکھ کر ہارون کے حاجب فضل بن ربیع نے کہا سبحان اللہ امیر المومنین کے جنت جانے میں بھی کوئی شبہہ ہے، وہ خدا کے حقوق ادا کرتے ہیں، اس کے بندوں کے ساتھ عدل کرتے ہیں، اس کے صلہ میں انشاء اللہ ضرور جنت میں جائیں گے، ابن سماک نے ہارون سے فرمایا، امیر المومنین اس دن فضل تیرے ساتھ نہ ہوگا، اس لئے خدا سے ڈرتا رہ اور اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھ، یہ سنکر ہارون پھر زار زار رویا،[1]

ایک مرتبہ فضیل بن عیاض نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے حسین چہرے والے تو اس امت کا ذمہ دار ہے، تجھی سے اُس کی باز پرس ہو گی، یہ نصیحت سُنکر ہارون زار و قطار رویا، منصور بن عمار کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں تین آدمی رقیق القلب تھے، خشیت الٰہی سے جن کی پلکوں پر آنسو رکھے رہتے تھے، فضیل بن عیاض، ابو عبد الرحمان زاہد اور ہارون رشید،[2]

ایک مرتبہ ابن سماک کے سامنے ہارون نے پینے کے لئے پانی مانگا، خادم نے حاضر کیا، ابن سماک نے ہارون سے پوچھا اگر یہ پانی روک دیا جائے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے کتنی قیمت تک میں خریدو گے، اُس نے کہا نصف سلطنت کے عوض جب ہارون پانی پی چکا تو پھر پوچھا کہ اگر یہ پانی بدن سے خارج نہ ہو سکے تو اس کے نکالنے میں کتنا خرچ کرو گے، ہارون الرشید نے کہا، کل سلطنت،

---

[1] طبری ج ۱۰ ص ۱۲۵ [2] تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۸،

ابن سماک بولے جس سلطنت کی قیمت ایک چلو پانی ہو، اُس کے لئے جھگڑنا نہ چاہیے۔

یہ حکیمانہ نصیحت سُن کر ہارون رو دیا،[1]

ہارون کے ان اوصاف کی وجہ سے فضیل بن عیاض جیسا زاہد اُس سے محبت کرتا تھا، چنانچہ وہ فرماتے تھے کہ لوگ اس شخص کو ناپسند کرتے ہیں، لیکن مجھے یہ بہت محبوب ہے،[2]

---

[1] تاریخ طبری ج ۱۱ صـ ۱۹۳ [2] تاریخ خطیب ج ۱۴ صـ ۱۲،
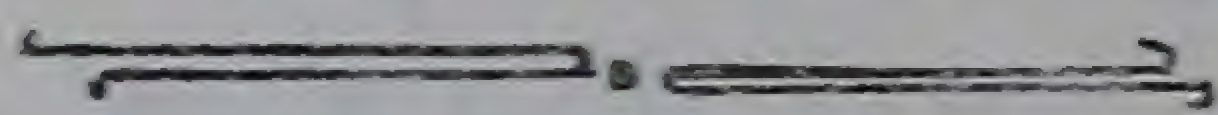
محمد الامین بن ہارون

۱۹۳ھ تا ۱۹۸ھ مطابق ۸۰۹ء تا ۸۱۳ء

ہارون کے انتقال کے بعد اس کا ولیعہد محمد امین تخت نشین ہوا یہ تاریخ اسلام کی نامور خاتون زبیدہ کے بطن سے تھا، زبیدہ ہاشمیہ تھی، اسلئے امین کی رگوں میں ماں باپ دونوں کی جانب سے خالص ہاشمی خون تھا، یہ خصوصیت اس کے علاوہ کسی عباسی خلیفہ کو حاصل نہ تھی،

ہارون نے طوس میں وفات پائی تھی، اس کے کاتب فضل بن ربیع نے ان عمائد اور ارکانِ سلطنت سے جو ہارون کے ساتھ تھے امین کی بیعت لی، اور اس کے اٹھارہویں دن بغداد میں بیعت عام ہوئی اور جمادی الاول ۱۹۳ھ میں وہ تخت پر بیٹھا،

رافع بن لیث کی شورش اور اُس کی اطاعت

رافع بن لیث نے ہارون کے زمانہ میں علم بغاوت بلند کیا تھا اس کے انتقال کے بعد اُس کی شورش اور بڑھ گئی، اور اس نے بلخ، طخارستان، صغد اور ماوراء النہر کی غیر مسلم قوموں کو جو مسلمانوں کی دشمن تھیں ساتھ ملا کر قتل و غارت گری کر کے بڑی شورش اور بد امنی پھیلا دی، اور بہت سے علاقوں میں آگ لگا دی، ہارون مرنے سے پہلے ہرثمہ بن اعین کو اس مہم پر مامور کر گیا تھا، اس کے انتقال کے بعد ہرثمہ نے بڑی خونریز جنگ کے بعد رافع کو شکست دی، اور اُسے بے بس

ہو کر ہرثمہ کے دامن میں پناہ لینی پڑی[1]،

امین و مامون میں اختلافات | ہارون نے ایک سلطنت کے دو فرماں روا بنا کر جو شدید غلطی کی تھی اُس کے نتائج اُسکی آنکھ بند ہوتے ہی نکلنے لگے، مامون خراسان کا مستقل فرماں روا تھا صرف خطبہ کی حد تک اس کو بغداد کی مرکزی حکومت سے تعلق تھا، خراسانی مہم میں ہارون کے ساتھ جو خزانہ فوج اور خدم و حشم تھا وہ سب بھی مرنے سے پہلے مامون کو دے گیا تھا، اس لئے امین کے دل میں مامون کے ساتھ اور بنائے مخاصمت بڑھ گئی، لیکن باپ کی زندگی میں کچھ نہ کہہ سکا، اُس کے مرض الموت کی خبر سُن کر فضل بن ربیع اور اُن ارکان سلطنت کے پاس جو ہارون کے ہمرکاب تھے، خفیہ کہلا بھیجا کہ امیرالمومنین کے انتقال کے بعد کل خزانہ فوج اور خدم و حشم اس کے پاس بغداد بھجوا دیا جائے،

فضل بن ربیع مامون کو ناپسند کرتا تھا، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ امین میں کوئی صلاحیت نہ تھی، اس کے مقابلہ میں مامون مدبر اور دانشمند تھا، اس لئے ربیع امین پر آسانی کیساتھ حاوی ہو سکتا تھا، اور مامون کے یہاں اُس کا چراغ جلنا مشکل تھا، دوسرے برامکہ کی تباہی میں فضل بن ربیع کا بھی ہاتھ شامل تھا، اور مامون پر اس خاندان کا بڑا اثر تھا اس لئے فضل کو اسکی جانب سے انتقام کا بھی خطرہ تھا، اس لئے وہ اندرونی طور سے مامون کے خلاف تھا، امین کا حکم پا کر اُسے علانیہ مخالفت کا موقع مل گیا، اور وہ ہارون کی وصیت کے خلاف جملہ سامان لے کر امین کے پاس بغداد روانہ ہو گیا[2]،

مامون کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اُس نے ارکان سلطنت سے مشورہ کیا اُنھوں نے رائے دی کہ ابھی وہ لوگ زیادہ دور نہیں گئے ہیں، اس لئے آپ خود جا کر اُنھیں

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۵۲۹، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۳،

واپس لے آئے، لیکن تجربہ کار ذوالریاستین فضل بن سہل نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر آپ گئے تو وہ لوگ آپ کو پکڑ کے امین کے پاس لیجاکر سوغات پیش کریں گے پہلے آپ امرار کو خط لکھ کر انھیں عہد شکنی سے روکئے، اگر وہ نہ رکیں تو پھر کوئی دوسری تدبیر کیجائیگی چنانچہ مامون نے سہل بن سعد کو خط دیکر روانہ کیا، یہ خط فضل بن ربیع کو نیشاپور میں ملا، اُس نے کہا "میری حیثیت تو ایک معمولی سپاہی کی ہے میرے اختیار میں کیا ہے"۔ ایک دوسرے شخص عبدالرحمن بن جبلہ انباری نے نیزہ تان کر کہا "اپنے آقا سے جاکر کہدو کہ اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو یہ نیزہ اس کے جسم میں پیوست ہوتا" یہ جواب سنکر قاصد مامون کے پاس لوٹ گئے، اور اس سے تفصیل بیان کی، مامون اسے سُن کر بہت دل شکستہ ہوا، ذوالریاستین نے تسلی دی کہ آپ گھبرائیے نہیں، خراسان میں آپکا بال بیکا نہیں ہوسکتا، میں آپ کو خلافت دلانے کا ذمہ دار ہوں، چنانچہ مامون نے اسے مختار کل بنادیا[1]۔

ذوالریاستین بڑا مدبر اور عالی دماغ تھا، پہلے اُس نے خراسانی امرار کی طرف رجوع کیا، لیکن اُنھوں نے مایوس کن جواب دیا، اُس کے بعد مامون نے ذوالریاستین کے مشورہ سے قیام حق، عمل بالحق اور احیاء سنت کی عام دعوت دی، اور خود عدل وانصاف میں اہتمام کرنے لگا، اس تدبیر سے چند ہی دنوں میں سارا خراسان اس کا گرویدہ ہوگیا، اس کے علاوہ مامون نے چوتھائی خراج معاف کردیا، اس کا اتنا اچھا اثر پڑا کہ سارا خراسان مامون کے ساتھ ہوگیا، اور ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ مامون ہمارا بھانجا اور ہمارے نبی کا ابن عم ہے[2]۔

امین کا نقض عہد ادھر فضل بن ربیع نے خراسان سے واپس آنے کے بعد امین اور مامون

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۸۔ [2] ایضاً ص ۸۔

کے اختلاف کو پائدار کرنے کے لئے امین کو آمادہ کیا کہ وہ مامون کو ولیعہدی سے
خارج کرکے اپنے لڑکے موسیٰ کو ولیعہد بنادے، مامون کے دوسرے مخالفین نے بھی اسکی
تائید کی، لیکن امین کے حقیقی خیر خواہوں نے مخالفت کی اور کہا: نقضِ عہد کی مثال قائم
ہو جانے کے بعد آپ کے ساتھ جو عہد و پیمان ہوں گے، ان کے توڑنے میں بھی لوگوں کو تامل نہ ہوگا،
اس لئے امین نے مامون کا نام خارج تو نہیں کیا، لیکن اُس کے ساتھ عیسیٰ کا نام بھی خطبہ
میں داخل کردیا، مامون کو اطلاع ہوئی تو اُس نے شاہی نشان سے امین کا نام خارج
کردیا، اور بغداد سے اپنا تعلق بالکل منقطع کرلیا، اس واقعہ کے چند دنوں بعد امین نے
مامون کو کہلا بھیجا کہ وہ عیسیٰ کی ولیعہدی منظور کرلے اور بغداد حاضر ہو، لیکن مامون نے
دونوں باتوں کو مسترد کردیا،

یہ گویا ایک طرح سے اعلان جنگ تھا، اسلئے اس کے ساتھ ہی ذوالریاستین نے
حفاظتی تدبیریں شروع کردیں، اور امین کے ایک درباری عباس بن موسیٰ کو خفیہ ملا کر امین کے
دربار میں اپنا جاسوس مقرر کردیا، جو برابر وہاں کی خبریں خراسان بھیجتا رہا، مامون کا جواب
ملنے کے بعد امین نے اس سے دوسرا مطالبہ یہ کیا کہ وہ خراسان کے بعض حصے بغداد کی
حکومت سے ملحق کردے، اور اس کے نامہ نگار کو خراسان میں رہنے کی اجازت دے،
لیکن مامون نے ان دونوں مطالبوں کے ماننے سے بھی انکار کردیا، اور سرحدوں کی ناکہ بندی
کرکے خبر رسانی اور جاسوسی کے دروازے بند کردیئے،[1]

مخالف حکمرانوں سے صلح امین سے اختلاف کے ساتھ مامون کے لئے دوسری مشکل یہ پیش آئی
کہ خراسان کے سرحدی علاقہ کے کئی فرماں روا اس کے خلاف ہوگئے، چنانچہ تبت کا

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۳۲،

بادشاہ مخالف ہوگیا، جبغویہ کے فرماں روا نے علم بغاوت بلند کر دیا، ترکی حکمرانوں نے خراج دینا بند کر دیا، لیکن ذوالریاستین کی خوش تدبیری سے یہ گتھیاں آسانی کے ساتھ سلجھ گئیں، مامون نے شاہ تبت اور جبغویہ کو آزاد حکمراں تسلیم کر لیا، ترکی سلاطین کا خراج معاف کر دیا، اور کابل سے صلح کر لی، شاہ تبت سے مصالحت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آیندہ کے لئے مامون کو تبت میں ایک جائے پناہ مل گئی، ان امور کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد مامون نے امین کو لکھ بھیجا، کہ میں خراسانی سرحد کا محافظ ہوں والد نے مجھ کو یہاں سے ہٹنے کی ممانعت کر دی تھی، اس لئے حاضری سے معاف رکھا جائے[1]

معاہدوں کا چاک کرنا

اس جواب کے بعد امین نے اس کا نام ولیعہدی سے خارج کر کے اپنے صغیر السن بچہ موسیٰ کو ولیعہد بنا دیا، اور تمام ممالک محروسہ میں فرمان جاری کر دیا کہ آیندہ سے خطبہ میں مامون کے بجائے موسیٰ کا نام لیا جائے اور ہارون کے تمام معاہدے جو وہ خانہ کعبہ میں رکھوا گیا تھا منگوا کر چاک کر ڈالے[2]

فوجوں کی روانگی

اور ۱۹۵ھ میں علی بن عیسیٰ بن ہامان کو ۵۰ ہزار فوج کے ساتھ مامون کے مقابلہ کے لئے خراسان بھیجا، امین کی ماں زبیدہ خاتون نے خود اس فوج کو روانہ کیا، اور فوج کے افسر علی بن عیسیٰ کو ہدایت کر دی کہ مامون کی گرفتاری کے بعد اس کے ساتھ کوئی اہانت آمیز سلوک نہ کیا جائے، اس کا احترام ملحوظ رکھا جائے، اور ایک چاندی کی زنجیر دی کہ گرفتاری کے بعد اس میں باندھا جائے، لیکن تقدیر ان ہدایات پر ہنس رہی تھی، غرض شعبان ۱۹۵ھ میں یہ فوج بغداد سے اس شان سے روانہ ہوئی کہ اہل بغداد نے کبھی ایسا منظر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا[3]

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۳۱ و ص ۲۳۲ [2] طبری ج ۱۱ ص ۷۹۵ [3] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۳۳ و الفخری ص ۱۹۵

جنگ اور شکست مامون کو بغداد کی تمام خبریں پہنچ رہی تھیں اس لئے وہ مدافعت کے پورے انتظامات کر چکا تھا، اور اسکی فوجیں مقابلہ کے لئے روانہ ہو چکی تھیں، آگے بڑھکر علی بن عیسیٰ کو اطلاع ملی کہ طاہر بن حسین خراسانی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے رے پہنچ چکا ہے، اس لئے علی بھی اسی سمت بڑھا رے سے چند فرسخ کی مسافت پر دونوں کا سامنا ہوا، طاہر نے جنگ شروع ہونے سے پہلے فوج میں امین کی فسخ بیعت اور مامون کی بیعت کا اعلان کرادیا، تاکہ علی ابن عیسیٰ امین کی بیعت کا فریب نہ دے سکے، بغدادی فوج کی تعداد ۵۰ ہزار تھی، اسکے مقابلہ میں خراسانی ۴ ہزار سے بھی کم تھے، تاہم اُنھوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا، طاہر نے بغدادی فوج کا قلب توڑنے میں پورا زور صرف کر دیا، اور اس کی فوج کے ایک سپاہی نے علی کو تیر کا نشانہ بنا دیا، علی کے قتل ہوتے ہی بغدادی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور خراسانیوں نے اُن کی بڑی تعداد قتل کر ڈالی، طاہر نے مامون کو ان الفاظ میں فتحمندی کی اطلاع دی، " امیر المومنین کو مژدہ ہو کہ علی کا سر میرے سامنے ہے، اسکی انگوٹھی میری اُنگلی میں ہے اور اُسکی فوج میرے قبضۂ اقتدار میں ہے" ذوالریاستین نے یہ مژدہ مامون کو سنایا اور رعایا نے آکر سلام خلافت پیش کیا، اس کے دو دن بعد علی بن عیسیٰ کا سر پہنچا، اس کی تشہیر کرائی گئی،[1]

دوسری فوج کی روانگی اور شکست امین کو جس وقت فوج کی شکست اور علی کے قتل کی اطلاع پہنچی، اس وقت وہ اپنے غلام کوثر کے ساتھ حوض پر مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا، اُس وقت بھی اس کے سر پر جوں نہ رینگی، جواب دیا ٹھہرو کوثر نے دو مچھلیاں شکار کر لیں، اور مجھے ابھی تک ایک بھی نہیں ملی، اس سے فرصت ملنے کے بعد عبدالرحمٰن بن جبلہ انباری کو ہمدان کا والی

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۳۳ و ص ۲۳۴،

بنایا اور ۲۰ ہزار فوج کے ساتھ، طاہر کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اُس نے ہمدان کا محاصرہ کر لیا، اس دوران میں طاہر بھی پہنچ گیا، ہمدان کے باہر دونوں کا مقابلہ ہوا، عبد الرحمٰن شکست کھا کر ہمدان میں داخل ہو گیا، اور پھر سنبھل کر نکلا، لیکن دوبارہ پھر شکست کھائی اور ہمدان میں قلعہ بند ہو گیا، طاہر نے ایسا سخت محاصرہ کیا کہ عبد الرحمٰن کے لئے طاہر کی پناہ میں آنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہ گیا، چنانچہ اُس نے اپنے کو طاہر کے حوالہ کر دیا، قریب ہی قزوین میں امین کا دوسرا عامل کثیر بن قادرہ تھا، عقب سے اس کے حملہ کا خطرہ تھا، اس لئے عبد الرحمٰن سے فراغت کے بعد طاہر اُسکی طرف بڑھا، کثیر قزوین چھوڑ کر بھاگ گیا، اور ہمدان اور عراق عجم کا پورا علاقہ مامون کے زیر نگیں ہو گیا،

عبد الرحمٰن بن جبلہ طاہر کی امان میں آنے کے بعد کچھ دنوں تک اسکی نگرانی میں رہا، جب اُس نے دیکھا کہ طاہر اس کی طرف سے غافل اور مطمئن ہو گیا، تو ایک دن دفعۃً اپنے آدمیوں کو لیکر حملہ کر دیا، اور لڑ کر مارا گیا[1]،

تیسری فوج کی روانگی اور واپسی اس شکست کے بعد امین نے ۱۹۶ھ میں اسد بن یزید، احمد بن مزید اور عبد اللہ بن قحطبہ کو ۲۰ ہزار فوج کے ساتھ طاہر کے مقابلہ کے لئے بھیجا، بغدادی فوج خانقین میں خیمہ زن ہوئی، اس مرتبہ طاہر نے مقابلہ کرنے کے بجائے جاسوسوں کے ذریعہ بغدادی فوج میں یہ خبر مشہور کرا دی، کہ تم لوگ یہاں ہو اور وہاں بغداد میں فوج کو تنخواہیں تقسیم ہو رہی ہیں، یہ تدبیر نہایت کارگر ثابت ہوئی، بغدادی فوجوں میں پھوٹ پڑ گئی، اور وہ جیسی آئی تھیں ویسی ہی واپس گئیں، اُن کی واپسی کے بعد طاہر آگے بڑھکر حلوان میں مقیم ہوا[2]،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۷۰ و ۱۷۱ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۸۵،

عراق میں مامون کی بیعت

عراق میں اہواز سب سے اہم مورچہ تھا، بغدادی فوجوں کی واپسی کے بعد مامون نے طاہر کو اہواز کی جانب بڑھنے کا حکم دیا، اُس نے حسین بن عمرو رستمی کو آگے بھیجدیا اور خود اس کے عقب سے روانہ ہوا، جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امین کی جانب سے محمد بن یزید اہواز کی حفاظت کے لئے آرہا ہے، اس لئے طاہر نے محمد بن طالوت، محمد بن العلاء، عباس بن بخارا اور قریش بن شبل کو حسین بن عمرو کی مدد کیلئے بھیجا، اور قریش بن شبل کو حکم دیا کہ محمد بن یزید کے اہواز پہنچنے سے پہلے کسی طرح وہاں پہنچ جائے، اور خود مزید امدادی فوجوں کی فراہمی کے لئے لوٹ گیا،

قریش طاہر کی ہدایت کے مطابق محمد بن یزید سے پہلے اہواز پہنچ گیا، اس کے بعد بغدادی فوجیں پہنچیں، دونوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی، محمد کی فوجیں پسپا ہوگئیں لیکن اُس نے خود لڑکر جان دی، اور اہواز اور اسی کے ساتھ یمامہ، بحرین اور عمان پر طاہر کا قبضہ ہوگیا، اہواز کے بعد واسط کا رُخ کیا، یہاں کے حاکم سندھی بن یحییٰ اور ہشیم بن شعبہ اُس کا رُخ دیکھ کر بھاگ گئے، اور واسط پر بھی قبضہ ہوگیا، طاہر کی ان کامیابیوں اور بغدادیوں کی ناکامی سے اہلِ عراق کے حوصلے پست ہوگئے اور طاہر نے ایک فوجی افسر کو بھیجکر کوفہ، بصرہ اور موصل کے حکام سے امین کی بیعت فسخ کراکے مامون کی تحریری بیعت لے لی، اس کے بعد حارث بن ہشام اور داؤد بن موسیٰ کو قصر ابن ہبیرہ کی طرف بھیجا، امین کو اسکی اطلاع ہوئی تو اُس نے محمد بن سلیمان اور ابن حماد بربری کو روکنے کے لئے بھیجا، حارث اور داؤد نے انھیں شکست دیکر قصر ابن ہبیرہ پر بھی قبضہ کرلیا،

کوفہ ان کا مرکز تھا اس لئے امین نے اسے واپس لینے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہوسکا

قصر ابن ہبیرہ کے بعد مدائن کا نمبر تھا، یہ گویا بغداد کا دروازہ تھا، اس لئے یہاں امین کی جانب سے حفاظت کے بڑے مکمل انتظامات تھے، اور بغداد سے فوجوں کا تار بندھا ہوا تھا، اس لئے طاہر نے مدائن کا رُخ کیا، قریش بھی راستہ میں مل گیا، مدائن کے حاکم برمکی نے مقابلہ کی تیاریاں کیں، لیکن اس کی فوجوں میں ایسی ابتری پھیلی ہوئی تھی کہ وہ اُنھیں مقابلہ کے لئے آمادہ نہ کرسکا، اس لئے مقابلہ کا خیال چھوڑ دیا، اور اُس کی فوجیں بغداد لوٹ گئیں، اس طرح مدائن پر بھی قبضہ ہوگیا[1]،

اب بغداد بالکل سامنے تھا، چنانچہ طاہر نے نہر صرصر پر جو بغداد سے چار فرسخ کی مسافت پر ہے، مورچہ قائم کیا،

حرمین کی بیعت | خلافت کا فیصلہ ایک حد تک حرمین کی حکومت اور یہاں کے باشندوں کی بیعت پر تھا، یہ دونوں مقامات امین کے قبضہ میں تھے، لیکن امین کی بدعہدی خصوصاً اُن معاہدوں کو جنھیں ہارون رشید خانہ کعبہ میں محفوظ کر گیا تھا چاک کر دینے کا حرمین پر بہت بُرا اثر پڑا اور مکہ کے حاکم داؤد بن عیسیٰ نے کعبہ کے خدام، علمائے مکہ اور عمائد قریش کو جمع کر کے امین کی بدعہدی اور معاہدہ چاک کرنے کا حال سنا کر کہا، ایسے شخص کی بیعت فسخ کر کے مامون کی بیعت کر لینی چاہئے، سب نے اس سے اتفاق کیا، اور داؤد نے مجمع عام میں تقریر کر کے فسخ بیعت کا اعلان کیا، اور اہلِ مکہ نے مامون کی بیعت کر لی، مکہ کے بعد داؤد نے اپنے لڑکے سلیمان حاکم مدینہ کو لکھا، اُس نے وہاں مامون کی بیعت لی اور رجب ۱۹۶ھ میں حرمین میں مامون کی خلافت تسلیم کر لی گئی، مامون داؤد بن عیسیٰ کی اس کارگذاری سے بہت خوش ہوا، اور اُس کو انعام و اکرام سے نوازا[2]،

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۴۳ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۸۹،

امین کی ناکامی اور بغداد میں شورش

اوپر گذر چکا ہے کہ طاہر بغداد کے قریب نہر صرصر پر پہنچ چکا تھا، امین نے اس کے مقابلہ کے لئے فوجوں کا تار باندھ دیا، لیکن اُسکی ساری کوششیں ناکام رہیں، اور اسکی فوجوں کو شکست پر شکست اُٹھانی پڑی، جب فوجی مقابلہ میں ناکامی ہوئی تو اُس نے روپیہ کے زور سے مامون کو شکست دینے کی کوشش کی، اور اُس کی فوج کے ایک حصہ کو توڑ لیا، لیکن طاہر نے اسکی مطلق پرواہ نہ کی، اور اُس کے پاس جتنی فوج باقی رہ گئی تھی، اسی کو لے کر اس شجاعت سے مقابلہ کیا کہ بغدادی فوجوں کے پاؤں اُکھڑ گئے، اور وہ شکست کھا کر بغداد لوٹ گئیں، امین نے اُن کا حوصلہ بڑھانے کے لئے افسروں میں روپیہ تقسیم کیا، لیکن عام سپاہیوں کو نظر انداز کر دیا، طاہر کو اسکی خبر ہوئی تو اُس نے اُن کو طمع دلا کر توڑ لیا، اور اُن کے افسروں سے لڑا دیا، امین کو اس کا علم ہوا تو اُس نے اس کا تدارک کرنے کے بجائے اُن کو سزا دینے کے لئے فوجیں بھیجیں، اُس وقت طاہر نے ان کو اپنے ساتھ ملا لیا، اور ذی الحجہ ۱۹۶ھ میں باب الدنیا سے آگے بڑھکر بستان کی سمت خیمہ زن ہوا، اور اپنی فوج کے افسروں اُن کے لڑکوں اور خواص کے وظائف دوچند کر دیئے، باب الدنیار بغداد کا ایک دروازہ تھا، ا خراسانی فوجوں کی قربت سے شہر میں شورش پیدا ہوگئی، اوباشوں نے لوٹ مار شروع کر دی، قیدی قیدخانہ توڑ کر نکل گئے، اور بغداد میں عام بدامنی پیدا ہوگئی،[1]

بغداد کا محاصرہ

اور طاہر اور ہرثمہ بن اعین نے آغاز ۱۹۷ھ میں بڑھکر بغداد کا محاصرہ کر لیا، شہر میں پہلے سے شورش پیدا ہو چکی تھی، محاصرہ نے حالت اور زیادہ نازک کر دی، خزانہ بالکل خالی ہو گیا تھا، روپیہ کی قلت سے بغدادی فوجوں میں بغاوت کا خطرہ

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۹۰،

پیدا ہوگیا، امین نے سکے ڈھالنے کے لئے تمام نقرئی وطلائی سامان گلا دیا،

بغداد کی حالت دیکھکر امین کے بعض امراء طاہر سے مل گئے، بغداد اتنا عظیم الشان شہر تھا کہ اس کے مختلف حصے بجائے خود مستقل شہر کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی حفاظت کیلئے علیحدہ علیحدہ افسر مقرر تھے، ان میں سے جو افسر طاہر سے مل جاتا، اتنا حصہ اس کے قبضہ میں آجاتا تھا، طاہر نے اعلان کرادیا کہ بغدادی امراء بنی ہاشم اور افسرانِ فوج میں سے جو اس کا ساتھ نہ دیگا اس کی جائداد ضبط کرلیجائیگی، بغداد کی حالت چونکہ روز بروز نازک ہوتی جاتی تھی اس لئے اس اعلان سے خوفزدہ ہو کر بہت سے امراء طاہر کے ساتھ ہوگئے اور تھوڑے دنوں میں امین کی فوج نے ہمت ہار دی، اور شہر کے اوباشوں نے لوٹ مار شروع کردی،

یہ بدامنی دیکھ کر بغداد کا شحنہ محمد بن عیسیٰ بھی طاہر سے مل گیا، اس کے ملنے کے بعد قیام امن کا یہ سہارا بھی جاتا رہا، شہر کے اوباشوں نے البتہ امین کی جانب سے خراسانی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی، لیکن عوام کا بے نظام انبوہ باقاعدہ فوج کا کب تک مقابلہ کرسکتا تھا، امین کے ساتھ جو افسر باقی رہ گئے تھے، طاہر نے ان کو لکھا کہ اگر وہ مامون کی بیعت کرلیں تو ان کی جان بخشی کی جائے گی، اس تحریر پر بہت سے امراء اور افسران فوج اس کے ساتھ ہوگئے اور امین کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور بغداد میں اتنی بدامنی پھیل گئی کہ وہاں کے باشندے گھر بار چھوڑ کر نکل گئے، قصر صالح میں اوباشوں نے خراسانی فوج کا مقابلہ کرکے بہت سے آدمی قتل کرڈالے، اس کے انتقام میں طاہر نے یہاں کی بہت سی عمارتیں مسمار کرادیں اور ناکہ بندی کرکے رسد روک دی اور جو کشتیاں بغداد میں غلہ پہنچاتی تھیں انھیں دجلہ سے فرات میں منتقل کردیا، اس سے بغداد میں

سخت قحط پڑگیا، اس موقع پر بغداد کے اوباشوں نے بڑی بہادری سے خراسانی فوج کا مقابلہ کیا اور متعدد افسروں کو جو بغداد کے مختلف حصوں پر قابض ہو گئے تھے نکال دیا اور ان کی فوج کا بڑا حصہ برباد کر ڈالا،

یہ صورت دیکھکر طاہر دجلہ کو عبور کر کے آگے بڑھا اور بڑی مشکلوں سے ان کو شکست دیکر ہٹایا، لیکن بغداد کی حالت اتنی ابتر ہو گئی تھی کہ بہت سے امراء شہر چھوڑ کے طاہر سے مل گئے، امین کے بھائی موتمن نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، خزیمہ بن خازم اور محمد بن علی نے جو ہرثمہ کو آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھے امین کی بیعت توڑ کر ہرثمہ کو عسکر مکرم (بغداد کا ایک حصہ) میں داخل کر دیا، ان کے مل جانے سے بغداد میں کوئی مزاحم باقی نہ رہ گیا، اور طاہر دوسرے دن شہر میں داخل ہو گیا، اور یہاں امن عام کی منادی کرا دی، بغداد میں شاہی قصور و محلات کا ایک وسیع سلسلہ تھا جن میں سے ہر ایک محل مستقل قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا، طاہر نے ان سب کا محاصرہ کرکے قلعہ شکن آلات نصب کرا دئے، اس سلسلہ میں مدینۃ المنصور کا بھی جس میں امین فروکش تھا، محاصرہ ہوا، گو بہت سے امراء امین کا ساتھ چھوڑ چکے تھے، پھر بھی ان کی کافی تعداد اس کے ساتھ تھی، مدینۃ المنصور کے محاصرہ کے بعد اُن میں سے اکثر امراء اور افسرانِ فوج سے لیکر لونڈی غلاموں تک نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور اُس کے ساتھ صرف چند مخصوص جان نثار باقی رہ گئے،

اس وقت اس کے ہوا خواہ محمد بن حاتم اور محمد بن ابراہیم نے اُسے صلاح دی کہ ہمارے پاس سات ہزار سپاہ موجود ہے ہم کو راتوں رات شام نکل جانا چاہئے وہاں محفوظ جائے پناہ مل جائے گی، اور آپ اطمینان سے اپنے لئے کوشش کیجئے گا، امین نے اسے

منظور کر لیا، طاہر کو اس کی خبر ہوگئی اُس نے امین کے بعض امراء کو جو اس سے مل گئے تھے، مجبور کیا، کہ جس طرح ممکن ہو اس کو اس ارادہ سے روکو، ان لوگوں نے جا کر امین کو ڈرایا کہ محمد بن ابراہیم اور محمد بن حاتم طاہر سے سرخروئی حاصل کرنے کے لئے دھوکا دیکر آپ کو اس کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں، اس لئے آپ کہیں جانے کا قصد نہ کیجئے اور بہتر صورت یہ ہے کہ ہرثمہ سے پناہ مانگ کر اپنے کو اس کے حوالہ کر دیجئے، ان لوگوں کے واپس جانے کے بعد ابن حاتم اور ابن ابراہیم نے امین کو بہت سمجھایا کہ اگر پناہ ہی لینا ہو تو طاہر سے لیجئے، لیکن اس پر وہ آمادہ نہ ہوا، اور ہرثمہ سے پناہ کی درخواست کی، اگرچہ ہرثمہ مامونی افسر تھا لیکن ہارون کا نمکخوار تھا، اس لئے وہ امین کے ساتھ بھی کوئی ناروا سلوک پسند نہ کرتا تھا چنانچہ اُس نے امین کو اپنی پناہ میں لے لیا، اور وعدہ کیا کہ میں آپ کی حفاظت میں اپنی جان فدا کر دوں گا،

طاہر کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا، کہ اگر امین ہرثمہ کی پناہ میں چلا جاتا ہے تو اس مہم کی کامیابی کا سہرا اسی کے سر ہو جائے گا، اس لئے اُس نے امین کے محل کے گرد خفیہ پہرہ لگا دیا، کہ وہ جیسے ہی نکلے اس کا کام تمام کر دیا جائے، امین کو اس کی خبر ہوگئی، اُس نے جب دیکھا کہ پناہ مانگنے کے بعد بھی اُس کی جان بچتی ہوئی نظر نہیں آتی تو اُس نے خفیہ نکل جانا چاہا، اور ہرثمہ کو اسکی خبر کر دی، اُس نے سمجھایا کہ تھوڑا توقف کیجئے میں آپ کی حفاظت کا سامان کر لوں تو چلے جائیگا، مگر امین پر کچھ ایسا خوف وہراس طاری تھا کہ وہ ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوا، ہرثمہ نے مجبور ہو کر کشتیاں تیار کرا دیں، امین نے اپنے لڑکوں کو بُلایا اور آخری مرتبہ اُن سے رو رو کر جدا ہوا،

امین کی گرفتاری اور قتل | محل سے نکل کر کشتیوں پر بیٹھا، ہرثمہ نے اُس کے ہاتھوں اور سر کو

بوسہ دیا، طاہر کے آدمی پہلے سے چھپے ہوئے تھے جیسے ہی کشتیاں چلیں اُنھوں نے دفعۃً
حملہ کر کے ڈبو دیا، امین کو کسی نہ کسی طرح ملاح نے نکال لیا، اور وہ پکڑ کے قید کر دیا گیا، رات
کو طاہر کے آدمیوں نے قید خانہ میں گھس کر قتل کر دیا اور اس کا سر قلم کر کے طاہر کے حضور
میں پیش کیا، اُس نے لوگوں کی عبرت کے لئے پہلے اُسے نصب کرایا پھر مع عصا و خاتم
اور ردائے خلافت کے مامون کے پاس بھجوا دیا، اور محرم ۱۹۸ھ میں بغداد پر مامون کا مکمل
قبضہ ہو گیا اور جمعہ کے دن جامع بغداد میں بحیثیت خلیفہ کے اس کے نام کا پہلا خطبہ پڑھا گیا،
مقتول ہونے کے وقت امین کی عمر ۲۸ سال تھی، مدت خلافت ۴ سال آٹھ مہینے چند دن،

عام حالات امین نہایت خوش رو کشیدہ قامت اور شجاع و بہادر تھا علمی استعداد بھی خاصی تھی، فصاحت و
بلاغت اور ادب و انشاء میں مہارت رکھتا تھا، لیکن تدبیر و سیاست سے خالی اور عیش پرستی کا دلدادہ تھا،
چنانچہ حکومت ملنے کے بعد لہو لعب سیر و تماشا عیش و عشرت میں ایسا ڈوبا کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی خواجہ سراؤں کو بڑی
بڑی قیمتوں پر خرید کر اُن کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیں، ان کو اپنا محرم راز اور امور سلطنت میں
مشیر کار بنایا، تمام ممالک محروسہ سے مسخروں کو جمع کر کے اُن کے بڑے بڑے مشاہرے
مقرر کئے، ہر قسم کے جانوروں کو جمع کر کے عجائب خانہ قائم کیا، اپنے بھائیوں، خاندان
شاہی کے ارکان اور افسران فوج کو دربار سے الگ کر دیا، ان کی تحقیر و تذلیل کی،
بیت المال کا کل نقد و جنس خواجہ سراؤں اور اپنے ہم نشینوں میں تقسیم کر دیا، عیش پرستی
اور تفریحی مشاغل کے لئے طرح طرح کی نزہت گاہیں بنوائیں، دجلہ کی سیر کے لئے
شیر، ہاتھی، عقاب، سانپ اور گھوڑوں کی شکل کے قیمتی بجرے بنوائے، جن پر بیٹھکر دجلہ
کی سیر کا لطف اُٹھاتا تھا، شبانہ روز حسین عورتوں اور مسخروں کے ساتھ انہی رنگ رلیوں

۱؎ یہ تمام حالات ابن خلدون ج ۳ ص ۲۳۵ تا ص ۲۴۱ ملخصاً ماخوذ ہیں ۲؎ تاریخ الخلفاء ص ۱۹۳ ۳؎ طبری ج ۱۰ ص ۵۰۳ و ۵۰۴

میں مصروف رہتا تھا، فضل بن ربیع اس کے پردہ میں حکومت کرتا تھا، اور وہ شراب کباب اور رنگ رلیوں میں ڈوبا رہتا تھا، یہی غفلت اور لاپرواہی اس کی تباہی کا سبب بنی، اسکی غفلت کے علاوہ اس کے خود غرض وزیر فضل بن ربیع کے ناعاقبت اندیشانہ مشوروں نے اُس کو اور زیادہ تباہ کیا،

فضل بن ربیع معمولی حالت سے ترقی کر کے وزارت کے درجہ تک پہنچا تھا، منصور کے زمانہ میں حاجب تھا، ہارون کے زمانہ میں برامکہ کے قتل کے بعد وزیر ہوا، اور آخر تک اس عہدہ پر رہا، ہارون کی وفات کے بعد امین کا وزیر ہوا، گو یہ سلاطین کے آداب اور ان کے حالات کا واقف کار اور بڑا علم دوست تھا، وزارت ملنے کے بعد اُس نے علما و فضلار کی مجلس قائم کر دی تھی، مشہور شاعر ابو نواس اس کا درباری شاعر تھا، لیکن ان خوبیوں کیساتھ حد درجہ حاسد اور کینہ پرور تھا، برامکہ کے عروج پر حسد کر کے ہارون کو ان کے خلاف ورغلایا، برامکہ کے زوال کے اسباب میں ایک سبب اس کی کینہ پروری بھی تھی، پھر مامون سے نمک حرامی کر کے امین سے مل گیا، اور دونوں بھائیوں کو لڑا کر حکومت بغداد کو کمزور کیا، پھر امین کی شکست کے بعد روپوش ہو گیا، اور طاہر بن حسین کی سفارش پر مامون نے اس کی خطاؤں سے درگذر کیا، اس نے ۲۰۸ھ میں وفات پائی،[1]

---

[1] ابن خلکان ج ۱ ص ۴۱۲ و الفخری ص ۱۹۴ و ص ۱۹۷،

عبداللہ بن ہارون الملقب بہ مامون

سنہ ۱۹۸ھ تا سنہ ۲۱۸ھ مطابق سنہ ۸۱۳ء تا سنہ ۸۳۳ء

امین کے قتل کے بعد محرم سنہ ۱۹۸ھ میں بغداد میں مامون کی بیعت ہوئی،

طاہر کے خلاف فوج کی بغاوت

طاہر کے پاس دولت اور خزانہ کچھ نہ تھا، اُس نے محض حسن تدبیر اور فوجوں کو آئندہ کے لئے سبز باغ دکھا کر امین کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی تھی، چنانچہ مامون کی بیعت کے بعد جب فوج نے طاہر سے روپیہ کا مطالبہ کیا تو وہ اس کو پورا نہ کرسکا، اس لئے وہ باغی ہوگئی، ابھی بغداد میں طاہر کے قدم پورے طور سے جمے نہ تھے، اس لئے اسکو عقرب قوب بھاگ جانا پڑا، جو افسرانِ فوج اس کے ساتھ رہ گئے تھے، اُنھوں نے باغیوں سے مقابلہ کا ارادہ کیا، لیکن پھر خود باغی فوج کے سرداروں اور بغداد کے عمائد نے طاہر سے معذرت کرلی اور معاملہ رفع دفع ہوگیا،

نصر بن شبث عقیلی کی بغاوت

یہ معاملہ رفع ہوا تھا کہ امین کا ایک حامی نصر بن شبث عقیلی نواحِ حلب میں مامون کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا، بہت سے اعراب اس کے ساتھ ہوگئے، اُس نے آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کرلیا، اور دریاے فرات کو عبور کرکے مشرقی علاقے کی طرف بڑھا، مامون نے طاہر کو موصل، جزیرہ اور شام کا والی بنا کر نصر بن شبث

کے مقابلہ پر مامور کیا، اُس نے پہلے خط وکتابت کے ذریعہ اس کو مطیع بنانے کی کوشش کی،
جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو کیسوم کے قریب اس کا مقابلہ کیا، اس میں بھی ناکام رہا،
اور ابن شبث مسلسل گیارہ سال تک باغی رہا، ۲۰۹ھ میں طاہر کے لڑکے عبداللہ نے
بڑی مشکلوں سے اس کو قابو میں کیا اور کیسوم کا قلعہ مسمار کر دیا، اسکی مزید تفصیل اپنے موقع
پر آئے گی،

محمد بن ابراہیم کا خروج ۱۹۹ھ میں خاندان اہل بیت کے ایک بزرگ محمد بن ابراہیم
المعروف بہ ابن طبا طبا علوی نے عراق میں خلافت کا دعویٰ کیا، اور اُن کی قوت اتنی
بڑھی کہ کچھ دنوں کے لئے اسلامی سلطنت کے بڑے حصہ سے مامون کی حکومت اٹھ گئی
ان کے خروج کے متعلق مختلف روایات ہیں،

صحیح تر روایت یہ ہے کہ ایک جرائم پیشہ آدمی ابو السرایا اپنا جتھا بنا کر ڈاکہ زنی
کرتا تھا، امین و مامون کی جنگ میں وہ مامون کی فوج میں شامل ہوگیا،

امین کے قتل کے بعد فوجی اخراجات کی تخفیف کے سلسلہ میں ابو السرایا کی تنخواہ کم
کر دی گئی، اس وقت وہ حکومت کے خلاف ہوگیا، اور حج کے بہانہ سے رخصت لیکر
الگ ہوگیا، اور جتھا بنا کر حکومت کے عمال پر چھاپہ مارنے لگا، لیکن اس طریقہ سے
جب اس کو کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی تو اُس نے محمد بن طبا طبا کی بیعت کر لی،[۲]

یعقوبی کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، وہ لکھتا ہے کہ جب مامون نے
حسن بن سہل کو عراق وغیرہ کا عامل بنایا، تو سری بن منصور شیبانی المعروف بابی السرایا
نے کوفہ میں بغاوت کی، اور محمد بن ابراہیم علوی المعروف بہ ابن طبا طبا اسکے ساتھ تھے،

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱ [۲] ایضاً ص ۱۰۱ ملخصاً [۳] یعقوبی ج ۲ ص ۵۴۲،

محمد بن ابراہیم کی موت اور محمد بن محمد کی بیعت	کوفہ ہمیشہ سے شیعیانِ علی کا مرکز تھا، اس لئے ابن طبا طبا کی دعوت بہت جلد مقبول ہوگئی، اور کوفہ اور نواح کوفہ کے ہزاروں آدمی اُن کے ساتھ

ہوگئے، اُن کی مدد سے ابو السرایا نے کوفہ پر قبضہ کر لیا، کوفہ کے عامل سلیمان بن منصور نے زہیر بن مصیب ضبی کو دس ہزار فوج کے ساتھ ابن طبا طبا کے مقابلہ کے لئے بھیجا، لیکن ان کی قوت بہت بڑھ چکی تھی، اس لئے زہیر کو فاش شکست ہوئی، اور شکست خوردہ فوج کا ساز و سامان ابو السرایا نے بطور مالِ غنیمت اپنے قبضہ میں کرنا چاہا، ابن طبا طبا نے اس کو روک دیا،

عوام کی عقیدت محمد بن ابراہیم کے ساتھ تھی، اُن کے مقابلہ میں ابو السرایا کی کوئی حیثیت نہ تھی، اُسے لوگ محض ان کے خادم کی حیثیت سے مانتے تھے، ابو السرایا نے جب دیکھا کہ ان کی موجودگی میں اس کا ذاتی اثر قائم نہیں ہو سکتا، تو اُس نے محمد ابن ابراہیم کو زہر دیکر ہلاک کر دیا، لیکن بغیر کسی سہارے کے وہ خود کچھ بھی نہ تھا، اس لئے نام کے لئے اس نے اس خاندان کے ایک نو عمر لڑکے محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسین کو محمد بن ابراہیم کا جانشین بنایا[1]،

عباسی عمال کا اخراج اور ابو السرایا کا قبضہ	زہیر کی ناکامی کے بعد حسن بن سہل نے عبدوس بن محمد کو ابو السرایا کے مقابلہ پر مامور کیا، اسنے بھی بڑی فاش شکست کھائی، اور اسکی

فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا، اور ابو السرایا نے کوفہ میں اپنا سکہ رائج کر دیا اور عراق، عرب میں اپنے والی مقرر کئے[2]، یعقوبی کا بیان ہے کہ اس نے علاقہ جبل، کیسوم، دیار مضر، قنسرین، حلب، حمص، حماۃ، بصرہ، واسط، یمن، حجاز، نصیبین، موصل، میا فارقین،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۳ [2] ایضاً،

آرمینیہ، آذربیجان وغیرہ تمام مقاموں میں عمال مقرر کرکے بھیجے، جنھوں نے چند دنوں میں اکثر مقامات سے عباسی عمال کو نکال کر اُن پر قبضہ کر لیا[۱]،

یہ صورت دیکھکر حسن بن سہل نے مشہور ماموی جنرل ہرثمہ بن اعین کو ابو السرایا کے مقابلہ پر مامور کیا، اور علی بن سعید کو واسط اور مداین بھیجا، ابو السرایا نے فوراً مداین کی حفاظت کا انتظام کیا، اور اس کی فوجیں علی بن سعید سے پہلے یہاں پہنچ گئیں، لیکن علی نے اُسے یہاں سے نکال دیا، دوسری طرف قصر ابن ہبیرہ میں ابو السرایا اور ہرثمہ کا مقابلہ ہوا، ابو السرایا کے کچھ آدمی مارے گئے، اور وہ ہٹ کر کوفہ چلا گیا، اور یہاں کے عباسیوں اور انکے متعلقین کی جائدادیں تباہ کرکے انھیں کوفہ سے نکال دیا[۲]،

مکہ پر حسین الافطس کا قبضہ اس دوران میں حج کا موسم آگیا، ابو السرایا نے اپنی جانب سے حسین ابن حسن الافطس کو امیر الحج بنا کر مکہ بھیجا، عباسی حکومت کی جانب سے داؤد بن عیسیٰ امیر الحج تھا، امیر مسرور نے اس سے کہا کہ تم تیار ہو جاؤ، میں حسین الافطس کو یہاں سے نکال دوں گا، لیکن انھوں نے حرم میں کشت و خون پسند نہ کیا، اور مکہ چھوڑ کر نکل آئے، اُن کے ہٹنے کے بعد حسین الافطس جو سرف میں مقیم تھے، مکہ میں داخل ہو گئے[۳]،

ابو السرایا کا قتل ابو السرایا کے کوفہ میں داخل ہونے کے بعد ہرثمہ نے کوفہ کا محاصرہ کر لیا، ابو السرایا محاصرہ کی سختیوں کا مقابلہ نہ کر سکا، اور چند ہی دنوں میں یہاں سے خفیہ نکل گیا، اور ہرثمہ کوفہ میں داخل ہو گئے، کوفہ سے نکلنے کے بعد ابو السرایا نے راستہ میں اہواز کا سرکاری مال لوٹ لیا، اور یہاں کے عباسی حاکم حسین بن علی سے لڑ گیا، اُس نے شکست دے کر اس کی جماعت منتشر کر دی، اور وہ راس عین کی سمت نکل گیا، نو عمر امام محمد اس کے ساتھ تھے، جلولا

---

[۱] یعقوبی ج ۲ ص ۵۴۶ ، [۲] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۴ [۳] ایضاً ص ۱۰۵ ،

میں حماد الکندغوش نے ابوالسرایا کو پکڑ کے حسن بن سہل کے پاس بھیجدیا، اُس نے قتل کرکے اسکا سر مامون کے ملاحظہ کے لئے دار الخلافہ بھیجدیا، اور جسم باغیوں کی عبرت کے لئے بغداد کے پل پر آویزاں کرادیا[1]،

ابوالسرایا کے قتل کے بعد اس کی جماعت کا شیرازہ بکھر گیا، علی بن سعید نے اس کے بصری والی موسیٰ بن جعفر صادق سے بصرہ خالی کرالیا، اور حجاز پر قبضہ کے لئے فوجیں روانہ کیں[1]،

محمد بن جعفر صادق کی بیعت

مکہ پر حسین الافطس کے قبضہ کے بعد اُن کے آدمیوں نے حرم کی بڑی بے حرمتی کی، مکہ کے تمام عباسیوں کا مال و متاع لوٹ لیا، اس سلسلہ میں اور بہت سے بے گناہوں کا مال ضبط ہوا، حرم کے ستونوں سے سونے کے پتر چھڑا لئے، اور خانۂ کعبہ کا کل قیمتی سامان لے کر اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیا، حرم کی اس توہین پر اہلِ مکہ بہت غضبناک ہو گئے، لیکن ابوالسرایا کی موجودگی میں وہ بے بسی کی وجہ سے خاموش رہے تھے، اس کے قتل کے بعد جب حسین الافطس کا بازو ٹوٹ گیا، اور اُن کو اہلِ حرم کی جانب سے انتقام کا خطرہ پیدا ہوا تو اہلِ بیت نبویؐ کے مقدس بزرگ حضرت محمد بن جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کہ اس وقت آپ سے زیادہ کوئی شخص خلافت کا اہل نہیں ہے، اس لئے اس منصب کو قبول فرمائیے، کسی کو اس سے اختلاف نہ ہوگا، محمد ابن جعفر ایک گوشہ نشین آدمی تھے، اُنھوں نے انکار کر دیا، مگر حسین الافطس نے ان کے صاحبزادے علی بن محمد کو درمیان میں ڈال کر آمادہ کر لیا، اور اہلِ مکہ سے طوعاً اور کرہاً ان کی بیعت لے کر ان کو امیر المومنین کا لقب دیا، اور ان کے نام کو آڑ بنا کر اُن کے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۶،

لڑکوں علی اور حسین نے اس تحریک کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا،

اہل مکہ کی برہمی اور حسین الافطس کی شکست

محمد بن جعفر کو خلیفہ بنانے کے بعد حسین الافطس اور کھل کھیلے، اور حرم محترم کے اندر فسق و فجور کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، دن دھاڑے عورتوں اور امردوں کو پکڑ لیجاتے تھے، بالآخر حرم کے باشندوں نے ان کی سیہ کاری سے عاجز آکر محمد بن جعفر سے فریاد کی کہ اس کو روکئے ورنہ ہم آپ کی بیعت فسخ کر کے آپ کو قتل کر دیں گے، وہ ان چیزوں سے بے خبر تھے، اس لئے لاعلمی ظاہر کی، اور اس کے تدارک کی مہلت مانگی، اور اپنے لڑکے کو اس سے روکنے کی کوشش کی،

اس دوران میں اسحٰق بن موسیٰ عباسی فوجیں لے کر پہنچ گیا، علویوں نے مقابلہ کیا، لیکن اسحٰق نے حرم کی بے حرمتی کے خیال سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور معمولی جنگ کے بعد لوٹ گیا، راستہ میں دو اور افسر جلودی اور رجار جنھیں ہرثمہ نے فوجیں دیکر بھیجا تھا، اُسے ملے، یہ دونوں اُسے مکہ واپس لے گئے، اور سب نے مل کر حسین الافطس کو بڑی فاش شکست دی، محمد بن جعفر کو ناکردہ گناہ عباسی فوج کے دامن میں پناہ لینی پڑی،

جمادی الثانی ۲۰۰ھ میں مکہ پر عباسیوں کا قبضہ ہو گیا، اور محمد بن جعفر جحفہ چلے گئے، راستہ میں ان کو چند عباسی موالی نے لوٹ لیا، اس لئے وہ آدمی جمع کر کے مدینہ کے والی ہارون بن میسب کے مقابلہ میں آگئے، لیکن شکست کھائی، ان کے بہت سے آدمی مارے گئے، خود اُن کی ایک آنکھ ضائع ہوئی، اور رجار اور جلودی کی پناہ میں جا کر آخر ذی الحجہ ۲۰۰ھ میں اہل مکہ کے سامنے اپنی برأت ظاہر کی، کہ مجھے مامون کی موت کی غلط اطلاع ملی تھی، اس لئے لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت

کر لی تھی لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے، اس لئے مجھے ندامت ہے، اور میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں، یہ تقریر کرکے وہ عراق چلے گئے، اور حجاز و عراق میں امن ہو گیا[1]،

یمن کے علوی عامل ابراہیم بن موسی بن جعفر تھے، جس زمانہ میں یمن اُن کے متعلق کیا گیا تھا، اُس زمانہ میں یہاں کا عباسی عامل اسحق بن موسیٰ مکہ کی مہم میں مصروف تھا، اس لئے انھیں یمن کے داخلہ میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی، اور یمن کے قبضہ کے بعد اُنھوں نے ایک عقیلی کو یمن کے قافلہ کا امیر الحج بنا کر مکہ بھیجا، مگر یہاں معتصم مع افسرانِ فوج کے موجود تھا، اس لئے مکہ کے باہر ہی بستانِ ابن عامر میں ٹھہرنا پڑا، اسی درمیان میں غلافِ کعبہ اور عطریاتِ حرم کا قافلہ اُدھر سے گذرا، اس قافلہ کے ساتھ تجار بھی تھے، عقیلی نے اُن کا کل ساز و سامان اور غلافِ کعبہ و عطریاتِ حرم سب لوٹ لیا، معتصم نے جلودی کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا، اُس نے کل سامان اُن سے چھینا، اور کوڑوں سے پیٹ کر ان سب کو بھگا دیا[2]،

ہرثمہ بن اعین کا قتل اسی سنہ یعنی ۲۰۰ھ میں ہرثمہ بن اعین جس کے کارنامے اوپر گذر چکے ہیں، عربی اور عجمی رقابت کا شکار ہوا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح سفاح اور منصور کے زمانہ میں ابو مسلم خراسانی اور رشید کے زمانہ میں برامکہ حکومت پر قابض ہو گئے تھے، اسی طرح مامون کے زمانہ میں وزیر اعظم فضل بن سہل الملقب بہ ذوالریاستین اور اس کے بھائی حسن بن سہل کا اقتدار اتنا بڑھ گیا تھا کہ حکومت کا کل سیاہ و سپید انکے ہاتھ میں ہو گیا تھا اور وہ ملک کی خبریں تک مامون کے کانوں تک نہ پہنچنے دیتے تھے یہ دونوں

---

[1] یہ واقعات طبری سے ملخصاً ماخوذ ہیں ۹۸۸ تا ۹۹۴ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۷،

عجمی تھے اور ہرثمہ عرب تھا، اسے ان کا یہ اقتدار پسند نہ تھا، اس لئے اُس نے مامون کو اس خطرہ سے آگاہ کرنا چاہا، چنانچہ ابوالسرایا کا فتنہ دبانے کے بعد اُس نے مامون کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا، راستہ میں اس کو مامون کا یہ حکم ملا کہ "اس کی خدمت کے صلہ میں حجاز و شام میں سے جس کو وہ پسند کرے وہاں کا اس کو حاکم بنا دیا گیا، اور وہ حکم ملتے ہی فوراً روانہ ہو جائے" لیکن ہرثمہ فضل کے استبداد کی جانب اسے متوجہ کرنا ضروری سمجھتا تھا، اس لئے اُس نے اس حکم کی فوری تعمیل نہ کی، فضل بن سہل کو ہرثمہ کے خیالات اور اُس کے ارادوں کا پورا اندازہ تھا، اس لئے اس نے مامون کو بھڑکا دیا کہ ہرثمہ ابوالسرایا کا خاص آدمی ہے، اور اس کی بغاوت میں اس کا ہاتھ بھی شامل تھا، اگر وہ نہ چاہتا تو یہ ہنگامہ نہ ہوتا، اُس کی سرکشی کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ وہ امیرالمومنین کے حکم کے باوجود واپس نہیں گیا، اگر اس وقت درگذر سے کام لیا گیا، تو دوسروں پر اس کا برا اثر پڑے گا،

مامون پر فضل کا بڑا اثر تھا، اس لئے وہ اس کے بھڑکانے میں آگیا، ہرثمہ نے قریب پہنچکر اس خیال سے کہ ذوالریاستین اس کی آمد کو مامون سے چھپا نہ سکے طبل و دمامہ بجواتا ہوا داخل ہوا مامون نے آواز سنی تو پوچھا یہ کیا ہے؟ فضل کے آدمیوں نے کہا ہرثمہ کڑکتا اور چمکتا ہوا آرہا ہے، مامون پہلے ہی اس سے برگشتہ ہو چکا تھا، اس واقعہ نے اس کو اور برہم کر دیا،

چنانچہ جب ہرثمہ مامون کی خدمت میں باریاب ہوا تو اُس نے اس سے کہا کہ تم نے کوفہ میں علویوں کو بڑھنے کا موقع دیا، اور ابوالسرایا کو بھڑکایا، اگر تم چاہتے تو ان سب کو پکڑ سکتے تھے، ہرثمہ نے ہر چند معذرت کی، لیکن مامون نے شنوائی نہ کی، اور اس کو پٹوا کر قید کر دیا، اور وہ قید ہی میں قتل کر دیا گیا،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱،

فوج کی بغاوت ہرثمہ کا فوج پر بڑا اثر تھا، اسکے ساتھ ذوالریاستین کی مخالفت کی بنا پر اس کے اور اس کے بھائی حسن دونوں کے خلاف تھی، چنانچہ ہرثمہ جس زمانہ میں خراسان کی مہم میں مصروف تھا، اُس زمانہ میں بغدادی فوج نے حسن بن سہل اور اس کے تمام افسروں کو بغداد سے نکلوا دیا تھا، اور حسن کو مداین بھیج دیا تھا، ہرثمہ کے قتل پر حسن بن سہل کو فوج سے بدلہ لینے کا موقع مل گیا، چنانچہ اس نے امیر علی بن ہشام کے پاس کہلا کر فوج کی تنخواہ رکوادی اس پر وہ بگڑ گئی، ایک امیر محمد بن ابی خالد جو علی بن ہشام کے خلاف تھا، فوج کا رہنما بن گیا، اہل بغداد نے بھی اس کا ساتھ دیا، اور محمد بن ابی خالد نے علی بن ہشام کو بغداد سے نکال دیا، اُسے نکالنے کے بعد ۲۰۱ھ میں منصور بن مہدی کو خلیفہ بنانا چاہا، اُس نے انکار کیا، اس کے انکار پر اسکو مامون کا نائب بنا دیا، حسن بن سہل اس وقت مدائن میں تھا، اُسے یہ حالات معلوم ہوئے تو مداین سے واسط چلا گیا، محمد بن ابی خالد نے اس کا تعاقب کیا، اور راستہ میں اس کی فوجوں کو شکست دیتا ہوا واسط پہنچا، یہاں حسن کی فوجوں سے بڑا زبردست مقابلہ ہوا، ابن ابی خالد سخت زخمی ہوا، اسکی فوج پسپا ہو گئی، لیکن اس حالت میں بھی وہ برابر لڑتا رہا، تا آنکہ حسن کی فوجوں کو شکست دیکر اس کا کل سامان چھین لیا، یہ صورت دیکھ کر حسن خود مقابلہ میں آیا، دونوں میں بڑی زبردست جنگ ہوئی، لیکن محمد زخمی ہو چکا تھا، تازہ دم فوجوں کا مقابلہ دشوار تھا، اس لئے بغداد لوٹ گیا، یہاں پہنچکر زخموں کے صدمہ سے مرگیا،

اس کے بعد اس کے لڑکے ابو زنبیل نے اوس کی جگہ لی، اسے حسن بن سہل نے مغلوب کر لیا، اور وہ شکست کھا کر اپنے بھائی ہارون کے پاس نیل چلا گیا، حسن کی فوجوں نے یہاں پہنچکر ہارون کو شکست دی، اور وہ مداین چلا گیا،[1]

اس بغاوت میں وہ تمام بنی ہاشم اور افسرانِ فوج جو حسن بن سہل کے خلاف تھے محمد بن ابی خالد کے ساتھ تھے، اس لئے اس کی موت کے بعد اُنھوں نے کہا کہ ہم مجوسی بن مجوسی حسن بن سہل کی حکومت برداشت نہیں کریں گے، اور مامون کی بیعت فسخ کر کے منصور بن مہدی کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی، لیکن اُس نے انکار کر دیا، البتہ اس شرط پر اس کی نیابت قبول کر لی کہ اگر مامون خود آجائے (مامون اب تک خراسان میں تھا) یا کسی کو اپنی جانب سے حاکم بنا کر بھیجدے تو وہ ہٹ جائیگا،

بغداد میں شورش اور اس کا تدارک

اس بغاوت کی وجہ سے بغداد میں سخت بدامنی پیدا ہو گئی، یہاں کے اوباشوں اور لٹیروں نے دن دھاڑے ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے، کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ رہ گئی، عورتوں کو علانیہ چھین لیجاتے تھے، دیہاتوں کو لوٹتے پھرتے تھے اور کوئی روکنے والا نہ تھا، لوٹا ہوا مال علانیہ بازاروں میں بیچتے تھے، اور کوئی بازپرس کرنے والا نہ تھا، یہ صورت دیکھکر ایک شخص خالد بن درویش نے اہلِ بغداد کو ساتھ لے کر لیٹروں کا مقابلہ کیا، اور ایک خراسانی سہل بن سلامہ انصاری نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کے ذریعہ اس بدامنی کو روکنے کی کوشش کی اور بڑی مشکلوں سے یہ شورش رفع ہوئی[1]،

بغداد کے اکثر اوباش منصور بن مہدی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کے جتھے کے تھے، اس لئے قیام امن کے بعد ان دونوں کی قوت کمزور ہو گئی، عیسیٰ بن محمد عرصہ سے حسن بن سہل سے خفیہ امان کی درخواست کر رہا تھا، حسن بھی اس فتنہ و فساد سے گھبرا گیا تھا، اس لئے چند شرائط پر دونوں میں صلح ہو گئی، اور حسن نے عفو عام کا اعلان

---

[1] ابوالفداء ج ۲ ص ۲۲،

کر دیا، اور شوال ۲۰۱ھ میں باغی فوجیں منتشر ہو گئیں اور اہلِ بغداد کو سکون حاصل ہوا[1]،

علی بن موسیٰ رضا کی ولیعہدی | ابھی یہ فتنہ فرو ہوا تھا کہ اسی سال اس سے بھی اہم انقلاب بپا ہو گیا، اسکی تفصیل یہ ہے کہ مامون اپنے اسلاف کے برعکس اہلِ بیت نبوی سے محبت رکھتا تھا، اور حضرت علی بن موسیٰ رضا سے اسکو اتنی محبت تھی کہ ۲۰۱ھ میں اس نے انکو ولیعہد بنا کر تمام ممالکِ محروسہ میں اس کا اعلان کر کے حکم جاری کر دیا کہ فوج میں عباسی حکومت کے سیاہ رنگ کے بجائے آیندہ سے سبز فاطمی رنگ کی وردیاں استعمال کیجائیں اور فوج اور بنی ہاشم سے علی بن موسیٰ رضا کی بیعت لیجائے،

اس حکم پر کچھ وابستگانِ دولت تو راضی ہو گئے، لیکن اکثروں نے اسے بھی حسن ابن سہل کا جو محبانِ اہلِ بیت میں تھا شعبدہ سمجھا، بنی عباس میں اس سے بڑی برہمی پیدا ہو گئی، اور اُنھوں نے مامون کی بیعت توڑ کر اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا، مہدی عباسی کے دونوں لڑکوں منصور اور ابراہیم نے خاص طور سے اسکی مخالفت کی، چنانچہ جب بغداد میں علی رضا کی بیعت لیجانے لگی تو عباسیوں نے اعلان کیا کہ وہ مامون کی بیعت فسخ کر کے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر چکے ہیں، اور ایک شخص کو سکھا دیا کہ جب موذن جمعہ کی اذان دے تو وہ کہے کہ ہم لوگ خطبہ میں مامون کے بعد ابراہیم کا نام چاہتے ہیں اور بعضوں کو ہدایت کی کہ وہ صاف کہدیں کہ ہم مامون کو مطلق نہیں چاہتے، اس کے بجاے ابراہیم کی بیعت کیجائے اور ان کے بعد ان کا بھتیجا اسحٰق نامزد کیا جائے، غرض جمعہ کے دن عباسیوں نے مامون سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیا[2]،

ابراہیم کی بیعت | اس کے بعد آغاز ۲۰۲ھ میں اہلِ بغداد نے بھی ابراہیم کی بیعت کر کے اسکو

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۱۰ [2] تفصیل کے لئے دیکھو طبری ج ۱۱ ص ۱۰۱۳ تا ص ۱۰۱۴،

المبارک لقب دیا، اور جمعہ کے دن بنی ہاشم اور افسرانِ فوج نے بھی درجہ بدرجہ بیعت کرلی فوج کو دو دو درہم فی کس تقسیم کئے گئے، جن کو نقد نہ مل سکا، انھیں سواد کے علاقہ سے غلہ دلایا گیا، اور ابراہیم نے بغداد میں اپنے حکام مقرر کئے، اور کوفہ اور سواد پر قبضہ کرکے مداین میں فوجیں اُتار دیں[1]، ابراہیم کے نقیب مطلب بن عبداللہ اس میں پیش پیش تھے،

مامون کی بے خبری اور انکشافِ حقیقت

بغداد میں اتنا عظیم الشان انقلاب ہوگیا، لیکن ذوالریاستین نے اپنے مصالح کی بنا پر مامون کو اس کی خبر نہ ہونے دی، امام علی رضا کو اسکی اطلاع مل چکی تھی، اُنھوں نے صحیح واقعات اس کے گوش گذار کئے کہ اہل بغداد نے آپ کی بیعت توڑ کر ابراہیم کو خلیفہ بنا لیا ہے، مامون نے کہا فضل کی اطلاع تو یہ ہے کہ خلیفہ نہیں بلکہ امیر بنایا ہے، امام موصوف نے اسکی تردید کی، اور متعدد معتبر فوجی افسروں نے شہادت دی کہ فضل آپ سے اصلی واقعات کو چھپاتا ہے، واقعہ یہی ہے کہ اہل بغداد نے ابراہیم کی بیعت کرلی ہے، اور اس کو "سنی" خلیفہ کا لقب دیا ہے، اور امام رضا کی ولیعہدی کی وجہ سے آپ پر رفض کا اتہام لگاتے ہیں، اور یہ حقیقت بھی ظاہر کی، کہ گذشتہ انقلاب میں صرف ہرثمہ نے آپ کی خلافت بچائی تھی، اور آپ کے پاس خیر خواہانہ مشورہ دینے کے لئے آیا تھا، لیکن فضل نے اس کو قتل کرا دیا، طاہر جس کے دست و بازو نے آپ کو مسند خلافت پر بٹھایا، اس کو فضل نے رقہ کے ایک گمنام گوشہ میں ڈالدیا ہے، اور اس کی بے مثل شجاعت سے حکومت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے، اگر وہ اس وقت موجود ہوتا تو یہ واقعات رونما نہ ہونے دیتا، ان واقعات کے سنانے کے بعد افسروں نے درخواست کی کہ آپ بغداد چلئے، بغدادی آپ کو دیکھکر اب بھی سرِ اطاعت

[1] طبری ج ۱۰ ص ۱۰۱۵، ۱۰۱۶،

خم کردیں گے[1]

مامون کا سفر بغداد اور وزیر اعظم کا قتل

اصل واقعات کے بے نقاب ہونے کے بعد رجب ۲۰۲ھ میں مامون مرو روانہ ہوا، فضل کو ان افسروں کی شہادت کی خبر ملی، تو اس نے مامون کی جان بخشی کے باوجود ان کو سخت سزائیں دیں، حضرت علی بن موسیٰ رضا نے مامون کو اس کی جانب توجہ دلائی، اس نے جواب دیا میں اس سے غافل نہیں ہوں، ابھی مامون سرخس پہنچا تھا کہ ۲ر شعبان ۲۰۲ھ کو ذوالریاستین فضل بن سہل ایک حمام میں خفیہ قتل کر دیا گیا، اور قاتل روپوش ہو گئے، مامون نے ان کا پتہ چلانے والے کے لئے دس ہزار انعام مقرر کیا، عباس بن جشم دینوری نے ان کو گرفتار کیا، ان میں سے ایک غالب مسعودی، دوسرا قسطنطین رومی، تیسرا فرج دیلمی اور چوتھا موفق صقلبی تھا، یہ سب مامون کے سامنے پیش ہوئے، اور کہا کہ آپ ہی نے ہمیں قتل کا حکم دیا تھا، مامون اس پر بہت برہم ہوا، اور اسی وقت سب کے سر قلم کر کے فضل کے بھائی حسن کے پاس بھجوا دیئے، اور تعزیت میں لکھا کہ فضل کے قتل سے تم لوگوں پر جو مصیبت پڑی ہے، اس کا مجھے خوب اندازہ ہے، اور اسکی تلافی کے لئے فضل کی جگہ حسن کو وزارت عظمیٰ پر ممتاز کیا، اور اس کی لڑکی بوران سے شادی کی، اس حسن تلافی سے بڑی حد تک حسن کو تسلی ہو گئی[2]

مطلب بن عبداللہ کی علحدگی

مامون کی خراسان سے روانگی کے بعد ابراہیم کے سب سے بڑے حامی مطلب بن عبداللہ کو جب اس کا یقین ہو گیا کہ ان کی خلافت چند روزہ ہے تو وہ ان کا ساتھ چھوڑ کر مامون کے طرفدار بن گئے اور بیماری کے بہانہ سے مداین

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۱۱ [2] ایضاً۔

چھوڑ کر بغداد چلے آئے اور ابراہیم کی بیعت فسخ کر کے مامون کی خلافت اور منصور بن مہدی کی ولیعہدی کی خفیہ کوشش شروع کر دی، منصور بن مہدی، خزیمہ بن خازم اور متعدد فوجی افسر اُن کے مددگار بن گئے، مطلب نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ علی بن ہشام اور حمید کو ابراہیم کے مقابلہ کا حکم دیا، ابراہیم کو اس کی خبر ہوئی تو وہ مداین سے زندہ رود پہنچے اور منصور اور خزیمہ کو گرفتار کرا لیا، لیکن مطلب بچ گئے، منصور نے ان کا گھر لٹوا دیا، علی بن ہشام اور حمید کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اُنھوں نے پلٹ کر مداین پر قبضہ کر لیا[1]

علی بن موسیٰ رضا کی وفات مامون کو امام علی رضا سے اتنی محبت تھی کہ اُس نے اپنی ایک لڑکی ام حبیب ان سے بیاہ دی تھی اور دوسری ام فضل محمد بن علی رضا سے، شادی کے چند ہی دنوں کے بعد علی رضا دفعۃً انتقال کر گئے، مورخین کا بیان ہے کہ یہ موت انگور کھانے سے ہوئی، اسی لئے بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ان انگوروں میں خود مامون نے زہر ملوا دیا تھا لیکن یہ روایت ناقابل اعتبار ہے،

عیسیٰ بن محمد کی علیحدگی مامون جس دن خراسان سے بغداد روانہ ہوا تھا، اسی دن سے ابراہیم کے حامی ان کا ساتھ چھوڑنے لگے تھے، علی رضا کی موت کے بعد جب مخالفت کا اصل سبب جاتا رہا، تو ان کے بہت سے حامی ان سے علیحدہ ہو گئے، ۲۰۳ھ میں اُن کا سب سے بڑا حامی عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد بھی خفیہ اُن کے خلاف ہو گیا، اور اُنھیں گرفتار کرا دینے کی سازش کی، ابراہیم بار بار جنگ کرنے کا حکم دیتے تھے، لیکن وہ کسی نہ کسی بہانہ سے ٹال دیتا تھا، عیسیٰ کے بھائی ہارون نے جو عیسیٰ کے خلاف تھا، ابراہیم کو اس سازش کی خبر کر دی، اُنھوں نے عیسیٰ کو بلا بھیجا، پہلے اُس نے حیلہ کیا، مگر پھر ابراہیم کے اصرار پر

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۰،

اسے آنا پڑا ابراہیم نے اسکو کوڑوں سے پٹوایا اور اس کے ساتھیوں سمیت قید کر دیا، ان میں سے بعض آدمی جن میں ایک عباس بھی تھا قید سے نکل گئے اور لوگوں کو ابراہیم کے خلاف ورغلا کران کے بعض عہدہ داروں کو بغداد سے نکال دیا، اور حمید کو بغداد حوالہ کرنے کے لئے بلا بھیجا، اس لئے پھر بغداد میں ہنگامہ بپا ہو گیا،[1]

مامون اور ابراہیم کے حامیوں کی جنگ

عیسیٰ بن محمد کا اہل بغداد پر بڑا اثر تھا، اس لئے اس کی گرفتاری سے وہ ابراہیم کے خلاف ہو گئے، اور ان کی بیعت توڑ دی، اسی دوران میں حمید جسے عباس نے بغداد حوالہ کرنے کے لئے بلایا تھا پہنچ گیا، عباس اور بغدادی افسرانِ فوج آکر اس سے مل گئے، اور یہ طے پایا کہ فوج بھی ابراہیم کی بیعت فسخ کر دے، اور جمعہ کے دن خطبہ میں ابراہیم کے بجائے مامون کا نام لیا جائے اور اس کے صلہ میں فی سپاہی پچاس دینار انعام دیا جائیگا ابراہیم کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے بغدادیوں کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے عیسیٰ کو قید سے نکال کر بحال کرنا چاہا، لیکن اس نے انکار کر دیا، اور بغداد میں قرار داد کے مطابق جمعہ کے دن مامون کے نام کا خطبہ پڑھا گیا، حمید نے اس کے صلہ میں سپاہیوں کو مقررہ رقم سے دس دس درہم زیادہ دئے،

مامونی فوجوں کا بغداد میں داخلہ اور ابراہیم کا فرار

بغداد میں مامون کی بیعت کے عام رجحان کے بعد ابراہیم کے اکثر اعوان و انصار اور افسران فوج ان کا ساتھ چھوڑ کر حمید سے آکر مل گئے، اور مدائن پر جو ابراہیم کے قبضہ میں تھا، حمید کا قبضہ کرا دیا، اس وقت ابراہیم نے اپنے باقیماندہ آدمیوں کو حمید سے لڑنے کا جبری حکم دیا، یہ لوگ چار و ناچار بے دلی سے نکلے لیکن شکست کھائی اور حمید کی فوج بغداد میں داخل ہو گئی، اس کے داخلہ کے بعد بنی ہاشم افسرانِ فوج اور عمائد شہر سب یکے بادیگرے حمید سے مل گئے، بغداد پر قبضہ

کے بعد ابراہیم کی گرفتاری کی تدبیر ہو رہی تھی کہ انکو اسکی خبر ہو گئی اور وہ راتوں رات نکل بھاگے لوگوں نے بہت تلاش کیا، مگر پتہ نہ چلا، اور ایک سال گیارہ مہینے کے بعد اُن کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا،[1]

بغداد میں مامون کا داخلہ

بغداد پر قبضہ اور قیام امن کے بعد، مامون عراق کا دورہ کرتا ہوا صفر ۲۰۴ھ میں مع خدم وحشم بغداد آیا، مامون کا بدلا ہوا سبز رنگ جو اہل بیت کا نشان تھا، ابھی تک باقی تھا، لیکن اہل بغداد کو اس رنگ سے اتنی نفرت تھی کہ جہاں اس رنگ کا لباس دیکھتے پھاڑ ڈالتے تھے، چنانچہ بنی عباس اور خراسانی فوج نے مامون سے گفتگو کر کے اس رنگ کو بدلوا کر پھر قدیم عباسی سیاہ رنگ جاری کرا دیا، سب سے پہلے طاہر بن حسین نے اپنے لئے سیاہ لباس کی اجازت لی، اس کو اجازت ملنے کے بعد تمام عمال حکومت کو سیاہ خلعتیں ملیں، اور پھر سیاہ رنگ حکومت کا رنگ قرار پایا،[2]

فضل بن ربیع جو امین و مامون کے اختلاف کی بنیاد تھا، روپوش ہو گیا تھا، مامون کو معلوم ہوا کہ وہ مر گیا، اس لئے اس نے اس کا کل مال ومتاع ضبط کر لیا، لیکن ایک دن وہ دفعۃً طالب امن کی شکل میں نمودار ہو گیا، مامون کو اس کی اطلاع دی گئی، اس نے کہا، جب وہ دوسری دنیا سے دوبارہ لوٹا ہے، تو ہارون بھی اس کے ساتھ ہو گا، اور باپ کی یادگار کی حیثیت سے اس کو امان دیکر اسکا کل مال ومتاع واپس کر دیا،

خراسان کی ولایت پر طاہر بن حسین کا تقرر

۲۰۵ھ میں مامون نے اپنے مشہور ومعروف جنرل طاہر بن حسین کو تمام مشرقی ممالک محروسہ یعنی خراسان سے لیکر سندھ تک کا گورنر جنرل مقرر کیا، اس کی تفصیل یہ ہے، کہ ایک دن مامون اپنی بزم عیش میں بنیذ پی رہا تھا، کہ طاہر

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۱ و ۱۲۲ [2] ایضاً،

آیا، مامون نے اسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا، طاہر نے دست بستہ عرض کی، خادم کو آقا کے سامنے بیٹھنے کی مجال نہیں، مامون نے کہا، یہ آداب درباری ہیں، نج کی صحبتوں میں ان کے برتنے کی ضرورت نہیں، اثنائے گفتگو میں طاہر کی نظر مامون کی آنکھوں پر پڑی، دیکھا کہ ڈبڈبائی ہوئی تھیں، عرض کی ایسے وقت میں جب کہ پورا ملک حضور کے زیر فرمان ہے، رعایا مطیع اور ان کے دلوں میں حضور کی محبت ہے، رونے کا کیا موقع ہے؟ مامون نے کہا اس راز کا افشا کرنا ذلت اور چھپانا تکلیف دہ ہے، اس کے بعد طاہر چلا گیا، لیکن اس کے دل میں برابر یہ راز کھٹکتا رہا، اور اس نے مامون کے ساقی اور ندیم خاص حسین کو دو لاکھ درہم دیئے کہ وہ کسی موقع پر اس معمے کو حل کرے، چنانچہ دوسرے دن جب مامون نے نبیذ مانگی، تو حسین نے اصرار سے پوچھا کہ گذشتہ شب کو طاہر کے آنے پر حضور کی آنکھیں کیوں ڈبڈبا گئی تھیں؟ مامون نے کہا تم اس راز کو کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا اس واقعہ نے مجھے پریشان کر رکھا ہے، مامون نے کہا اچھا میں بتائے دیتا ہوں، لیکن اگر تم نے اس کو اپنی زبان سے نکالا تو سر قلم کر دونگا، واقعہ یہ ہے کہ جب میں طاہر کو دیکھتا ہوں تو بھائی امین کی ذلت اور بے کسی کی موت کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے، مجھ کو خطرہ ہے کہ کسی نہ کسی دن طاہر کو میرے ہاتھ سے نقصان نہ پہنچ جائے، طاہر کو یہ راز معلوم ہوا تو وہ بہت گھبرایا، اس نے وزیر اعظم احمد بن ابی خالد سے درخواست کی کہ وہ اسے کسی طرح مامون سے دور کسی مقام پر بھجوا دے، اس نے وعدہ کیا، چنانچہ دوسرے دن جب وزیر مذکور دربار گیا تو اس نے مامون سے کہا کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئی، اس نے پوچھا کیوں کہا آپ نے غسان کو خراسان کا والی بنایا ہے، مجھے ڈر ہے کہ اگر کسی دن ترک ہی اٹھ کھڑے ہوئے تو اس کا خاتمہ کر دیں گے، مامون

نے کہا میں بھی اس پر غور کر رہا ہوں، تمھاری نظر میں کون اس عہدہ کا اہل ہے، اس نے طاہر کا نام لیا، مامون نے کہا مجھکو اس کی طرف سے بغاوت کا خطرہ ہے، احمد بن ابی خالد نے کہا میں اس کا ذمہ دار ہوں، احمد کی سفارش پر مامون نے ذیقعدہ ۲۰۶ھ میں طاہر کو کل مشرقی صوبہ جات کا والی بنا دیا،[1]

مامون کا خطرہ بالکل صحیح نکلا، طاہر تقرر کے دو ہی سال بعد باغی ہوگیا، اور خطبہ میں اس کا نام نہیں لیا، مامون کو خبر ہوئی تو اُس نے احمد بن ابی خالد کو بلا کر کہا کہ تمھاری ذمہ داری پر اس کا تقرر ہوا تھا، اس لئے اس کو فوراً حاضر کرو، لیکن بغاوت کی خبر کے بعد ہی اس کی موت کی خبر آگئی،[2] اس لئے احمد بن ابی خالد باز پرس سے بچ گیا،

نصر بن سیار پر فوج کشی اور گرفتاری

اوپر گذر چکا ہے، کہ امین کے قتل کے بعد اس کے ایک حامی نصر بن سیار عقیلی نے کیسوم میں علم بغاوت بلند کیا تھا، لیکن اس وقت مامون اس سے بڑی مہموں میں مشغول تھا، اس لئے اودھر توجہ نہ کر سکا، اور نصر نے رفتہ رفتہ بڑی قوت حاصل کر لی،

بغداد کے قبضہ کے بعد جب مامون کو اطمینان ہوا تو ۲۰۶ھ میں اُس نے طاہر کے لڑکے عبداللہ کو رقہ سے مصر تک کا والی بنا کر نصر کے مقابلہ پر مامور کیا، اس موقع پر اس کے باپ طاہر (یہ واقعہ طاہر کی موت سے پہلے کا ہے) نے اس کو اصول سیاست وجہانبانی کے متعلق ایک مفصل دستور العمل لکھکر دیا، جو اپنی جامعیت اور خوبی کے اعتبار سے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۲ و ص ۱۲۳، یہی وہ طاہر ہے جس کی نسبت سے خراسان میں طاہریہ خاندان پیدا ہوکر حکمراں رہا، طاہر کے بعد اس کا بیٹا گورنر ہوا، اس طرح دولت عباسیہ کے ماتحت یہ سب سے پہلی نیم خود مختار حکومت کی بنیاد پڑی، ۲۰۵ھ سے ۲۵۹ھ تک یہ خاندان قائم رہا، اور آخر یعقوب صفار کے ہاتھ سے اس کا خاتمہ ہوگیا [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۲ و ص ۱۲۳،

عدیم المثال تھا، طبری اور ابن اثیر نے اس کو پورا نقل کیا ہے، مامون نے اس کی نقلیں تمام ممالک محروسہ کے عمال کے پاس بھجوائیں، عبداللہ اس دستور العمل کو لے کر روانہ ہوا، اور ۲۰۹ھ میں نصر کو گھیر کر چند شرائط پر اُسے امان لینے پر مجبور کر دیا[1]، مامون نے محمد بن جعفر عامری کو نصر سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا، نصر نے اور تمام باتیں منظور کر لیں لیکن دربار کی حاضری سے معافی چاہی، مامون نے اسے منظور نہ کیا، اور کہا وہ مجھ سے اتنا کیوں گھبراتا ہے، محمد بن جعفر عامری نے کہا اپنے جرم کی وجہ سے خوف زدہ ہے، مامون نے کہا وہ فضل ابن ربیع اور عیسیٰ بن محمد سے بڑا مجرم تو نہیں ہے، جنھوں نے میری حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا، تاہم میں نے انھیں معاف کر دیا، محمد نے کہا یہ ارشاد بجا ہے، لیکن ان کے آبا و اجداد کی خدمات ان کی سفارشی تھیں اور نصر کو یہ شرف حاصل نہیں ہے، چند دنوں تک تو نصر اپنی ضد پر قائم رہا، لیکن عبداللہ بن طاہر نے اس کو اس قدر تنگ کیا کہ آخر میں اُس نے غیر مشروط طور پر اپنے کو عبداللہ کے حوالہ کر دیا، اُس نے اس کو مامون کے پاس بھجوا دیا اور اس کا قلعہ مسمار کر دیا[2]،

افریقہ کی بغاوت

مامون کے زمانہ میں افریقہ میں بڑی زبردست بغاوت ہوئی، لیکن اب یہاں اغلبیوں کی نیم خودمختار حکومت قائم ہو گئی تھی جن کا عباسیہ سے محض برائے نام تعلق تھا، اس لئے ان کے حالات قلم انداز کئے جاتے ہیں،

عبدالرحمن بن احمد علوی کا خروج

مامون نے اپنے پیشرووں کے مقابلہ میں علویوں کے ساتھ اپنا طرز عمل بدل دیا تھا، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا تھا، امام رضا کی محبت میں اس نے اپنی خلافت تک خطرہ میں ڈال دی تھی، لیکن علویوں کے طرز عمل میں کوئی فرق نہ آیا، اور

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۱ [2] ایضاً ص ۱۳۲ و ۱۳۳،

انھوں نے اس کے ساتھ مخالفت کی روش قائم رکھی، چنانچہ ۲۰۷ھ میں عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی نے یمن میں اہل بیت کی دعوت شروع کی، یمنی، عباسی عمال کے خلاف تھے، اس لئے بہت سے یمنی عبدالرحمٰن کے ساتھ ہو گئے، مامون کو یہ حالات معلوم ہوئے تو ۲۰۷ھ میں اس نے دینار بن عبداللہ کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا لیکن اتنا لحاظ اس وقت بھی کیا کہ عبدالرحمٰن کے لئے امان نامہ لکھکر دیدیا، کہ اگر وہ اطاعت قبول کرلیں تو ان سے جنگ نہ کیجائے، چنانچہ دینار نے یمن پہنچکر پہلے یہ امان نامہ بھجوایا، عبدالرحمٰن نے اُسے قبول کرلیا، اور عبداللہ کیساتھ مامون کے پاس چلے آئے، مامون انھیں امان دے چکا تھا، اس لئے اُن کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی، لیکن علویوں سے بددل ہو کر انھیں دربار میں داخلہ کی ممانعت کردی، اور اُنکے خاندانی سبز رنگ کے بجائے سیاہ عباسی رنگ کے جاری کرنے کا حکم دیا،[1]

ابراہیم کے حامیوں کی سازش اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بغداد میں مامون کے داخلہ کے وقت ابراہیم ابن مہدی روپوش ہو گئے تھے، گو اب ان میں کوئی دم خم نہ رہ گیا تھا، لیکن ان کے بعض حامی و ہوا خواہ ابراہیم بن محمد المعروف بابن عائشہ محمد بن ابراہیم افریقی اور مالک بن شاہی وغیرہ خفیہ ان کی بیعت کے لئے کوشاں تھے، چنانچہ ۲۱۰ھ میں اُنھوں نے یہ سازش کی کہ جب بغدادی فوج نصر بن شبث عقیلی کی مہم سے فراغت کے بعد واپس آئے اور بغداد کے پل کو عبور کرنے لگے، تو پل توڑ دیا جائے عمران القطربلی کو اس کا علم ہو گیا، اس نے حکام کو اس کی اطلاع دیدی، چنانچہ سب سازشی گرفتار کر لئے گئے، اُنھوں نے چند دوسرے آدمیوں کو شریک جرم بتا کر پھنسانا چاہا، لیکن مامون نے اس کو باور نہ کیا، اور صرف ابن عائشہ اور ابن شاہی کو جن پر قید خانہ میں نقب لگانے کا بھی الزام تھا قتل کرادیا،

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۹،

عبداللہ بن سری کی بغاوت اور اسکندریہ سے اندلسیوں کا اخراج

بغداد کے انقلاب نے بعض عمال میں خودسری کا حوصلہ پیدا کردیا تھا چنانچہ ۲۰۵ھ میں سری بن محمد والی مصر کے لڑکے عبداللہ نے جو اپنے باپ کی موت کے بعد ۲۰۵ھ میں اس کی جگہ والی ہوا تھا، علم بغاوت بلند کردیا اور اہل اندلس کے ایک جرگہ نے جنھیں حکم بن ہشام نے وہاں سے نکال دیا تھا، اسکندریہ پر قبضہ کرکے ابوحفص بلوطی کو اپنا سردار بنایا اور مصر و اسکندریہ دونوں خطرے میں پڑ گئے اوپر گذر چکا ہو کہ مامون نے عبداللہ بن طاہر کو مصر کا والی بناکر نصر بن شیث کے مقابلہ پر مامور کیا تھا، اس سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس نے ۲۱۱ھ میں عبداللہ بن سری ابن محمد کی طرف توجہ کی اور اسے شکست دیکر مطیع بنایا، اس کے بعد اندلسیوں کو اسکندریہ سے نکالنے کے لئے فوجیں بھیجیں، ان میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے انھوں نے اس شرط پر خود اسکندریہ چھوڑدیا کہ انھیں کسی قریبی جزیرہ میں نکل جانے دیا جائے، چنانچہ یہاں سے نکل کر کریٹ میں آباد ہوگئے، ان کی اولاد مدتوں اس جزیرہ کی حکمراں رہی تاآنکہ فرنگیوں نے ان کو یہاں سے نکالا[1]،

قم کی بغاوت

اسی سنہ میں قم میں بغاوت رونما ہوئی، اس کا سبب یہ ہوا کہ مامون نے عراق کے دورے کے سلسلہ میں رے کا خراج گھٹادیا تھا، قم کے باشندے بھی اس رعایت کے طالب ہوئے، لیکن مامون نے انکی درخواست نہ سنی، انھوں نے خراج دینا بند کردیا، مامون نے علی بن ہشام کو بھیجا، اس نے انھیں زیر کرکے سرکشی کی سزا میں مقررہ رقم سے کئی گنا زیادہ وصول کیا،

زریق بن علی کی بغاوت

اسی زمانہ میں موصل کے ایک عرب زریق بن علی ازدی نے کردستان

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۵۳،

اور آذربیجان کے درمیانی علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا، سید بن انس ازدی والی موصل نے انکو ہٹانے کی کوشش کی، دونوں میں کئی معرکے ہوئے، ۲۱۱ھ میں زریق چالیس ہزار فوج لے کر چڑھ آیا، ابن انس نے مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں کام آگیا،

مامون کو اس کی موت کا بڑا صدمہ ہوا، اُس نے ۲۱۲ھ میں محمد بن حمید کو اس سے انتقام لینے اور بابک خرمی کی شورش (اس کا حال آئندہ آتا ہے) دبانے کے لئے بھیجا، زاب میں دونوں کا سامنا ہوا، محمد بن حمید نے پہلے اس کو اطاعت کی دعوت دی، لیکن اس نے مسترد کر دی، اس کے انکار پر محمد بن حمید اور محمد بن سید نے مل کر زریق کو شکست دی اور اُس نے جان بخشی کرا کے اپنے کو حوالہ کر دیا، محمد بن حمید نے اُسے مامون کے پاس بھجوا دیا، اُس نے اس کی کل املاک ضبط کرنے کا حکم دیا، زریق کے لڑکوں نے اس حکم کی تعمیل میں کوئی تامل نہیں کیا اسلئے محمد نے ان کی اطاعت کیشی کے صلہ میں جائداد انھیں واپس کر دی۔

زریق سے فراغت کے بعد محمد بن حمید آذربیجان جس پر بعض مخالفین قابض ہو گئے تھے روانہ ہو گیا، لیکن اس کے پہنچنے سے پیشتر یعلی بن مرہ نے انھیں نکال کر آذربیجان واپس لے لیا تھا، [1]

بابک خرمی کا خروج ۲۰۱ھ میں ایک باطنی عجمی بابک خرمی ایک نئی تحریک جو اسکی نسبت سے خرمی مشہور ہے، لیکر اٹھا، یہ تحریک ایران کے ایک پرانے مذہب مزدکی کی پیداوار ہے، مزدکی مذہب کے ایران سے مٹنے کے بعد سب سے پہلے ایک مجوسی جاویدان نے اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی تھی، دوسرے عجمی مذاہب کی طرح تناسخ اس کا بنیادی عقیدہ تھا، اور چونکہ اس عقیدہ میں فنا نہیں ہی، بلکہ محض قالب بدلتا رہتا ہے، اس لئے اُس نے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۶ و ص ۱۳۵،

اپنا لقب جاویدان یعنی ہمیشہ رہنے والا رکھا، اسلامی عہد میں بابک نے اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی اور دعویٰ کیا کہ تناسخ کے ذریعہ جاویدان کی روح اس میں منتقل ہو گئی ہے اور وہ اس کا جانشین ہے، مزدکی مذہب میں اباحیت یعنی جنسی تمتع کے لئے بلا کسی قید کے مطلق آزادی کی خاص تعلیم تھی، اسی لئے بابک نے خرمی یعنی شادمانی اپنا لقب رکھا، اس آزادی کی وجہ سے ہزاروں آدمی اس میں شریک ہو گئے[1]،

یہ تحریک گو مذہبی رنگ میں تھی لیکن درحقیقت مسلمانوں کے خلاف سیاسی تحریک تھی، چنانچہ بابک نے اسلامی آبادیوں پر حملہ کرکے ہزاروں مسلمان تہ تیغ کر دیے، مامون نے کئی فوجیں اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیں، لیکن سب ناکام واپس ہوئیں، ۲۱۲ھ میں محمد بن حمید اس مہم پر مامور ہوا، چنانچہ وہ زریق کو مطیع بنانے کے بعد بڑے اہتمام سے بابک کے مقابلہ کے لئے نکلا،

بابک نے ایک دشوار گذار کوہستان کو مرکز بنایا تھا، محمد بن حمید اس کو طے کرکے مقام ہشتادسر پہنچا اور فوجوں کو از سر نو مرتب کرکے آگے روانہ کر دیا، اور خود ان کی حفاظت کے لئے پیچھے رہا، بابک پہاڑی کے اوپر دروں میں چھپا ہوا تھا، جیسے ہی مسلمان اس کی زد پر پہنچے بابک دفعۃً کمینگاہ سے نکلکر ٹوٹ پڑا، محمد بن حمید نے ہرچند مسلمانوں کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن بابک کا حملہ ایسا ناگہانی اور سخت تھا، کہ وہ سنبھل نہ سکے اور خرمیوں نے محمد بن حمید کو قتل کر دیا[2]،

مامونی عہد میں ان ہنگاموں کے علاوہ اور بھی چھوٹے چھوٹے واقعات رونما ہوئے لیکن وہ چنداں لائق ذکر نہیں ہیں،

۱؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۱۱۱ و کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۵۱، ۲؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۹ و ۱۴۰،

فتوحات اگرچہ مامون کا قریب قریب پورا عہد اندرونی شورشوں اور بغاوتوں کے فرو کرنے اور حکومت کے بگڑے ہوئے نظام کو درست کرنے میں گذرا، لیکن اس کے باوجود فتوحات کے لحاظ سے بھی اسکا عہد نہایت کامیاب رہا، اور اس پرشور عہد میں بھی بعض اہم فتوحات حاصل ہوئیں، یہ فتوحات مختلف سنوں میں ہوتی رہیں، لیکن تسلسل کے خیال سے ان سب کو متفرق طور پر لکھنے کے بجائے شورش اور ہنگاموں کے بعد ایک جگہ لکھنا مناسب معلوم ہوا،

شاہ کابل کی اطاعت ٹھیک بغداد کی شورش کے زمانہ میں جبکہ ایک طرف اس کی فوجیں بغداد کے محاصرہ میں مصروف تھیں، دوسری طرف اس کا ایک حصہ کوہستان کابل میں برسرپیکار تھا، چنانچہ اسی زمانہ میں کابل کے بادشاہ نے اطاعت قبول کر کے اسلام قبول کیا، اور تاج شاہی مامون کی پیشکش کے لئے بھیجا[۱]،

بادشاہ اشروسنہ کی اطاعت اور اسلام عین اسی زمانہ میں ترکستان کے فرماں رواؤں سے بھی مقابلہ جاری رہا اور یہاں بعض فتوحات بھی حاصل ہوئیں، چنانچہ اشروسنہ کے بادشاہ کاؤس نے ذوالریاستین فضل بن سہل سے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ اگر ہمارے حدود سلطنت میں مداخلت نہ کیجائے تو ہم اس کے بدلہ میں ایک مقررہ رقم پیش کرتے رہیں گے، ذوالریاستین نے یہ درخواست قبول کر لی تھی، لیکن جب مامون بغداد آیا، تو کاؤس معاہدہ پر قائم نہ رہا، اس لئے مامون نے اس کی تادیب کے لئے فوجیں روانہ کیں، اور کاؤس کو نقض عہد کی سزا سے بچنے کیلئے اسلام قبول کرنا پڑا، کاؤس کے دو لڑکے تھے، فضل و حیدر (حیدر کا ترکی نام افشین تھا) کاؤس نے فضل کی شادی اپنے ایک مقرب قہرمان کی لڑکی سے کر دی تھی، اس تعلق

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۹ و ۴۳۶،

سے قہرمان فضل کی تعریف اور حیدر کی مذمت کیا کرتا تھا، حیدر نے غصہ میں آکر قہرمان کو قتل کر دیا، لیکن پھر باپ کے خوف سے بہت گھبرایا، اور اس کے مواخذہ سے بچنے کے لئے مامون کی خدمت میں جاکر اس سے کہا کہ اشروسنہ نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہو سکتا ہے، اور وہاں تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ بھی بتا دیا، مامون کاؤس کے نقض عہد کی وجہ سے پہلے سے برہم تھا، اس لئے فوراً احمد بن ابی خالد کو اشروسنہ پر فوج کشی کا حکم دیدیا، کاؤس کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ترک سلاطین سے مدد مانگی، ان میں ایک شخص دھم نے امداد دینے کا وعدہ کیا، لیکن اس کی مدد آنے سے پہلے ہی احمد اشروسنہ پہنچ گیا، کاؤس اس وقت اشروسنہ سے دور تھا، اس لئے احمد کی فوج کشی کی خبر سنکر بہت گھبرایا، اس کے دوسرے لڑکے حیدر پر بھی جو دھم کی مدد لئے ہوئے آرہا تھا ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ بھی امدادی فوج کو راستہ میں چھوڑ کر باپ کے پاس چلا گیا، اور ترکی دستہ راستہ میں پانی کی قلت کی وجہ سے ہلاک ہو گیا، اسلئے کاؤس کے لئے اطاعت قبول کرنے کے سوا چارۂ کار نہ رہ گیا، چنانچہ اس نے مامون کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا، مامون نے اس صلہ میں اسکی حکومت قائم رکھی، اور اس کے بعد اس کے لڑکے حیدر کو اس کا قائم مقام بنایا[1]،

طبرستان کے پہاڑی امراء کی اطاعت

۲۰۱ھ میں عبداللہ بن خرداذبہ والی طبرستان نے دیلم پر چڑھائی کی اور بلاذر، شیزر اور طبرستان کے بعض کوہستانی علاقوں کو فتح کر کے ابو لیلی بادشاہ دیلم اور کوہستانی علاقے کے بعض فرماں رواؤں کو مامون کی خدمت میں بھیجا[2]،

ایشیائے کوچک کی فتوحات

محرم ۲۱۵ھ میں مامون نے بہ نفس نفیس ایشیائے کوچک پر فوج کشی کی اور منبج، دابق، انطاکیہ، مصیصہ اور طرسوس ہوتا ہوا ایشیائے کوچک میں داخل ہوا،

---

[1] فتوح البلدان ص ۲۳۶ و ۲۳۷، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۱۱،

اور حصن ماجد کو صلحاً اور حصن قرہ کو بزور شمشیر فتح کرکے برباد کر دیا، اور امیر اشناس کو حصن سندس اور جعفر کو حصن سناذ پر مامور کیا، اشناس نے سندس کے قلعدار کو گرفتار کر لیا، اور سناذ کے قلعدار نے اطاعت قبول کر لی، اور مامون ظافر و غانم دمشق واپس گیا،

اس کے ایک سال بعد رومیوں نے طرطوس اور مصیصہ کے کئی ہزار مسلمان قتل کر ڈالے، مامون کو اس کی خبر ہوئی تو ۲۱۷ھ میں پھر روم پر فوج کشی کی، اور انطیعوا کا محاصرہ کر لیا، یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی، اور مامون نے ہرقلہ کا رُخ کیا، یہاں کے باشندوں نے بھی مصالحت کر لی، اور مامون نے معتصم کو رومی قلعوں کی تسخیر پر مامور کیا، اس نے تیس قلعے اور مطمورہ کو فتح کیا، اور قاضی یحییٰ بن اکثم نے بہت سے رومی گرفتار کئے، اور مامون کیسوم ہوتا ہوا دمشق لوٹ آیا،[1]

۲۱۷ھ میں پھر نکلا اور لولوہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، اس میں کامیابی نہ ہوئی، اس لئے عجیف کو متعین کرکے خود لوٹ گیا، اس کی واپسی کے بعد قیصر روم توفیل مدافعت کے لئے پہنچا، اس دوران میں مامون کی بھیجی ہوئی تازہ دم کمک آگئی تھی اس لئے توفیل کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی، اور لولوہ کے باشندے اطاعت پر مجبور ہو گئے،[2] اور مامون نے ان مقامات کی حفاظت کے لئے طوانہ میں قلعہ تعمیر کرکے یہاں مسلمانوں کی آبادی قائم کی،

کریٹ کی فتح | جزیرہ کریٹ کا کچھ حصہ ولید اموی، اور اس کے بعد ہارون کے زمانہ میں فتح ہوا تھا، مامون کے زمانہ میں ابوحفص عمر بن عیسیٰ اندلسی نے یہاں ایک اور قلعہ فتح کیا اور رفتہ رفتہ پورا جزیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا،[3]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۴۲ [2] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۵۶ [3] فتوح البلدان ص ۲۴۵،

صقلیہ کی فتح ان تمام فتوحات میں سب سے بڑا کارنامہ صقلیہ کی فتح ہے، اس پر حملوں کی ابتدا اموی دور میں ہو چکی تھی، لیکن اس کی تسخیر مامونی عہد میں عمل میں آئی، اس زمانہ میں صقلیہ حکومت قسطنطنیہ کا ایک ماتحت علاقہ تھا، اور یہاں کے حکمرانوں کا عزل ونصب بادشاہ کے اختیار میں تھا، صقلیہ کی فتح کے زمانہ میں شہنشاہ روم کی جانب سے قسطنطین یہاں کا حکمراں تھا، اس نے فیمی کو امیر البحر بنایا، فیمی نے افریقہ کے ساحل پر تاخت کرکے بہت سے تاجروں کو لوٹ لیا، اور مدتوں یہاں مقیم رہا، ایک مرتبہ بادشاہ روم اس سے ناراض ہو گیا، اور والی صقلیہ کو اسے گرفتار کرکے سزا دینے کا حکم دیا، فیمی کے حامی یہ سن کر بہت برہم ہوئے، اور فیمی کو قسطنطین کی مخالفت پر آمادہ کیا، چنانچہ وہ افریقہ سے صقلیہ پہنچا اور سرقوسہ پر مخالفانہ قبضہ کرلیا، قسطنطین نے اسے ہٹانے کی کوشش کی مگر خود شکست کھائی، فیمی نے تعاقب کیا، اور قسطنطین گرفتار کرکے مارا گیا، اور فیمی صقلیہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا، صقلیہ کی حکومت حاصل کرنے کے بعد اس نے ایک شخص بلاطہ کو جزیرہ کے ایک حصہ کا حاکم بنایا، کچھ دنوں کے بعد اس میں اور فیمی میں مخالفت ہو گئی، اور بلاطہ نے اپنے بھائی میخائیل والی بلرم کی مدد سے فیمی کو شکست دیکر سرقوسہ پر قبضہ کرلیا، اس وقت افریقہ میں امیر زیادۃ اللہ کا بڑا شہرہ تھا، فیمی نے بلاطہ سے بدلہ لینے کے لئے زیادۃ اللہ کی جانب رجوع کیا، اور افریقہ کا سفر کرکے زیادۃ اللہ کو کہلا بھیجا، کہ اگر آپ اس وقت میری مدد کریں تو صقلیہ کا تاج وتخت آپ کے لئے حاضر ہے، جزیرہ صقلیہ مدتوں سے مسلمانوں کی نگاہ میں تھا، اس لئے زیادۃ اللہ نے ۲۱۲ھ میں قیروان کے قاضی اسد بن فرات کی ماتحتی میں ایک فوج روانہ کردی، اسد بن فرات مازر پہنچکر یہاں سے بلاطہ کے مقابلہ کیلئے بڑھے راستہ میں رومیوں کی ایک جماعت ملی، مسلمانوں نے فیمی کی مدد کے بغیر تنہا مقابلہ

مقابلہ کرکے انھیں شکست دی، بلاطہ بھاگ کر قلوریہ پہنچا، اور وہاں مارا گیا، اس کے بعد
مسلمانوں نے متعدد قلعے فتح کئے اور اسد بن فرات نے ایک مشہور قلعہ کا رُخ کیا،
یہاں کے رومیوں نے جمع ہوکر اسد سے کہا کہ ہم جزیہ دیں گے، آپ مہربانی کرکے
ادھر کا رُخ نہ کیجئے، اسد نے منظور کرلیا، رومیوں نے اسد کو یہ فریب دیکر خفیہ جنگ
کی تیاریاں شروع کردیں، فیمی نے بھی جو مسلمانوں کو لایا تھا، رومیوں کو ملک کی حفاظت
پر اُبھارا، چنانچہ مدافعت کی تیاری مکمل کرنے کے بعد اُنھوں نے جزیہ دینے سے انکار
کردیا، اس لئے اسد نے ہر طرف فوجیں پھیلا کر سرقوسہ کے قرب وجوار کی بہت سی
آبادیاں فتح کرلیں، اور اس کے بحری اور بری دونوں ناکے گھیر دیئے، اسی درمیان
میں افریقہ سے تازہ دم امداد پہنچ گئی، اور بلرم کا حاکم مسلمانوں کی طرف بڑھا، مسلمانوں
نے بھی مقابلہ کا پورا انتظام کیا، فوج کے گرد خندقیں کھود کر دور دور تک گڈھے
کھود دیئے، رومیوں نے پہنچتے ہی پوری قوت کے ساتھ حملہ کردیا، اور زور میں
بہت سے رومی گڈھوں میں گر کر ہلاک ہوئے، مسلمانوں نے سرقوسہ کا محاصرہ اور
زیادہ سخت کردیا، اسی دوران میں رومیوں کی مدد کے لئے قسطنطنیہ سے جنگی جہاز
پہنچ گئے، دوسری طرف اسلامی فوج میں وبا پھیل گئی، اور بہت سے مسلمانوں کی جانیں
اس میں ضائع ہوگئیں، اسد بن فرات بھی اسی کا شکار ہوگئے، اُن کے بعد محمد بن ابی الجواری
نے ان کی جگہ لی، لیکن وبا کی ہلاکت آفرینی نے مسلمانوں کی قوت کمزور کردی تھی اسلئے
اُنھوں نے لوٹ جانے کا عزم کیا، مگر رومیوں نے راستہ روک دیا، یہ دیکھکر مسلمانوں
کے جذبات بھڑک اُٹھے، چنانچہ اُنھوں نے لوٹنے کا ارادہ ترک کرکے جہازوں میں
آگ لگادی، اور شہر مینا کو فتح کرکے جرجنت کو مرکز قرار دیا، ان فتوحات نے مسلمانوں

کے حوصلے بڑھائے، اور انھوں نے قصریانہ کا رخ کیا، فیمی بھی ساتھ ساتھ تھا، قصریانہ والوں نے اس کے سامنے زمین بوس ہو کر اطاعت کا اظہار کیا، اور کہا تاج و تخت آپ کیلئے حاضر ہے، اور اظہار اطاعت کے فریب میں لا کر اس کو قتل کر دیا، قسطنطینیہ سے رومیوں کی امداد کا تار بندھا ہوا تھا، لیکن مسلمانوں نے ان سب کو قتل کر دیا جو باقی رہ گئے وہ قصریانہ میں داخل ہو گئے، اسی دوران میں محمد بن ابی الجواری کا انتقال ہو گیا، اور ان کی بجائے زبیر بن غوث امیر قرار پائے،

ان پیہم فتوحات نے مسلمانوں کی توجہ اصل مقصد سے ہٹا دی، اور وہ فتوحات میں زور صرف کرنے کے بجائے لوٹ میں مصروف ہو گئے، اور ان کے مختلف جتھے مختلف سمتوں میں چھاپے مارنے لگے، ان کو منتشر دیکھ کر رومی ہر طرف سے نکل پڑے اور اور مختلف مقامات پر ان کو شکست دینے کے بعد ان پر متحدہ حملہ کر دیا مسلمانوں کی قوت منتشر ہو چکی تھی، اس لئے فاش شکست کھائی، اور ایک ہزار مسلمان قتل ہوئے، جو باقی بچے، وہ اپنے قیامگاہ پر واپس آگئے، لیکن یہاں بھی رومیوں نے ان کو گھیر لیا اور جنگ کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ مسلمانوں کے کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا، اُنھوں نے اُن پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا، رومی خیموں کو چھوڑ کر قریب ہی چھپ گئے تھے، اسلئے جیسے ہی مسلمان آگے بڑھے وہ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر ڈالا، باقی ماندہ لوگ مینا میں داخل ہو گئے، رومیوں نے اُن کا بہت سخت محاصرہ کر لیا، مسلمانوں کو جانور کھانے کی نوبت آگئی، اور رومیوں کا زور اتنا بڑھ گیا کہ قلعہ جرجنت کے مسلمان بھی ان کی مدد نہ کر سکے، اور یہ لوگ ۲۱۴ھ تک اس پریشانی میں دن کاٹتے رہے، ۲۱۴ھ میں اتفاق سے کئی اندلسی اسلامی بیڑے جو جنگ کے لئے نکلے تھے، پہنچ گئے، اور افریقہ

سے بھی مدد آگئی، ان سب نے رومیوں پر متفقہ حملہ کر کے مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات دلائی اور انھوں نے ۲۱۶ھ میں دوبارہ بلرم پر قبضہ کر لیا، پھر بدقسمتی سے ان میں اور اندلسی مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، جس کی وجہ سے صقلیہ کی فتوحات رُک گئیں، اور پھر معتصم کے عہد میں ۲۱۹ھ سے یہ سلسلہ شروع ہوا، جس کا ذکر اس کے حالات میں آئیگا[1]،

فضل بن سہل کی وزارت مامون کا سب سے پہلا وزیر فضل بن سہل تھا، اس کا باپ سہل سلاطین فارس کی اولاد میں تھا، ہارون رشید کے زمانہ میں مہدی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، بعض مورخین لکھتے ہیں کہ سہل نہیں بلکہ اس کے لڑکے فضل نے اسلام قبول کیا، فضل علم نجوم کا بڑا ماہر تھا، اور اسی کی روشنی میں امور مملکت کو انجام دیتا تھا، ابن خلکان نے اس قسم کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں، بڑا فصیح و بلیغ مدبر، سیاست داں اور آداب سلاطین کا واقف کار تھا، حلم، فیاضی اور سیاسی چالوں میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا، برامکہ بڑے جوہر شناس تھے، چنانچہ جعفر برمکی نے مامون کی خدمت کے لئے ہارون سے فضل کی سفارش کی، ہارون نے اسکو جانچنے کے بعد مامون کی خدمت پر مامور کیا، فضل کی عاقبت بیں نگاہ نے دیکھ لیا تھا، کہ ایک نہ ایک دن مامون کے ہاتھوں میں خلافت آئیگی، اس لئے وہ شروع ہی سے بڑی توقعات رکھتا تھا، اور آئندہ کی امید پر مامون پر اپنی کارگذاری اور حسن تدبیر کا سکہ بٹھاتا رہا۔

جب مامون اور امین میں اختلافات شروع ہوئے اس وقت فضل کو اپنی دیرینہ آرزو کے پورا کرنے کا موقع ملا، اور اُس نے اپنے حسن تدبیر سے مامون کو مسند خلافت پر

---

[1] یہ تمام حالات ابن اثیر اور ابن خلدون سے ماخوذ ہیں،

بٹھایا، خلافت ملنے کے بعد، مامون نے اسے وزارت عظمیٰ کے منصب پر سرفراز اور ذوالریاستین کے لقب سے ملقب کیا کہ تلوار اور قلم دونوں اس کے تابع فرمان تھے، اس نے اس شان و شکوہ کی وزارت کی کہ برامکہ کے سوا اسکی دوسری مثال نہیں مل سکتی لیکن اسکی خودسری اور استبداد کیوجہ سے اس کا انجام بھی اچھا نہ ہوا، اس کے قتل کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، قتل کے وقت بروایت طبری اسکی عمر ۶۲ سال کی تھی،[1]

حسن بن سہل | مامون کا دوسرا وزیر فضل کا چھوٹا بھائی سہل تھا، گو یہ فضل جیسا عالی دماغ نہ تھا، پھر بھی بہت سے اوصاف و خصوصیات کا مالک تھا، فیاضی میں فضل سے بڑھا ہوا تھا فضل کے قتل کے بعد مامون نے اس کی دلدہی کے لئے اس کو وزیر بنایا، اور اس کی لڑکی بوران سے شادی کی، حسن میں فیاضی اور اولوالعزمی کا جوہر زیادہ نمایاں تھا، بوران کی شادی میں اس کا پورا مظاہرہ کیا، مورخین کا بیان ہے، کہ تاریخ اسلام میں اس شان کی شادی کی دوسری مثال نہیں ملتی، اور عہد مامونی کے اہم واقعات میں اسے بھی شمار کیا جاتا ہے یہ شادی فم صلح میں ہوئی تھی، بارات میں مامون کا سارا خدم و حشم، فوج اور جملہ عمائد شریک تھے، ۱۹ دن تک برات مقیم رہی، حسن نے بڑی اولوالعزمی سے بارات کی مدارات کی، یہ واقعہ خاص طور سے لائق ذکر ہے، کہ شادی کے دن رقعوں پر نقدی، جائداد، غلام اور ہر قسم کا نقد و جنس اور ساز و سامان لکھ کر انکی گولیاں بنا کر لٹائیں، جس کو جو گولی ملی، فوراً اسکی مرقومہ چیز اس کے حوالہ کی گئی، ان گولیوں کے علاوہ طلائی اور نقرئی سکے برائیوں پر لٹائے گئے، مامون کے بیٹھنے کے لئے خالص سونے کا فرش تھا، جیسے ہی اس نے اس پر قدم رکھا، اوپر سے سچے موتی نچھاور کئے گئے، اور جب پہلی مرتبہ مامون بوران سے ملا، تو بوران

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو، ابن خلکان ج ۱ صـ ۱۴۱ و ۱۴۳ و الفخری صـ ۲۰۲،

سے ملا، تو بوران کی دادی نے وہ لہا دلھن کے اوپر سے ایک ہزار بیش قیمت اور بڑے موتی نچھاور کئے، مورخین اس شادی کے اخراجات کا اندازہ پانچ کرور کرتے ہیں[1]،

حسن وزارت سے پہلے طاہر کے مفتوحہ ممالک کا والی تھا، فضل کے بعد وزیر اعظم ہوا، لیکن اس کو فضل کے قتل کا ایسا شدید قلق تھا کہ زیادہ دنوں تک وزارت کی خدمت انجام نہ دے سکا اور کچھ ہی دنوں کے بعد جنون ہو گیا، اور اسی حال میں سنہ ۲۳۶ھ میں وفات پائی،

احمد بن ابی خالد | تیسرا وزیر ابو احمد بن ابی خالد الاحول تھا، یہ نہایت عاقل و فرزانہ، امور جہانبانی کا ماہر، فصیح و بلیغ اور بہترین انشا پرداز تھا، حسن بن سہل کی وزارت کے زمانہ میں اس کا کاتب تھا، فضل کی موت نے حسن کا دماغ بیکار کر دیا تھا، اس لئے اس کی وزارت ہی کے زمانہ میں مامون نے احمد کو وزیر بنانا چاہا، اس نے عذر کیا کہ میں اس عہدہ کے جملہ فرائض انجام دینے کے لئے حاضر ہوں، لیکن امیر المومنین مجھے وزارت کے نام سے معاف فرمائیں، لیکن مامون نے اسے نہ قبول کیا، اور باقاعدہ اسے وزیر بنا دیا، سنہ ۲۱۶ھ میں اس نے وفات پائی[2]،

احمد بن یوسف | احمد بن ابی خالد کے بعد احمد بن یوسف بن قسم کو قلمدان وزارت سپرد ہوا، یہ بھی فضل و کمال اور ادب و شاعری میں نہایت ممتاز تھا، امور جہانبانی اور آداب سلطانی میں خاص طور سے بصیرت حاصل تھی، احمد بن ابی خالد کے بعد حسن بن سہل کی رائے سے وزارت کا عہدہ اس کے متعلق کیا گیا، یہ بھی چند دنوں کے بعد مر گیا، اس کی موت کے بارہ میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کو مامون نے ایک گستاخی پر سزا دی، اس کے صدمہ

---

[1] ابن خلکان ج ۱ ص ۹۳ و ۹۴ و الفخری ص ۲۰۳، [2] الفخری ص ۲۰۵،

سے کچھ دنوں کے بعد مر گیا، دوسرے یہ کہ وہ خود اپنی کسی لغزش کے صدمہ سے مرا[1]،

ثابت بن یحییٰ | اس کے بعد ابو عباد ثابت بن یحییٰ بن یسار رازی کو منصب وزارت تفویض ہوا، یہ ایک اچھا کاتب تھا، حساب میں بڑی مہارت رکھتا تھا، لیکن سخت تندمزاج اور سریع الغضب تھا، غصہ کی حالت میں بالکل قابو سے باہر ہو جاتا تھا،

ابو عبد اللہ محمد بن یزداد | مامون کا سب سے آخری وزیر ابو عبد اللہ محمد بن یزداد بن سوید تھا، یہ خراسان کا باشندہ تھا، اس کے آباؤ اجداد مجوسی تھے، اس خاندان میں سب سے پہلے سوید نے اسلام قبول کیا، سوید کے بچپن میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا تھا، اس کی ماں نے اس کو ایک عجمی کاتب کے حوالہ کر دیا تھا، کاتب نے بڑی توجہ سے اسکو تربیت و تعلیم دی، خصوصاً فارسی آداب کی نہایت عمدہ تعلیم دی، حصول تعلیم کے بعد مرو کے دفتر محاسبی میں ملازم ہو گیا، ایک دن بارش برس رہا تھا، اس لئے دفتر کے محرر اور بہت سے اور عہدہ دار نہ آسکے، ان کا میر منشی آگیا، اس کو کچھ ضروری حساب کتاب کرنا تھا، دفتر بالکل خالی تھا، اس لئے خود کرنے لگا، کام کرتے کرتے اس پر غنودگی طاری ہو گئی، اور کاغذات سوید کے سپرد کر کے سو گیا، سوید اس کام سے واقف تھا، اس نے اس کو بحسن و خوبی پورا کر دیا، میر منشی کی آنکھ کھلی تو اُس نے کاغذات مانگے، سوید نے لاکر حاضر کئے، اس نے دیکھا کہ بقیہ کام نہایت خوش اسلوبی اور صفائی سے پورا کر دیا گیا ہے، پوچھا، کس نے کیا، سوید نے کہا میں نے، یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا، اور اپنے خاص دفتر میں ملازم رکھ لیا، رفتہ رفتہ اُس نے اتنی ترقی کی کہ ثابت بن یحییٰ کے بعد مامون نے وزارت کے لئے اس کو منتخب کیا،

---

[1] الفخری صفحہ ۲۰۶-۲۰۷،

اور جملہ امور مملکت اس کے سپرد کر دیئے، مامون کی وفات تک وہ اس عہدہ پر رہا[1]،

وفات | اوپر گذر چکا ہے کہ مامون نے ارض روم پر فوجکشی کی تھی واپسی میں ایک مقام پر منزل ہوئی، دریاے بدندون کی سیر کو گیا، اور تفریحاً دریا میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا اور پانی کی ٹھنڈک اور صفائی کی تعریف کرنے لگا، اسی درمیان میں سرکاری ہرکارہ پہنچا اور عراق کے تازہ تازہ کھجور لایا، مامون اور اسکے ساتھیوں نے یہیں بیٹھے بیٹھے کھجور کھائے اور دریا کا پانی پیا معلوم نہیں اسمیں کیا اثر تھا کہ یہاں سے اٹھتے اٹھتے سب کو بخار آگیا، مامون کو ایسا سخت آیا کہ پھر نہ اترا، شاہی طبیب بختیشوع اور ابن ماسویہ ہمرکاب تھے ہر طرح کی تدبیر کی، مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا، اور بہت جلد معمولی بخار نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی، اس کا لڑکا عباس اور بھائی معتصم ساتھ تھے، زندگی سے مایوسی کے بعد فقہا اور قضاۃ کے روبرو معتصم کو ولیعہد نامزد کرکے ضروری وصیتیں کیں، ان سے فراغت کے بعد حالت اور بگڑ گئی، دم آخر لوگوں نے کلمۂ شہادت کی تلقین کی، ابن ماسویہ طبیب نے روکا کہ اس وقت ان میں "مانی" اور خدا میں امتیاز کی صلاحیت نہیں ہے"۔ یہ سن کر مامون نے آنکھیں کھول دیں، اور ابن ماسویہ کو پکڑنے کا قصد کیا، مگر طاقت جواب دے چکی تھی، کچھ بولنا چاہا، لیکن زبان نے یاری نہ دی، بمشکل اتنا کہا کہ "اے وہ جسے کبھی موت نہ آئیگی اس پر رحم فرما جو مر رہا ہے" یکایک جمادی الثانی ۲۱۸ھ میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی، لاش طرطوس لیجا کر دفن کی گئی، وفات کے وقت ۴۸ سال کی عمر تھی، مدت خلافت بیس سال پانچ مہینے[2]،

---

[1] الفخری ص ۲۰۸ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۴۶ و ۱۴۷

سیرت وفضل وکمال | مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ مامون تدبیر و سیاست عقل و دانش، فہم و فراست، فضل و کمال، عدل و انصاف، شجاعت و شہامت، فیاضی و دریا دلی، حلم و عفو، سادگی و تواضع، جملہ اوصاف میں کامل تھا،

اس کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی تھی، تعلیم کے لئے ہر فن کے ماہر مقرر کئے گئے تھے، اس کو خود بڑا شوق و ذوق اور علم سے فطری مناسبت تھی، اس لئے ہر فن میں اس نے کمال حاصل کیا، عباسی خلفاء کی تاریخ میں ایسا صاحب علم خلیفہ کوئی نہ تھا، علمی حیثیت سے وہ دنیا کے ممتاز ترین حکمرانوں میں تھا اور اس کا شمار اس عہد کے اکابر علماء میں تھا، کان المامون امّارا بالعدل فقیہ النفس یعد من کبار العلماء[1] قرآن، تفسیر، فقہ، فرائض، ادب، شاعری، طب، فلسفہ، نجوم، ریاضی ہر فن میں کامل تھا، قاضی یحییٰ بن اکثم کا جو خود بڑے صاحب علم تھے بیان ہے کہ امیر المومنین طب میں جالینوس، نجوم میں ہرمس، فقہ میں علی بن ابی طالب، سخاوت میں حاتم طائی، سچائی میں ابوذر، کرم میں کعب بن مامہ، اور ایفائے عہد میں سموئل بن عادیا ہیں[2]،

اس کے علمی کمالات کے ذکر سے کتابیں معمور ہیں، اسکی تفصیل علمی حصہ میں آئیگی،

رعایا کی خبر گیری | ہارون ہی کے زمانہ میں عباسی حکومت اوج شباب تک پہنچ چکی تھی، مامون نے اس کو اور فروغ دیا، خصوصاً علم و فن کی خدمت و اشاعت میں اس کا قدم ہارونی عہد سے کہیں آگے بڑھا دیا،

جب تک فضل بن سہل مامون پر حاوی رہا، اُس وقت تک اسکو بذات خود امور مملکت کی جانب توجہ کرنے کا موقع نہ ملا، فضل اس کو یہاں تک حالات سے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱ [2] ایضاً ص ۳۲۱،

بے خبر رکھا تھا، کہ امام علی رضا کی ولیعہدی کے بعد بغداد سے مامون کی حکومت اُٹھ گئی لیکن اسکو خبر نہ ہونے پائی، اس واقعہ نے مامون کو بہت ہوشیار کر دیا تھا، چنانچہ اس انقلاب کے بعد جب اس نے خراسان سے بغداد کا سفر کیا تو راستہ میں جن جن مقامات سے اس کا گذر ہوا، سب میں قیام کر کے وہاں کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کی، اور وہاں کے باشندوں کی بہتری اور فلاح کی تدبیریں کیں[۱]، اس کے فیض سے سلطنت کے مغربی حصے بھی محروم نہ رہے، بغداد آنے کے بعد دمشق اور مصر وغیرہ کا بھی دورہ کیا، عباسی خلفار میں یہ پہلا شخص تھا جس نے اپنے قدم سے مصر کو نوازا، مقریزی نے مصر کے دورے کے تفصیلی حالات لکھے ہیں[۲]، دمشق کے دورے کے زیادہ حالات نہیں معلوم، لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ تفصیلی دورہ تھا، اور غیر قوموں سے جو پرانے معاہدے ہوئے تھے ان کی بھی جانچ پڑتال کی تھی، چنانچہ اس کے سامنے آنحضرت صلعم کا ایک معاہدہ پیش کیا گیا، جس کو اس نے قائم رکھا[۳]، بعض علاقوں کے محاصل پر نظر ثانی کر کے خراج گھٹایا، چنانچہ رے کے خراج میں تخفیف کی[۴]، خبر رسانی اور پرچہ نگاری کے شعبہ کو بڑی وسعت و ترقی دی، اور ہر صیغہ کے علیحدہ علیحدہ خفیہ نویس اور پرچہ نگار مقرر کئے، ملک کے معمولی سے معمولی واقعہ سے بے خبر نہ رہتا تھا، اس کی وسعت اطلاع کے بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں[۵]،

قیام عدل عدل گستری اور ظلم و جور کے انسداد میں بڑا اہتمام تھا، اتوار کے دن صبح سے ظہر تک لوگوں کی شکایتیں سننے کے لئے خود بیٹھتا تھا[۶]،

اس کے ایوان عدالت میں ادنیٰ و اعلیٰ سب یکساں تھے، ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی

---

[۱] یعقوبی ج ۲ ص ۵۵ [۲] خطط مقریزی [۳] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۵ [۴] ایضاً ص ۱۳۵ [۵] ابن خلکان
[۶] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۹

شاہزادوں تک سے اپنا حق لے سکتا تھا، ایک مرتبہ ایک شکستہ حال بوڑھی عورت نے اس کے لڑکے عباس پر استغاثہ کیا کہ اُس نے اسکی جائداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے، عباس اس وقت عدالت میں موجود تھا، مامون نے اسس کو اپنے پاس سے اُٹھوا کر بڈھی کے پاس کھڑا کرکے دونوں کے بیانات لئے، شاہزادہ فرط ادب میں آہستہ آہستہ بولتا تھا، اور بڈھی کی آواز بلند تھی، وزیر دولت احمد بن ابی خالد نے روکا کہ امیر المومنین کے سامنے بلند آواز سے باتیں کرنا خلاف ادب ہے، مامون نے منع کیا کہ جس طرح کہتی ہے، کہنے دو، حق نے اس کی آواز بلند کر دی ہے اور عباس کو گونگا کر دیا ہے، دونوں کے بیانات سننے کے بعد بڑھیا کے حق میں فیصلہ دیا، اور موکل کو لکھ کر اسکی جائداد واپس کرادی، اور بڑھیا کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی[1]،

جب کبھی خود اسے فریق کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تھا، تو اس کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہ کیا جاتا تھا، ایک مرتبہ ایک شخص نے اس پر بیس ہزار کا دعویٰ کیا، مامون کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا، خدام نے اس کے لئے قالین بچھایا، قاضی القضاۃ نے روک دیا کہ عدالت میں مدعی اور مدعی علیہ دونوں برابر ہیں، کس کے ساتھ امتیازی برتاؤ نہیں کیا جا سکتا، مامون نے اسے ناگوار نہ مانا، بلکہ قاضی کی اس حق پرستی کے صلہ میں تنخواہ بڑھا دی[2]

عمال کے ظلم و زیادتی کی پوری نگرانی تھی اور خلاف ورزی کی صورت میں انکو سزا ملتی تھی، ایک مرتبہ ایک سپاہی نے ایک شخص کو بیگار میں پکڑا، اس کی زبان پر بے ساختہ حضرت عمرؓ کا نام آگیا، مامون کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، اس نے فوراً اس آدمی کو طلب کرکے پوچھا تم کو عمرؓ کا عدل یاد آیا، اس نے کہا ہاں، مامون نے کہا خدا کی قسم! اگر میری

[1] عقد الفرید ج اول ص ۹، [2] المستطرف ج اول ص ۱۱۱،

رعایا عمرؓ کی رعایا جیسی ہوتی تو میں ان سے زیادہ عادل ہوتا، اور اس آدمی کو انعام دے کر سپاہی کو موقوف کر دیا[۱]، اس کا قول تھا کہ بغاوت ہمیشہ عمال کی زیادتیوں کا نتیجہ ہوتی ہی[۲] اس لئے عمال کو ہمیشہ قیام عدل اور ظلم و زیادتی سے باز رہنے کی ہدایت کرتا رہتا تھا، اسکا اندازہ ان توقیعات یعنی مختصر احکام سے ہوتا ہے جو اُس نے عمال کے خلاف دادخواہوں کی عرضیوں پر لکھے اور جنھیں تاریخ کے اوراق نے محفوظ رکھا ہی، چند نمونے یہ ہیں، ہشام کو لکھا "جب تک ایک شخص بھی میرے دروازہ پر تمھارا شاکی موجود ہوگا، میرے دربار میں تمھاری رسائی نہ ہوگی" ہشام کے لڑکے کو لکھا "شریف کی پہچان یہ ہے کہ اپنے سے اونچے کو دبائے، اور زبردست سے خود دب جائے"، ابوعباد کو لکھا "حق و باطل میں کوئی رشتہ نہیں ہے"، اپنے ماموں زاد بھائی ابوعیسیٰ کو لکھا "جب نفخ صور ہوگا تو نسب کام نہ آئیگا"، حمید طوسی کو لکھا "تقرب پر نہ بھولنا حق میں تم اور ادنیٰ غلام دونوں برابر ہیں"، ابن فضل طوسی کو لکھا "تمھارا بے تمیز اور درشت خو ہونا تو میں نے گوارا کر لیا، لیکن رعایا پر ظلم نہیں برداشت کر سکتا"، عمرو بن مسعدہ کو لکھا "اپنی دولت کو عدل سے آباد کرو کہ ظلم اس کو ڈھا دینے والا ہی[۳]"

حلم و عفو لیکن اپنی ذات کا، جہاں تک تعلق ہی، حد سے زیادہ حلیم و بردبار تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درشتی اور انتقام کا اس میں مادہ ہی نہ تھا، اپنے دشمنوں تک سے عفو و درگذر سے کام لیتا تھا، ابراہیم بن مہدی عباسی جس نے بغداد کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا، جب گرفتار ہو کر اس کے سامنے پیش ہوا اور یہ معذرت کی کہ اگر آپ مواخذہ کریں تو حق بجانب ہیں اور اگر معاف کر دیں تو مہربانی ہی، تو مامون نے اس دشمن کے مقابلہ میں بھی عفو سے کام لیا، اور کہا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا[۴]،

---

[۱] عقد الفرید [۲] تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۳۲ [۳] عقد الفرید ج ۲ صفحہ ۱۶۲ [۴] ابن اثیر ج ۶ صفحہ ۱۳۳،

امین کے درباری شاعر حسین بن ضحاک نے اس کا نہایت درد انگیز مرثیہ لکھا تھا،
اس میں مامون کے متعلق بھی بہت سی ناروا باتیں تھیں، اور اس کو بدنام کرنے کے لئے
اس کے ظلم کی جھوٹی داستانیں بیان کی تھیں، جب مامون کے ہاتھوں میں زمام خلافت
آئی تو اس نے حسین سے کوئی مواخذہ نہیں کیا، صرف دربار میں آنے کی ممانعت کر دی،
پھر چند دنوں کے بعد خود ہی اسکو بلاکر پوچھا کہ فلاں فلاں واقعات جو تم نے لکھے ہیں کہاں تک
صحیح ہیں، اُس نے کہا امیر المومنین میں امین کے قتل پر اپنے جذبات دبا نہ سکا، وفور غم میں
غلط اور صحیح کی تمیز کس کو ہوتی ہے، میں نے مرحوم کے ماتم کا حق جن لفظوں میں ہو سکا ادا کر دیا،
اگر آپ مواخذہ کریں تو آپ کا حق ہے، اور بخشدیں تو آپ کی فیاضی ہے، یہ سُن کر خود مامون
کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اور حکم دیا کہ اسکی تنخواہ بحال کر دیجائے[1]،

اس کے تحمل اور عفو کی یہ آخری حد ہے کہ اپنے نوکروں تک کی باتیں سن کر چشم پوشی
کر جاتا تھا[2]، اسے عفو میں مزہ ملتا تھا، کہا کرتا تھا کہ "مجھے عفو میں اتنی لذت ملتی ہے کہ اس پر ثواب
ملنے کی امید نہیں" اگر لوگوں کو میرے عفو کا اندازہ ہو جائے تو وہ جرائم کو میرے تقرب
کا ذریعہ بنائیں[3]، وہ آرزو کرتا تھا کہ کاش مجرم میرے عفو سے واقف ہو جاتے تاکہ
ان کے دلوں سے مواخذہ کا خوف دور ہو جاتا اور وہ سکون کی مسرت سے لطف اندوز ہوتے[4]،

مامون کے ایک درباری عبد اللہ بن بواب کا بیان ہے کہ بعض اوقات مامون کے
حلم پر ہم لوگوں کو غصہ آجاتا تھا، ایک مرتبہ وہ دجلہ کے کنارہ بیٹھا تھا، سامنے قنات
کھنچی ہوئی تھی، کہ ایک فلاح ادھر سے گذرا، اور یہ اہتمام دیکھکر بلند آواز سے کہا کہ مامون

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۲ [2] تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۱۸۷ [3] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۷،
[4] ایضاً ص ۳۲۵،

اپنے بھائی کو قتل کر کے ہم لوگوں کی نگاہ میں کبھی معزز نہیں ہو سکتا، یہ سن کر مامون مسکرا دیا، اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا تم لوگ کوئی ایسی ترکیب بتا سکتے ہو کہ میں اس جلیل القدر آدمی کی نگاہ میں معزز بن سکوں[1]،

تواضع اور بے تکلفی مزاج میں حد سے زیادہ تواضع و خاکساری اور سادگی و بے تکلفی تھی خودی اور تمکنت کا نام نہ تھا، اپنے خواص اور حاشیہ نشینوں میں نہایت سادگی اور بے تکلفی سے رہتا تھا، اس کا قول تھا کہ بادشاہوں کے لئے پہلا انصاف یہ ہے کہ وہ اپنے حاشیہ نشینوں کے ساتھ عدل کریں، اس کے بعد درجہ بدرجہ نیچے طبقوں تک[2]، اپنے کام کیلئے ملازمین کی راحت میں خلل نہ ڈالتا تھا، بلکہ خود کر لیتا تھا، دوسروں تک کا کام کر دینے میں کوئی تکلف نہ تھا، اس کی اس بے تکلفی اور سادگی کے بہت سے واقعات تاریخوں میں ہیں، قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم کا جنھیں اس کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا، اکثر حریم خلافت میں رہنے کا اتفاق ہوتا تھا، بیان ہے کہ میں نے مامون سے زیادہ شریف الطبع نہیں دیکھا، ایک شب کو مجھے اس کے پاس سونے کا اتفاق ہوا، آدھی رات گئے مجھے پیاس معلوم ہوئی میں پانی پینے کے لئے اٹھا مامون کی نظر پڑ گئی پوچھا قاضی صاحب کیا بات ہے سوتے کیوں نہیں، میں نے عرض کیا امیر المومنین پیاس معلوم ہوتی ہے، اس نے مجھے واپس کر دیا، اور خود جا کر آبدار خانہ سے پانی لے آیا، میں نے عرض کی امیر المومنین خادم یا خادمہ کو کیوں نہ جگا لیا، کہا سب سو رہے ہیں، میں نے عرض کیا تو میں خود ہی پی لیتا، بولا انسان کے لئے یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ اپنے مہمان سے کام لے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ قوم کا سردار اُن کا خادم ہے[3]،

---

[1] تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۱۸۹ [2] ایضاً ص ۱۸۸ [3] ایضاً

ان ہی قاضی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شام میں شب کو مامون کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا، رات کو مجھے نیند نہیں آرہی تھی، میں نے دیکھا کہ مامون کو کھانسی آتی ہے، اور وہ میری نیند کے خیال سے منہ میں آستین ٹھونس کر کھانسی کو روک رہا ہے، آخر شب میں میری آنکھ لگ گئی اور دیر تک نہ کھلی، مامون صبح صادق کے وقت مسواک کیا کرتا تھا، لیکن میری نیند ٹوٹ جانے کے خیال سے نہ اُٹھا، جب وقت بالکل آخر ہونے لگا تو میں نے کروٹ لی، اس وقت اُس نے تکبیر کہی، اور ملازم کو آواز دی، کہ قاضی صاحب کے جوتے لاؤ،

ایک شب کو اسے پیاس معلوم ہوئی، بہت سے لوگ سو رہے تھے، مامون نے ان کی نیند میں خلل پڑنے کے خیال سے ملازم کو آواز دینا مناسب نہ سمجھا، اور خود اُٹھ کر پانی پی آیا،

عبدالسلام بن صالح کا بیان ہے کہ ایک شب کو مامون نے مجھے روک لیا، ہم دونوں اتنی رات گئے تک باتیں کرتے رہے کہ چراغ جھلملانے لگے، مامون نے روشنی کے محافظ کو آواز دی، مگر وہ سو چکا تھا، میں نے چاہا کہ اٹھ کر درست کردوں، لیکن مامون نے روک دیا، اور خود اٹھ کر درست کر دیا، اس کے بعد ملازم بیدار ہوا، میں نے خیال کیا کہ اس وقت اس پر ضرور ڈانٹ پڑے گی، لیکن مامون نے کچھ نہیں کہا[1]۔

فیاضی | فیاضی اور سخاوت اسے باپ سے ورثہ میں ملی تھی، اسکی فیاضی کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ آج شاید ان کے صحیح ماننے میں بھی تامل ہوگا، اس کے نزدیک دولت کا مصرف یہی تھا کہ اس کو بے دریغ لٹایا جائے، شعراء، ادباء، اہلِ کمال، حاجت مند

---

[1] یہ اور اس قسم کے اور واقعات خطیب نے نقل کئے ہیں، دیکھو ج ۱ صفحہ ۱۸۷ تا صفحہ ۱۸۹،

اسکی فیاضیوں سے مالامال تھے، کوئی حاجت منداس کے دربار سے کبھی ناکام نہ واپس ہوا؛ شعراء کو ایک ایک مشت پچاس پچاس ہزار روپے ڈالتا تھا، سیوطی اور ابن اثیر وغیرہ نے اسکی فیاضی کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں، مفلس اور نادار بے بضاعتی کا تحفہ لاتے تھے اور دولتمند ہوکر واپس جاتے تھے، بوران اور مامون کی شادی کے موقع پر تمام وابستگان دولت نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تحفے پیش کئے تھے، ایک مفلس نے نمک اور اشنان کی دو تھیلیاں پیش کیں اور لکھا کہ اگرچہ ناداری سے ہمت نہ ہوتی تھی، لیکن مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ اہلِ کرم کی فہرست میں میرا نام نہ ہو، نمک کی برکت اور اشنان کی لطافت آپ کے حضور میں نذر پیش کرنے کے لئے کافی ہیں، حسن بن سہل نے اسے مامون کی خدمت میں پیش کیا، اُس نے دونوں تھیلیوں کو اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا[1]،

اُس کی غلط بخشیوں کے لئے خزانہ کی آمدنی ناکافی ثابت ہوتی تھی، لیکن مامون کا ہاتھ نہ رکتا تھا، ایک مرتبہ وہ دمشق میں تھا، روپیہ کی تنگی تھی، مگر اتفاق سے جلد ہی خراج کی تین کروڑ کی رقم آگئی، مامون نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم تو روپیہ لے کر واپس جائیں، اور ہمارے ساتھی محروم رہیں، اور اسی وقت کل رقم تقسیم کرادی[2]،

اس کا اصول زندگی یہ تھا کہ جہانتک ہوسکے اہل حاجت کی ضروریات پوری کی جائیں؛ یحیٰی بن خالد برمکی سے کہا کرتا تھا کہ لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کا موقع غنیمت جانو؛ آسمان کی گردش اور زمانہ کا ظلم کسی کو ایک حالت میں نہیں رہنے دیتا، اور نہ کسی کی حیثیت ہمیشہ یکساں قائم رہتی ہے[3]،

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۷ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۶ [3] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۶،

پرائیوٹ زندگی | مامون کا عمل در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق پر تھا، اس کی زندگی کے دو رخ تھے ایک رخ نہایت رنگین تھا، نبیذ پیتا تھا، موسیقی کا شائق تھا، خود بھی اس کا ماہر تھا، اس کے دربار میں بڑے بڑے صاحب کمال مغنی جمع تھے، پری پیکر نازنینوں کا جھرمٹ رہتا تھا، نبیذ کا دور چلتا تھا، ماہرین موسیقی اپنے کمالات اور رومی کنیزیں اپنے رقص و سرود سے محفل گرم کرتی تھیں، ان رنگین صحبتوں کے واقعات اغانی وغیرہ میں مذکور ہیں،

مذہبی حالت | دوسرا رخ مذہبی زندگی کا تھا، اس میں وہ عجیب معجون مرکب واقع ہوا تھا، اس کے بعض عقائد شیعی تھے، بعض اہل سنت کے اور بعض فلسفیانہ، حافظ قرآن تھا، خلفائے راشدین کو چھوڑ کر یہ دولت اور کسی خلیفہ کے حصہ میں نہ آئی تھی، خلفائے راشدین میں بھی حضرت عثمانؓ کے حفظ قرآن پر اتفاق ہی، بعض رمضان میں اس نے پورے تیس قرآن ختم کئے،[1] صبح صادق سے عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا،

آنحضرت صلعم کی ذات مبارک سے بڑی شیفتگی تھی، دمشق کے دورہ کے زمانہ میں آپ کا ایک فرمان مبارک جو غالباً کسی قوم سے معاہدہ پر مشتمل تھا، اس کے سامنے پیش کیا گیا، اسے آنکھوں سے لگا کر رو دیا، اور اس میں جو معاہدہ تھا اسے قائم رکھا، اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہد کیا تھا، اس کو میں نہیں توڑ سکتا، واثق کی آنکھ میں کچھ شکایت تھی اسے دیا کہ اس کو آنکھوں سے لگاؤ، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ شفا دیگا،[2]

لیکن عقائد میں مجموعۂ اضداد تھا، فلسفہ کے مطالعہ اور غیر قوموں کے علماء کی صحبت کے اثر سے وہ خلق قرآن کا قائل تھا، اور اس میں اسکو اتنا غلو تھا کہ علماء سے بالجبر خلق قرآن

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۴۵؛

کا اقرار کرا کے اسے سارے مسلمانوں کا عقیدہ بنا دینے کی کوشش کی، جن علمار کو اس کے ماننے میں تامل ہوا انھیں سخت سزائیں دیں، اس کی تفصیل اس کتاب کے آخری حصہ میں آئے گی،

بعض مسائل میں شیعوں کا ہم عقیدہ تھا، چنانچہ حضرت علیؓ کو شیخینؓ سے افضل مانتا تھا[1] سیوطی کے بیان کے مطابق اس نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص عزت و احترام کیساتھ معاویہؓ کا نام لے گا اور انکو کسی صحابی پر فضیلت دیگا اس کو سزا دی جائیگی[2] لیکن یہ روایت قابلِ اعتبار نہیں،

متعہ کے جواز کا قائل تھا اور اس کی عام منادی کرا دی تھی، اس سے ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھلتا تھا اس لئے اہل سنت پر یہ منادی بہت شاق گذری، لیکن کسی میں اس کی مخالفت کی جرات نہ تھی بعض درباریوں نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو آمادہ کیا کہ وہ اس بارہ میں مامون سے گفتگو کریں، چنانچہ دوسرے دن جب وہ دربار میں گئے، تو اتفاق سے اس وقت مامون نہایت برہمی کے ساتھ حضرت عمرؓ کا یہ قول "رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں دو متعے تھے میں ان کو روکتا ہوں" نقل کر کے کہہ رہا تھا کہ جس چیز کی رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں اجازت تھی اس کے روکنے کا کسی کو کیا حق ہے، قاضی صاحب بیٹھ گئے، ان کا چہرہ متغیر تھا، مامون نے پوچھا، یحییٰ چہرہ کیوں متغیر ہے؟ انھوں نے کہا امیر المومنین اسلام میں ایک رخنہ پڑ گیا، اس نے پوچھا وہ کیا، یحییٰ نے کہا زنا کی حلت کا اعلان، اس نے تعجب سے پوچھا زنا؟ یحییٰ نے کہا ہاں زنا، متعہ زنا ہی تو ہے، مامون نے کہا وہ کس طرح، یحییٰ نے کہا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلعم سے، اور کلام اللہ کی یہ آیت "الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم"، یعنی تمتع صرف دو طرح کی عورتوں سے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۳ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۷،

جائز ہے، بیوی یا لونڈی،، پڑھ کر پوچھا کیا ممتوعہ عورت لونڈی ہی، مامون نے کہا نہیں، پوچھا تو پھر کیا بیوی ہی؟ اور اسکو شوہر کی وراثت اور شوہر کو اسکی وراثت ملتی ہی، اور اسکے اور بیوی کے تمام شرائط یکساں ہیں، مامون نے کہا نہیں، یحییٰ نے کہا جب ممتوعہ ان دونوں میں سے کسی میں داخل نہیں ہی تو پھر قرآن کے مقرر کردہ حدود سے باہر ہے، اس استدلال کے ساتھ حضرت علیؓ کی یہ روایت سنائی کہ" مجھ کو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ میں متعہ کی حرمت کی جس کی پہلے آپ نے اجازت دی تھی منادی کردوں" اس گفتگو کے بعد مامون نے اپنے فعل پر استغفار کیا اور متعہ کی حرمت کی منادی کرائی،[۱]

ان واقعات کی بنار پر سنی مورخین اسے شیعہ لکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ موجودہ اصطلاحی معنوں میں نہ سنی تھا نہ شیعہ، بلکہ ایک آزاد مشرب شخص تھا، فلسفہ کے مطالعہ اور مختلف قوموں کے علمار کی صحبت نے اس کے خیالات کو آزاد کر دیا تھا، خلق قرآن کا عقیدہ اسی آزاد خیالی کا نتیجہ تھا، شیعہ وہ اس لئے نہ تھا کہ گو وہ حضرت علیؓ کو شیخینؓ سے افضل مانتا تھا، لیکن اور خلفار سے سوے ظن نہ رکھتا تھا، حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حسن عقیدت کے ثبوت میں اس کے اشعار موجود ہیں،

البتہ شیعیت کا اثر اس پر ضرور تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ شیعیوں کے ماحول میں رہا، اُس کی تربیت برامکہ کے زیر نگرانی ہوئی تھی، اس کا وزیر اعظم فضل بن سہل اتنی بہت حاوی تھا، فضل کا بھائی حسن بن سہل اُس کا خسر تھا، اور یہ سب کے سب شیعی عقائد و خیالات رکھتے تھے، اگرچہ حکومت کے خوف سے ان میں غلو نہ تھا، یا اس کا اعلان نہ کر سکتے تھے، اس صورت میں مامون کا اُن کے خیالات سے متاثر ہو جانا کچھ تعجب انگیز نہیں ہے،

[۱] تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۱۹۹ تا ص ۲۰۰،

انہی اثرات کے ماتحت وہ اپنے اسلاف کے برعکس اہل بیت کے ساتھ بڑی محبت و عقیدت رکھتا تھا، امام علی رضا کو ولیعہد تک نامزد کر دیا تھا، یہ محبت امام علی رضا کے ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ وہ اہل بیت نبوی کے ہر فرد کے ساتھ خوش عقیدہ تھا، اس کے زمانہ میں ایک بزرگ یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین علوی کا انتقال ہوا، مامون کو اُن کی موت کا سخت قلق ہوا، اور خلفاء کے دستور کے خلاف خود ان کے جنازہ میں شرکت کی، اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک معزز عباسیہ خاتون منصور کی چچیری بہن کے لڑکے کا انتقال ہوا، تو مامون نے خود شرکت نہیں کی، اور جنازہ میں شرکت اور تعزیت کے لئے اپنے بجائے اپنے بھائی صالح کو بھیجدیا، ان خاتون کو مامون کی اس کوتاہی سے بڑی تکلیف پہنچی، اور اُنھوں نے صالح سے کہا جاکر مراجل (مامون کی ماں جو لونڈی تھی) کے لونڈے سے کہدینا کہ اگر یحییٰ ابن حسین ہوتے تو وہ منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے ان کے جنازہ میں دوڑتا ہوا جاتا[1]،

اموی اور عباسی دونوں زمانوں میں علویوں پر حکومت کے عہدوں کے دروازے بند تھے، مامون نے انھیں بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا، اس کے خاندان کی ایک خاتون نے اس پر اعتراض کیا، مامون نے جواب دیا کہ میں گذشتہ خلفاء کی فروگذاشت کی تلافی کر رہا ہوں[2]،

اس کی اس عقیدت کو دیکھکر اہل بیت کے چند افراد نے مامون سے فدک کی واپسی کی درخواست کی، اس نے اس بارہ میں تحقیقات اور علماء سے استصواب کے بعد فدک یحییٰ بن حسین کے لڑکے محمد کے حوالہ کر دیا[3]،

اپنے متعلق مامون کا تبصرہ | یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ عموماً بڑے بڑے مشرقی سلاطین کے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۴۸ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۲ [3] یعقوبی ج ۲ ص ۵۰۳،

پردے میں دوسرے دماغوں کی کارفرمائی رہتی تھی، لیکن مامون کی عظمت ذاتی تھی، وہ
کسی سہارے کا محتاج نہ تھا، وہ خود کہتا تھا کہ معاویہ کی قوت عمرو بن العاص کے بل
پر تھی، عبد الملک کا سہارا حجاج تھا، لیکن میری قوت وعظمت خود میری ذات
سے ہے، اسی لئے مورخین اسکو عباسی سلسلہ کا درمیانی گوہر کہتے ہیں، افتتاحی سفاح، اختتامی
معتضد اور درمیانی مامون[1]،

[1] تاریخ الخلفا، ص ۳۱۱،

ابو اسحق محمد بن ہارون الملقب بہ معتصم باللہ

سنہ ۲۱۸ھ تا سنہ ۲۲۷ھ مطابق سنہ ۸۳۳ء تا سنہ ۸۴۱ء

محمد المعتصم ہارون کا منجھلا لڑکا ایک لونڈی ماردہ کے بطن سے تھا، مامون جب صاحب اولاد تھا، لیکن اس نے انتہائی عاقبت اندیشی سے کام لیا، اور اپنی اولاد کے بجائے اپنے بھائی معتصم کو جو حکومت کا زیادہ اہل تھا اپنے مرض الموت میں ولیعہد بنا کر اس کا اعلان عام کر دیا تھا، پھر بھی مامون کے بعد فوج نے عباس بن مامون کو خلیفہ بنانا چاہا، لیکن اس نے باپ کی وصیت کا لحاظ کر کے خود معتصم کے ہاتھوں پر بیعت کر لی، اور کوئی اختلافی صورت پیش نہیں آئی۔

محمرہ کی فتنہ انگیزی معتصم کی مسند نشینی کے بعد ہی خبر آئی کہ خراسان کے پہاڑی علاقہ میں محمرہ[1] نے ڈاکہ زنی شروع کر دی ہے، اور بہت سے خراسانی حجاج کو قتل کر ڈالا ہے، معتصم نے ایک ترکی سردار ہاشم بن باتیجور کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا، مگر وہ ناکام رہا، دوبارہ اسحق بن ابراہیم بھیجا گیا، اُس نے محمرہ کی تنبیہ کر کے امن وامان قائم کر دیا،

محمد بن قاسم علوی کا خروج محمد بن قاسم بن علی بن حسین بن علی ایک خاموش بزرگ تھے، اور مسجد نبوی میں گوشہ گیر تھے، ایک فتنہ پرست خراسانی انھیں میدان میں کھینچ لایا، اور خراسانی حجاج کو لا کر اُن سے بیعت کرانے لگا، جب ان کے ارادت مندوں کا حلقہ بڑھا، تو ان کو

---

[1] محمرہ سے مراد خرمی فرقہ ہے یہ لوگ سرخ پوش تھے، اسلئے بعض عربی مورخین انھیں محمرہ بھی کہتے ہیں،

خروج کے ارادہ سے مدینہ سے جوزجان لے گیا، یہاں کے والی عبداللہ بن طاہر کو اسکی خبر ہوگئی، اس نے ان کے ارادت مندوں کو منتشر کردیا، اور محمد بن قاسم جان بچا کر نسا چلے گئے، ایک شخص نے یہاں کے حاکم سے مخبری کرکے گرفتار کرادیا، اور محمد بن قاسم کو ربیع الاول ۲۱۹ھ میں معتصم کے پاس بھجوادیا گیا، اس نے اپنے خادم مسرور کے پاس قید کردیا، سات آٹھ مہینے کے بعد وہ ایک شب کو موقع پاکر نکل گئے، اور پھر اُن کا پتہ نہ چلا،[1]

زط کی بغاوت

۲۱۹ھ میں بصرہ کے راستہ میں زط[2] نے شورش بپا کی، اور ایک شخص محمد بن عثمان کو سرغنہ بنا کر لوٹ مار شروع کردی، معتصم نے عجیف بن عنبسہ کو ان کی سرزنش پر مامور کیا، اُس نے واسط میں اُن کا مقابلہ کرکے انکے تین سو آدمی قتل اور تین سو گرفتار کئے اور انکے سر معتصم کے ملاحظہ کے لئے بھیجے، اور ۷ مہینہ تک کامل اُن کا استیصال کرتا رہا، اور ۲۲۰ھ میں ان کے ۲۷ ہزار مردوں، عورتوں اور بچوں کو قید کرکے بغداد لایا، معتصم کے ملاحظہ کے بعد اُن کو عین زربہ جانے کی اجازت دی گئی، لیکن راستہ میں رومیوں نے ان سب کو ختم کردیا[3]

بابک خرمی کی مہم

مامون کے عہد میں بابک خرمی کا حال گذر چکا ہے کئی مہمیں اس کے مقابلہ میں ناکام رہ چکی تھیں، اور اُس کی شورش بہت بڑھ گئی تھی، زنجان اور اردبیل کے درمیان بہت سے سرکاری قلعے تباہ کردیئے تھے، معتصم نے ابوسعید محمد بن یوسف کو ان قلعوں کی مرمت اور یہاں حفاظتی چوکیاں قائم کرنے کے لئے بھیجا، اُنھوں نے مرمت شروع کرائی تھی کہ خرمیوں نے پھر اس نواح میں تاخت کی، ابوسعید کو معلوم ہوا، تو یہ ان کی تلاش میں نکلا، راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا، ابوسعید نے بابک کے بہت سے آدمی

۱؎ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۵۷ و اخبار العیون والحدائق ص ۴۰۶ ۲؎ زط عراق میں مخلوط اقوام کا ایک جرگہ تھا ۳؎ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۵۸،

قتل اور گرفتار کئے، اور جو مسلمان ان کے قبضہ میں تھے، اُن کو چھڑایا۔[۱]

آذربیجان کے دو ممتاز آدمی محمد بن بعیث اور عصمہ کرد حاکم مرند بھی بابک کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے معتصم نے طاہر بن ابراہیم کو اُن کے مقابلہ میں مامور کیا، ابن بعیث نے معتصم کو لکھ بھیجا کہ میں بدستور بارگاہِ خلافت کا اطاعت گذار ہوں، اور بابک اور اُس کی جماعت کو زیر کرنے کی تدبیر کر رہا ہوں، چنانچہ عصمہ کرد کو اپنے یہاں مدعو کیا، اور شراب پلا کر بدمستی میں گرفتار کر کے معتصم کے پاس بھجوا دیا، معتصم اس کی اس کارگذاری پر بہت خوش ہوا عصمہ کی گرفتاری کے بعد معتصم نے ترکی افسر افشین بن حیدر اسروشنی کو بابک کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا، وہ راستہ میں پہاڑی علاقہ کے آدمیوں کو لیتا ہوا برزند پہنچا، اور کامل ایک سال تک بابک کا مقابلہ کرتا رہا، پھر برف باری کی وجہ سے جنگ روک دینا پڑی، سردی ختم ہونے کے بعد پھر بڑھا اور مختلف سمتوں میں فوجیں پھیلا دیں اور بدالروز میں جنگی استحکامات درست کر کے کمینگاہوں میں فوجیں چھپا کر رمضان ۲۲۲ھ میں بابک کے مستقر بذ کی طرف بڑھا، بابک مسلسل جنگ سے پریشان ہو چکا تھا، اسلئے اس نے افشین سے گفتگو کی خواہش کی افشین نے منظور کر لیا، اور دونوں ایک نہر پر ملے، ایک جانب افشین تھا اور دوسری سمت بابک، افشین نے اس کے سامنے امان پیش کی، اس نے ایک دن کی مہلت مانگی، افشین نے کہا ایک دن کی مہلت میں تم اپنے استحکامات درست کرنا چاہتے ہو، اگر تم کو امان منظور ہے تو فوراً وادی کو عبور کر کے چلے آؤ، بابک یہ فیصلہ سنکر واپس چلا گیا اور ایک شدید معرکہ کے بعد مسلمان بذ میں داخل ہو گئے، بابک شہر چھوڑ کر بھاگ گیا، یہاں ...۷ سو مسلمان قید تھے، افشین نے ان کو چھڑایا، اور بابک خچر پر سوار ہو کر نکل گیا، افشین نے آرمینیہ اور آذربیجان کے علاقہ

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۵۱،

کے بطارقہ کو اطلاع دیدی، اور بابک کی گرفتاری پر دس لاکھ درہم کے انعام کا اعلان کردیا۔ بابک بذ سے نکل کر ایک بطریق سھل بن سبناط کے پاس پہنچا، اس نے اس کو گرفتار کرکے افشین کو اطلاع دیدی، افشین نے آدمی بھیجکر اس کو منگا لیا، خرمی تحریک نہ صرف حکومت بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تھی، اور اس سے ساری دنیائے اسلام میں ہنگامہ برپا ہوگیا تھا، اس لئے تمام ممالک محروسہ میں گرفتاری کا اعلان کرایا گیا، اور افشین بابک کو لے کر معتصم کے پاس سرمن رای روانہ ہوا، بابک پر فتحیابی افشین کا نہایت اہم کارنامہ تھا، اس لئے افسران فوج نے کئی میل باہر نکل کر افشین کا استقبال کیا، اور صفر ۲۲۳ھ میں وہ سرمن رای میں داخل ہوا، معتصم نے بابک کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر قتل کرا دیا، اور اس کی لاش سولی پر لٹکائی، اس کا بھائی عبداللہ بغداد میں سولی پر چڑھایا گیا، [1]

آرمینیہ میں بے چینی بابک کی شورش کی وجہ سے سارے آرمینیہ اور آذربیجان میں بدنظمی پیدا ہوگئی تھی، چنانچہ اسی زمانہ میں سہل بن سنباط نے ران پر قبضہ کر لیا تھا، محمد بن سلیمان ازدی نے شبخون مار کر اس کو یہاں سے نکالا،

ورثان میں محمد بن عبیداللہ نے بغاوت برپا کی، افشین نے منکجور کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا، لیکن علی بن یحییٰ ارمنی نے معتصم سے سفارش کرکے ورثان کا قصور معاف کرا دیا، اور آرمینیہ کی حکومت پر محمد بن خالد کا تقرر ہوا، لیکن یہ بھی یہاں کا بگڑا ہوا انتظام نہ سنبھال سکا، اور یکے بادیگرے کئی حکام بدلے، آخر میں حمدویہ بن علی کا تقرر ہوا، اس نے امن و امان قائم کیا، [2]

مازیار والی طبرستان کی بغاوت طبرستان کا حاکم مازیار بن قارن عباسی حکومت کا باجگذار

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۵۷۹ و ص ۵۸۰، طبری اور ابن اثیر نے ان واقعات کو نہایت مطول لکھا ہے، ہم نے اختصار کے خیال سے یعقوبی کا بیان نقل کیا ہے [2] یعقوبی ج ۲ ص ۵۸۰ ملخصاً،

تھا اور خراسان کے دیوان کو خراج ادا کیا کرتا تھا، لیکن موجودہ والی عبداللہ بن طاہر اور اس کے تعلقات کشیدہ تھے، اس لئے معتصم خود خراج وصول کرا کے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھجوا دیا کرتا تھا، رفتہ رفتہ ان دونوں کی کشیدگی اتنی بڑھی کہ دونوں معتصم کے پاس ایک دوسرے کی شکایتیں پہنچانے لگے، اور عبداللہ بن طاہر کی مسلسل شکایتوں سے معتصم مازیار سے بدگمان ہو گیا،

عبداللہ بن طاہر اور افشین دونوں ممتاز امیر تھے، اور ان میں باہم چشمک رہا کرتی تھی، یہ چشمک اتنی بڑھی کہ مخالفت بن گئی اور افشین نے عبداللہ بن طاہر کے عہدہ خراسان کی ولایت پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی اور اس کے لئے اُس نے مازیار کو عبداللہ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا، کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر مازیار باغی ہو گیا تو اس کی سرکوبی اسی کے متعلق کی جائیگی اس طرح اسے خراسان کی حکومت مل جائے گی، مسعودی کا بیان ہے کہ مازیار افشین کا ہم مذہب تھا، اس لئے اُس نے ہمدردی میں اس کو عباسی حکومت سے آزادی پر آمادہ کیا تھا، (مروج الذہب ج ۶ ص ۱۳۸)

افشین اس کوشش میں کامیاب ہو گیا اور مازیار نے علم بغاوت بلند کر دیا، اور دو مہینے کے اندر ایک سال کا پورا خراج وصول کر لیا، اور آمل، ساریہ اور طبس کے باشندوں کو ہرمز آباد منتقل کر کے یہاں مقابلہ کے لئے تین میل لمبی ایک شہر پناہ تعمیر کرائی، اور ایک بڑی خندق کھدوائی، یہ تیاریاں دیکھ کر جرجان کی آبادی نے جو عباسی حکومت کے رقبہ میں تھا شہر خالی کر دیا معتصم اور عبداللہ بن طاہر کو ان حالات کا علم ہو چکا تھا، چنانچہ بروقت ان کی فوجیں پہنچ گئیں اور مازیار کو ہر طرف سے گھیر لیا، اور ایک سپاہی کی رہنمائی میں نو تعمیر شہر پناہ کے اندر گھس کر دشمن کی فوجوں پر ٹوٹ پڑیں، اس کا افسر سرخاستان حمام کر رہا تھا، اسے خبر

ہوئی تو وہ حمام ہی سے بھاگ نکلا، اور اُس کا بھائی شہریار گرفتار کر کے قتل کیا گیا، سرخاستان کو بھی اسی کے ایک آدمی نے پکڑ کے مسلمانوں کے حوالہ کر دیا، اور اس کا سر قلم کر دیا گیا،

مازیار کی گرفتاری اور اُس کا قتل

مازیار کی تند خوئی اور سخت گیری کی وجہ سے خود اسکے آدمی اس کے خلاف تھے، اس کا بھائی فوہیار بھی اس کا دشمن تھا، مازیار کی شکست سے اسے بدلہ لینے کا موقع مل گیا، چنانچہ اُس نے امان دلانے کے بہانہ سے اس کو لیجا کر گرفتار کرا دیا، اور وہ معتصم کے پاس بھجوا دیا گیا، معتصم نے اُسے کوڑوں سے پٹوا دیا، جس کے صدمہ سے وہ مر گیا، اس کے انتقام میں اس کے آدمیوں نے فوہیار کا خاتمہ کر دیا، اور طبرستان کا پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گیا،[1]

منکجور کی بغاوت اور قتل

بابک کی مہم سے فراغت کے بعد افشین نے اپنے ایک عزیز منکجور کو آذربیجان کا حاکم بنایا تھا، اُسے یہاں بابک کا جمع کیا ہوا خزانہ ہاتھ لگا، نامہ نگار نے معتصم کو اس کی اطلاع دی، منکجور نے اس سے انکار کیا اور نامہ نگار مذکور کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا، اردبیل کے باشندوں نے روکا تو اُن سے بھی لڑ گیا، معتصم کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے افشین کو منکجور کے معزول کرنے کا حکم دیا، یہ آسانی سے ہٹنے والا نہ تھا، اس لئے افشین نے مقابلہ کے لئے فوج روانہ کی، منکجور کو خبر ہوئی تو اُس نے علم بغاوت بلند کر دیا، لیکن افشین کی فوجوں نے اُسے شکست دی، اور وہ آذربیجان کے ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا، چند مہینوں کے بعد خود اس کے ساتھیوں نے پکڑ کے افسر فوج کے حوالہ کر دیا، اس نے معتصم کے پاس سامرا بھیجدیا، یہاں وہ قید کر دیا گیا، منکجور کی بغاوت میں معتصم افشین سے بدظن ہو گیا،

---

[1] ابن اثیر میں اس کی تفصیلات بہت طویل ہیں، ہم نے فتوح البلدان کا خلاصہ لکھا ہے، کتاب مذکور ص ۳۴۷ و ص ۳۴۸،

جعفر بن فہر جس کی بغاوت اور قتل

اسی سنہ یعنی ۲۲۵ھ میں علاقہ موصل کا ایک کرد جعفر بن فہرجس باغی ہو گیا، بہت سے کرد اور فتنہ پسند عوام اس کے ساتھ ہو گئے، معتصم نے عبداللہ بن سید کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا، جعفر اس وقت ماتعیس میں تھا، عبداللہ نے اس کو یہاں سے نکالا، یہ بھاگ کر ایک دشوار گذار درہ میں چلا گیا، عبداللہ بھی تعاقب میں پہنچا، جعفر اور اس کے ساتھی پہاڑی علاقہ کے واقف کار اور ایسے مقامات پر جنگ کے عادی تھے، اور عبداللہ کی فوج بالکل ناواقف تھی، اس لئے عبداللہ شکست کھا گیا، اور اُس کی فوج کا بڑا حصہ کام آیا، عبداللہ کی شکست کے بعد معتصم نے یہ مہم ایتاخ ترکی کے سپرد کی، اُس نے ایک سخت مقابلہ کے بعد جعفر کو قتل اور اُس کے جرگے کو منتشر کیا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ جعفر نے خود ہی زہر کھا لیا۔[1]

افشین سے بدظنی

اسی سنہ میں افشین معتوب ہو کر قید کیا گیا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ بابک کے مقابلہ کے زمانہ میں افشین کے پاس آرمینیہ سے جو تحائف وغیرہ آتے تھے، اُنھیں وہ دارالخلافہ بھیجنے کے بجائے اپنے وطن اشروسنہ بھیجدیا کرتا تھا، عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے جس کے تعلقات افشین سے خراب تھے معتصم کو اس کی اطلاع دی، معتصم نے جاسوس مقرر کر دیئے، چنانچہ ایک مرتبہ افشین کا بھیجا ہوا روپیہ پکڑ لیا گیا، اور عبداللہ ابن طاہر نے اسے لے کر فوج میں تقسیم کر دیا، اور لیجانے والوں کو قید کر دیا، اور افشین کو لکھ بھیجا کہ میں نے ایک رقم پکڑی ہے جس کے متعلق لیجانے والوں کا بیان ہے کہ وہ تمھاری بھیجی ہوئی ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ تم بغیر مجھے بتائے ہوئے اس قسم کی رقم اشروسنہ نہ بھیجتے، میں نے وہ رقم ان لوگوں سے لے کر فوج میں تقسیم کر دی، اگر یہ رقم واقعی تمھاری تھی تو

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۷۳

جب بغداد سے روپیہ آئے گا تو ادا کر دیا جائیگا، اور اگر تمہاری نہیں تھی تو اس قسم کی رقوم بحق امیر المومنین ضبط کی جاسکتی ہیں، افشین نے جواب دیا کہ میرا اور امیر المومنین کا مال ایک ہے، اور جن لوگوں کو تم نے گرفتار کیا ہے انھیں چھوڑ دو، عبداللہ اور افشین میں پہلے سے چشمک تھی، اس واقعہ سے ان دونوں کے تعلقات اور کشیدہ ہوگئے، اور افشین نے اسکے انتقام میں عبداللہ بن طاہر کو خراسان سے ہٹانے کے لئے مازیار والی طبرستان کو بھڑکایا جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے معتصم کو افشین کی اس سازش کا علم ہوگیا، اس کے بعد منکجور کی بغاوت میں بھی اس کے اشارہ کا شبہہ تھا، ان واقعات نے معتصم کو اس سے بدظن کردیا اور اس کے ساتھ اس کا طرز عمل بدل گیا۔[1]

مسعودی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ افشین سے معتصم کی بدگمانی کے اسباب میں ایک سبب اس کا قومی تعصب تھا، گو وہ معتصم کے خاص امراء میں تھا لیکن اپنی عجمیت کی وجہ سے وہ دل میں تعصب رکھتا تھا، اور مازیار کو اس نے اسی جذبہ کے ماتحت عباسی حکومت کے خلاف بھڑکایا تھا، بلکہ یہاں تک ثبوت ملتا ہے کہ وہ باطن میں اپنے آبائی مذہب پر قائم تھا اور اس کے قتل کے بعد اس کے یہاں سے وہ بت برآمد ہوئے جن کی پرستش کرتا تھا، بہرحال ان تمام اسباب کی بنا پر معتصم کا رویہ اس کے ساتھ بدل گیا،[2]

افشین کی گرفتاری اور قتل

افشین نے اس کو محسوس کیا تو ارادہ کیا کہ موقع پا کر آرمینیہ بھاگ جائے اور خزر کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرے، لیکن اتنے بڑے افسر کا چھپ کر نکل جانا آسان نہ تھا، اس لئے جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو اس نے معتصم اور اسکے افسروں کو دعوت میں بلا کر زہر کھلا دینے کا ارادہ کیا، اس سازش میں معتصم کے بعض معتمد علیہ آدمی بھی شریک تھے،

---

[1] طبری ج ۱۱ ص ۱۳۰۳ و ۱۳۰۴ [2] مروج الذہب ج ۶ ص ۱۳۵،

اس لئے افشین کا منصوبہ پورا ہونے سے پہلے ہی یہ راز فاش ہوگیا، اور معتصم نے اسی وقت افشین کو بلا کر قید کر دیا، اور ۲۲۶ھ میں قید ہی میں مروا ڈالا[1]

مبرقع کی بغاوت | ۲۲۷ھ میں فلسطین میں ابو حرب الملقب بہ مبرقع نے برقع پوش نے بغاوت کی، اسکا سبب یہ ہوا کہ ایک عباسی افسر فوج نے مبرقع کی عدم موجودگی میں اسکے گھر قیام کرنا چاہا اسکی بیوی نے منع کیا فوجی نے اسکو کوڑا مارا، مبرقع جب گھر آیا تو اسکی بیوی نے اس سے واقعہ بیان کیا، اس نے غصہ میں اس فوجی افسر کو قتل کر دیا، اور حکومت کے خوف سے بھاگ کر اردن کے پہاڑ میں روپوش ہوگیا اور گرفتاری کے خوف سے چہرہ پر نقاب ڈال کر نکلتا تھا، عوام اس قسم کے عزلت نشین اور برقع پوش اشخاص کے عقیدت مند ہو جاتے ہیں، چنانچہ اسکے پاس بھی لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی، جو لوگ اس سے ملنے آتے، ان کو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم دیتا، اور معتصم کی برائیاں بیان کرتا، اس طرح چند دنوں میں اس نواح کے بہت سے کاشتکار اس کے معتقد ہو گئے اور وہ برابر اپنے مقصد کی تبلیغ کرتا رہا، اور اس کے عقیدتمندوں کا دائرہ بڑھتا رہا، چند یمنی رؤسا بھی اس کے حلقۂ عقیدت میں آگئے، معتصم کو ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے رجاء بن حیوۃ کو ایک مختصر فوج کے ساتھ بھیجا، اس وقت مبرقع کے پیرؤوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہو چکی تھی، اسلئے رجاء نے فوراً مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا، اور مبرقع کے قریب ہی ٹھہر گیا، مبرقع کے پیرو زیادہ تر کاشتکار تھے، اسلئے جب کاشتکاری کا زمانہ آیا تو انکی بڑی تعداد اپنے کام میں لگ گئی، اور اس کے ساتھ کل ہزار دو سو آدمی رہ گئے[2] باقی تفصیل آیندہ آئے گی،

فتح عموریہ | معتصم خود بڑا بہادر اور جنگ آزما تھا، اسلئے اس کے زمانہ میں بیرونی مہمات کا

---

[1] طبری ج ۱۰ ص ۱۳۰۶، ۱۳۰۷ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۷۷

سلسلہ بھی جاری رہا، اس کے عہد کی سب سے اہم فتح عموریہ کی ہے، عموریہ ایشیائے کوچک میں رومیوں کا بڑا اہم مرکز تھا، اسی لئے مورخین اس کو تاریخ اسلام کی نہایت اہم فتح شمار کرتے ہیں[1]، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۲۲۳ھ میں جب بابک کو اپنی شکست کے آثار نظر آنے لگے اور اُس نے دیکھا کہ جب تک اسلامی فوجوں کا بادل نہ چھٹے گا، اُس وقت تک اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں، تو اُس نے توفیل بن میخائیل شہنشاہ روم کو لکھا کہ معتصم نے اپنی تمام قوت حتیٰ کہ اپنا درزی اور باورچی تک میرے مقابلہ میں بھیجدیا ہے، اور دار الخلافہ بالکل خالی ہے، تم کو حملہ کے لئے اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا، سلطنت روم اور خلافت بغداد دونوں پرانے حریف تھے، اس لئے توفیل نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا، اور ایک لاکھ یا پونے دو لاکھ رومی لشکر، اس کے علاوہ خرمیوں کی جماعت کو لے کر زبطرہ پر چڑھ آیا، اور یہاں کے مسلمان مردوں کو قتل کرکے اُن کی عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے، ملطیہ وغیرہ کے قلعوں کو خوب لوٹا، بہت سی مسلمان عورتیں گرفتار کیں اور مردوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر ناک اور کان کاٹ ڈالے، گرفتار شدہ عورتوں میں ایک ہاشمی عورت بھی تھی، اس نے وا معتصماہ! اے معتصم! میری مدد کر کی فریاد کی[2]،

معتصم کو جس وقت توفیل کے ان وحشیانہ مظالم، مسلمانوں کی دردناک حالت اور اس عورت کی فریاد کی خبریں پہنچیں اُس وقت وہ دربار میں تخت پر بیٹھا تھا، وہیں سے بیٹھے بیٹھے بولا، لبیک لبیک! میں پہنچا میں پہنچا، اور فوراً تخت سے اتر کر کوچ کی منادی کرادی، اور فوجوں کو جمع کرکے خود ایک مسافر کی ضرورت کے بقدر سامان لے کر دربار عام میں آیا، اور بغداد کے قاضی عبد الرحمٰن بن اسحٰق اور شعبہ بن سہل

---

[1] معجم البلدان ج ۶ ص ۲۲۷، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۶۳،

اور ان کے ساتھ ۳۲۸ دوسرے حکام عدالت کو طلب کر کے ان کے روبرو وصیت کی کہ "میری جاگیر کا ایک ثلث میری اولاد کو اور ایک ثلث میرے موالی کو دیا جائے، اور تیسرا حصہ خدا کی راہ میں صرف کیا جائے" وصیت کرنے کے بعد جمادی الثانی ۲۲۳ھ کو دجلہ کے مغربی سمت فوجوں کا پڑاؤ کیا، اور عجیف بن عنبسہ، عمرو الفرغانی اور دوسرے فوجی افسروں کو زبطرہ کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کیلئے بھیجا، لیکن رومی اس وقت لوٹ مار کر کے لوٹ چکے تھے، اور زبطرہ کے مسلمانوں پر سخت خوف و ہراس طاری تھا، بہت سے لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، عنبسہ وغیرہ کے پہنچنے کے بعد جب ان کا خوف و ہراس دور ہوا تو پھر واپس ہو کر آباد ہوئے اور زبطرہ میں امن و سکون قائم ہوا[۱]،

اس وقت دار الخلافہ کی فوجوں کا بڑا حصہ بابک کے مقابلہ میں مشغول تھا اس لئے معتصم چند دنوں تک اپنے لشکر گاہ میں ٹھہرا رہا، اور بابک کی مہم سے فراغت کے بعد روم پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں، اس وقت عموریہ رومیوں کا سب سے بڑا شہر اور اُن کا نہایت مستحکم قلعہ تھا، آغاز اسلام سے لے کر اس وقت تک یہ بالکل محفوظ و مصئون چلا آتا تھا، اسلئے معتصم نے اسی کو حملہ کے لئے منتخب کیا، اور اسلحہ، خچر، چرمی خیمے، چرمی حوض، آتشبار مادے اور جملہ فوجی سامان اس کثرت سے فراہم کیا کہ اس سے پہلے کبھی کسی مہم کے لئے اتنا سامان نہیں مہیا کیا گیا تھا،

اس سروسامان سے وہ رومی حکومت کی طرف بڑھا، اور سلوقیہ پہنچ کر منزل کی، اور یہاں سے انگورہ پر حملہ کرنے کے لئے افشین اور اشناس کو مختلف سمتوں میں بھیجا، اور

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۶۳،

ایک دن مقرر کرکے سب کو ایک مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا،[1]

توفیل کو جس وقت معتصم کی آمد کی خبر ملی تھی، اسی وقت وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا تھا اور ایک مناسب مقام پر اپنی فوجیں ٹھہرائی تھیں، جیسے ہی اس کو افشین کی پیش قدمی کی خبر ملی اپنے ایک عزیز کو لشکر گاہ میں چھوڑ کر خود اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا، آرمینیہ کے اطراف میں دونوں کا سامنا ہوا اور ایسی خونریز جنگ ہوئی کہ مسلمانوں کا پورا پیدل دستہ کام آگیا، افشین چند گھنٹوں کے بعد پھر سنبھل کر بڑھا، اور اس زور شور سے رومیوں پر حملہ آور ہوا کہ اُن کی فوجیں درہم برہم ہو گئیں، اس ابتری میں خود توفیل اپنی فوج کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، اس لئے اس کے لشکر گاہ کی فوجیں منتشر ہو گئیں، جب یہ طوفان تھما اور توفیل جو بچ گیا تھا فوج میں واپس آیا، اور اسے منتشر دیکھا تو محافظ فوجی افسروں پر سخت برہم ہوا، اور اُن کے سر قلم کرکے تمام فوجی مرکزوں میں لکھ بھیجا کہ جو لوگ لوٹ گئے ہیں، ان کو کوڑوں سے پیٹ کر ایک مقام پر جہاں سے وہ دوبارہ مقابلہ کے لئے بڑھنے والا تھا، جمع کیا جائے، اور ایک شخص کو انگورہ کی حفاظت کے لئے بھیجا، یہاں کے باشندے مسلمانوں کے حملہ کے خوف سے انگورہ چھوڑ کر نکل گئے تھے، اُس نے توفیل کو اس کی اطلاع دی، اس لئے توفیل نے اُسے چھوڑ کر عموریہ کی حفاظت کا سامان کیا اور معتصم کے مقدمۃ الجیش پر چھاپہ مارنے کیلئے بڑھا،[2] معتصم کے جاسوسوں نے اس کو اس کی اطلاع دی، اس نے فوراً مقدمۃ الجیش کے افسر اشناس کو خبر کردی کہ ہدایت کی کہ تم وہیں توقف کرو میں تم سے ملتا ہوں، اور اس درمیان میں رومیوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلالو، اشناس نے یہ خدمت عمرو فرغانی

---

[1] طبری ج ۱۱ ص ۱۲۳۶ و ص ۱۲۳۷ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۶۳

کے سپرد کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ توفیل مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش کی تاک میں نکلا تھا، لیکن جب اس کو آرمینیہ کی سمت اسلامی فوجوں کے بڑھنے کی خبر ملی، تو وہ ادھر چلا گیا، اس اطلاع کے بعد معتصم نے افشین کو راستہ میں ٹھہر جانے کا حکم دیا، لیکن وہ آگے بڑھ چکا تھا، اس لئے خط نہ ملا، اور اشناس اور اس کے عقب سے معتصم دونوں آگے بڑھے، انقرہ کے قریب اشناس نے رومیوں کی ایک جماعت گرفتار کر کے قتل کی، ان میں ایک بڈھا تھا، اس نے کہا کہ تم مجھے قتل کر کے کیا پاؤ گے اگر چھوڑ دو تو میں تم کو انگورہ کی ایک مفرور جماعت کا جس کے پاس خورونوش کا بہت سا سامان ہے، پتہ بتا دوں، اشناس نے منظور کر لیا، اور مالک بن کرد کو اسکے ساتھ کر دیا، اس نے مالک کو لیجا کر اس جماعت کے سر پر کھڑا کر دیا، اور اس نے اسکے کل سازو سامان پر قبضہ کر لیا، اس جماعت میں کچھ زخمی بھی تھے، ان سے افشین اور توفیل کی جنگ اور توفیل کی شکست کا حال معلوم ہوا، اس کے بعد افشین کے ہرکارہ نے پہنچکر مفصل حالات اور فتح کا مژدہ سنایا، پھر خود افشین انگورہ پہنچ گیا،[1]

افشین کے آنے کے بعد انگورہ میں مسلمانوں نے فوجیں مرتب کیں، میمنہ پر افشین اور میسرہ پر اشناس کا تقرر ہوا، قلب کی قیادت خود معتصم نے اپنے ہاتھوں میں رکھی، اور تینوں ایک دوسرے سے دو دو فرسخ کا فاصلہ دے کر تاخت و تاراج کرتے ہوئے عموریہ پہنچے یہاں ایک مسلمان جو رومیوں کے ہاتھ میں پڑ کر عیسائی ہو گیا تھا، نکل کے ان سے مل گیا، اور بتایا کہ شہر پناہ میں ایک مقام پر سوراخ ہے جو باہر سے چھپا دیا گیا ہے، لیکن اندر سے کھلا ہے معتصم نے اسی مقام پر اپنا خیمہ نصب کر کے سنگباری کے ذریعہ سوراخ توڑ دیا، عموریہ کے بطریق باطیس نے توفیل کو اطلاع دی کہ شہر پناہ میں سوراخ ہو چکا ہے، اس لئے میرا

[1] ابن خلدون ج ۳ صفحہ ۲۶۳،

ارادہ ہے کہ کسی شب کو نکل کر مسلمانوں پر چھاپہ مارتے ہوئے، آپ کے پاس پہنچ جاؤں، یہ خط مسلمانوں کے ہاتھ پڑ گیا، معتصم نے اسی وقت شہر پناہ پر سنگباری کر کے اس کو ایک مقام سے توڑ دیا، عموریہ اور مسلمانوں کے درمیان صرف خندق حائل تھی، معتصم نے کھالوں کے بورے بنا کر اور اس میں مٹی بھر کے اس کو پٹوا دیا، اور مسلمان سنگبار آلات کے ساتھ شہر پناہ تک پہنچ گئے، اور پھاٹک کے پاس دیوار توڑنا شروع کر دی، دوسری طرف افشین اور اشناس باری باری کر کے دو دن تک پوری قوت کے ساتھ حملہ کرتے رہے، تیسرے دن خود معتصم میدان میں آیا اور صبح سے شام تک نہایت گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی، شام ہوتے ہوتے ہزاروں رومی زخمی ہو گئے، شہر پناہ کے اس حصہ کے محافظ بطریق وبدوا نے روسائے روم سے اپنی حالت زار بیان کر کے امداد طلب کی، لیکن اس میں اس کو مایوسی ہوئی اور اُسے مجبور ہو کر معتصم سے جان بخشی کا طالب ہونا پڑا، اُس نے امان دیدی اور بطریق مذکور اس کے پاس چلا آیا، ابھی ان دونوں کی گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ مسلمان ریلا کر کے شہر میں داخل ہو گئے، یہ صورت دیکھکر بطریق بہت خوفزدہ ہوا، معتصم نے اس کو اطمینان دلایا کہ تم مت گھبراؤ، تمھارے تمام مطالبات پورے کئے جائیں گے، تمھاری خواہش کے خلاف نہ ہوگا، مسلمانوں کے عموریہ میں داخل ہو جانے کے بعد رومی کلیسائے اعظم کی آڑ پکڑ کے لڑنے لگے، اس لئے مسلمانوں کو اس میں مجبوراً آگ لگا دینی پڑی، اس آڑ کے ختم ہونے کے بعد عموریہ پر قبضہ ہو گیا، صرف باطیس بطریق ایک برج میں جما ہوا تھا، معتصم نے اسے امان دے کر وہاں سے ہٹایا، اور عموریہ پر کامل قبضہ ہو گیا،

اس انقلاب میں بہت سے عوام مارے گئے، لیکن امن پسند عمائد اور معززین کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا، اس فتح میں اس کثرت سے مال غنیمت ہاتھ آیا کہ پانچ دن تک برابر نیلام ہوتا رہا، اس کے بعد جو بچ رہا، وہ پھونک دیا گیا، عام مسلمانوں

نے لوٹ مار شروع کردی، لیکن معتصم نے اسی وقت روک دیا، اور عموریہ کے تمام جنگی استحکامات توڑ دیے[1]،

عباس بن مامون کی بغاوت اور موت

عموریہ فتح کرنے کے بعد معتصم نے قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کی تھیں کہ بغداد میں کچھ لوگوں نے عباس بن مامون کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس نے قیصر روم سے خط وکتابت کر کے سازباز کرنا چاہا[2]، معتصم کو ان واقعات کی خبر ہوئی، تو وہ قسطنطنیہ پر حملہ کا خیال چھوڑ کر بغداد واپس آگیا، اور عباس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اسکا کل مال و متاع جس کی قیمت ایک لاکھ سولہ ہزار اشرفی تھی، ضبط کر کے فوج میں تقسیم کر دیا، عباس کچھ دنوں کے بعد قید ہی میں مرگیا، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی موت طبعی تھی، اور بعض سے پتہ چلتا ہی کہ افشین نے ہلاک کرادیا[3]،

وزارت

معتصم کا سب سے پہلا وزیر فضل بن مروان بالکل ناہل تھا اسکی اخلاقی حیثیت بھی پست تھی اس کا کوئی وصف قابل ذکر نہیں ہے،

اس کے بعد احمد بن عمار کو منصب وزارت سپرد ہوا، اس نے نہایت معمولی حالت سے ترقی کی تھی، شروع میں آٹا پیسنے کا پیشہ کرتا تھا، اس پیشہ کے ذریعہ اس نے بصرہ میں بڑی جائداد پیدا کی، پھر بغداد آیا فضل بن مروان نے اپنے زمانۂ وزارت میں اس کی امانت کی تعریف کی تھی، اس لئے فضل کے معتوب ہونے کے بعد معتصم نے اس کو وزیر بنایا، یہ علم اور تدبیر و سیاست ہر چیز سے کورا تھا، ایک مرتبہ معتصم کے پاس کسی عامل کا خط آیا جس میں "کلاء" کا لفظ تھا، معتصم نے احمد سے "کلاء" کی تشریح پوچھی یہ نہ بتا سکا، معتصم نے کہا خلیفہ جاہل اور وزیر عامی، وزیرے چنیں شہریارے چناں،

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۶۳ و ۲۶۴ [2] مسعودی ج ۷ ص ۱۳۶ [3] یعقوبی ج ۲ ص ۵۸۱،

پھر اُس نے اپنے مصاحب خاص محمد بن عبد الملک الزیات سے استفسار کیا، اس نے "کلار" کے تمام مدارج بتائے کہ شروع میں جب سبزہ اُگتا ہے تو اس کو "بقل" کہتے ہیں، جب بڑا ہوتا ہے تو اسے "کلار" کہتے ہیں اور جب خشک ہو جاتا ہی تو اس کو "حشیش" کہتے ہیں، معتصم اس کی قابلیت سے بہت خوش ہوا، اور منشی کے عہدہ پر سرفراز کیا، پھر کچھ دنوں کے بعد وزیر بنا لیا۔

محمد بن زیات محمد بن زیات کا دادا آبان ایک پہاڑی قریہ دسکرہ کا باشندہ تھا، وہ زیتون کا تیل بغداد لیجا کر بیچا کرتا تھا، اسی لئے زیات کہلاتا تھا لیکن محمد کی تعلیم و تربیت بہت اچھی ہوئی تھی، ادب و شاعری، تاریخ، آداب جہانبانی، قوانین ملوک، فہم و فراست اور عقل و فرزانگی جملہ اوصاف میں یگانہ تھا[1]، ابن خلکان کا بیان ہی کہ محمد بن زیات ادبائے عصر اور فضلائے وقت میں تھا، وہ بہت بڑا ادیب، فاضل، بلیغ اور نحو و لغت کا بڑا عالم تھا، بڑے بڑے علمائے عصر نحوی مسائل میں اسکی طرف رجوع کرتے تھے، علامہ ابو عثمان مازنی جب بغداد آتے اور انکی مجلس میں نحو کے مسائل چھڑتے تو جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا ابو عثمان مباحثہ کرنے والوں کو محمد بن زیات کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے، اور اسی کی رائے پر فیصلہ ہوتا[2]، شاعری میں اُس کا پایہ بہت بلند تھا، تاریخوں اور تذکروں میں بکثرت اس کے اشعار ملتے ہیں، ان خوبیوں کے ساتھ بڑا مغرور، متکبر اور ظالم تھا، لوگوں کو سزا دینے کے لئے ایک تنور بنوایا تھا جس کے اندر ہر طرف کیلیں لگی ہوئی تھیں، جس کو سزا دینا مقصود ہوتا تھا، اس کے اندر بٹھا دیا جاتا تھا، اور ذرا حرکت کرنے سے کیلیں ہر طرف سے چبھنے لگتی تھیں، اگر کوئی رحم کی درخواست کرتا تو جواب ملتا کہ رحم ایک طرح کی کمزوری ہے لیکن ظلم کبھی پھلتا نہیں، چاہ کن را چاہ درپیش معتصم اور واثق کا زمانہ تو آرام سے گذرا، متوکل کے

---

[1] الفخری ص۲۱۲ و ص۲۱۳ [2] ایضاً ص۲۱۳ [3] ابن خلکان ج ۱ ص۵۰۰

زمانہ میں اسی تنور میں ڈال کر ہلاک کیا گیا[1]،

وفات | محرم ۲۲۷ھ میں معتصم نے پچھنا لگوایا، اس سے طبیعت ناساز ہوگئی، لیکن پھر افاقہ ہوگیا تھا کہ ایک دن زنام قصہ خواں نے چند عبرت آموز قصے سنائے، انھیں سنکر پھر طبیعت بگڑ گئی اور ربیع الاول ۲۲۷ھ میں انتقال ہوگیا، اور اپنے آباد کردہ شہر سامرا میں دفن کیا گیا، ۴۸ سال کی عمر تھی، مدت خلافت آٹھ سال آٹھ مہینے،

اوصاف | معتصم دل اور جسم دونوں کا قوی اور بڑا بہادر اور عظمت وشان اور ہیبت وجبروت کا خلیفہ تھا، کان المعتصم من اعظم الخلفاء واھیبھم[2] جسمانی قوت غیر معمولی تھی، توانا سے توانا آدمی کا بازو دبا دیتا تھا تو ہڈیاں چخ جاتی تھیں[3]، ایک ہزار رطل تقریباً ۱۰ من کا بار اٹھا کر چل لیتا تھا[4]، جسم اتنا ٹھوس تھا کہ دانت نہ گڑتے تھے[5]،

ان فطری اسباب کی بنا پر اس کو بزم کے بجائے رزم سے دلچسپی تھی، بڑی بڑی مہموں میں خود نکلتا تھا، اس کو صرف دو چیزوں کا ذوق تھا، حکومت کی شان و شکوہ اور میدان کارزار کے مناظر، اس کا روپیہ انہی چیزوں میں صرف ہوتا، اسکا سب سے بڑا بجٹ جنگی تھا[6]،

اُس نے اپنے آٹھ سالہ مدت خلافت میں تمام اندرونی وبیرونی مخالف طاقتوں کا قلع قمع کر دیا، جس طاقت نے سر اُٹھایا، کچل کر رکھ دیا، عموریہ کی فتح اس کا سب سے بڑا جنگی کارنامہ ہے، خطیب کا بیان ہے کہ اُس نے آٹھ ملک فتح کئے، اور آٹھ

---

[1] الفخری صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴، [2] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۳۴۰ [3] ایضاً [4] الفخری صفحہ ۲۱۳، [5] تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۴۰ [6] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۷۸،

دشمنوں کو مغلوب کیا[1] ان میں سے اکثروں کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، سیوطی کا بیان ہے کہ اس کے زمانہ میں آٹھ فرماں روا اسیر ہوئے جس کی مثال کسی خلیفہ کے زمانہ میں نہیں ملتی[2]،

ترکوں کا عروج حکومت کے شکوہ و تجمل کے لئے اُسے ترکی غلاموں کا بڑا ذوق تھا اُس نے سمرقند، فرغانہ اور اشروسنہ وغیرہ سے ہزاروں غلام خرید کر منگائے تھے، اور انھیں دیبا کی وردیاں، سونے کے پٹکے اور زیورات پہناتا تھا[3] جس طرح ہارون اور مامون کے زمانہ میں ایرانیوں کا عروج ہوا تھا، اسی طرح اس کے زمانہ میں ترکوں کا ستارہ چمکا، اس سے حکومت کی شان تو ضرور بڑھ گئی، اور فتوحات کو بھی فائدہ پہنچا، لیکن آئندہ چل کر جب حکومت کمزور پڑی تو ترکوں کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ خلفاء کا وقار بالکل جاتا رہا، اور وہ ان کے ہاتھوں میں تماشا بن کر رہ گئے، ترک جسے چاہتے تھے، تخت پر قائم رکھتے تھے اور جسے چاہتے تھے اُتار دیتے تھے،

سامرا کی آبادی ترک تہذیب و تمدن سے نا آشنا محض وحشی تھے، اس لئے بغداد میں ان کے ہجوم سے اہل شہر کو بڑی تکلیفیں پہنچتی تھیں، بے تحاشا گھوڑے کداتے پھرتے تھے، عورتیں بوڑھے بچے کچل جاتے تھے، اور یہ پروا نہ کرتے تھے، اہل بغداد نے معتصم سے فریاد کی، اُس نے ترکوں کی آبادی کے لئے بغداد کے قریب ایک مستقل شہر سامرا آباد کیا اور خود بھی وہیں رہنے لگا،

زمینوں کی آبادی زمین کی آبادی اور رعایا کی آسودہ حالی کا بڑا خیال تھا، اس لئے اس کے زمانہ میں بکثرت افتادہ زمینیں آباد ہوئیں، وہ کہا کرتا تھا کہ زمین کی آبادی میں بہت سے فوائد ہیں اس سے مخلوق کی زندگی قائم ہے، خراج بڑھتا ہے، ملک کی دولت و ثروت میں اضافہ

---

[1] تاریخ خطیب ج ۳ ص ۳۴۳ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۴۲ [3] ایضاً ص ۳۴۲ [4] ایضاً ص ۱۴۲ و مروج الذہب ج،

ہوتا ہے، مویشیوں کے لئے چارہ مہیا ہوتا ہے، نرخ ارزاں ہوتا ہے، کسب معاش کے ذریعہ بڑھتے ہیں، معاش میں وسعت پیدا ہوتی ہے، اپنے وزیر کو عام حکم دیدیا تھا کہ جس پرتی زمین پر دس درہم صرف کرنے سے ایک سال کے بعد گیارہ درہم ملنے کی امید ہو، اس کے آباد کرنے کے لئے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں[1]،

تعلیمی حالت | اپنے اسلاف کے برعکس اسے علم وفن سے کوئی سروکار نہ تھا، بچپنا ہی سے وہ پڑھنے لکھنے سے بھاگتا تھا، ہارون نے اپنی دوسری اولادوں کی طرح اس کی تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی کیا تھا، لیکن اُس کی طبیعت ہی رجوع نہ ہوتی تھی، تعلیم سے اس کی نفرت کا ایک دلچسپ واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے، بچپن میں اس کا ایک ہم مکتب مرگیا، ہارون نے اسکی موت پر معتصم سے اظہار افسوس کیا، اُس نے کہا ہاں کتاب کی زحمت سے نجات پائی، تعلیم سے یہ نفرت دیکھ کر ہارون نے اسکی تعلیم کی جانب سے توجہ ہٹالی[2]، اور وہ معمولی نوشت وخواند سے زیادہ تعلیم نہ حاصل کرسکا،

ایک افسوسناک فتنہ | مامون کے عہد میں خلق قرآن کا فتنہ اٹھا تھا، اس کو اس مسئلہ سے اتنا شغف تھا کہ جو علماء اس کے منکر تھے انھیں سخت مصیبتیں جھیلنی پڑیں، مامون جس قدر خلق قرآن کے عقیدہ میں سخت تھا، حضرت امام احمد بن حنبل اسی قدر اس کے انکار میں متشدد تھے، آپ بھی آزمائش سے نہ بچ سکے، لیکن مامون مرتے دم تک آپ سے اس کا اقرار نہ کراسکا، اور مرتے وقت معتصم کو ان پر سختی کرنے کی وصیت کرتا گیا، یہ جاہل اور ناشناس ادب تھا، اس نے امام ابن حنبل پر بڑی سختیاں کیں، اور یہ فتنہ مامون کے عہد سے زیادہ بڑھ گیا، معتصم کا غلو یہاں تک بڑھا کہ اس نے سارے ممالک محروسہ میں علماء سے خلق قرآن کا اقرار کرانے کے فرامین جاری کردئے اور معلموں

---

[1] مروج الذہب ج، صـ ۱۰۴، [2] تاریخ خطیب ج ۳ صـ ۳۴۳،

کو حکم دیا کہ بچوں کو اس عقیدہ کی تلقین کریں[۱]، اس سے بڑا فتنہ پیدا ہوا جس کی تفصیل اس کتاب کے کسی حصہ میں آئے گی،

باورچیخانہ کا خرچ اس کا دستر خوان بڑا وسیع تھا، باورچیخانہ کے مصارف ایک ہزار اشرفی روزانہ تھے[۲]،

سادگی اور بے تکلفی حکومت کے دبدبہ و شکوہ سے تو اس کو بڑی دلچسپی تھی، لیکن پرائیویٹ زندگی میں بہت سادہ، بے تکلف اور خلیق تھا[۳]،

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۴۱ [۲] ایضاً ص ۳۴۳ [۳] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۷۰،

ابو جعفر ہارون الملقب بہ واثق باللہ
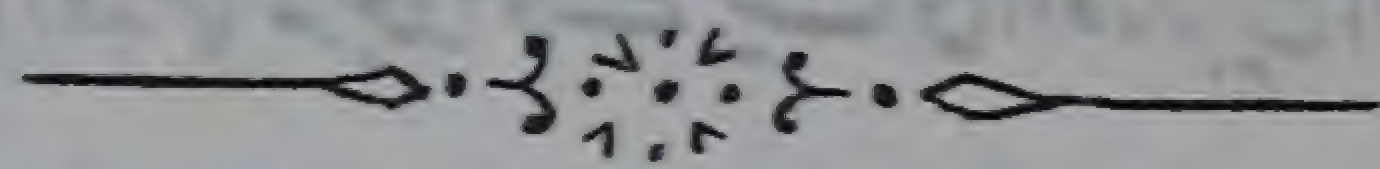
۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ مطابق ۸۴۱ء تا ۸۴۶ء

واثق باللہ معتصم کا لڑکا ایک رومی لونڈی قراطیس کے بطن سے تھا، معتصم کی وفات کے دن سامرا میں اس کی بیعت ہوئی، اس کے دوسرے دن صبح کو اسحٰق بن ابراہیم نے بغداد میں افسرانِ فوج اور عمائد بغداد سے بیعت لی، اور ربیع الاول ۲۲۷ھ میں وہ اورنگ خلافت پر متمکن ہوا،

واثق معتصم سے بھی زیادہ ترک نواز تھا، اس لئے اس کے خلیفہ ہونے کے بعد ترکوں کو اور زیادہ عروج حاصل ہوا، ان کو بڑے بڑے مناصب پر ممتاز کیا، اشناس ترکی کو جواہرات کے ہار پہنائے اور سر پہ جواہرات کا تاج رکھ کر نائب السلطنت بنایا، واثق سب سے پہلا شخص ہے، جس نے نیابت سلطانی کا عہدہ قائم کیا[۱]،

قیسیوں کا فساد معتصم کی وفات اور واثق کی تخت نشینی کے ساتھ ہی قیسیہ نے دمشق میں فتنہ و فساد برپا کیا، واثق نے رجار بن ایوب فزاری کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا، اس نے پہلے زبانی پیام کے ذریعہ مطیع بنانے کی کوشش کی، لیکن جب وہ باز نہ آئے تو پھر تلوار بے نیام کی، اور پندرہ سو شورش پسندوں کو قتل کر کے اس کا فتنہ دبایا،

[۱] تاریخ الخلفاء، ص ۳۴۶،

مبرقع کی گرفتاری معتصم کے آخری زمانہ میں فلسطین میں مبرقع نے جو شورش برپا کی تھی، وہ تک قائم تھی، اس لئے قیسیوں کی شورش فرو کرنے کے بعد رجاء نے فلسطین کا رخ کیا، اُس وقت مبرقع کا جرگہ جس میں زیادہ تر کاشتکار شامل تھے، بونے جوتنے کے لئے منتشر ہو چکا تھا، اور مبرقع کے ساتھ صرف ہزار دو ہزار آدمی رہ گئے تھے، ان میں کوئی مرد میدان نہ تھا، اس لئے عین جنگ کی حالت میں رجاء نے مبرقع کو زندہ گرفتار کر کے سامرا حاضر کیا،[1]

اعراب حجاز کی بغاوت سنہ ۲۳۰ھ میں بنو قیس کی شاخ بنو سلیم نے نواح مدینہ میں شورش بپا کی، حجاز کے بازاروں میں گھس جاتے تھے، اور جس نرخ پر چاہتے تھے، زبردستی سودا لے لیتے تھے، بنی کنانہ پر حملہ کر کے اُن کے آدمی قتل کر ڈالے، والی مدینہ محمد بن صالح نے حماد بن جریر کو قیام امن پر مامور کیا، اُنھوں نے قریش اور انصار کی مدد سے بنی سلیم کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھا کر قتل ہوئے، اور بہت سے ممتاز قریشی اور انصاری کام آئے،[2]

اس کامیابی سے بنی سلیم کے حوصلے اور بڑھ گئے، اور اُنھوں نے عزیزہ خفاجی سلمی کو اپنا خلیفہ بنایا اور اطراف و جوانب کے مواضعات اور مکہ اور مدینہ کی درمیانی منزل گاہوں پر تاخت و تاراج شروع کر دی، اس بد امنی کی وجہ سے حج رُک گیا،[3] اس وقت واثق نے ایک بڑی فوج بغا کبیر ترکی کی زیر قیادت روانہ کی، اس نے شعبان سنہ ۲۳۰ھ میں سوارقیہ کے قریب جہاں بنو سلیم کے قلعے تھے، ان کا مقابلہ کر کے پچاس آدمی قتل اور پچاس گرفتار کئے، باقی بھاگ نکلے، ان کو شکست دینے کے بعد بغا نے امن پسندوں کو امان دیدی اور ایک ہزار سے کچھ اوپر مفسدوں کو گرفتار کر کے مدینہ میں قید کر دیا، بنو سلیم سے فراغت کے بعد ذات عرق جا کر اُن کے شریک بغاوت بنو ہلال کو بھی امان دیدی، البتہ تین سو سرکشوں کو گرفتار کر کے

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۳ [2] ایضاً ج ۷، ص ۴ [3] یعقوبی ج ۲ ص ۵۸۶ و ابن اثیر حوالۂ مذکور،

قید کر دیا،[1]

اس شورش میں بنی فزارہ فدک پر قابض ہو گئے تھے، اس لئے بنی ہلال کے بعد بغا ان کی طرف بڑھا، اس کے ہٹتے ہی مدینہ کے قیدیوں نے دیوار میں نقب لگا کر نکل جانا چاہا، مگر اہل مدینہ کو خبر ہوگئی اور اُنھوں نے روکنے کی کوشش کی تو قیدیوں نے اُن پر حملہ کر دیا، دونوں میں جنگ ہوئی، اس جنگ میں اہل مدینہ نے اُن کی بڑی تعداد قتل کر دی،[2]

احمد بن نصر کا خروج

سنہ ۲۳۱ھ میں ایک بزرگ احمد بن نصر نے احتجاجاً حکومت پر خروج کیا، وہ مالک بن ہیثم خزاعی نقیب دولت عباسیہ کے پوتے اور صاحب تقوی بزرگ تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شعار تھا، امام مالک سے سماع حدیث کیا تھا، یحییٰ ابن معین جیسے محدث ان کے تلمیذ تھے،[3]

واثق خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ میں اپنے باپ معتصم کا ہم عقیدہ تھا، اور محدثین کا گروہ اس عقیدہ کے خلاف تھا، اس لئے احمد بن نصر بھی اس کے مخالف تھے، اُنھوں نے اس میں اتنا تشدد اختیار کیا کہ بر سرِ عام واثق کو کافر اور سور کہتے تھے، جب لوگوں نے ان کو عتاب سلطانی کا خوف دلایا تو ان کے دو پیرو ابو ہارون السراج اور ابو طالب نے ابو نصر کی دعوت شروع کر دی،[4] بہتوں نے قبول کر لیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر احمد بن نصر کی بیعت کر لی، ابو ہارون نے اس دعوت کی اشاعت میں روپیہ بھی صرف کیا، اس لئے وہ جلد پھیل گئی اور ابن نصر کے ماننے والوں کا دائرہ خاصہ وسیع ہو گیا، اس وقت ان لوگوں نے طے کیا کہ ایک مقررہ شب کو بغداد کے مشرقی اور مغربی دونوں حصوں میں بیک وقت حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں،

---

[1] طبری ج ۱۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳۰ [2] ابن اثیر ج ۷ ص، ویعقوبی ج ۲ ص ۵۰ [3] کتاب المحنۃ ص ۱۱ [4] انکا حال اپنے موقع پر آئیگا

احمد بن نصر کے اتباع میں ہر قسم کے لوگ تھے، ان میں سے بنی اشرس کے دو آدمیوں نے نبیذ کے نشہ میں موعودہ شب سے ایک شب پہلے ہی طبل پیٹنا شروع کر دیا، مگر چونکہ حملہ کے لئے شب مقرر ہو چکی تھی، اس لئے اس صدا کا کسی نے جواب نہ دیا، صاحب الشرطہ بغداد محمد ابن ابراہیم نے طبل کی آواز سنی تو سبب دریافت کیا، مگر کچھ معلوم نہ ہو سکا، مزید تحقیقات سے ایک شخص عیسیٰ اعور کے ذریعہ اس سازش کا پتہ چل گیا، چنانچہ ابو طالب اور ابو ہارون فوراً گرفتار کر لئے گئے، بنو اشرس کی خانہ تلاشی میں دو سبز علم برآمد ہوئے، جو بنو عباس کی مخالفت کا نشان تھا، اس لئے احمد بن نصر کو بھی گرفتار کر کے اُن کے گھر کی تلاشی لی گئی، مگر ان کے یہاں کوئی مشتبہ چیز برآمد نہ ہوئی، اور وہ واثق کے پاس سامرا بھیج دیئے گئے،

احمد بن نصر کے سامرا پہنچنے کے بعد واثق نے علمار کی ایک عام مجلس منعقد کر کے احمد سے پوچھا کہ قرآن کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا قرآن کلام اللہ ہے، اور احمد پاک وصاف ہو کر قتل کے لئے آمادہ ہے، واثق نے پھر پوچھا کیا قرآن مخلوق ہے؟ اُنھوں نے پھر وہی جواب دیا کہ قرآن کلام اللہ ہے، پھر سوال کیا کہ قیامت اور رویت باری کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اُنھوں نے کہا امیر المومنین! اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ "تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح بے بدلی کے صاف آسمان پر چودھویں کا چاند دیکھتے ہو" اس لئے میں اس حدیث کا پابند ہوں اور دوسری مرفوع حدیث سفیان بن عیینہ کی ہے کہ "ابن آدم کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہے، جس کو وہ بدلتا ہے"، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے، کہ "اے دلوں کے پلٹنے والے! میرا دل اپنے دین پر قائم رکھ"، یہ سُن کر اسحٰق بن ابراہیم بولے دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو، احمد نے کہا تم ہی نے مجھ سے کہلوایا ہے، اسحٰق نے کہا میں نے کہا تھا؟ احمد نے

جواب دیا تم ہی نے مجھے امیر المومنین کو نصیحت کرنے کا مشورہ دیا تھا، اور میری نصیحت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت نہ کریں، اس گفتگو کے بعد واثق نے لوگوں سے پوچھا اُن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ یہ سب اہل دنیا تھے، حاکم وقت کا اشارہ پاتے ہی زبانیں دراز ہوگئیں، عبد الرحمن بن اسحٰق نے جو کسی زمانہ میں بغداد کے قاضی رہ چکے تھے، اور احمد بن نصر کے دوست تھے، ان کو مباح الدم قرار دیا، ابو عبد اللہ ارمنی نے کہا امیر المومنین اس کا خون مجھے پلائیے، قاضی ابن داؤد جو ابن نصر کے خون کا بار بھی اپنے سر نہیں لینا چاہتے تھے، اور خلیفہ کی رضامندی کے بھی خواہاں تھے، یہ گول رائے دی کہ امیر المومنین یہ کافر ہے اس سے توبہ کرائیے، غالبًا اس کو کوئی دماغی مرض اور عقلی فتور لاحق ہوگیا ہے،

ان فتووں کے بعد اسی مجلس میں واثق نے اپنے ہاتھ سے احمد بن نصر کا سر قلم کیا[1]،

قیدیوں کا تبادلہ

مسلمانوں اور رومیوں کی مسلسل جنگ کی وجہ سے طرفین کے ہزاروں قیدی ایک دوسرے کے ہاتھ میں گرفتار تھے، سنہ ۲۳۱ھ میں ان کا تبادلہ ہوا، اور دونوں طرف کے ۴۳۶۲ قیدی چھوٹے، یہ طبری کا بیان ہے، دوسرے مورخین اتنا اور اضافہ کرتے ہیں کہ اس تبادلہ میں بھی واثق نے اپنے متعصبانہ عقیدہ کا اس طرح اظہار کیا، کہ جو مسلمان قیدی خلق قرآن کا اقرار اور رویت باری کا انکار کرتا تھا، وہ چھڑا لیا جاتا تھا، اور جو نہیں کرتا تھا اسکو بدستور رومیوں کی قید میں رہنے دیا جاتا تھا،

بنو نمیر کی بغاوت

سنہ ۲۳۲ھ میں یمامہ کے اعراب میں شورش رونما ہوئی، اور بنو نمیر نے فتنہ و فساد برپا کر دیا، واثق نے اس کو دبانے کے لئے بغا کو بھیجا، اس نے یمامہ کی لڑائی میں ان کے کچھ آدمی قتل اور کچھ گرفتار کئے، اور مراۃ میں فوجیں اُتار کر بنو نمیر کے پاس اطاعت کے

[1] یہ واقعات طبری ج ۱۱ ص ۱۳۴۳ تا ۱۳۴۸ میں تفصیل سے مذکور ہیں، ہم نے انکا خلاصہ نقل کیا ہے،

پیام بھیجا، انھوں نے اسے رد کر دیا، اور اُن کے کچھ آدمی یمامہ کی پشت پر کوہستان سود کی طرف چلے گئے، بغا ان کی تلاش میں نکلا، مقام روضۃ الامان میں دونوں کا سامنا ہو گیا، بنو نمیر نے بغا کے مقدمۃ الجیش اور میسرہ کو توڑ کر ان کے ایک سو سے زیادہ آدمی قتل کر دیئے، اور سات آٹھ سو اونٹ اور بار برداری کے جانور زخمی کر کے انکا سامان لوٹ لیا، اس لئے بغا کی قوت کمزور ہو گئی، بنو نمیر نے اس کمزوری کا اندازہ کر کے دوسرے دن پھر حملہ کر دیا، اور قریب تھا کہ بغا کا پورا دستہ ختم ہو جائے کہ اتنے میں دو سو تازہ دم سوار جو دوسری مہم سے فارغ ہو کر لوٹ رہے تھے دفعۃً بنو نمیر کے عقب سے پہنچ گئے، انہیں دیکھکر بنی نمیر کا سوار دستہ بھاگ نکلا، اور اُن کی پیدل فوج کا بڑا حصہ بغا نے تہ تیغ کر دیا، ایک روایت میں اس واقعہ کی شکل دوسری طرح بھی بیان کی گئی ہے، اس صورتِ واقعہ میں بھی بنو نمیر کے بہت سے آدمی مارے گئے، اور ان کے دو سار گرفتار ہوئے[1]،

آرمینیہ میں خلفشار

اسی زمانہ میں آرمینیہ اور اس کے قرب و جوار کے بہت سے عرب اور بطارقہ میں بغاوت کے آثار رونما ہوئے، کوہستانی علاقہ کرابا ب و ابواب کے سلاطین اور امراء علحدہ اپنے آس پاس کے علاقوں پر مسلط ہو گئے، اور یہاں عباسی حکومت کی قوت بالکل کمزور پڑ گئی، اس لئے واثق نے خالد بن یزید بن مزید کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا، باغیوں کو اس کی آمد کی خبر ہوئی تو اُن کے حوصلے پست ہو گئے اور ان میں سے اکثر نے ہدایا اور تحائف بھیجکر اطاعت کا اظہار کیا، لیکن خالد نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ جب تک ہدیہ دینے والا خود نہ آئیگا، اُس وقت تک اس کا ہدیہ قبول نہ کیا جائیگا، اس جواب سے وہ لوگ اور زیادہ خوف زدہ ہوئے، اور خالد ایک باغی اسحاق بن اسمٰعیل کی طرف بڑھا، اسحاق میں

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۹،

اس کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی اس لئے وہ اپنے کو حوالہ کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا تھا کہ خالد کا انتقال ہو گیا، اور اسکی فوج منتشر ہو گئی اور آرمینیہ کی حالت پہلے سے بھی زیادہ ابتر ہو گئی، واثق نے خالد کے لڑکے محمد کو اس کی جگہ مامور کیا اسنے احمد بن بسطام کو نصیبین روانہ کیا، احمد نے باغیوں کی پوری سرزنش کی اور انھیں قتل و گرفتار کرکے ان کے گھروں میں آگ لگادی، اور خالد کی فوج کے وہ آدمی جو اسکی موت کے بعد منتشر ہو گئے تھے محمد کے پاس چلے آئے، اس نے صنابیہ اور اسحٰق کو شکست دیکر نظام قائم کیا[1]،

خوارج کی بغاوت | ۲۳۱ھ میں دیار ربیعہ کے خارجیوں نے سر اُٹھایا، غانم بن ابی مسلم نے ان کے سرغنہ محمد بن عبد اللہ کو گرفتار کرکے سامرا بھیجا، اسی زمانہ میں اصفہان اور فارس میں کردوں نے شورش مچائی، وصیف ترکی نے اس کو دبایا، اور پانسو کرد گرفتار کئے، جن میں زیادہ تر نو عمر غلام تھے،

فتوحات | واثق کا عہد فتوحات سے بھی خالی نہیں ہے، اُس کے زمانہ میں سسلی میں بعض اہم فتوحات حاصل ہوئیں ۲۲۸ھ میں فضل بن جعفر ہمدانی نے سسلی پر حملہ کیا، اور مسینی کے بندرگاہ پر فوجیں اُتار کر مختلف سمتوں میں پھیلادیں اور خود ناہل کی طرف بڑھا، یہاں کے باشندے امان حاصل کرکے اُس کے ساتھ ہو گئے، مسلمانوں نے دو سال تک اسکو فتح کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی آخر میں شہر کے چاروں طرف چکر لگا کر ایک مقام پر شہر میں داخلہ کا ایک راستہ معلوم کر لیا، اہل شہر دوسرے حصہ کی مدافعت میں مشغول تھے، اس لئے مسلمان پہاڑ کو عبور کرکے دفعۃً عقب سے شہر میں داخل ہو گئے، اس ناگہانی حملہ سے گھبرا کر اہلِ شہر نے میدان چھوڑ دیا، اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، اسی سال شہر مسکان فتح ہوا،

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۵۰۰

۲۲۹ھ میں ابو العباس اغلب بن فضل شرہ تک بڑھتا چلا گیا، اہل شرہ نے روکنا چاہا، لیکن انھوں نے بڑی فاش شکست کھائی، دس ہزار رومی کام آئے، اس کے مقابلہ میں صرف تین مسلمان شہید ہوئے، پھر ۲۳۲ھ میں فضل بن جعفر نے مسینی کا محاصرہ کیا، دوران محاصرہ میں اس کو اطلاع ملی کہ مسینی کے باشندوں نے صقلیہ کے پادری سے مدد مانگی ہے، اس نے مدد کا وعدہ کیا ہے، اور اپنی آمد کی یہ علامت بتائی ہے کہ جب فلاں پہاڑ پر تین دن تک آگ روشن دیکھو تو سمجھ لو کہ چوتھے دن تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا، اس وقت تم تیار ہو جانا، اور دونوں مل کر دفعۃً مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے، یہ راز معلوم ہو جانے کے بعد فضل نے مقررہ وقت سے پہلے اس پہاڑ پر تین دن تک برابر آگ روشن کرا دی، رومی پادری کے وعدہ کے مطابق فوراً جنگ کے لئے تیار ہو گئے، فضل نے ایک فوج کمین گاہ میں چھپا کر محاصرہ کرنے والوں کو ہدایت کر دی کہ جب مسینی کے باشندے شہر سے نکلیں تو تم کمین گاہ کی طرف پسپا ہو جانا، وہ تم پر حملہ آور ہوں گے، اور جب وہ حملہ میں کمین گاہوں سے آگے نکل جائیں تو فوراً پلٹ کر حملہ کر دینا چنانچہ اہل مسینی چوتھے دن جب بطریق کی امداد کی امید پر شہر سے نکلے تو سامنے مسلمان موجود تھے دیکھتے ہی ان پر حملہ کر دیا، یہ فضل کی ہدایت کے مطابق کمین گاہ کی جانب پسپا ہو گئے، جب رومی کمین گاہوں سے آگے بڑھ گئے تو مسلمان دفعۃً پلٹ پڑے، پیچھے سے کمین گاہ والی فوج نے نکل کر حملہ کر دیا اور رومی دونوں طرف سے گھر کر صاف ہو گئے، جو باقی بچے انھوں نے اپنی جان و مال کی امان لے کر شہر حوالہ کر دیا، اسی سنہ میں انکبردہ کے شہر طارنت میں مسلمان آباد ہوئے،

وزارت | معتصم کے آخری عہد میں قلمدان وزارت محمد بن عبد الملک بن زیات کے ہاتھ میں تھا، واثق اس سے بہت برہم تھا، اس نے قسم کھائی تھی کہ خلیفہ ہونے کے بعد اس کو سخت

۱؎ ابن اثیر ج ۷، ص ۱۲،

سزا دیگا، لیکن محمد بن زیات کی غیر معمولی قابلیت نے واثق کو اس کی قدر شناسی پر مجبور کر دیا،
اس کا واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ ہونے کے بعد واثق نے اپنی بیعت کے بارے میں کاتبوں کو ایک
مراسلہ لکھنے کا حکم دیا، اُنھوں نے لکھ کر پیش کیا، ان میں سے کوئی تحریر واثق کو پسند نہ آئی، اور یہ
خدمت ابن زیات کے سپرد ہوئی، اُس کی تحریر واثق کو بہت پسند آئی، اس لئے وہ اس سے
راضی ہوگیا اور قسم کا کفارہ دیکر ابن زیات کو منصب وزارت پر قائم رکھا، اور دوسرے
کاتبوں کو اس کے اسلوبِ تحریر کی تقلید کی ہدایت کی[1]، واثق کے زمانہ میں آخر تک یہی
وزیر رہا،

وفات | ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں واثق استسقا میں مبتلا ہوا، اطبا نے گرم تنور میں بٹھا کر بھاپ دلائی
اس سے کچھ افاقہ محسوس ہوا، دوسرے دن اس نے تنور کو زیادہ گرم کرا کے دیر تک بھاپ
لی، اس کے اثر سے بخار آگیا، یہی بخار موت کا بہانہ بن گیا، وفات کے وقت باختلاف
۳۲ سال یا ۳۶ سال عمر تھی، مدت خلافت پانچ سال ۹ مہینے کچھ دن،

حلیہ | واثق نہایت خوش رو اور سڈول جسم کا تھا، رنگ سرخ و سپید تھا، بائیں آنکھ میں پھلی تھی،

صفات | اوصاف میں وہ مامون کا مثنیٰ تھا، ابن طقطقی کا بیان ہے کہ واثق عباسیہ کے افاضل خلفاء
میں تھا، وہ فاضل عقلمند، سمجھ دار، فصیح البیان اور شاعر تھا، اس کے جملہ حرکات و سکنات مامون
کے جیسے تھے[2]، سیوطی کا بیان ہے کہ واثق اپنے ادب اور فضل کی وجہ سے "چھوٹا مامون"
کہلاتا تھا، اس کے اوصاف کی وجہ سے مامون اُس کی بڑی عزت و محبت کرتا تھا، اور اپنی
اپنی اولاد سے زیادہ مانتا تھا، موسیقی کا بڑا ماہر تھا، اور اس وصف میں وہ تمام عباسی خلفاء میں
ممتاز تھا، موسیقی میں اُس نے سو راگ ایجاد کئے تھے، عود بہت اچھا بجاتا تھا، شاعری میں مامون

---

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۶۰ [2] الفخری ص ۲۱۵،

سے زیادہ باذاق تھا، مامون نے عربی اور غیر عربی علوم کو باہم خلط ملط کر دیا تھا، لیکن واثق نے عربی علوم کے حدود بالکل الگ رکھے۔[1]

آزادی خیال

واثق آزاد خیال تھا، اور مسائل میں تقلید کے بجائے آزادانہ فکر و تدبر کو زیادہ پسند کرتا تھا، اس بنا پر اُسے اگلے پچھلے فلاسفہ اور مقننوں کی رائے اور اُن کے علوم سے واقفیت حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔[2] اس کے دربار میں مختلف علوم و فنون کے علمار کی دلچسپ صحبتیں ہوتی تھیں، مسعودی نے اس قسم کی ایک صحبت کا جس میں اطبا اور فلاسفہ کا مجمع تھا، نہایت مفصل حال لکھا ہے، اس مجلس میں طبیعیات، مابعد الطبیعیات اور الٰہیات خصوصًا طب کی نظری اور تجربی حیثیت پر بہت طویل مکالمہ ہوتا تھا۔[3]

مسئلہ خلق قرآن

واثق کی اس فلسفیانہ طبیعت اور آزادروی کا یہ نتیجہ تھا کہ خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ میں محدثین نے قید و بند اور قتل کی مصیبتیں جھیلیں، احمد بن نصر دار پر سرفراز ہوئے، یوسف بن یحییٰ فقیہ صاحب شافعی اور نعیم بن حماد وغیرہ نے قید کی مشقت اٹھائی، اور اسی میں جان دی، یہ تو علمائے حق تھے جنھیں ہر باطل کے مقابلہ میں اس قسم کی ستم آرائیوں کا شکار ہونا پڑا ہے، واثق اس بارہ میں اتنا تنگ خیال اور متشدد تھا کہ عوام سے ان اہم مسائل کا اقرار کرایا جاتا تھا، چنانچہ ۲۳۱ھ میں جب مسلمانوں اور رومیوں میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا، تو قاضی ابن ابی داؤد کے اشارہ سے جن کا یہ تمام فتنہ اٹھایا ہوا تھا، وہ قیدی جو اس عقیدہ کا اقرار کرتے تھے، چھڑائے جاتے تھے، اور جو انکار کرتے تھے، وہ رومیوں کی قید میں رہنے دئے جاتے تھے کہ وہ اس کے عقیدہ میں کافر تھے، لیکن سخت حیرت ہے کہ عقیدہ کی اس شدت اور سخت گیری کے باوجود واثق نے امام احمد بن حنبل پر کوئی سختی نہیں کی، بلکہ ان کو خارج البلد کرکے رہا کر دیا،[4]

---

[1] تاریخ الخلفار ص ۳۴۸ و ۳۴۹ [2] مروج الذہب ج ۲ ص ۱۷۲ [3] تفصیل کے لئے دیکھو مسعودی ج ۲ ص ۱۷۲ تا ص ۱۸۶
[4] کتاب المحنۃ ص ۱۱۹ و ۱۲۰

اور امام صاحب اس کی زندگی بھر اُس کی نگاہ سے اوجھل رہے[1]، خطیب بغدادی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ واثق نے اپنی موت سے پہلے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا[2]، ممکن ہے امام احمد کی رہائی اسی رجعت کا نتیجہ ہو، لیکن سرکاری طور پر اس عقیدہ کی مخالفت متوکل کے عہد میں ہوئی،

ان دونوں مسئلوں کے علاوہ اور امور میں وہ بڑا حلیم الطبع تھا، حمدون بن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ خلفاء میں کوئی خلیفہ واثق سے زیادہ حلیم، تکالیف پر صبر کرنے والا، اور خلاف طبع باتوں کو برداشت کرنے والا نہ تھا[3]،

علویوں کے ساتھ حسن سلوک اس کے تحمل اور نرمی مزاج کا یہ ثبوت ہے کہ اس کے زمانہ میں اہل بیت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علویوں کو جو عباسیوں کے حریف مقابل تھے، اور مدتوں سے اُن کے مظالم سہتے چلے آتے تھے، آزادی ملی، اور واثق نے اُن کے رتبہ کے مطابق انکا اعزاز و احترام قائم کیا، واثق علویوں کا غیر معمولی احترام کرتا تھا، اور اُن کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک سے پیش آتا تھا[4]،

رفاہ عام کے کام اُس نے اپنے عہد میں بہت سے ایسے کام کیے جن سے عام رعایا کو بہت فائدہ پہنچا اور اس کی موت کے بعد لوگ مدتوں اس کو یاد کر کے رویا کیے، خلفاے ماسبق کے زمانہ میں جہازوں سے بحری ٹیکس وصول کیا جاتا تھا، اس سے حکومت کو بڑی خطیر آمدنی ہوتی تھی لیکن واثق نے اس ٹیکس کو بند کر دیا[5]،

حرمین کی خدمت حرمین کی خدمت خلفاء کے لئے سرمایۂ سعادت تھی، واثق بھی اس سعادت سے

---

[1] دیکھو کتاب المحنۃ ص ۱۱۹ و ۱۲۰ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۴۷ [3] ایضاً ص ۳۴۹ [4] ابوالفداء ج ۲ ص ۳۶ [5] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۱،

محروم نہ رہا، وہ یہاں کے باشندوں کو اس فیاضی سے داد و دہش کرتا تھا کہ اُس کے زمانہ میں مکہ اور مدینہ میں کوئی سائل باقی نہ رہا، جب اُس کی موت کی خبر مدینہ پہنچی تو کہرام مچ گیا مدینہ کی عورتیں ہر شب اسکی یاد میں بقیع میں جاکر روتی تھیں[1]،

خائنوں کو سزائیں | انتظامی امور میں بھی اُس نے اصلاحیں کیں، ۲۳۹ھ میں تمام خائن اور مستبد کاتبوں پر بڑے بڑے جرمانے عائد کئے، چنانچہ احمد بن اسرائیل سے ۸۰ ہزار دینار، ایتاخ ترکی کے کاتب سلیمان بن وہب سے ۴ لاکھ دینار، حسن بن وہب سے ۱۴ ہزار دینار، احمد ابن خصیب اور اُس کے کاتبوں سے ایک کرور دینار، ابراہیم بن رباح اور اُس کے کاتبوں سے ایک لاکھ دینار، نجاح سے ۶۰ ہزار دینار، ابوالوزیر سے ایک لاکھ چالیس ہزار دینار وصول کئے[2]، گو اس میں زیادہ سختی سے کام لیا گیا، لیکن اس سے خیانت کا انسداد ہو گیا،

ترکوں سے غفلت | البتہ اس نے ترکوں کے غلبہ و اقتدار کا جو روز بروز بڑھتا جاتا تھا کوئی تدارک نہیں کیا، جو آیندہ چل کر خود خلفار کے لئے مصیبت بن گیا،

---

[1] ابوالفدار ج ۲ ص ۳۶ و ابن اثیر ج ۷ ص ۱۱ [2] طبری ج ۱۱ ص ۱۳۳۱،

جعفر بن معتصم الملقب بہ متوکل علی اللہ

۲۳۲ھ تا ۲۴۷ھ مطابق ۸۴۷ء تا ۸۶۱ء

واثق کی وفات کے بعد اس کا بھائی جعفر بن معتصم تخت نشین ہوا، یہ ایک خوارزمی لونڈی کے بطن سے تھا، واثق کسی کو ولیعہد نہیں بنا گیا تھا، اس لئے اس کی وفات کے بعد قاضی احمد بن داؤد، ایتاخ، عمر بن فرج، احمد بن ابی خالد اور محمد بن زیات وغیرہ امرار انتخاب خلیفہ کے لئے جمع ہوئے، اکثروں کی رائے تھی کہ واثق کے نوعمر لڑکے محمد کو خلیفہ بنایا جائے، لیکن قاضی احمد بن داؤد نے کہا اس لڑکے کو خلیفہ بناتے ہوئے تم لوگوں کو خدا کا خوف نہیں معلوم ہوتا، انکی اس تنبیہ پر بحث شروع ہو گئی اور شاہی خاندان کے مختلف افراد کے نام لئے گئے، لیکن کسی پر نگاہ نہیں ٹھہری، آخر میں جعفر بن معتصم کو لایا گیا، قاضی احمد بن ابی داؤد نے بڑھ کر اس کو شاہی لباس پہنایا اور پیشانی کا بوسہ دیکر سلام خلافت گذرانا، اس پر سب کا اتفاق ہو گیا، اور "متوکل علی اللہ" لقب اختیار کیا، بیعت خلافت کے بعد سات خلفاو کی اولادوں نے سلام خلافت گذرانا، اور ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا، اس وقت اس کا ستائیسواں سال تھا،[۱]

وزیر ابن زیات کا قتل۔ واثق کے زمانہ سے متوکل وزیر ابن زیات سے برہم تھا، اس کا سبب

---

[۱] تاریخ خطیب ج ۷، ص ۱۶۵ و ابن اثیر ج ۷، ص ۱۲،

یہ تھا کہ واثق کسی وجہ سے متوکل سے ناراض ہو گیا تھا، اور اس پر دو آدمی متعین کر دئے تھے، جو اس کی نگرانی کرتے تھے، اور اس کے حالات اس کو لکھتے رہتے تھے، واثق پر ابن زیات کا بڑا اثر تھا، اس لئے متوکل ایک دن اس کے پاس گیا کہ وہ واثق سے سفارش کرکے اسکی صفائی کرادے، ابن زیات نے اس کے ساتھ بہت نازیبا برتاؤ کیا، پہلے تو مخاطب ہی نہیں ہوا، اور دیر تک اس کو کھڑا رکھا، پھر کام ختم کرنے کے بعد بیٹھنے کی اجازت دی اور خشمگیں لہجہ میں پوچھا کیسے آئے؟ متوکل نے کہا امیر المومنین کو مجھ سے راضی کرا دیجئے، ابن زیات نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا ان کو دیکھو پہلے بھائی کو ناراض کرتے ہیں، پھر مجھ سے سفارش چاہتے ہیں، جاؤ جب تم اپنی حالت سدھار لوگے تو وہ خود راضی ہو جائیں گے،

اس برتاؤ سے متوکل بہت افسردہ خاطر ہوا، اور غمگین و ملول لوٹ آیا، ابن زیات نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ واثق کو اطلاع دی کہ متوکل چوٹی سنوارے مخنثوں کی شکل میں میرے پاس آئے تھے، اور چاہتے تھے کہ میں امیر المومنین سے ان کی صفائی کرادوں، واثق نے کہا کہ ان کے بال کٹوا کر ان کے منہ پر کھینچ کر مار دو، ابن زیات نے اس حکم کو ٹالنے کے بجائے اس کی تعمیل کر دی، پھر واثق کے بعد اس نے اسکے بجائے اسکے لڑکے کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی ان اسباب کی بنا پر متوکل ابن زیات سے سخت برہم تھا، چنانچہ تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد اس کو قید کر دیا، پھر اس لوہے کے کانٹے دار تنور میں جسے ابن زیات نے لوگوں کو سزا دینے کے لئے بنوایا تھا، اسکو بند کر دیا اسی تنور میں اُس نے تڑپ تڑپ کر جان دی،[1]

اسی زمانہ میں ایتاخ ترکی پر عتاب نازل ہوا، اور وہ قتل کیا گیا، اس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۲ و ابن خلکان ص ۵۵،

ابن بعیث کی گرفتاری اور موت آذربیجان کا ایک رئیس محمد بن بعیث باغی ہو کر قلعہ بند ہو گیا تھا متوکل کے زمانہ میں پکڑ کے سامرا میں قید کیا گیا، اور ۲۳۴ھ میں باختلاف روایت قید سے بھاگ نکلا یا بغا شرابی کی سفارش پر چھوڑ دیا گیا، قید سے چھوٹنے کے بعد مرند کے قلعہ میں سامان رسد جمع کر کے پھر حکومت سے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی، ربیعہ اور دوسرے قبائل کے فتنہ انگیز اشخاص اس کے پاس جمع ہو گئے، اور یہاں کا حاکم محمد بن حاتم اس کو زیر نہ کر سکا، اس لئے متوکل نے اسے معزول کر کے حمدویہ بن علی بن فضل کو اسکی جگہ مقرر کیا، حمدویہ نے ابن بعیث کو مرند کے قلعہ میں گھیر لیا، متوکل برابر امداد پر امداد بھیجتا تھا، مگر قلعہ تسخیر نہ ہوتا تھا، آخر میں بغا شرابی کو دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ کیا، امیر عیسیٰ بن شیخ نے محمد بن بعیث کے پاس اسکی اور اس کے ممتاز ساتھیوں کی جان بخشی کا پیام بھیجا، اس کے ساتھیوں نے قبول کر لیا، اور محمد بن بعیث کا جتھا ٹوٹ گیا، اور وہ بھاگ نکلا، لیکن راستہ میں مع لڑکوں اور بھائیوں کے گرفتار ہو گیا، بغا نے ان سب کو سامرا لا کر قید کر دیا، محمد بن بعیث ایک مہینہ کے بعد مر گیا، اور اس کے لڑکے شاکریہ میں داخل کر دئے گئے،[1]

ایک مدعی نبوت ۲۳۵ھ میں ایک شخص محمود بن فرج نیشاپوری نے سامرا میں نبوت کا دعویٰ کیا، کہ وہ ذوالقرنین ہے، اور ایک خود ساختہ کتاب پیش کی، کہ وہ قرآن ہے جو جبرئیل کی وساطت سے اس پر نازل ہوا ہے، لیکن ابھی اس پر صرف ۲۷ آدمی ایمان لائے تھے کہ پکڑ کے متوکل کے دربار میں حاضر کیا گیا، اور قتل کر دیا گیا، اور اسکی امت قید کر دی گئی،

آرمینیہ کے بطارقہ کی بغاوت ۲۳۷ھ میں بطارقہ کی ایک جماعت نے اطراف آرمینیہ کے بعض مقامات پر قبضہ کر لیا، امیر یوسف انکے مقابلہ پر مامور ہوا، اس نے بلد پہنچکر بطارقہ کو

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۴،

اطاعت کی دعوت دی، بعض بطارقہ نے قبول کر لی اور ایک بطریق بقراط بن اشوط اس کے پاس حاضر ہو گیا، محمد بن یوسف نے اس کو پکڑ کے متوکل کے پاس بھجوا دیا، اس پر بطارقہ بگڑ گئے، اور لڑکر یوسف کو قتل کر دیا، اور بلد میں عام شورش پیدا ہو گئی، متوکل نے اس کی روک تھام کے لئے بغا کبیر کو بھیجا، اُس کے آتے ہی شورش کم ہونے لگی، چنانچہ موسیٰ بن زرارہ جس نے بدلیس پر قبضہ کر لیا تھا، امان لے کر بغا کے پاس چلا آیا، بغا نے اُسے پابجولاں متوکل کے پاس بھجوا دیا، پھر باق کا رُخ کیا اور اشوط بن حمزہ کو پکڑ کے سر من رأے بھیجا، یہاں اُس کا سر قلم کر دیا گیا، اس کے بعد بغا نے اسحٰق بن اسمٰعیل کو جو تفلیس پر قابض ہو گیا تھا، بلا بھیجا، اُس نے جواب دیا کہ میں بارگاہ خلافت کی اطاعت پر قائم ہوں، اگر روپیہ کی ضرورت ہو تو روپیہ بھیجدوں اور اگر آدمیوں کی ضرورت ہو تو آدمیوں سے مدد کروں، لیکن میں خود نہیں آسکتا، یہ جواب سن کر بغا نے بڑھ کر اس کو شکست دی، اور گرفتار کر کے قتل کر دیا، اس سے فارغ ہو کر صنار یہ کی طرف بڑھا یہاں اُسے شکست ہوئی، اس شکست کے غصہ میں جن جن لوگوں کو امان دے چکا تھا ان سب کو تعاقب کر کے گرفتار کرا لیا، پھر بھی کچھ لوگ بچ کر نکل گئے، اور روم، خزر، اور صقالبہ کی مدد حاصل کر کے بہت بڑی تعداد میں مقابلہ کے لئے جمع ہوئے متوکل کو اس اجتماع کی خبر ہوئی، تو اُس نے خالد بن یزید شیبانی کو مامور کیا، اُس کے آنے کے بعد سب خاموش ہو گئے، اور خالد نے دوبارہ اُن کی امان کی تجدید کر دی[1]،

یعقوب بن لیث الصفاری کا آغاز اسی سنہ میں بست کے ایک باشندے صالح بن نضر نے سجستان پر قبضہ کر لیا، یعقوب بن لیث الصفار بانی حکومت صفاریہ جو پہلے سے دولت عباسیہ کا باغی تھا، اس کے ساتھ ہو گیا، لیکن طاہر بن عبد اللہ بن طاہر والی خراسان

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۵۹۹ ابن اثیر کا بیان اس سے مختلف ہے، اور بہت مطول ہے،

نے سجستان واپس لے لیا، اس واقعہ کے بعد ایک دوسرا شخص درہم بن حسین اُٹھا، اور دوبارہ سجستان پر قابض ہوگیا، اس وقت یعقوب اُس کے ساتھ تھا، لیکن درہم میں خود فوجی تنظیم کی صلاحیت نہ تھی اس لئے اس کی باگ یعقوب بن صفار کے ہاتھ میں تھی، درہم کے ساتھیوں کو جب اسکی کمزوری اور صفار کی اہلیت اور قابلیت کا اندازہ ہوا، تو انھوں نے درہم کی جگہ اس کو سردار بنا لیا، درہم نے کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ وہ ساتھ چھوڑ کر الگ ہوگیا، سرداری ملنے کے بعد صفار نے سجستان کا بہت اچھا انتظام کیا، اور فوجی قوت کو بڑی ترقی دی، اور چند دنوں میں اُس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ اس نے سجستان میں مستقل حکومت قائم کرلی جو تاریخوں میں "صفاری حکومت" کے نام سے موسوم ہے،

مصر پر رومیوں کا ہجوم ۲۳۹ھ میں تین رومی سردار تین سو کشتیاں لے کر اسلامی ملکوں کی سمت نکلے، ان میں سے ایک نے اپنا بیڑا ساحل دمیاط پر لنگر انداز کیا، اتفاق سے اس زمانہ میں عید کی تقریب کے سلسلہ میں عنبسہ بن اسحاق ضبی والی مصر نے دمیاط کی فوجیں مصر بلالی تھیں، اور دمیاط بالکل خالی تھا، اس لئے رومیوں نے بے روک ٹوک آزادی کے ساتھ یہاں جس قدر ساز و سامان اور اسلحہ تھے سب لوٹ لیا، اور چھ سو مسلمان اور ذمی عورتوں کو گرفتار کر کے جامع مسجد نذر آتش کردی، اور جس قدر مال لوٹا تھا، اسے لیجانے کے لئے کشتیوں میں بھر دیا، لیکن ابھی روانہ نہ ہوئے تھے کہ ایک مسلمان امیر بسر بن اکشف جو اس وقت قید میں تھا بیڑیاں توڑ کر نکل آیا، بہت سے آدمی اس کے ساتھ ہوگئے ان سب نے مل کر رومیوں کا مقابلہ کر کے اُن کی اچھی خاصی جماعت تہ تیغ کر دی، اور یہ لوگ بھاگ کر اشتوم تنیس پہنچے، اور اسلحہ لوٹ کر یہاں کے بڑے آہنی پھاٹک کو اٹھا کر

---

۱ ابن اثیر ج ۷، ص ۲۱،

لے گئے[۱]، اس واقعہ کے بعد متوکل نے دمیاط میں قلعہ بنوانے کا حکم دیا، اور رمضان سنہ ۲۳۹ھ میں قلعہ کی تعمیر شروع ہو گئی[۲]،

حمص کی بغاوت

سنہ ۲۴۰ھ میں اہل حمص نے بغاوت کی اور عباسی حاکم ابو المغیث موسیٰ ابن ابراہیم کو حمص سے نکال دیا، متوکل نے محمد بن عبدویہ کو حمص کا حاکم مقرر کرکے ان کو اور عتاب بن عتاب کو باغیوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا، ان دونوں نے حمص جاکر یہاں سکون پیدا کیا، لیکن چند دنوں کے بعد پھر باغی بگڑ گئے، محمد بن عبدویہ نے ان کو دوبارہ قابو میں کیا، اور ان کے سربرآوردہ اشخاص کی ایک جماعت پکڑ کے پا بجولاں متوکل کے پاس بھجوائی، اور وہاں سے واپسی کے بعد محمد بن عبدویہ نے ان سب کو کوڑوں سے پٹوا کر مروا ڈالا، اور ان کی لاشیں سولی پر لٹکائیں، اور جس قدر فتنہ پرست تھے سب کو ایک ایک کرکے فنا کر دیا[۳]،

مسلمان قیدیوں کی رہائی

سنہ ۲۴۱ھ میں ۷۰۰ مسلمان قیدی جو رومیوں کے یہاں قید تھے چھڑائے گئے، روم کی ملکہ تدورہ کے پاس ۱۲ ہزار مسلمان قیدی تھے، سنہ ۲۴۱ھ میں اس نے ان کے سامنے عیسوی مذہب پیش کیا، جن مسلمانوں نے قبول کر لیا، ان کو زندہ رکھا، اور جنھوں نے انکار کیا، انھیں قتل کر دیا، پھر بھی کافی تعداد باقی رہ گئی تھی، ان کے متعلق متوکل سے کہلا بھیجا کہ اگر وہ چاہے تو فدیہ دے کر انھیں چھڑا لے، چنانچہ متوکل نے شنیف خادم اور جعفر بن عبد الواحد قاضی القضاۃ بغداد کو روم بھیج کر انھیں چھڑا منگایا، ان میں ۵۸۰ مرد اور ۱۲۵ عورتیں تھیں[۴]،

---

[۱] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۲ [۲] کتاب لولاۃ کندی ص ۲۰۲ [۳] یعقوبی ج ۲ ص ۵۹۹،
[۴] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۴،

مصر پر بجاہ کی یورش ۲۴۱ھ میں بجاہ[1] نے مصر پر تاخت کی، طبری کا بیان ہے کہ یہ لوگ حبشیوں کی جنس سے تھے، اور حبشہ اور سوڈان کے مغرب میں رہتے تھے، ان کے ملک میں سونے کی کانیں تھیں، مسلمانوں میں اور اُن میں بہت عرصہ سے یہ عہد تھا کہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں گے، اور بجاہ چار سو مثقال خام سونا سالانہ حکومت مصر کو دیا کریں گے، ایک عرصہ تک یہ لوگ اس معاہدہ کے پابند رہے، لیکن متوکل کے زمانہ میں کئی سال تک سونا نہیں بھیجا، اور چند مسلمانوں کو جو سونے اور جواہرات کی کانوں میں کام کرتے تھے قتل کر کے ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا، اور مسلمانوں کو کان کنی سے روک دیا، اور وہ لوگ بھاگ گئے، اس سے حکومت کی آمدنی میں جو کان سے بطور خمس حاصل ہوتی تھی کمی آگئی،

متوکل پر مسلمانوں کا قتل بہت گراں گذرا، اس نے بجاہ پر فوج کشی کے بارہ میں مشورہ طلب کیا، لوگوں نے اس کی دشواریاں بتائیں، کہ وہ لوگ سخت وحشی ہیں، ان کے پاس اونٹ اور دوسرے مویشی کے گلے بکثرت ہیں، ان کے ملک تک پہنچنا بہت مشکل ہے، اور فوج کا تو وہاں پہنچنا ناممکن ہے، کیونکہ اسلامی حکومت اور اہل بجہ کی آبادیوں کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہے، راستہ تمام تر پہاڑیوں، بیابانوں اور بے آب و گیاہ

---

[1] بجاہ کا انگریزی تلفظ بیگا یا بوگا ہے، یہ سامی فرقوں کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں، جو شرقاً و غرباً دریائے نیل اور بحر احمر کے درمیان اور شمالاً و جنوباً مصر و حبشہ کے درمیان حبشہ کے آخری حدود تک آباد تھے، مسلمانوں سے پہلے یونانی کتبوں میں بھی اُن کا نام پایا جاتا ہے، آغاز فتوحات اسلامیہ میں مسلمان انھیں مطلق وحشی و کافر سمجھتے تھے، اور انھیں کسی معاہدہ کے لائق نہ تصور کرتے تھے، لیکن اُن کے ملک میں سونے اور چاندی کی کانیں تھیں، اس لئے عربوں کو ان کی طرف توجہ کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ دوسری صدی کے آغاز میں عبید اللہ بن حجاب نے ان سے معاہدہ کیا، پھر مامون کے عہد میں اس کی تجدید ہوئی، اور ربیعہ اور جہینہ یہاں آکر آباد ہو گئے، اور رفتہ رفتہ انہی قبائل میں مل گئے، (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۷۰۶ ج اول)

میدانوں پر مشتمل ہے، جہاں پانی اور سبزی کا نام تک نہیں، اور نہ کوئی قلعہ وغیرہ ہے، اس لئے
اگر کوئی مہم وہاں بھیجی جائے تو اُس کی مدت قیام تک کا کل ساز و سامان ساتھ جانا چاہئے،
اور اگر مدت قیام مقررہ وقت سے بڑھ گئی تو پھر کوئی باقی نہیں بچ سکتا، اور بجہ والے اُن کو
بغیر لڑے بھڑے گرفتار کر لیں گے، یہ مشکلات سُن کر متوکل نے فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا
لیکن اہل بجہ کی سرکشی اور جرأت بہت بڑھ گئی، اور مسلمانوں پر اُن کا دست تطاول دراز
ہونے لگا، صعید مصر کے باشندے جو اُن سے نسبۃً قریب تھے، بہت خوف زدہ ہو گئے اسلئے
متوکل کو مجبوراً فوجکشی کا عزم کرنا پڑا،

بجاہ پر فوج کشی چنانچہ اُس نے محمد بن عبد اللہ المعروف بہ قمی کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا،
اور عنبسہ بن اسحٰق ضبی سپہ سالار مصر کو لکھا کہ قمی کو جس قدر فوج اور ساز و سامان کی ضرورت
ہو، وہ مصر سے ان کے لئے مہیا کرے، قمی نے بڑے اہتمام سے بجاہ پر فوج کشی کی قلزم کے
راستہ سے روغن زیتون کھجور ستو اور جو وغیرہ سامان رسد کے سات جہاز بجاہ روانہ
کئے، اور خود کان کنوں اور بیس ہزار رضا کاروں کو لے کر خشکی کے راستہ سے کوہستان
اور ریگستان کو طے کرتا ہوا بجاہ کے علاقہ میں پہنچا، یہاں کا فرماں روا علی بابا، مسلمانوں
کی دو نی طاقت کے ساتھ مقابلہ میں آیا، مگر جم کر مقابلہ نہیں کیا، بلکہ چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ طول
دیتا گیا تاکہ جب مسلمانوں کا سامان خورد و نوش اور اُن کے مویشیوں کا چارہ ختم ہو جائے
تو بغیر جنگ کے اُن کو مارے، اس دوران میں سامان رسد کی ساتوں کشتیاں پہنچ گئیں،
اور صنجہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوئیں، اسلامی فوج کے پاس سامان رسد کی فراوانی
دیکھکر علی بابا کھل کر میدان میں آگیا، دوران جنگ میں قمی کو اندازہ ہوا کہ اہل بجہ کے
اونٹ ہر چیز سے بھڑکتے ہیں، چنانچہ اُس نے پوری فوج کی گھنٹیاں جمع کر کے گھوڑوں

کی گردنوں میں پنھاکر دوبارہ حملہ کیا، گھنٹیوں کی آوازیں سنکر اہل بجہ کے اونٹ بھڑک کر کوہستان و وادی جدھر راستہ ملا، سواروں کو لے کر بھاگے اور اُن کی فوجیں درہم برہم ہوگئیں، قمی نے ان کا تعاقب کرکے بہتوں کو قتل و قید کیا، اور رات گئے واپس ہوئے، اس معرکہ میں بے شمار بجاہ مارے گئے، دوسرے دن مسلمانوں کی نظریں بچاکر بقیہ ایک محفوظ مقام پر جمع ہوئے، قمی کو پتہ چل گیا، اور وہ راتوں رات دفعۃً ان کے پڑاؤ پر پہنچ گیا، علی بابا چونکہ پہلے سے مقابلہ کے لئے تیار نہ تھا، اس لئے سازوسامان چھوڑ کر بھاگ نکلا، قمی نے اس پر قبضہ کرلیا، اس کے بعد علی بابا کی ہمت چھوٹ گئی، اور وہ قمی کی امان میں آگیا اور چاروں سال کا واجب الادا خمس چار سو مثقال سالانہ کے حساب سے ادا کردیا، اور اپنے لڑکے نعیس کو اپنا قائم مقام بناکر قمی کے ساتھ آستانِ خلافت پر حاضر ہوا، متوکل نے اسکی اطاعت کیشی کے صلہ میں خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا، اور اُس کے اونٹوں پر زریں کجاوے اور دیبا کی جھولیں ڈلوائیں، خلعت پہن کر قمی کے ساتھ اپنے ملک واپس ہوا، [1]

تغیرات ارضی اور سماوی کا طوفان ۲۴۱ھ میں تغیرات ارضی کا سلسلہ شروع ہوا، اور تین سال تک برابر قائم رہا، اس کے اثر سے ممالک اسلامیہ کے اکثر حصے متاثر ہوئے، اور بڑا جانی اور مالی نقصان ہوا،

سب سے اول ۲۴۱ھ میں مقام آب میں طوفانی بارش ہوئی، اور رات بھر شہاب ثاقب ٹوٹتے رہے، اسی سال رے میں اتنا سخت زلزلہ آیا کہ بے شمار مکانات زمین بوس ہوگئے، زلزلہ کا سلسلہ ۴۰ دن تک قائم رہا، ترکستان سے سرد ہوا کے طوفان اٹھے، ۲۴۲ھ میں ضلع قومس میں ایسا شدید زلزلہ آیا، کہ تمام مکانات زمین کے برابر ہوگئے،

[1] تفصیل کے لئے دیکھو طبری ج ۱۲ ص ۱۴۲۹ تا ۱۴۳۳،

اور ۴۵ ہزار آدمی دب کر مر گئے، اس زلزلہ کے اثر سے شام، فارس، خراسان اور یمن کے علاقے بھی متاثر ہوئے، زلزلہ کے جھٹکوں کے ساتھ نہایت خوفناک آوازیں بھی پیدا ہوتی تھیں، ۲۴۵ھ میں مغرب میں زلزلہ آیا، اور بہت سے قلعے، پل اور مکانات برباد ہو گئے، متوکل نے مصیبت زدوں میں تیس لاکھ درہم تقسیم کئے، اسی زمانہ میں فوجی چھاؤنیوں مداین اور انطاکیہ میں زلزلہ آیا، پندرہ سو گھر مسمار ہو گئے، اور بے شمار آدمی دب کر مرے، انطاکیہ کی شہر پناہ کے نوے سے زیادہ برج گر پڑے، زلزلہ کا جھٹکا ایسا شدید تھا کہ انطاکیہ کا پہاڑ پھٹ کے دریا میں گر گیا، دریا میں طغیانی آگئی، اور پانی سے سیاہ تاریک بدبودار دھویں کے بادل اُٹھے، اور نہایت خوفناک آوازیں پیدا ہوئیں، جس میں خصوصاً یہ آواز ایسی ہیبتناک تھیں کہ بہت سے آدمی اس کی دہشت سے مر گئے، اسی زمانہ میں جزیرہ، ثغور، طرطوس، ادنہ اور شام میں زلزلہ کے جھٹکے محسوس ہوئے، لاذقیہ میں یہ جھٹکے ایسے سخت تھے کہ یہاں کے باشندوں میں بہت کم لوگ باقی بچے، تین سال تک ان مصائب کا سلسلہ قائم رہا،

صقلیہ کی فتوحات متوکل کے زمانہ میں رومیوں سے بکثرت معرکے ہوئے اور صقلیہ میں بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں، اس زمانہ میں صقلیہ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہو چلی تھی، بلرم ان کا مرکز تھا، اور اہل صقلیہ سے جنگ کا سلسلہ بھی جاری تھا، ۲۳۴ھ میں رغوس کے باشندوں نے مسلمانوں سے صلح کر کے شہر مع جملہ سامان کے اُن کے حوالہ کر دیا، مسلمانوں نے اس کے استحکامات توڑ دیئے اور جس قدر سامان یہاں سے منتقل کر سکے، لے گئے، ۲۳۵ھ ایک رومی دستہ نے قصریانہ پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا[1]،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۳،

رجب ۲۳۶ھ میں صقلیہ کے مسلمان حاکم محمد بن عبد اللہ بن اغلب کا انتقال ہو گیا، اس کے انتقال کے بعد صقلیہ کے مسلمانوں نے عباس بن فضل بن یعقوب کو اپنا امیر بنایا، اور محمد بن اغلب والی افریقہ سے اُس کی منظوری حاصل کر لی، صقلیہ کی امارت ملنے کے بعد عباس نے اپنے چچا رباح کو قلعۂ ابی ثور روانہ کیا، اور خود قصریانہ کی طرف بڑھا، اور اس پر تاخت کرکے لوٹ آیا، البتہ رباح نے بہت سے رومیوں کو قتل کرکے مال غنیمت حاصل کیا، ۲۳۸ھ میں عباس ایک بڑی جمعیت کے ساتھ پھر نکلا، اور قصریانہ، قطانہ سرقوسہ، نوطس اور رغوس پر تاخت کرتا ہوا ثبیرہ پہنچا، اور اس کا محاصرہ کر لیا، پانچ مہینے کے محاصرہ کے بعد یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی، ۲۴۲ھ میں پھر بڑھا، اور بہت سے قلعے فتح کئے، ۲۴۳ھ میں دوبارہ قصریانہ پر فوج کشی کی، یہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی، انھیں شکست دینے کے بعد عباس آگے بڑھا، اور سرقوسہ اور طبرمین وغیرہ پر تاخت کرکے قصر حدید کا محاصرہ کیا، اہل قلعہ نے پندرہ ہزار دینار دیکر صلح کرنی چاہی، مگر عباس نے منظور نہ کیا، اور محاصرہ جاری رکھا، آخر میں اہل قلعہ نے اس شرط پر قلعہ حوالہ کر دیا کہ قلعہ کے اندر کے دو سو آدمیوں کو چھوڑ دیا جائے، اسے عباس نے قبول کر لیا، اور دو سو آدمیوں کو چھوڑ کر باقی آدمیوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالا، اور قلعہ مسمار کر دیا[1]،

قصریانہ کی فتح صقلیہ میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس کا پایہ تخت سرقوسہ تھا، لیکن مسلمانوں کے حملہ کے بعد قصریانہ کے استحکام کی وجہ سے رومیوں نے اسکو دارالسلطنت بنا لیا تھا، امیر عباس کی ابتدا سے اس پر نظر تھی، اس نے اسکا اندازہ لگانے کے لئے ایک بحری مہم بھی روانہ کی تھی، اس نے ایک رومی بحری بیڑے کا جس میں چالیس جہاز تھے، مقابلہ کرکے دس جہازوں کو گرفتار کر لیا تھا،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۰،

اس کے بعد تیسری مہم روانہ کی، اُس نے قصریانہ پر تاخت کی اور وہاں کا ایک ممتاز آدمی گرفتار ہوا اور واپسی کے بعد عباس کے سامنے پیش کیا گیا، اس نے اُس کے قتل کا حکم دیا، رومی نے کہا مجھے قتل کرکے تم کو کیا فائدہ ہوگا، اگر مجھکو چھوڑ دو تو میں قصریانہ پر قبضہ کرادونگا اور اس کی یہ تدبیر بتائی کہ قصریانہ کے باشندے اس ٹھنڈے اور برف آلود موسم میں تمہارے حملہ سے بالکل مطمئن ہیں، اور قصریانہ کی حفاظت کا کوئی خاص سامان نہیں ہے، اس لئے تم میرے ساتھ تھوڑی فوج بھیجدو، میں اسکو قصریانہ میں داخل کرادونگا، عباس اسی وقت دو ہزار منتخب بہادروں کا ایک دستہ لے کر رومی کے ساتھ روانہ ہوگیا، اور قصریانہ کے قریب پہونچ کر خود ایک مقام پر چھپ گیا، اور اپنے چچا رباح کو آگے روانہ کردیا، وہ رات کی تاریکی میں قصریانہ پہنچا، رومی نے اس کو ایک مقام پر لیجاکر بتایا کہ اس جگہ سے آسانی کے ساتھ قبضہ ہوسکتا ہے، چنانچہ مسلمان کمند ڈالکر اُس پہاڑی پر جس کے دامن میں قصریانہ آباد تھا، چڑھ کر پار اُتر گئے، اور صبح کے قریب شہر پناہ کی دیوار کے قریب پہنچ گئے، اُس وقت محافظ سو رہے تھے، مسلمان ایک چھوٹے راستہ سے جس کے ذریعہ شہر کے اندر پانی جاتا تھا، شہر میں داخل ہوگئے، اور شہر پناہ کا پھاٹک کھول کر دفعۃً رومیوں پر حملہ کردیا، اسی دوران میں عباس بھی پہنچ گیا، اور اپنے دستہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوا، اسطرح شوال ۲۴۴ھ میں صقلیہ کے پایہ تخت قصریانہ پر قبضہ ہوگیا، اسی دن عباس نے قصریانہ میں مسجد کی بنیاد ڈالی اور اگلے جمعہ کو اس میں پہلا خطبہ پڑھا، اس فتح میں بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، بطارقہ اور شاہی خاندان کی بہت سی لڑکیاں گرفتار ہوئیں، اس واقعہ کی خبر قسطنطنیہ پہنچی تو شہنشاہ روم نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تین سو جہازوں کا عظیم الشان بیڑا مع ایک جرار لشکر کے ایک بطریق کی قیادت میں صقلیہ روانہ کیا، وہ سیدھا سرقوسہ پہنچا، عباس

نے اسے بھی فاش شکست دی اور رومی بیڑے کے سو جہاز گرفتار کر لئے، اور ان کے بیشمار آدمی مارے گئے،

ان پیہم شکستوں نے ان رومیوں میں بھی جو مسلمانوں کے مطیع ہو گئے تھے انتقام کا جوش پیدا کر دیا، چنانچہ سطر، ابلا، ابلا طنوا، قلعۂ عبد المومن، قلعۂ بلوط اور قلعۂ ابی ثور وغیرہ کے رومی باغی ہو گئے، اس لئے عباس ان کے مقابلہ کے لئے بڑھا، راستہ ہی میں رومی فوجوں کا سامنا ہو گیا، عباس انہیں شکست دیتا ہوا آگے بڑھا اور قلعۂ عبد المومن اور قلعۂ ابلا طنوا کا محاصرہ کر لیا، اسی درمیان میں خبر ملی کہ رومیوں کا ایک بہت بڑا لشکر آ رہا ہے، اس لئے ان قلعوں کو چھوڑ کر اس لشکر کے مقابلہ کے لئے بڑھا، جفلودی میں دونوں کا سامنا ہوا، عباس نے اُسے بھی شکست دی، اور کامیاب قصریانہ واپس ہوا، یہاں آنے کے بعد از سر نو قصریانہ کی مرمت کرائی، جنگی استحکامات درست کئے، فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، اس سے فراغت کے بعد ۲۴۷ھ میں صقلیہ کے دوسرے مرکزی شہر سرقوسہ کی طرف متوجہ ہوا، اور اس پر تاخت کرتا ہوا اقرقنہ کی طرف بڑھا، لیکن راستہ میں پیام اجل آ پہنچا اور ۳ دن بیمار رہ کر تیسری جمادی الثانی ۲۴۷ھ میں سفر آخرت کر گیا، اور اس مجاہد کا جسم خاکی اسی غربت کدہ میں سپرد خاک کیا گیا، رومی شکست کی شرمندگی میں اتنے غضبناک ہو رہے تھے کہ انھوں نے قبر اکھیڑ کے لاش نکال کر جلا ڈالی، اس کے بعد بھی جاڑے گرمی، دونوں موسموں میں جہاد کا سلسلہ برابر جاری رہا، جن کی تفصیلات منتصر کے حالات میں آئیں گی،[1]

دوسری فتوحات ان فتوحات کے علاوہ اور مقامات پر بھی رومیوں سے معرکے ہوئے، چنانچہ ۲۴۸ھ میں حسب معمول موسم گرما میں علی بن یحییٰ ارمنی نے رومی حدود پر فوج کشی کی، دولن

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۰ و ۲۱

میں معمولی جنگ بھی ہوئی اُس کی واپسی کے بعد نواح سمیساط کے رومیوں نے سرحدی مقامات پر حملہ کیا اور لوٹ مار کے علاوہ دس ہزار آدمی پکڑ لے گئے، قراشاش اور عمرو بن الاقطع نے ان کا تعاقب کیا، مگر وہ نکل چکے تھے[1]،

چونکہ اس علاقے کے رومی اکثر اسلامی حدود پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے، اسلئے متوکل نے اس کو روکنے کے لئے ۲۴۵ھ میں بغا کبیر کو مامور کیا، اس نے صملہ فتح کر کے ارض روم کو پوری طرح سے پامال کیا[2]، لیکن اسی سال پھر رومیوں نے سمیساط پر دوبارہ حملہ کر کے اسلامی رعایا کی بڑی تعداد قتل و گرفتار کی، اسی سال علی بن یحییٰ ارمنی نے گرمائی فوجوں کے ساتھ کرکرہ[3] پر حملہ کیا، یہاں کے باشندے اپنے بطریق سے باغی ہو رہے تھے، انھوں نے اس کو پکڑ کر متوکل کے موالی کے حوالہ کر دیا، شہنشاہ روم نے اس کے بدلہ میں ایک مسلمان رہا کر کے بطریق کو چھڑایا، ۲۴۶ھ میں عمرو بن عبداللہ الاقطع گرمائی فوجوں کو لے کر نکلا، اور سات ہزار آدمی گرفتار کئے، پھر فضل بن قاران نے بیس جہازوں کے ساتھ بحری حملہ کر کے انطاکیہ کا قلعہ فتح کیا[4]،

دور تنزل کا آغاز | اگرچہ متوکل کے زمانہ میں فتوحات و محاربات اور حکومت کے شان و شکوہ کے اعتبار سے دولت عباسیہ میں کوئی کمی نہ آئی تھی، اور اُس کا ظاہری دبدبہ و وقار ویسا ہی قائم تھا، لیکن اندرونی خرابیوں نے ضعف و کمزوری کے تمام عناصر پیدا کر دیے تھے، ان میں

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۶، ۲۷۷ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۷ و ابن خلدون حوالۂ مذکور،
[3] ابن اثیر میں کرکرہ کے بجائے لولوہ ہے، لیکن لولوہ اس سے پہلے فتح ہو چکا تھا، کرکرہ شام کا مشہور سرحدی مقام ہے [4] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۸، ابن اثیر اور ابن خلدون کے بیان میں جزوی اختلافات ہیں، ابن خلدون صوائف کا حال پابندی کے ساتھ لکھتا ہے، اس لئے ہم نے اسی کے بیان پر اعتماد کیا ہے، جو کچھ غلطی نظر آئی اس کی تصحیح کر دی ہے،

سب سے زیادہ مضر ترکوں کا غلبہ و اقتدار تھا، وہ حکومت پر اتنے حاوی ہو گئے تھے کہ اُن کے مقابلہ میں خود خلیفہ کمزور پڑ گیا تھا، اس سے دونوں میں بدگمانی پھر کشاکش اور آخر میں اختلاف شروع ہو گیا،

ترکوں کی خودسری دیکھ کر دوسرے عمال حکومت میں بھی بے عنوانی کا حوصلہ پیدا ہو گیا تھا، اُن سے مواخذہ اور دارو گیر شروع ہو گئی، اس لئے باہمی اعتماد باقی نہ رہا، ان سب سے بڑھ کر ولیعہدی کے بارہ میں متوکل کی سیاسی غلطی نے جس کی تفصیل آیندہ آئے گی رہا سہا بھرم اور ضائع کر دیا،

ایتاخ ترکی کا قتل ترک ایک خونخوار، جنگجو اور آئین حکومت اور آداب سلطانی سے ناآشنا قوم تھے، اس لئے جب ان کا غلبہ و اقتدار بڑھا تو وہ خود متوکل کے قابو سے باہر ہو گئے اور اپنے حدود سے بڑھ کر حکومت میں مداخلت اور خلیفہ تک سے گستاخی کرنے لگے ایک مرتبہ متوکل کو اپنی راہ میں حائل دیکھ کر اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، لیکن امیر بغا کی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکے[1]، اس لئے متوکل کو ان کا زور توڑنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اور سب سے پہلے امیر ایتاخ زد میں آیا،

یہ متوکلی عہد کا ممتاز ترکی افسر تھا، ابتدا میں وہ امیر سلام الابرش کا باورچی تھا، معتصم نے اُسے ہونہار دیکھکر خرید لیا، اور اُس کا اعزاز بڑھانا شروع کیا، رفتہ رفتہ اس نے اتنی ترقی کی کہ فوج کی امارت، مغاربہ اور ترکوں کی حکومت، حجابت، مالیات اور خبر رسانی کے اہم ذمہ دار عہدے اس کے سپرد ہوئے[2]،

ایک شب کو وہ متوکل کی بزم نشاط میں شریک تھا، دونوں نے شراب پی، متوکل

---

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۲۵۹ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۴،

نے بدمستی میں اس سے چھیڑ کی، ایتاخ بھی مدہوش تھا، اُس نے متوکل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، مگر پھر رُک گیا، جب ہوش آیا تو اپنی جرأت و گستاخی پر متوکل سے معذرت کی، اور کچھ دنوں تک اس کے پاس سے دور رہنے کے لئے حج کی اجازت مانگی، متوکل نے مصلحۃً دیدی، بلکہ نمائش کے لئے خلعت عطا کیا اور عراق سے حجاز تک کی حکومت کا پروانہ بھی دیدیا، اور ذیقعدہ ۲۳۴ھ میں ایتاخ حج کے لیے روانہ ہوگیا، اُس کے ہٹتے ہی متوکل نے حجابت کا عہدہ امیر وصیف کی جانب منتقل کر دیا، ایتاخ جب حج سے واپس ہوا تو متوکل نے امیر اسحٰق بن ابراہیم کو لکھا، کہ اس کو گرفتار کر لیا جائے، ترکوں کا مرکز سرمن رائے تھا، یہاں اس کا گرفتار کرنا مشکل تھا، اس لئے ایتاخ جب قریب پہنچا تو اسحٰق نے اسکو لکھا کہ امیر المومنین کا حکم ہے کہ پہلے آپ بغداد میں دربار منعقد کرکے بنی ہاشم اور عمائد سے ملئے، اور لوگوں میں انعامات تقسیم کیجئے، اس لئے ایتاخ سرمن رائے جانے کے بجائے سیدھا بغداد آیا، امیر اسحٰق امیر خزیمہ کے محل کے دروازہ پر اس کا استقبال کرکے اندر لے گیا، لیکن اس کے آدمی باہر ہی روک دئے گئے، اور محل کے چاروں طرف پہرہ بٹھا دیا گیا، محل کے اندر آنے کے بعد ایتاخ اور اُس کے لڑکے مظفر و منصور اور اس کا کاتب گرفتار کرکے قید کر دئے گئے، ایتاخ قید ہی میں مرا، لیکن اس کے لڑکوں کو مستنصر نے اپنے زمانہ میں چھوڑ دیا[1]،

عمرو بن فرج کی قید اور رہائی

دوسرا گستاخ ترکی امیر عمرو بن فرج تھا، یہ معتصم کے زمانہ میں بخشی تھا، تمام وظیفے اور وثیقے اسی کے دستخط سے برآمد ہوتے تھے، ایک مرتبہ متوکل اپنے وظیفہ کے لئے اس کے پاس دستخط کرانے کے لئے گیا، اُس نے کاغذ اس کے ہاتھ سے لیکر مسجد کے صحن میں پھینک دیا، اسی وقت سے متوکل اس کے خلاف ہوگیا تھا، چنانچہ

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۴،

تخت نشینی کے بعد اس کا کل مال و متاع ضبط کر کے قید کر دیا، اس کے لڑکے محمد اور غلام نصر پر بھی عتاب نازل ہوا، اور گھر بھر کی کروروں روپئے کی جاگیر اور اثاث البیت ضبط کر لیا گیا، کچھ دنوں قید میں رہنے کے بعد ایک کرور درہم دیکر رہائی حاصل کی اور اہواز کی جاگیر واگذار کرائی[۱]،

خائنوں کو سزائیں | ترکوں کے غلبہ کی وجہ سے حکومت کا پورا عملہ ہی بگڑ گیا تھا، بہت سے عہدہ داروں نے خیانت کر کے گھر بھرنا شروع کر دیا تھا متوکل نے تین نصرانی عہدہ دارں محمد بن عبد الملک، ہشیم بن خالد اور سعدون بن علی کو خیانت کے جرم میں قید کیا، سعدون نے چالیس ہزار اشرفی دیکر رہائی حاصل کی، عبد اللہ اور احمد کی جائدادیں ضبط کی گئیں اور انھوں نے تیس تیس ہزار دیکر اپنے کو قید سے بچایا[۲]،

امیر ابوالوزیر کا دامن اگرچہ خیانت سے پاک تھا، لیکن اس کے پاس بڑی دولت اور بے شمار اثاثہ تھا متوکل نے سب ضبط کرا لیا، ابراہیم بن جنید نصرانی سے ستر ہزار دینار وصول کر کے اس کو قید کر دیا[۳]،

قاضی احمد بن ابی داؤد پر عتاب | قاضی احمد بن ابی داؤد جنھوں نے مامون کے زمانہ میں خلق قرآن کی بدعت ایجاد کی تھی، اور واثق کے عہد تک اس کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے تھے ۲۳۷ھ میں معتوب ہوئے، اور ان کی کل منقولہ و غیر منقولہ جائداد ضبط کر لی گئی، ان کا لڑکا ابوالولید اور پوتے قید کر دئے گئے، ابوالولید کے پاس بڑی دولت تھی، اس نے ایک کرور ساٹھ لاکھ دیکر اپنے سارے گھر کو رہا کرا لیا، اور اس کے بدلہ میں اپنے باپ اور بھائیوں سے ان کی جائداد کا بیعنامہ لکھوا لیا، احمد بن ابی داؤد پر عتاب کے بعد یحییٰ بن اکثم قضارت کے

---

[۱] طبری نے یہ واقعات تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں، دیکھو ج ۱۲ ص ۱۳۷۷ [۲] ایضاً ص ۱۴۱۰ [۳] ایضاً،

مسند پر بیٹھے، لیکن ۲۴۰ھ میں یہ بھی ہٹائے گئے، اور اُن کا کل اثاثہ ضبط کر لیا گیا، جس کی مقدار ۵۰ ہزار دینار نقد اور ۴ ہزار جریب زمین تھی،[1]

اہل بیت سے عداوت اور مشہد حسینؓ کا انہدام

واثق نے اپنے زمانہ میں علویوں کے ساتھ طرزِ عمل بدل دیا تھا اور اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا تھا، متوکل نے پھر وہی پرانا طریقہ اختیار کیا، اس کو حضرت علیؓ اور آپ کی اولاد کے ساتھ ایک طرح کی مخاصمت بلکہ نفرت اور دشمنی تھی، وہ ان سے محبت رکھنے والوں تک کا دشمن ہو جاتا تھا، ایک دن اپنے لڑکوں معتز اور موید کے اُستاد یعقوب بن سکیت سے پوچھا کہ تم کو ان دونوں سے محبت ہے، یا حسنؓ وحسینؓ سے، یعقوب نے جواب دیا کہ علیؓ کا غلام قنبر ان دونوں سے بہتر ہے، یہ جواب سنکر متوکل نے اُسی وقت ان کو ترکوں سے روندوا کر مروا ڈالا، اور اُن کے لڑکے کو دیت ادا کی،[2]

اسی نفرت کی بنا پر اُس نے ۲۳۶ھ میں حضرت حسینؓ کے مشہد مبارک اور اس کے قرب وجوار کے مکانات کو منہدم کرا کے اس میں کھیتی کرائی، اور اس کی زیارت سے لوگوں کو روک دیا،[3]

امام حسن عسکری

اسی زمانہ میں ایک شخص نے متوکل کو اطلاع دی کہ حضرت حسن عسکریؒ[4] کے گھر میں آپ کے خلاف سازش ہوتی ہے، اور اسلحہ اور شیعیانِ علی پوشیدہ ہیں، متوکل نے ترکوں کو ان کے گھر پر چھاپہ مارنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک شب کو دفعۃً گھر پر چھاپہ مارا گیا، لیکن گھر میں سوائے حسن عسکری کے اور کوئی نہ تھا، فرش وفروش میں ریت اور سنگریزے تھے، حسن عسکری

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۴۴ [2] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۴۷ [3] طبری ج ۱۲ ص ۱۴۰۷ [4] حضرت حسن عسکری کا پورا نام ابوالحسن علی بن محمد ہے، بڑے عابد وزاہد اور متقی بزرگ تھے، شیعوں کے دسویں امام ہیں،

پشمینہ کا کرتہ پہنے صوف کا رومال سر پر باندھے اسی فرش خاکی پر آیات قرآنی کی تلاوت میں مصروف تھے، ترک اسی حالت میں ان کو پکڑے گئے اور متوکل کے سامنے پیش کیا، مسعودی کا بیان ہے کہ متوکل اس وقت مے پرستی میں مشغول تھا، حسن عسکری کو دیکھکر اُن کی تعظیم کی، اور اپنے پہلو میں بٹھایا، امام عسکری کے یہاں کوئی قابلِ اعتراض چیز برآمد نہ ہوئی تھی، جس کے متعلق وہ بازپرس کرتا، خاموشی کو توڑنے کے لئے اُن کے سامنے جام پیش کیا، اُنھوں نے کہا امیر المومنین آج تک میرا گوشت اور خون شراب کے اثر سے محفوظ رہا ہے، اس لئے مجھے معاف رکھا جائے، متوکل نے آپ سے اشعار سُنانے کی فرمایش کی، آپ نے چند عبرت انگیز اشعار سُنائے، متوکل اُنکو سُن کر بہت رویا، اور روتے روتے اُس کی داڑھی تر ہوگئی، درباریوں پر بھی گریہ طاری ہوا، اور متوکل نے سامنے سے شراب ہٹوا دی، اور امام موصوف سے پوچھا کہ آپ پر کچھ قرض ہے، اُنھوں نے کہا ہاں ۴ ہزار دینار، متوکل نے اسی وقت ۴ ہزار دینار دلا کر تعظیم و تکریم کے ساتھ رخصت کر دیا،[1]

ولایت عہد متوکل کو اپنی بیعت کے وقت امراء میں اختلاف رائے کا تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے اُس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے لڑکوں محمد، طلحہ اور ابراہیم کو علی الترتیب ولی عہد نامزد کر کے منتصر باللہ، معتز باللہ اور موید باللہ لقب دیا، اور عباسی حکومت کو ان تینوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کو اُن کے رقبۂ حکومت کا خود مختار بادشاہ بنا دیا، منتصر کو افریقہ، مغرب قنسرین، دیار ربیعہ، دیار مضر، موصل، عانہ، خابور، کور دجلہ، سواد، حرمین یمن حضر موت، سندھ، مکران، قندابیل وغیرہ کا علاقہ ملا،

خراسان، طبرستان، رے، آرمینیہ، آذربیجان اور فارس کا ملک معتز کے حصہ میں

---

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۱۰۲ و ۲۰۵، متوکل کی شراب نوشی صرف شیعہ مورخین کا بیان ہے، اس پر آئندہ تنقید آئیگی،

میں آیا ۲۴۰ھ میں خزانہ عامرہ اور ٹکسال بھی اسی کے متعلق کر دیے گئے، اور اس کے نام کا سکہ چلنے لگا،

موید کو حمص، دمشق، فلسطین، اور شام کا علاقہ عطا کیا،

یہ تینوں اپنے اپنے ملکوں کے خود مختار بادشاہ تھے، اور ایک کو دوسرے کے حدود میں کسی قسم کی مداخلت کا اختیار نہ تھا،[1] لیکن ولایت عہد اور متوکل کی جانشینی میں پہلا نام منتصر کا تھا، متوکل کی یہ اتنی بڑی پولیٹیکل غلطی تھی جس کا ثمرہ اس کو اسکی زندگی ہی میں مل گیا، اس کی تفصیل آیندہ آئے گی،

وزارت | متوکل کے عہد میں کئی وزارتیں بدلیں، اس کا سب سے پہلا وزیر ابن زیات تھا، جس پر تخت نشینی کے بعد ہی عتاب نازل ہوا، ابن زیات کے بعد اس کا کاتب ابوالوزیر وزارت کے فرائض ادا کرنے لگا، لیکن وزارت کا عہدہ اور لقب نہیں ملا، یہ بھی معتوب ہوا تو ابوجعفر محمد بن فضل کو منصب وزارت تفویض ہوا، یہ ایک ضعیف العمر شخص مگر ظریف، علم مجلسی کا واقف کار اور موسیقی کا ماہر تھا، متوکل کے دل میں اس نے اتنا اثر پیدا کیا کہ وزارت تک پہنچ گیا، لیکن چند ہی دنوں بعد اسکی اتنی شکایتیں ہوئیں کہ معزول کر دیا گیا، اور اس کی جگہ عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان وزارت عظمیٰ پر فائز ہوا، اس میں کسی حد تک وزارت کے اوصاف تھے، خط نہایت پاکیزہ تھا، حساب، مالگذاری اور تحصیل وصول وغیرہ کے قوانین میں اچھی بصیرت رکھتا تھا، خوش اخلاق اور فیاض بھی تھا، لیکن دماغ میں کچھ فتور تھا، بڑا متدین اور روپیہ پیسہ سے بے نیاز تھا، ایک مرتبہ حاکم مصر نے اس کے پاس دو لاکھ دینار نقد اور ۳۰ صندوق مصری کپڑوں کے بھیجے، اس نے ایک رومال کے سوا کوئی چیز قبول نہ کی، اور کل مال خزانہ

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو طبری و ابن اثیر حالات ۲۳۵ھ،

میں داخل کردیا پھر اسی روپیہ سے حاکم مصر کے لئے مکان لیا، یہ متوکل کی زندگی بھر اس کا وزیر رہا، اس سے ہر طبقہ نہایت خوش اور مطمئن تھا، چنانچہ متوکل کے قتل کے زمانہ میں جب متوسلین شاہی پر مصائب نازل ہوئے تو فوج نے خود آکر اس کے محل کی نگرانی کی، اور کہا کہ آپ نے اپنے زمانۂ وزارت میں ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے اس لئے اس فتنہ میں ہمارا کم سے کم یہ فرض ہے کہ ہم آپ کی حفاظت کریں تاکہ آپ کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے،[1]

معتز کا عروج اور منتصر کا زوال

اوپر گذر چکا ہے کہ متوکل نے ولایت عہد کے سلسلہ میں منتصر کا نام سب سے مقدم رکھا تھا لیکن اس کو معتز کی ماں سے بہت محبت تھی، اس لئے نامزدگی کے بعد اُس نے معتز کا نام منتصر سے پہلے کرنا چاہا، اور منتصر کو حکم دیا کہ وہ معتز کے حق میں اپنا نمبر بعد میں کرے، لیکن منتصر اس پر آمادہ نہ ہوا، اس کے انکار پر متوکل نے دربار میں اُس کا مرتبہ گھٹانا شروع کیا، اور عام مجمعوں میں اس کو برملا ڈانٹنے، دھمکانے اور بُرا بھلا کہنے لگا اور معتز کو اس کے مقابلہ میں بڑھانے کے لئے اپنی نیابت کا اعزاز بخشنے لگا، اور رمضان سنہ ۲۴۷ھ کے پہلے جمعہ میں اس کو امامت کی نیابت عطا کی، اس تقریب میں اس کے ساتھ وہ تمام آداب و رسوم برتے گئے، جو خلفاء کے ساتھ برتے جاتے تھے، چنانچہ خطبہ کے بعد عمائد سلطنت میں عبید اللہ اور فتح بن خاقان دست بوس اور پابوس ہوئے، ختم نماز کے بعد معتز شاہی سواری پر عمائد سلطنت کے جلو میں متوکل کے پاس آیا، امراء سب خلیفہ کی نگاہ کے پابند تھے، معتز کی جانب اس کا رجحان دیکھ کر سب متوکل کے حضور میں اس کی تعریف و توصیف کرنے لگے، جسے سُن سُن کر متوکل مسرور ہوتا تھا، اس کے مقابلہ

---

[1] الفخری ص ۲۱۶،

منتصر جعفریہ کے ایک گوشہ میں پڑا ہوا تھا[1]،

منتصر پر نار وا زیادتی اور ولیعہدی سے اخراج

متوکل نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ علانیہ منتصر کی تحقیر و تذلیل کرنے لگا ایک مرتبہ بھرے دربار میں اس کو گالیاں دیں اور فتح بن خاقان سے اس کے منہ پر طمانچے لگوائے اور حاضرین سے خطاب کرکے کہا لوگو! گواہ رہنا میں نے "مستعجل" یعنی اپنی بادشاہی کے لئے جلدی کرنے والے کو ولیعہدی سے خارج کردیا اور منتصر سے کہا میں نے تجھے منتصر کا لقب دیا تھا، لیکن لوگ تجھے تیرے حمق کی وجہ سے "منتظر" کہنے لگے تھے اور اب تو "مستعجل" ہوگیا ہے، منتصر بولا، امیر المومنین! اگر آپ میری گردن اڑا دیتے تو وہ میرے لئے اس طرز عمل سے کہیں زیادہ آسان تھا[2]،

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد متوکل اور فتح بن خاقان نے یہ بھی طے کرلیا تھا کہ منتصر اور اس کے ساتھ تمام ترکی امرار کو قتل کردیا جائے، مگر یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا، متوکل کے اس غیر دانشمندانہ طرز عمل کی وجہ سے منتصر اس کے خلاف ہوگیا،

منتصر کے اختلاف کا ایک اور سبب

ابن خلدون نے متوکل اور منتصر کے اختلاف کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ اہل بیت کے ساتھ طرز عمل کے بارہ میں منتصر اپنے اسلاف کے خلاف تھا، اور اس بارہ میں وہ متوکل کی مخالفت کرتا تھا، متوکل کی مجلسوں میں علی الاعلان حضرت علیؓ کے عیوب بیان کئے جاتے تھے، منتصر اسکی مخالفت کرتا تھا اور عیب چینی کرنے والوں کو دھمکاتا تھا، اور متوکل سے کہتا تھا کہ علیؓ ہمارے بزرگ اور بنی ہاشم کے شیخ ہیں، اگر آپ کو ان کو برا ہی کہنا ہے تو خود کہئے، لیکن ان بیہودوں سے نہ کہلائیے، اس پر متوکل منتصر سے بگڑتا اور اسے برا بھلا کہتا، لیکن یہ کوئی ایسا اختلاف نہ تھا جس سے دونوں

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۹ [2] طبری ج ۱۱ صفحہ ۱۴۷۵ [3] ابن خلدون ج ۳ صفحہ ۲۷۹،

ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے اس کے اصلی اسباب وہی تھے جو اوپر مذکور ہوئے،

متوکل کا قتل — ترکی امراء اور متوکل میں پہلے سے کشیدگی تھی، اور امیر ایتاخ وغیرہ کے قتل اور ترکوں کے ساتھ متوکل کی برگشتگی کی وجہ سے تمام ترکی امراء اس کے خلاف ہو گئے تھے، ولیعہد کی مخالفت کا سہارا پاکر وہ منتصر کے ساتھ ہو گئے، منتصر باپ کی مخالفت میں دیوانہ ہو رہا تھا اس کے نتائج پر غور کئے بغیر ترکوں کے ساتھ ہو گیا، اُنھوں نے سرے سے متوکل کا قصہ ہی تمام کر دینے کا ارادہ کیا، اور وصیف ترکی نے ترک موالی بغا صغیر او تامش، باغر، بغلو، واجن اور کنداش وغیرہ کو اس کام کے لئے آمادہ کر لیا، ان لوگوں نے ۳ر شوال ۲۴۷ھ کو رات گئے جب دربار برخاست ہو گیا اور صرف چند آدمی باقی رہ گئے تھے اور محل شاہی کے ایک دروازہ کے سوا تمام دروازے بند ہو چکے تھے، محل میں گھس کر متوکل پر تلواریں بے نیام کر دیں، فتح بن خاقان نے اس وقت نمک حلالی کا پورا حق ادا کیا، جس وقت متوکل پر تلواروں کے وار ہونے لگے تو اس کو بچانے کے لئے اپنے کو اس کے اوپر گرا دیا، اور آقا و ملازم دونوں ایک ساتھ قتل ہو گئے، منتصر نے اس جرم کو چھپانے کے لئے مشہور کر دیا کہ فتح بن خاقان نے والد کو قتل کیا ہے، میں نے اسے انتقام میں قتل کر دیا، چونکہ قصر شاہی میں فتح بن خاقان کے علاوہ سب ترک ہی تھے، اس لئے فوراً یہ راز افشا نہیں ہوا۔[۱]

بنو عباس کی تاریخ میں خلیفہ کے قتل کا یہ پہلا واقعہ تھا اور پھر ولیعہد اور ترکوں کے ہاتھ سے، یہ نتیجہ تھا ترکوں کو حد سے زیادہ بڑھانے اور منتصر کے معاملہ میں غیر دانشمندانہ طرز عمل کا، اس واقعہ نے خلفاء کا احترام اور خلافت کی عظمت کھو دی اور یہیں سے عباسی حکومت کے زوال کا آغاز ہو گیا، قتل کے وقت متوکل کی عمر تقریباً ۴۰ سال تھی، مدت خلافت

[۱] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۸۰ و یعقوبی ج ۲ ص ۶۰۱ و ۶۰۲۔

۱۴ سال، ۱۰ مہینہ، چند دن،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، جسم دبلا، رنگ گندمی، آنکھیں خوبصورت، چہرہ کم گوشت،

رعایا کے ساتھ تعلقات | متوکل کا طرزِ عمل رعایا کے ساتھ نہایت منصفانہ تھا، اس لئے راعی اور رعایا کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے، وہ کہا کرتا تھا کہ اگلے خلفاء رعایا پر اسلئے سختیاں کیا کرتے تھے کہ وہ اس سختی کے خوف سے ان کی مطیع رہیں، اور میں نرمی کرتا ہوں تاکہ وہ مجھ سے محبت کریں، میرے پاس آئیں اور میری اطاعت کریں[1]، عدل و انصاف کے لحاظ سے بھی اس کا زمانہ ممتاز شمار کیا جاتا ہے[2]، البتہ عیسائیوں کے لباس، وضع و قطع اور مذہبی مراسم وغیرہ پر خاص پابندیاں عائد کی گئیں، جو رومی حکومت کے ساتھ اُن کے ساز باز کا نتیجہ تھا[3]،

ملک کی آسودہ حالی | رعایا کی فارغ البالی، ملک کی آسودہ حالی اور عیش و تنعم کے سامانوں کی فراوانی کے اعتبار سے متوکل کا دور عباسی حکومت کا دورِ زریں تھا، اس کے زمانہ میں تمدنی نفاستیں اور نزاکتیں اس نقطہ پر پہنچ گئی تھیں، جس کے بعد زوال کی سرحد شروع ہو جاتی ہے، مسعودی کا بیان ہے کہ متوکل کا زمانہ اپنی بھلائیوں، خوبیوں، سرسبزی و شادابی فارغ البالی اور رفاہیت عیش کے لحاظ سے عہد سرور تھا، سارے خواص و عوام اس سے خوش و رضا مند تھے، اس کا زمانہ راستوں کے امن و امان، چیزوں کی ارزانی حسن و شباب کی کیفیتوں اور عشق و محبت کے ولولوں کے لحاظ سے بہترین دور تھا، اخراجات کی جس قدر کثرت اس کے زمانہ میں تھی، اس قدر عباسیہ کے گذشتہ زمانہ میں نہ تھی، فوج، موالی، خدم و حشم کے اخراجات اور ان کے بڑے بڑے صلات اور انعامات کے علاوہ متوکل نے ایک ارب درہم ہارونی

---

[1] تاریخ خطیب ج ۷، ص ۱۲۲ [2] مروج الذہب ج ۲، ص ۱۹۱ [3] ابن اثیر نے اسکی تفصیل لکھی ہو،

قصر جعفری کی تعمیر میں خرچ کئے، اور ان اخراجات کے بعد بھی ۴ لاکھ دینار اور ستر لاکھ درہم اپنے بعد چھوڑ گیا[1]،

ذاتی حالات | متوکل علمی حیثیت سے کوئی خاص پایہ نہ رکھتا، تاہم احادیث نبوی اور شعرو سخن کا بڑا شائق تھا، اس سے متعدد احادیث مروی ہیں، شعراء کو بڑے بڑے گراں قدر انعامات دیتا تھا، اپنی مدح خصوصیت کے ساتھ بہت پسند تھی،

مذہب | متوکل کے پیشرو تمام خلفاء مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے متوکل پہلا شخص ہے جس نے شافعی مذہب اختیار کیا، اس کو امام شافعی سے بڑی عقیدت تھی، اکثر کہا کرتا تھا کہ کاش میں ان کے زمانہ میں ہوتا تو ان کو دیکھتا اور ان سے علم حاصل کرتا[2]،

احیائے سنت | متوکل کا سب سے بڑا کارنامہ سنت نبوی کا احیاء اور احادیث رسول ؐ کی اشاعت ہے، عباسی حکومت کے اس دور میں عہد نبوی سے بُعد، غیر قوموں کے اختلاط عجمیوں کے غلبہ اور ان سب سے بڑھ کر خود خلفاء کی غفلت کی وجہ سے سنت رسول ؐ مردہ ہو رہی تھی، خواص کو چھوڑ کر عام مسلمانوں کی زندگی جادۂ سنت سے بالکل ہٹ گئی تھی، متوکل خود بھی مذہبی تھا، اور امام شافعی کے ساتھ عقیدت کی بناء پر اس کو سنتِ رسول ؐ سے بڑی شیفتگی تھی، چنانچہ اُس نے اپنے زمانہ میں اُس کا دوبارہ احیاء کیا، اور لوگوں کو غیر مسنون طریقوں سے ہٹا کر سنت کی صراط مستقیم پر لگایا[3]،

احادیث نبوی ؐ کی اشاعت کے لئے محدثین کو سامرا بلا کر انھیں بڑے بڑے انعامات دیئے، محدث ابوبکر ابن ابی شیبہ نے جامع رصافہ میں حلقۂ درس قائم کیا جس میں تین ہزار آدمی جمع ہوتے تھے، اور ان کے بھائی جامع منصور میں بیٹھے، ان کے حلقہ میں بھی اتنا ہی مجمع ہوتا تھا[4]،

[1] مسعودی ج ۲ ص ۲۷۵ و ۲۷۶ [2] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۵۹ [3] تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۶۷ [4] تاریخ الخلفاء ص ۳۵۲

مامون کے دور سے سب سے بڑی بدعت خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ کی جاری ہوئی جس کی وجہ سے علماء اور محدثین آزمائش میں مبتلا ہوئے، متوکل نے ان دونوں یعنی خلق قرآن اور رویت باری کی بحثوں کو روک دیا، اس کے اس کارنامے کو مسلمانوں نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور ہر زبان سے اس کے لئے دعا نکلنے لگی، بعض لوگوں نے اس کے اس کارنامہ کی وجہ سے اسکو خلفاے راشدین کا مماثل قرار دیا، چنانچہ قاضی ابراہیم بن محمد تمیمی کہتے تھے کہ تین خلفار نے کارنامہ دکھایا، ابوبکر صدیقؓ نے ارتداد کے فتنہ کا انسداد کیا، عمر بن عبد العزیزؒ نے بنی امیہ کے مظالم کا تدارک کیا اور متوکل نے بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا[1]

خلق قرآن کے مناظرہ کا انسداد

حضرت ذوالنون مصری سے عقیدت

صلحار اور اہل اللہ سے بھی متوکل عقیدت رکھتا تھا اس کے زمانہ میں اول اول حضرت ذوالنون مصری نے مصر میں احوال و مقامات اولیار کے مسائل پر گفتگو کا آغاز کیا، چونکہ اس قسم کے مسائل سلف سے مروی نہ تھے، اس لئے عبداللہ بن حکم اور امام مالک کے اصحاب نے اس کی مخالفت کی، اور ذوالنون مصری پر زندقہ کا الزام لگایا، امیر مصر نے ذوالنون کو بلا کر اُن کے عقائد کے متعلق سوالات کئے، اُنھوں نے تشفی بخش جوابات دئے، امیر مذکور جوابات سُن کر راضی ہوگیا، اور متوکل کو اس کی اطلاع دی، اُس نے ان کو بلا بھیجا، اور اُن کی باتیں سن کر اُن کا گرویدہ ہوگیا، اُن سے بڑی محبت اور انکی عزت کرنے لگا، جب صلحار کا ذکر آجاتا تو ذوالنون کا ذکر ضرور کرتا، اور کہتا کہ ذوالنون کا تذکرہ کیوں نہیں کرتے[2]

[1] کتاب المحنۃ صفحہ ۱۲۳ و تاریخ خطیب ج ۶، صفحہ ۱ [2] تاریخ الخلفار، صفحہ ۳۵۲،

بعض غلط روایات | بعض شیعہ مورخین مسعودی اور ابن طقطقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ متوکل شراب پیتا تھا، چار ہزار کنیزیں اس کے حرم میں تھیں، اس نے تفنن طبع کے لئے دربار میں مسخروں اور بھانڈوں کو جگہ دی، اور اس قبیل کی بہت سی چیزیں رائج کیں جس سے یہ مذاق پہلے امراء اور ارکین سلطنت میں پھر رعایا میں بھی پیدا ہوگیا،

اس میں شبہہ نہیں کہ متوکل عیش و طرب کا دلدادہ تھا، اور اس کے زمانہ میں اس کے اتنے سامان جمع ہوئے کہ اس کا دور عہد سرور کہا جاتا ہے، لیکن وہ شراب نہیں پیتا تھا، البتہ نبیذ کا جو بعض علمائے عراق کے نزدیک جائز ہے، ضرور شوق رکھتا تھا، خطیب طبری اور دوسرے قدیم مورخین میں سے کسی نے بھی اسکی شراب نوشی کا تذکرہ نہیں کیا ہے، البتہ وہ جائز حدود کے اندر عیش پرست ضرور تھا، اس نے اپنے زمانہ میں جو مذہبی خدمات انجام دیں اور جس طرح احیائے سنت کیا، اسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، ایسا شخص محرمات میں کس طرح مبتلا ہو سکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اہل بیت کے ساتھ اس کا طرز عمل ناپسندیدہ تھا، اور مشہد حسین وغیرہ کا اس نے انہدام کرایا تھا، اسلئے شیعہ مورخین نے محرمات بھی اسکی جانب منسوب کر دئے،

فیاضی میں اعتدال | مسعودی کا بیان ہے کہ بخل اور اسراف میں متوکل معتدل تھا[1] لیکن تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا فیاض تھا، خصوصاً شعراء کے ساتھ اسکی داد و دہش عام تھی، طبری نے اس قسم کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں، سیوطی کا بیان ہے کہ متوکل فیاض اور مدح پسند تھا، اور اس نے شعراء کو اتنا مال و زر دیا کہ اس سے پہلے کسی خلیفہ نے نہ دیا تھا[2]،

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۲، صہ ۱۹۱ [2] تاریخ الخلفاء سیوطی صہ ۳۵۵،

محمد بن جعفر الملقب بہ منتصر باللہ

۲۴۷ھ تا ۲۴۸ھ مطابق ۸۶۱ء تا ۸۶۲ء

متوکل کے قتل کے بعد ترکوں نے منتصر باللہ کو خلیفہ بنایا، وصیف اور دوسرے ترکی امرائنے اس کے ہاتھوں پر بیعت کی، دوسرے دن منتصر کے سوتیلے بھائیوں معتز اور موید سے بیعت لی گئی، امرا، اور عمائد سلطنت میں صرف ترک متوکل کے خلاف تھے ان کے علاوہ اور تمام ارکین سلطنت اس کے وفادار تھے اسلئے متوکل کے قتل کا اصلی سبب ظاہر ہونے میں ان کی مخالفت کا خطرہ تھا، چنانچہ جعفریہ کے تمام عمائد سلطنت، افسران فوج اور خدم وحشم کو بھی یہی اطلاع دی گئی کہ امیرالمومنین کو فتح بن خاقان نے قتل کیا ہے، اور قصاص میں مارا گیا، اور جعفریہ میں بھی بیعت ہوگئی، اور شوال ۲۴۷ھ میں منتصر تخت خلافت پر بیٹھا، اس وقت اس کا پچیسواں سال تھا،

تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد منتصر نے جعفریہ کو جسے متوکل نے بڑے ذوق وشوق سے بے شمار دولت صرف کرکے بنوایا تھا، ویران کردیا، اور یہاں کی کل آبادی کو اسکی پرانی جگہوں پر واپس کردیا،[1]

ابوالعمود شاربی کا خروج

منتصر کی تخت نشینی کے بعد ہی ابوالعمود شاربی نے یمن بوازیج

---

[1] یعقوبی ج ۲ صفحہ ۳۰۶،

اور موصل میں بغاوت بپا کی قبیلہ ربیعہ اور کرد بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے، اسلئے اسکی طاقت بہت بڑھ گئی، منتصر نے بیماتر کی کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اُس نے متعدد مقابلوں کے بعد شاری کو گرفتار کر کے منتصر کی خدمت میں حاضر کیا، منتصر نہایت حلیم تھا اس نے اطاعت کا عہد لے کر چھوڑ دیا[1]،

فتوحات | منتصر کا زمانہ نہایت مختصر تھا، لیکن اس مختصر زمانہ میں صقلیہ میں بعض فتوحات حاصل ہوئیں، ۲۴۷ھ میں امیر صقلیہ عباس کی وفات کا حال اوپر گذر چکا ہے، اس کے بعد اس کا لڑکا عبداللہ بن عباس امیر ہوا، اُس نے جبل بن مالک، ارمنین اور مشار متعدد قلعے فتح کئے، پانچ مہینہ کے بعد جمادی الاولی ۲۴۸ھ میں عبداللہ کی جگہ خفاجہ بن سفیان امیر مقرر ہوا، اُس نے اپنے لڑکے محمود کو سرقوسہ روانہ کیا، اُس نے سرقوسہ پر حملہ کر کے اسے خوب لوٹا، اہل سرقوسہ نے مقابلہ کیا، مگر ناکام رہے، اور محمود صحیح و سالم واپس آیا[2]، سرقوسہ سے واپسی کے بعد صقلیہ کے مختلف حصوں میں فتوحات حاصل ہوئیں، ان کا ذکر مستعین کے حالات میں آئیگا،

دار الخلافہ سے وصیف ترکی کی علٰحدگی | منتصر کا وزیر احمد بن خصیب نہایت تند مزاج اور بد طینت شخص تھا[3]، اس میں اور ترکی جنرل وصیف میں نہ بنتی تھی، وصیف بڑے پایہ کا امیر تھا، اس لئے احمد بن خصیب نے دار الخلافہ میں اس کا رہنا مناسب نہ سمجھا اور منتصر سے کہا کہ وصیف کا قیام یہاں مناسب نہیں ہے، اسے جنگ کے بہانہ سے کہیں بھیج دیجئے، منتصر ابن خصیب کو بہت مانتا تھا، چنانچہ وصیف کو طلب کر کے اس سے کہا کہ قیصر روم سرحد پر حملہ کرنا چاہتا ہے، اس کے مقابلہ کے لئے یا تم جاؤ یا میں خود نکلوں، وصیف نے جواب دیا

[1] مروج الذہب ج ۲، ص ۳۰۹ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۳ [3] الفخری ص ۲۱۷،

یہ نمکخوار کا فرض ہے، چنانچہ منتصر نے ابن خصیب کو سامان فراہم کرنے کا حکم دیا، اُس نے فوراً جملہ سامان مہیا کرکے وصیف کو روانہ کردیا،

ولایت عہد سے معتز اور مویّد کا اخراج

متوکل کے قتل کے بعد جن لوگوں نے منتصر کو خلیفہ بنایا تھا، ان میں ایک ابن خصیب بھی تھا، منتصر کے بعد نامزد شدہ ولیعہد معتز تھا، اس لئے احمد بن خصیب کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر اسکی موجودگی میں معتز کی خلافت کی نوبت آگئی تو وہ اس کی جماعت میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے گا، سیلئے اُس نے امیر وصیف اور بغا سے کہا کہ حوادث زمانہ کا کوئی اعتبار نہیں، اگر آج امیر المومنین کی آنکھ بند ہو جائے، اور کل کو معتز خلیفہ ہو جائے تو ہم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیگا، اس لئے معتز اور مویّد کا نام ولیعہدی سے نکلوانے کی کوشش کرنی چاہئے، یہ تجویز ترکوں کے لئے بھی مفید تھی اسلئے بغا نے بھی اسکی تائید کی اور منتصر پر زور ڈالنا شروع کیا کہ وہ معتز اور مویّد کو ولیعہدی سے خارج کرکے اپنے لڑکے عبد الوہاب کو ولی عہد بنائے، منتصر انہی کا بنایا ہوا خلیفہ اور ان کے مقابلہ میں بالکل بے بس تھا، اس لئے طوعاً و کرہاً اُسے رضامند ہونا پڑا، چنانچہ دونوں بھائیوں کو طلب کیا، معتز معاملہ سمجھ گیا، اُس نے مویّد سے کہا کہ اس طلبی کا مقصد ولیعہدی کے مسئلہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا، مویّد نے کہا نہیں منتصر ایسا نہیں کرسکتا، ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ولیعہدی سے اخراج کا حکم پہنچ گیا، مویّد نے بے چون وچرا قبول کرلیا، لیکن معتز نے جواب دیا کہ میں خود سے دست بردار نہیں ہونگا، اگر تم لوگ قتل کرنا چاہتے ہو تو قتل کردو، قاصدوں نے جاکر منتصر کو یہ جواب سنادیا، اس کی سزا میں معتز کو ایک مکان میں بند کردیا گیا، بھائی کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر مویّد کے خون میں حرارت آگئی،

لے طبری ج ۱۲ صفحہ ۱۴۸،

اس نے قید کرنے والوں کو ڈانٹا کہ کتو! تم خونریزی میں اب استنے دلیر ہو گئے ہو کہ اپنے آقاؤں پر اس طرح حملہ کرنے میں بھی باک نہیں کرتے؟ یہاں سے ہٹ جاؤ، مجھے معتز سے بات کرنے دو، اس کی ڈانٹ پر یہ سب ہٹ گئے، موید نے معتز سے کہا کہ تم استنے نادان کیوں ہو گئے، ان لوگوں نے والد کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تمھیں معلوم ہے، پھر بھی تم دستبرداری سے انکار کرتے ہو، ابھی دستبرداری کا اعلان کر دو، معتز نے کہا کہ ساری دنیا میں میری ولیعہدی کا شہرہ ہو چکا ہے، ایسی حالت میں دست برداری کیونکر ممکن ہے، موید نے کہا اسی ولیعہدی کے مسئلہ نے والد کی جان لی، اور اب تمھاری بھی لے گا، موید کے سمجھانے سے معتز آمادہ ہو گیا، اور موید نے منتصر کے آدمیوں کو اس کی اطلاع دیدی، ان لوگوں نے جا کر منتصر کو خبر کی اور تحریری دستبرداری لکھانے کے لئے دوبارہ کاتب لیکر آئے، معتز کو پھر تامل ہوا، لیکن موید نے کاغذ لے کر پہلے خود دستبرداری لکھی، اس کے بعد معتز سے بادلِ ناخواستہ لکھوا کر حوالہ کر دی[۱]،

تحریری دستبرداری کے بعد منتصر نے دونوں بھائیوں کو بلا کر اُن سے تصدیق چاہی کہ یہ تم ہی لوگوں کی تحریر ہے منتصر خاموش رہا، لیکن موید نے جواب دیا" ہاں امیرالمومنین یہ میری تحریر ہے، میں نے اسکو برضا و رغبت لکھا ہے،" اور معتز سے بھی یہی جواب دلوایا، منتصر نے اُن سے کہا تم لوگوں کو گمان ہوگا کہ میں نے یہ اس لئے کیا ہے تاکہ اپنے لڑکے کو ولیعہد بناؤں، خدا کی قسم! ایک لمحہ کے لئے بھی میرے دل میں یہ طمع نہیں پیدا ہوئی، لیکن میں ان موالی کے مقابلہ میں بے بس تھا، مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں تم کو معزول نہیں کرتا، تو ان میں سے کوئی نہ کوئی تم کو ضرور قتل کر دیگا، اگر میں ان سے اس کا قصاص بھی لیتا تو بھی

[۱] ابن اثیر ج ۷، ص ۳۵،

تمہارے ایک خون کے بدلہ میں ان کی پوری قوم کا خون بھی کافی نہ ہوتا، اس لئے تمہارا معزول کر دینا ہی مناسب معلوم ہوا، یہ سن کر دونوں بھائیوں نے جھک کر بڑے بھائی کے ہاتھ چومے، اور منتصر نے دونوں کو گلے لگا کر واپس کیا[1]،

باپ کے قتل کا غم | منتصر اپنی اہانت کے انتقام میں باپ کے قتل میں شریک تو ہو گیا تھا، لیکن ضمیر کی ملامت اُسے چین نہ لینے دیتی تھی، اور وہ اکثر اس پر غور کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ متوکل اس سے کہہ رہا ہے کہ "محمد! تم پر افسوس ہے، تم نے میری خلافت پر رشک کیا، اور ظلم کر کے قتل کر دیا، لیکن خدا کی قسم یاد رکھو میرے بعد تم اس سے زیادہ دنوں تک فائدہ نہ اُٹھا سکو گے اور اس کے بعد سیدھے دوزخ میں جاؤ گے" منتصر گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اور سسکیاں لے کر رونے لگا، عبد اللہ بن عمر بازیار نے آواز سنی تو آ کر سبب پوچھا، اُس نے خواب بیان کیا، عبد اللہ نے تشفی دی کہ خواب سچے جھوٹے ہر طرح کے ہوتے ہیں، خدا آپ کو زندہ رکھے گا، اس کا کچھ اثر نہ لیجئے، اور نبیذ اور دوسرے تفریحی مشاغل سے دل بہلائیے، لیکن منتصر کے دل سے اس کی کھٹک نہ نکل سکی، اور اسے ایک دن کے لئے بھی سچی خوشی نصیب نہ ہوئی[2]،

علالت و وفات | تخت نشینی کے چھ مہینے کے بعد بیمار پڑا، اس بیماری نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی، دوران علالت میں کہتا تھا کہ "میں نے خود جلد بازی سے کام لیا اس لئے میرے معاملہ میں بھی جلد بازی سے کام لیا گیا"، طبیبوں نے نشتر کی رائے دی، نشتر دیا گیا، یہ نشتر مسموم تھا، اس کا اثر سارے جسم میں سرایت کر گیا، اور بیماری کے تین ہی دن بعد ربیع الثانی ۲۴۸ھ میں انتقال کر گیا،

---

[1] طبری ج ۱۲، ص ۱۴۸۵ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۳۶،

نشتر کی سمیت کے بارہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ترکوں کے اشارہ سے مسموم کر دیا گیا تھا، دوسری یہ ہے کہ غلطی سے مسموم نشتر استعمال ہو گیا تھا، لیکن ترکوں کا اشارہ زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ منتصر باپ کے قتل کی ندامت میں ترکوں کے خلاف ہو گیا تھا جس کا علم انکو ہو گیا اور وہ اس کے دشمن بن گئے تھے، چنانچہ مسعودی کا بیان ہے کہ ایک دن منتصر قصر میں بیٹھا ہوا تھا کہ بغا صغیر ترکوں کے غول میں آتا ہوا دکھائی دیا، منتصر نے اسے دیکھ کر فضل بن مامون سے کہا کہ اگر میں والد کے بدلہ میں ان لوگوں کو قتل کر کے ان کی جماعت نہ منتشر کر دوں تو خدا مجھے قتل کر دے، ترکوں کو اس کا علم ہو گیا، اس لئے وہ اسکی بھی جان کے دشمن ہو گئے، اسی درمیان میں منتصر کو حرارت آ گئی، اس نے پچھنا لگوایا، اس کے اثر سے بہت سا خون جسم سے خارج ہو گیا، اس کے بعد اس نے ایک خاص قسم کا شربت پیا جو تمام جسم میں سرایت کر گیا، یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ فصد کا آلہ مسموم تھا[1]"

سیوطی کی شہادت اس سے زیادہ صاف ہے، وہ لکھتے ہیں کہ

"منتصر خلیفہ ہونے کے بعد ترکوں کو بُرا بھلا کہتا تھا، اور کہتا تھا کہ یہ خلفا کے قاتل ہیں، ترکوں نے بارہا اس سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا، لیکن اس کی ہیبت، شجاعت، اور فطانت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے، اور جب وہ بیمار ہوا تو اس کے طبیب خاص ابن طیفور کو تیس ہزار اشرفی دے کر مسموم آلہ سے فصد دلوادی، جس کی سمیت کے اثر سے منتصر جانبر نہ ہو سکا، اس روایت کے علاوہ اور روایتیں بھی نقل کی ہیں[2]،

منتصر سامرا میں مرا تھا، احمد بن محمد بن معتصم نے نماز جنازہ پڑھا کر یہیں سپرد خاک کیا، وفات کے وقت کل ۲۵ سال چھ مہینہ کی عمر تھی، مدت خلافت ۶ مہینہ ۲ دن،

---

[1] مسعودی ج ۲، صفحہ ۳۰۱ [2] تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۶۵،

حلیہ منتصر فربہ اندام اور وجیہ تھا، اس کے دیکھنے سے ہیبت معلوم ہوتی تھی، رنگ گندمی اور آنکھیں بڑی تھیں،

صفات منتصر عدل و انصاف، نرمی ولینت، ضبط و حلم اور دوسرے اوصاف میں متوکل کے مشابہ بلکہ اس سے بڑھا ہوا تھا، اور اُس کی بُرائیوں سے بالکل پاک تھا، مسعودی کا بیان ہے کہ وہ نہایت متحمل اور عاقل و فرزانہ تھا، اُسے نیکی اور بھلائی سے طبعی رغبت تھی، اچھے کام بہت کرتا تھا، سخی تھا، ادیب تھا، پاک دامن تھا اور عدل و انصاف و مکارم اخلاق میں اپنے تمام پیشروؤں پر فائق تھا[1]، سیوطی لکھتے ہیں کہ

"منتصر حلیم الطبع اور کریم النفس تھا، اُس نے رعایا کے ساتھ اتنا عدل و انصاف کیا کہ اس کی شدید ہیبت کے باوجود رعایا اسکی گرویدہ ہوگئی اس کا مقولہ تھا کہ 'صاحبِ قدرت کا سب سے بدترین فعل انتقام ہے'[2]"

آل اطہار کے ساتھ حسن عقیدت اپنے والد کے برعکس اس کو آل اطہار کے ساتھ بڑی عقیدت تھی چنانچہ خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اُس نے علویوں اور اہلِ بیت نبوی کے ساتھ زیادتیوں کا سلسلہ یک قلم روک دیا، اور اُن کے متعلق بحث و مباحثہ کی قطعی ممانعت کر دی، حضرت امام حسین علیہ السلام اور جملہ آلِ ابی طالب کے مقابر کی زیارت کی عام اجازت دیدی، فدک حضرت حسنینؓ کی اولاد کو واپس کر دیا، علویوں کے جس قدر اوقاف تھے، سب واگذار کر دیئے اور شیعیانِ علی کی تکالیف دور کر کے اُن سے تعرض کرنے کی ممانعت کر دی[3]،

آل ابی طالب کا وطن مدینہ تھا، یہاں کے حکام خلیفۂ وقت کی مرضی کے مطابق ان کیساتھ سلوک کرتے تھے، اور عموماً ان سے بدسلوکی کرنے کے عادی چلے آتے تھے، منتصر

---

[1] مروج الذہب ج ۷، صفحہ ۳۰۲، [2] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۳۶۳، [3] مروج الذہب ج ۷، صفحہ ۳۰۳،

نے جب مدینہ کے سابق حاکم صالح بن علی معزول کر کے علی بن حسن کو مدینہ بھیجا تو رخص
کرتے وقت کہا علی! میں تم کو اپنے گوشت وخون کی طرف بھیج رہا ہوں دیکھوں انکے سا
تمھارا کیسا برتاؤ رہتا ہے، اور تم ان کے لئے کیسے ثابت ہوتے ہو، اُنھوں نے جوا
دیا، انشاء اللہ میں امیر المومنین کے فرمان کی پوری تعمیل کروں گا، وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ خ
کی قسم! اہلِ باطل کبھی معزز نہیں ہو سکتے، خواہ اُن کی پیشانی سے مہتاب ہی کیوں نہ طلوع ہو
اور اہل حق کبھی ذلیل نہیں ہو سکتے، خواہ تمام عالم اُن کی ذلت پر کیوں نہ متفق ہو جائے[1]،

وزارت | منتصر کل چھ مہینے خلیفہ رہا، اس مدت میں صرف احمد بن خصیب کی وزارت رہی
اس میں کوئی وصف نہ تھا، وزارت کے فرائض کو بھی پورے طرح انجام نہ دے سکتا تھا
مزاج میں سختی اور درشتی غالب تھی،
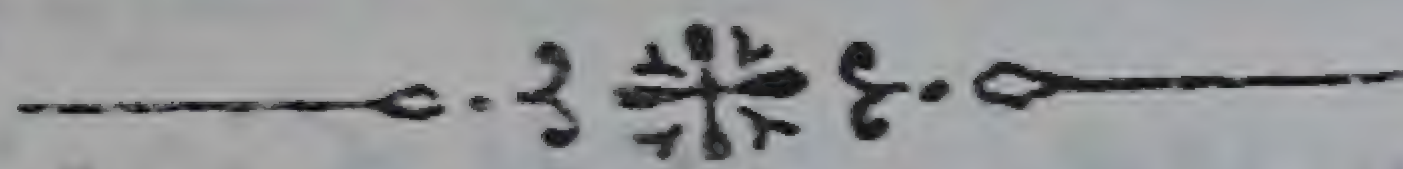
[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۳۰،

احمد بن محمد بن معتصم الملقب مستعین باللہ

۲۴۸ھ تا ۲۵۱ھ مطابق ۸۶۲ء تا ۸۶۵ء

منتصر کے بعد معتصم کا پوتا احمد المستعین خلیفہ ہوا، یہ ایک صقلبی لونڈی مخارق کے بطن سے تھا، معتز اور موید دونوں ولیعہدی سے خارج ہو چکے تھے، اور منتصر نے کسی کو ولیعہد نامزد نہیں کیا تھا، اس لئے اس کے بعد جانشینی کے مسئلہ میں بڑی کشمکش پیدا ہوئی، معتز اور موید موجود تھے، لیکن اُن کی خلافت ترکوں کے مصالح کے خلاف تھی، ان کی خلافت کے معنی ترکوں کا زوال تھا، اسلئے ان کو وہ کسی طرح پسند نہ کر سکتے تھے، ان کے آقائے ولی نعمت معتصم کی اولاد میں اس کا پوتا احمد المستعین موجود تھا، چنانچہ بغا کبیر، اتامش اور احمد بن خصیب نے ترکوں کے مشورہ سے اس کو خلیفہ بنایا، اور ربیع الثانی ۲۴۸ھ میں وہ تخت نشین ہوا، بیعت کے دوسرے دن مستعین شاہی لباس پہن کر ترکوں کے جلوس میں دربار میں آیا، معتز کی موجودگی میں مستعین کا انتخاب بہتوں کو ناپسند تھا، چنانچہ ایک گروہ نے جس میں کچھ فوجی افسر، کچھ لونڈی زادے اور زیادہ تر عوام تھے مخالفت میں مظاہرہ کیا، اور معتز کے نام کا نعرہ لگاتے ہوئے ترکوں پر حملہ کر دیا، مبیضہ اور شاکریہ[1] میں بھی شورش پیدا ہو گئی، اور یہ ہنگامہ اتنا بڑھا کہ مخالفوں نے اسلحہ خانہ کے ہتیار لوٹ لئے، بغا نے بڑی مشکلوں سے اس ہنگامہ کو فرو کیا، اور بغداد

---

[1] مبیضہ اور شاکریہ خدم شاہی کی ایک قسم تھی،

میں مستعین کی عام بیعت ہو گئی،[1]

حکام کا تقرر مستعین نے تخت نشین ہونے کے بعد از سر نو حکام اور عہدہ داران سلطنت کے نظام میں تغیر و تبدل کیا، اتامش کو مصر و مغرب کی حکومت اور وزارت عظمیٰ کا منصب ملا، احمد بن خصیب کو کتابت کا عہدہ تفویض ہوا، اور شاہک خادم کو محل شاہی، حرم سلطانی شاہی جاگیر اور جملہ ذاتی امور کا منتظم مقرر کیا گیا، اسی زمانہ میں دولت عباسیہ کا مشہور امیر طاہر بن عبداللہ والی خراسان اور امیر الامراء بغا کبیر مر گئے، مستعین نے طاہر کی جگہ اسکے لڑکے محمد کو خراسان کی ولایت پر سرفراز کیا، اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کو عراق کی حکومت ملی، حرمین کی ولایت اور پولیس کا محکمہ بھی اس کے متعلق ہوا، اور بغا ترکی کے بجائے اس کے لڑکے موسیٰ کا تقرر ہوا، اور خبر رسانی کا محکمہ بھی اس سے متعلق کیا گیا،[2] اور بغا شرابی کو حلوان ماسبذان اور مہرجان وغیرہ کی حکومت ملی،

معتز اور موید کی نظر بندی اور احمد بن خصیب کی جلاوطنی ترکوں نے معتز اور موید کو ان کے حق سے محروم کیا تھا اس لئے ہر بات میں انکو ان کی جانب سے وہم پیدا ہوتا تھا، چنانچہ مستعین کے خلاف مظاہرہ کے ہنگامے میں بھی ترکوں کو معتز اور موید کا ہاتھ نظر آیا، اور انھوں نے ان کو قتل کر دینا چاہا، لیکن احمد بن خصیب نے ان کی طرف سے صفائی پیش کی، اس لئے قتل سے بچ گئے، لیکن ان کی کل منقولہ اور غیر منقولہ جائداد، اثاث البیت اور فرش و فروش وغیرہ برائے نام قیمت پر لے لئے، اور بیعنامہ پر فقہا اور قضاۃ کے دستخط کرا کے ان کے گذارہ کے لئے بہت معمولی جاگیر جس میں دونوں شاہزادے بمشکل زندگی بسر کر سکتے تھے، چھوڑ دی، اور دونوں کو محل کے ایک حجرہ میں نظر بند کر دیا گیا، اسی زمانہ میں احمد بن خصیب جو ترکوں

---

[1] دیکھو ابن اثیر و ابن خلدون اور یعقوبی حالات بیعت، [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۳۸ و ۳۹،

کے لئے اپنے اولیاے نعمت سے غداری میں نیک نام تھا، خود ترک موالی کے عتاب کا نشانہ بنا، اور اُس کا اور اُس کی اولاد کا کل مال و متاع ضبط کر کے ان سب کو جزیرہ کریٹ میں جلاوطن کر دیا گیا۔[1]

بغداد میں شورش | اہلِ بغداد ترکوں کے غلبہ ان کی خود سری اور متوکل کے قتل کی وجہ سے انکے سخت خلاف ہو رہے تھے۔[2] اتفاق سے اسی زمانہ میں دو نامور سپہ سالار عمر بن عبید اللہ اور علی بن یحییٰ ارمنی جو سرحد کے سب سے بڑے محافظ تھے، قریب قریب زمانہ میں قتل ہو گئے، جس سے سرحدیں مخدوش ہو گئیں، اس واقعہ سے بغدادیوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا، اور وہ خود جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، خدم شاہی میں ابنا اور شاکریہ بھی جنھیں عرصہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی، اہلِ بغداد کے ساتھ ہو گئے، لیکن عوام کی شرکت کی وجہ سے یہ مفید جوش فتنہ و فساد میں بدل گیا اور بغداد میں عام بد امنی پیدا ہو گئی، شورش پسند عوام نے قید خانے توڑ کر قیدی نکال لئے، بغداد کا پل توڑ کر اس میں آگ لگا دی، اور عہدہ دارانِ حکومت میں سے محمد بن عبد اللہ کے کاتب بشر اور ابراہیم کا گھر لوٹ لیا، لیکن جن لوگوں نے جہاد کی تحریک اُٹھائی تھی وہ اپنے مقصد پر قائم رہے، اور بہت سا روپیہ مجاہدین سرحد میں تقسیم کیا، اور فارس، اہواز اور کوہستانی علاقہ کے بکثرت مجاہدین جمع ہو گئے، ابتدا میں حکومت نے ان لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا، لیکن اسی درمیان میں خاص مستقر خلافت سامرا میں بعض شورش پسندوں نے قید خانے توڑ ڈالے، اس لئے مستعین نے موالی کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا، مگر سامرا والے بھی باغیوں کے ساتھ ہو گئے تھے، دونوں نے مل کر موالی کو شکست دیدی، آخر میں مشہور ترکی سپہ سالار بغا، اتامش اور وصیف نے باغیوں کو قتل کر کے شورش فرو کی۔[3]

[1] طبری ج ۱۲ ص ۱۵۰۰ و ص ۱۵۰۱، [2] ایضاً ص ۱۵۱۱، [3] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۸-۳۹

اتامش کا قتل مستعین نے خزانہ اپنی ماں شاہک خادم اور امیر اتامش کے قبضہ میں دیدیا تھا یہ تینوں جس طرح چاہتے تھے صرف کرتے تھے، ان کے تصرف سے جو بچتا تھا وہ مستعین کے لڑکے عباس کے خرچ کے لئے اُس کے اتالیق کے تصرف میں چلا جاتا، اس طرح خراج کی کل آمدنی انہی لوگوں میں صرف ہو جاتی تھی، اور امیر بغا اور وصیف کو اس میں سے کچھ نہ ملتا تھا، ان دونوں کے علاوہ ترک اور فرغانیوں کو بھی تنگی اخراجات کی شکایت رہتی تھی، اس لئے بغا اور وصیف نے ترکوں اور فرغانیوں کو اتامش اور شاہک خادم کے خلاف بھڑکا دیا، ان لوگوں نے اتامش کو جوسق میں گھیر لیا، اس نے نکل کر بھاگ جانا چاہا، مگر کامیاب نہ ہوا، اور حملہ آوروں نے اس کو اور اس کے کاتب شجاع بن قاسم کو قتل کرکے اُن کا کل مال ومتاع لوٹ لیا، اتامش کے قتل کے بعد مستعین نے ابو صالح عبد اللہ بن محمد کو وزیر بنا لیا[1]،

ابو الحسین یحییٰ بن عمرو کا خروج اور قتل سنہ ۲۵۰ھ میں ابو الحسین یحییٰ بن عمرو بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب مستعین کے خلاف اُٹھے،

اس کا سبب یہ ہوا کہ یحییٰ اس زمانہ میں مالی پریشانیوں میں مبتلا تھے، قرض کی نوبت آگئی تھی، اس کی ادائگی کی فکر میں وہ طالبیوں[2] کے متولی عمر بن فرج کے پاس اپنے وظیفہ کے اجرار کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے آئے، عمر نے اُن سے بدکلامی کی، اور انھیں قید کر دیا، پھر کچھ دنوں کے بعد اپنے گھر والوں کی ضمانت پر چھوڑ دئے گئے، قید سے چھوٹ کر وہ بغداد پہنچے، اور یہاں عرصہ تک پریشانی کے عالم میں مقیم رہے پھر

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۸۴ [2] آل ابی طالب یعنی حضرت علی، عقیل، اور جعفر کی اولاد طالبین کے نام سے موسوم ہوئی، ان کا اپنا نظام تھا اُن میں سے بعضوں کو حکومت کیجانب سے وظیفے بھی ملتے تھے،

یہاں سے سامرا چلے گئے، اور وصیف سے وظیفہ کے اجرا کی درخواست کی، اُس نے یہ خشک جواب دیا کہ تمہارے جیسے لوگوں کے لئے کس صلہ میں وظیفہ مقرر کیا جائے، یہاں سے مایوس ہو کر انھوں نے خروج کی ٹھانی، اور اس کے لئے اعراب کی بہت بڑی جماعت جمع کی، کوفہ کے کچھ شیعیان علی بھی آکر مل گئے، یحییٰ ان سب کو ساتھ لے کر نکلے، نامہ نگار نے محمد بن عبداللہ بن طاہر والی عراق کو اسکی اطلاع دی، انھوں نے عبداللہ بن محمود سرخسی والی سواد کو ان کے مقابلہ کی تیاری کا حکم دیا، اس درمیان میں یحییٰ کوفہ پہنچ گئے، اور ۲ ہزار دینار اور ۷۰ ہزار درہم لوٹ لئے، اور قید خانہ توڑ کر قیدی نکال لے گئے، عبداللہ ابن محمود نے بڑھ کر مقابلہ کیا، یحییٰ نے شکست دیکر ان کا کل مال و متاع لوٹ لیا، اور آگے بڑھے،

عبداللہ کو شکست دینے کے بعد زیدی بھی یحییٰ کے ساتھ ہو گئے، اور اُن کی قوت اور زیادہ بڑھ گئی، اس لئے وہ پھر کوفہ کی طرف پلٹے، اور عبدالرحمن خطاب کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی، آخر میں حسین بن اسمٰعیل ان کے مقابلہ پر مامور ہوا، اس نے اور عبدالرحمن نے مل کر ان کو بڑی فاش شکست دی، اور ان کے اعوان و انصار کی بڑی تعداد قتل و گرفتار ہوئی، خود یحییٰ بھی مارے گئے[1] اور ان کا سر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس خراسان بھیجا گیا، اُس نے مستعین کے پاس بھجوا دیا،

طبرستان میں دولت علویہ کا آغاز

اسی سنہ میں طبرستان میں حسن بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن زید بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب بانی دولت علویہ طبرستان کا ظہور ہوا[2] اِن کا آغاز اس طرح ہوا کہ مستعین نے یحییٰ بن عمر کے قتل کے صلہ میں محمد بن عبداللہ بن طاہر

---

[1] طبری ج ۲ صـ ۱۵۱۲، [2] حسن بن زید علوی دولت علویہ طبرستان کے بانی تھے، (بقیہ حاشیہ صـ ۲۴۸)

کو طبرستان میں چند جاگیریں عطا کیں، ان میں سے دو جاگیریں کلار اور شالوس دیلم کی سرحد پر تھیں، اسی کے پاس کی ایک آراضی سے یہاں کے باشندے فائدہ اٹھاتے تھے، اپنے مویشی چراتے تھے، لکڑیاں توڑ کر کام میں لاتے تھے، محمد بن طاہر نے اپنی جاگیر کے انتظام اور اُسکی نگرانی کے لئے جابر بن ہارون نصرانی کو بھیجا، محمد بن عبداللہ بن طاہر کی جانب سے اس کا بھائی سلیمان طبرستان کا حاکم تھا، اس پر محمد بن اوس بلخی کا بڑا اثر تھا، اس لئے اس نے اپنے لڑکوں کو طبرستان کے مختلف حصوں پر حکمراں بنوادیا، یہ سب نوجوان امور جہانبانی سے ناواقف تھے، اسلئے رعایا کو اُن سے بہت تکلیفیں پہنچیں، اور اُس نے ان کی زیادتیوں کی شکایت کی،

اسی زمانہ میں محمد بن اوس دیلم آیا اور یہاں کے بہت سے آدمیوں کو قتل اور گرفتار کرلیا، دیالمہ اور اہل طبرستان میں دوستانہ تعلقات تھے، اسلیئے طبرستان والوں پر اسکا بڑا اثر پڑا، اس واقعہ کے بعد محمد بن عبداللہ کے علاقہ کا منیجر جابر بن ہارون انتظام کے لئے آیا، اس نے انتظام کے سلسلہ میں اس زمین پر جس سے یہاں کے عوام فائدہ اٹھاتے تھے قبضہ کرلیا، ان واقعات سے یہاں کے باشندے طاہری حکومت سے برگشتہ ہوگئے" چنانچہ یہاں کے دو ممتاز آدمیوں محمد اور جعفر نے جن کا اس نواح میں بڑا اثر تھا جابر بن ہارون کے قبضہ کی مخالفت کی، چونکہ یہ معاملہ عوام کے فائدہ کا تھا، اس لئے وہ سب ان کے ساتھ ہوگئے، اور جابر کے قبضہ میں مزاحم ہوئے، اس میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے وہ سلیمان بن عبداللہ کے پاس طبرستان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۷) یہ حکومت سنہ ۲۵۰ھ مطابق ۸۶۴ء میں طبرستان میں قائم ہوئی، اور سنہ ۳۱۶ھ مطابق ۹۲۸ء میں اس کا خاتمہ ہوا، اس میں چار حکمراں گذرے، حسن بن زید علوی، محمد بن زید علوی، حسن ابن علی الملقب بہ اطروش اور حسن بن قاسم،

بھاگ گیا، اس کے فرار کے بعد محمد اور جعفر کو والی طبرستان کی برہمی کا خوف ہوا، انھوں نے اپنے ہمسایہ دیلمیوں سے مدد مانگی، دیلمی خود محمد بن اوس کی وجہ سے طاہریوں سے ناخوش تھے، اس کے علاوہ ان میں باہم امداد و اعانت کا معاہدہ بھی تھا، اس لئے وہ اُن کی مدد کے لئے تیار ہو گئے، اس وقت علوی ملک بھر میں پھیلے ہوئے تھے، اور جو گروہ حکومت کے خلاف اٹھنا چاہتا تھا عموماً وہ انہی کو سہارا بناتا تھا، چنانچہ محمد اور جعفر نے بھی طبرستان کے ایک علوی محمد بن ابراہیم کی طرف رجوع کیا، اور ان سے بیعت کی درخواست کی، انھوں نے اپنے بجائے حسن بن زید کا نام پیش کیا، اور کہا وہ اس کام کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہیں، حسن اس وقت رے میں تھے، ان کو محمد بن ابراہیم کے ذریعہ سے طبرستان آنے کی دعوت دی گئی، اس دعوت پر یہ طبرستان آئے، اور یہاں کے تمام باشندوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اور یہاں سے طاہری عمال کو نکال دیا، اس سلسلہ میں ان میں اور حکومت کی فوجوں میں مدتوں معرکے ہوتے رہے لیکن آخر میں طبرستان اور جرجان پر حسن بن زید کا قبضہ ہو گیا، اور وہ اپنی زندگی بھر ۲۷۰ھ تک اس پر قابض رہے، ۲۷۰ھ میں ان کا انتقال ہو گیا، اُن کے بعد اُن کے بھائی محمد بن زید اُن کے جانشین ہوئے،[1]

علویوں کا عام ظہور حسن بن زید کی دعوت کے سلسلہ میں اس زمانہ میں یکے بادیگرے بہت سے علوی اُٹھے، ان میں اور حکومت میں بڑے بڑے معرکے ہوئے، ان کے مختصر حالات یہ ہیں، سب سے اول ۲۵۰ھ میں محمد بن جعفر بن حسن نے رے میں حسن بن زید کی دعوت شروع کی، ان میں اور خراسانی فوج "مسودہ"[2] کے درمیان کئی معرکے ہوئے اور محمد بن جعفر گرفتار کر کے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس نیشاپور بھیجے گئے، اس نے قید کر دیا، اور

---

[1] ابن اثیر و مسعودی ج ۲، ص ۳۰۳۔ [2] عباسی فوج جس کی وردی سیاہ تھی،

محمد نے قید ہی میں انتقال کیا اُن کے بعد احمد بن عیسیٰ بن علی بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب نے رے میں رضا آل محمد کی دعوت شروع کی، ان میں اور محمد بن عبد اللہ بن طاہر میں بڑی خونریز لڑائیاں ہوئیں، لیکن آخر میں احمد بن عیسیٰ کو بھی شکست ہوئی، ان کے بعد حسن بن اسمٰعیل بن محمد بن عبد اللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المخاطب بہ کرکی قزوین میں اُٹھے، ان کا اور موسیٰ بن بغا کا مقابلہ ہوا، پھر حسن دیلم چلے گئے، اور حسن بن زید کی جماعت میں شامل ہو گئے ۲۵۱ھ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے کوفہ میں خروج کیا، محمد بن عبد اللہ نے اُن کے مقابلہ کے لئے بغداد سے ابن خاقان کی زیر قیادت ایک بردست فوج روانہ کی، اس فوج کی آمد سنکر حسین بن محمد کے ساتھیوں نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ کہیں روپوش ہو گئے[1]

اردن میں شورش مستعین کا پورا زمانہ نہایت پُرشور تھا، ترکوں کی سرکشی اور علویوں کے خروج کے ساتھ ملک کے ہر حصہ میں کچھ نہ کچھ شورشیں بھی رونما ہوئیں، سب سے پہلے اردن میں ایک لخمی امیر اٹھا، لیکن پھر حاکم اردن کے خوف سے بھاگ گیا، اس کے بعد اس کے عامل قطامی نے اردن کا خراج وصول کر لیا، اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ حاکم فلسطین کی فوجوں کو پیہم شکستیں دیں، مزاحم بن خاقان ترکی نے بڑی مشکل سے اسکی قوت توڑکر اس کو نکالا،

حمص کی بغاوت اردن کے بعد حمص کے باشندوں نے یہاں کے حاکم کیدر بن عبد الملک کے خلاف بغاوت برپا کی، کیدر نے ان کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھائی، اہل حمص نے اس کی فوج کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا، کیدر کے مغلوب ہو جانے کے بعد مستعین نے عبد الرحمن بن حبیب ازدی کو حمص کا والی بنا کر بھیجا، لیکن حمص پہنچنے

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۲، ص ۳۴۴ و ۳۴۶،

سے پہلے ہی اس کا پیام اجل آپہنچا، اور اس کی جگہ فضل بن قارن طبری کا تقرر ہوا، اہل حمص نے اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا، لیکن تھوڑے دنوں کے بعد اسے خبر ملی کہ اہل حمص اسکی مخالفت پر بھی آمادہ ہیں، اسلئے چند فتنہ پرستوں کو پکڑ کے اُن کے سر قلم کر دیئے، اس سے اُس وقت تو مخالفت دب گئی، لیکن ۲۵۹ھ میں اس زور شور سے بغاوت رونما ہوئی کہ فضل بن قارن کو قصر خالد بن یزید میں قلعہ بند ہونا پڑا، اہل حمص نے یہاں بھی نہ چھوڑا، اور قصر سے نکال کر بے دردی کے ساتھ ذبح کر کے لاش سولی پر لٹکا دی، نوشری بن طاجیل والی دمشق کو اسکی خبر ہوئی تو اُس نے ایک جرار لشکر باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، اُنھوں نے اس کو بھی شکست دی، مستعین کو یہ خبریں پہنچیں تو اُس نے موسیٰ بن بغا کو موالی کی فوج کے ساتھ روانہ کیا، ایک باغی سرغنہ دابر العقاد بنی کلب کو لیکر مقابلہ میں آیا، لیکن موسیٰ بن بغا نے اس کو پسپا کر دیا، اور حمص میں داخل ہو کر تین دن تک اس کو خوب لٹوایا، اور باغیوں کے گھروں میں آگ لگوا دی، اور حمص کی شورش فرو ہوئی

یوسف القصیص کی بغاوت اسی سنہ میں معرہ میں یوسف بن ابراہیم المعروف بہ قصیص تنوخی قبیلہ تنوخ کو جمع کر کے قنسرین میں قلعہ بند ہو گیا، مستعین کے غلام محمد المولد نے اس کے ایک ساتھی غطیف بن نعمہ کو پکڑ کے قتل کر دیا، اس کے قتل کے بعد قصیص جبل اسود کی طرف بھاگ گیا، وہاں پہنچکر پھر بنو کلب کو جمع کیا، محمد المولد نے جبل اسود جا کر اس کا مقابلہ کیا، لیکن بڑی فاش شکست کھائی اور اس فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا، اور قصیص پھر قنسرین لوٹ آیا، مولد کی شکست کے بعد اُس کی جگہ ابو الساج اشروسنی کا تقرر ہوا، اُس نے جنگ کے بجائے قصیص کو امان دے کر مطیع بنا لیا، اور لاذقیہ وغیرہ کا عامل بنا دیا،

فارس کی بغاوت فارس کی فوج کو عرصہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی، اسلئے اس نے یہاں کے والی

حسین بن خالد پر یورش کر کے نقدی لوٹ کر اپنی تنخواہیں لے لیں، فارس کا علاقہ محمد بن عبد اللہ بن طاہر والی خراسان کے ماتحت تھا، اُسے خبر ہوئی تو اُس نے عبد اللہ بن اسحٰق کو بھیجا، اُس کے آنے پر فوج مطیع ہو گئی، لیکن عبد اللہ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، اسکے سرغنہ علی بن حسین کو خوارج کے مقابلہ کے لئے فارس اور کرمان کی سرحد پر بھیجدیا، یہ عبد اللہ کی بدسلوکی کا شاکی تھا، لیکن اُسے ظاہر نہیں کیا اور خاموشی کے ساتھ چلا گیا، اصطخر پہنچکر فوج سے خط و کتابت کر کے پھر عبد اللہ کے مقابلہ میں آگیا، اور اُس کا گھر لوٹ کر اس کو نکال دیا، وہ بغداد لوٹ گیا، اس کے بعد محمد بن عبد اللہ بن نصر مقابلہ کے لئے بھیجا گیا، اُس نے علی بن حسین کو نرمی سے مطیع بنانا چاہا، مگر وہ آمادہ نہ ہوا[1]،

بغا اور باغر میں اختلاف

۲۵۱ھ میں مشہور ترکی جنرل باغر کو خود اس کے ہم قوم بغا اور وصیف نے قتل کر دیا، گو یہ دونوں ترک تھے لیکن حصول جاہ کے لئے ان میں باہم رشک و رقابت کے جذبات پیدا ہو گئے تھے، اتامش کا قتل بھی اسی کشمکش کا نتیجہ تھا، مستعین کے عہد میں بغا اور وصیف کا زیادہ رسوخ بڑھا، باغر کی خدمات بھی اُن سے کم نہ تھیں، لیکن اُسے بغا و وصیف کے برابر رسوخ نہ حاصل تھا، اس لئے ان دونوں کا عروج باغر کی نظر میں بہت کھٹکتا تھا، لیکن اس کو اُن کے خلاف کوئی موقع نہیں ملتا تھا، ایک واقعہ نے اس کا سامان پیدا کر دیا،

سواد کوفہ میں باغر کی جاگیر تھی، اسکی نگرانی کے لئے اس کا وکیل یہاں رہا کرتا تھا، اس کو یہاں کے ایک باشندہ ابن ماریہ نے پکڑ لیا، اسکی سزا میں ابن ماریہ قید کر دیا گیا، کچھ دنوں کے بعد وہ چھوٹ کر اپنے ایک دوست دلیل بن یعقوب نصرانی کے پاس

---

[1] یہ تمام واقعات یعقوبی سے ماخوذ ہیں، دیکھو کتاب مذکور ج ۲ ص ۶۰۵ تا ۶۰۹،

پہنچا، دلیل بغا کا کاتب اور اس کا نفس ناطقہ تھا، اور باغر بغا کے ماتحت تھا، اس
اُس نے اس کو ابن مارویہ پر زیادتی کرنے سے روکا، اس پر باغر بگڑ گیا، اور دلیل نصرانی
کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا، باغر کی بہادری سے بغا بھی خائف رہتا تھا، اس نے یہ کہکر
اس کو ٹھنڈا کیا کہ اگر تم میرے لڑکے فارس کو بھی قتل کرنا چاہتے تو میں تم کو نہ روکتا،
لیکن میرے اور بارگاہ خلافت کے جملہ کاموں کا مدار دلیل کے اوپر ہے، اس لئے
اتنا توقف کرو کہ میں اس کی جگہ کوئی دوسرا آدمی تلاش کر لوں، باغر کو ٹھنڈا کرنے کے
بعد دلیل کو اس واقعہ کی اطلاع دے کر اسے اپنے یہاں آنے سے منع کر دیا، اور باغر
کو دکھانے کے لئے دلیل کی جگہ ایک دوسرے شخص محمد بن یحییٰ کو کاتب بنا دیا، اس سے
باغر کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا، لیکن اس کا دل دلیل کی جانب سے صاف نہ ہوا اور وہ اپنا
ارادہ پورا کرنے اور اپنا رسوخ بڑھانے کے لئے مستعین کے پاس زیادہ رہنے لگا،
مستعین کو اس کی قربت پسند نہ تھی، اسلئے اسکو اپنے پاس سے ہٹانے کیلئے وصیف سے پوچھ کر
مقتول امیر اتیاخ کے متعلق جو خدمتیں تھیں اُن کو باغر کی طرف منتقل کر دیا، دلیل کو اسکی
خبر ہوئی تو اُس نے بغا سے جا کر کہا کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں اور وہاں آپ کو ہٹانے کی
فکریں ہو رہی ہیں، یاد رکھئے کہ معزولی کے بعد آپ قتل سے نہیں بچ سکتے،

باغر کا قتل بغا یہ حالات سُن کر قصر خلافت پہنچا، اور وصیف سے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ مجھے
میرے مرتبہ سے گرا کر باغر کو میری جگہ لاؤ، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ باغر میرا غلام اور میرا
ساتھی ہے، وصیف نے لاعلمی ظاہر کی، وصیف بغا کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا، چنانچہ دونوں نے
طے کیا کہ باغر کو کسی طرح دربار سے ہٹا دیا جائے، باغر اور اس کی جماعت نے اس کو محسوس
کر لیا، متوکل کے قتل سے اُن کا حوصلہ بڑھ چکا تھا اس لئے انھوں نے طے کیا کہ مستعین

بغا اور وصیف تینوں کا قصہ تمام کر کے معتصم یا واثق کی اولاد کو خلیفہ بنایا جائے مستعین کو اس کی خبر ہو گئی، اس نے بغا اور وصیف کو بلا کر ان سے کہا کہ مجھے خود خلافت کی کوئی خواہش نہ تھی تمہیں دونوں نے مجھے خلیفہ بنایا، اور اب قتل کرنا چاہتے ہو، ان دونوں نے قسم کھا کر لاعلمی ظاہر کی، اس وقت مستعین نے ان سے پورا واقعہ بیان کیا، اسے سنکر بغا، وصیف اور احمد بن صالح نے طے کیا کہ باغر کو پکڑ کے قید کر دیا جائے، چنانچہ اُسے حیلہ سے بلا کر قید کر دیا گیا، ترکوں کو خبر ہوئی تو وہ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، اور شاہی اصطبل کو لوٹ کر قصر سلطانی کو گھیر لیا، بغا اور وصیف نے یہ شورش دیکھی تو اسی دن شام کو باغر کا کام تمام کرا دیا۔[1]

سامرا سے مستعین کا فرار حملہ آور باغر کے قتل میں مستعین کو بھی شریک سمجھتے تھے اس لئے وہ قصر خلافت کو گھیرے رہے، یہ صورت دیکھکر مستعین، بغا، وصیف اور دوسرے عمائد سلطنت کو لے کر خفیہ سامرا سے بغداد چلا گیا، حملہ آوروں کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے ناکامی کے غصہ میں دلیل اور اس کے ہمسایوں کا گھر لوٹ لیا، اور بغداد کا راستہ بند کر دیا، ایک ملاح کو جو ایک کشتی کرایہ پر بغداد لئے جا رہا تھا، سولی دیدی، اس سے باقی ملاح خوفزدہ ہو گئے اور علانیہ بغداد جانا بند ہو گیا، مستعین کے بغداد چلے جانے کے بعد افسران فوج، کتاب عمال حکومت، بنی ہاشم اور بغا و وصیف کے سب ساتھی کسی نہ کسی طرح بغداد پہنچ گئے

ترکوں کی معذرت اور مستعین کا واپسی سے انکار مستعین کے سامرا چھوڑنے کے بعد ترک، فراغنہ اور موالی کو اپنی گستاخی پر ندامت ہوئی اور انھوں نے عفو تقصیر کے لئے اس کے پاس ایک وفد بھیجا، اس نے مستعین سے ترکوں کی گستاخی اور ان کی غلطیوں

[1] طبری ج ۱۱ ص ۱۵۳۵ تا ۱۵۳۰ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۴۴۔

کی معافی چاہی اور آئندہ اپنی وفاداری کا یقین دلا کر بڑی عاجزی اور منت سے سامرا واپس چلنے کی درخواست کی، لیکن مستعین نے اُسے قبول نہ کیا، اور وفد ناکام سامرا واپس گیا،

معتز کی بیعت

معتز اور مؤید دونوں ابھی تک قصر سلطانی میں قید تھے، مستعین کی واپسی سے مایوسی کے بعد ترکوں نے طے کیا کہ معتز کو خلیفہ بنا کر مستعین کا مقابلہ کیا جائے، چنانچہ ۱۲ محرم سنہ ۲۵۱ھ میں معتز کو قید سے نکال کر اس کی بیعت کی، معتز نے بیعت خلافت کے بعد ہی اپنے بھائی مؤید کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے ولی عہد نامزد کیا، اور ترکوں نے اسکی بیعت کا تمام ممالک محروسہ میں تحریری اعلان کرادیا،[ف]

مستعین اور معتز کی لڑائیاں

معتز کی بیعت کے بعد اُس میں اور مستعین میں بڑی خونریز معرکہ آرائیاں ہوئیں، طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے اس کی بڑی لمبی تفصیل لکھی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

مستعین بغداد میں تھا، اہل بغداد اس کے ساتھ تھے، اس لئے جب تک اُن سے معتز کی خلافت نہ منوائی جاتی اُس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی تھی، چنانچہ معتز کی بیعت کے بعد اس کا بھائی امیر ابو احمد اہل بغداد کے مقابلہ کے لئے بغداد پہنچا، یہاں کے امیر الامرا محمد بن عبداللہ بن طاہر نے مدافعت کے انتظامات کئے اور دونوں میں مہینوں خونریز لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا، اس ہنگامہ سے بغداد میں بڑی بدامنی اور شورش پھیل گئی اور اہل بغداد سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے، اور اُن کی قوت کمزور پڑ گئی، یہ صورت دیکھکر امیر محمد بن عبداللہ بھی معتز کی جانب مائل ہو گیا، اور اسکے پاس پیام کہلا بھیجا کہ اگر وہ اس کی خطا کو معاف کر کے صلح کرلے تو وہ اس کی بیعت کرنے کے لئے تیار ہے، اہل بغداد کو اس کی خبر ہو گئی، مستعین محمد ہی کے محل میں تھا، اس لئے بغدادیوں کو خطرہ پیدا ہوا

[ف] مروج الذہب مسعودی ج ۷، ص ۳۶۴ و ص ۳۶۵،

کہ وہ اسے معتز کے حوالہ نہ کرے، اس لئے اُنھوں نے محل پر ہجوم کر دیا، اُن کا جوش و خروش دیکھ کر محمد نے محل کے اوپر سے اُنھیں مستعین کو دکھا دیا، اُسے دیکھ کر ان کو اطمینان ہوا، اس کے بعد محمد بن عبد اللہ نے مستعین کو اپنے محل سے رصافہ میں منتقل کر دیا۔[1]

امیر محمد بن عبد اللہ کو اس کا اندازہ ہو گیا تھا کہ مستعین کو معتز کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہو سکتی، اور اس کوشش میں کشت و خون کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، اس لئے اس نے اور امیر ابو احمد نے مل کر باہمی مشورہ سے اس کو معزول کر دیا، خطیب کا بیان ہے کہ محمد بن عبد اللہ نے خود مستعین کو سمجھا بجھا کر دست برداری پر راضی کر لیا تھا، چونکہ وہ طبعاً کمزور تھا اور کوئی مددگار بھی نہ رہ گیا تھا اسلئے دستبرداری پر آمادہ ہو گیا، محمد بن عبد اللہ نے معتز سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ مستعین کے اہل و عیال اور مال و متاع کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائیگا معزولی کے بعد وہ مکہ میں قیام کرے گا، اور اگر معتز اس وعدہ پر قائم نہ رہے گا تو اُس کی بیعت توڑ دی جائے گی، اس معاہدہ کے بعد وہ محرم ۲۵۲ھ میں دست بردار ہو گیا،[2]

نظر بندی معتز نے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ تو پورا کیا لیکن مکہ کے قیام کے بجائے پہلے بغداد ہی میں حسن بن وہب کے یہاں رکھا، پھر کچھ دنوں کے بعد احمد بن طولون کی نگرانی میں واسط بھیجدیا گیا اور مستعین زندگی کے آخری لمحوں تک وہیں مقیم رہا،

مستعین کی تخت نشینی سے لے کر اس کی دست برداری تک کل مدت خلافت ۳ سال ہے، اگر اس کی خلافت کا زمانہ معتز کی پہلی بیعت تک شمار کیا جائے، تو یہ مدت بقدر ایک سال کے گھٹ جائیگی، کیونکہ معتز کی پہلی بیعت مستعین کے سامرا چھوڑنے کے بعد محرم ۲۵۱ھ میں ہوئی تھی اور دوسری متفقہ بیعت اس کی دستبرداری کے

---

[1] مروج الذہب ج، ص ۳۶۶ تا ص ۳۶۷، [2] خطیب ج ۲ ص ۱۲۳،

بعد محرم ۲۵۲ھ میں ہوئی،

وزارت | مستعین کا پہلا وزیر احمد بن خصیب تھا، اس کے حالات منتصر کے حالات میں گذر چکے ہیں، احمد بن خصیب نے مستعین کے زمانہ میں کل دو مہینے وزارت کی، اس کے بعد اس کی جگہ ابی صالح محمد بن یزداد کا تقرر ہوا، یہ بڑا فاضل اور ادیب تھا، اس کے جوابات اور اس کی توقیعات مشہور تھیں، لیکن خود سر اور خائن امرار کی وجہ سے وہ زیادہ دنوں تک اس عہدہ پر نہ رہ سکا، ابو صالح متدین آدمی تھا، اس نے دوسرے شعبوں کی طرح مالیات کی نگرانی اور تنظیم بھی شروع کی اسکی یہ نگرانی خائن اور خود سر امرار پر گراں گذری انھوں نے اسکو قتل کی دھمکی دی، ان کی روش دیکھکر ابو صالح وزارت چھوڑ کر الگ ہو گیا، اس کے بعد محمد بن فضل جراجری اور شجاع بن القسم کتابت کے فرائض انجام دیتے تھے لیکن ان میں سے کوئی وزارت کے لقب سے ملقب نہ ہوا[1]،

صفات | علمی اعتبار سے مستعین فاضل ادیب اور فصیح و بلیغ تھا[2] لیکن امور جہانبانی میں بالکل کورا تھا، ابن طقطقی کا بیان ہے کہ مستعین عقل، رائے اور تدبیر سب میں نہایت کمزور تھا، اور اس کا پورا زمانہ دور فتن اور عہد اضطراب تھا، اس میں جود و کرم کے علاوہ اور کوئی اچھی خصلت نہ تھی[3]

اس کا زمانہ بہت مختصر تھا اور وہ بھی پورا شور و فتن میں گذرا، اس کے دوسرے خلفا برائے نام رہ گئے تھے، حکومت کی ساری قوت ترکوں کے ہاتھوں میں آگئی تھی، وہ جسے چاہتے خلیفہ رہنے دیتے، جسے چاہتے معزول کر دیتے،

۱؎ الفخری ص ۲۲۰ ۲؎ تاریخ الخلفاء ص ۳۶۷

۳؎ الفخری ص ۲۱۹

ابو عبد اللہ محمد بن جعفر الملقب بہ معتز باللہ

۲۵۱ھ تا ۲۵۵ھ مطابق ۸۶۵ء تا ۸۶۹ء

معتز باللہ کی پہلی بیعت کا حال اوپر مستعین کی معزولی کے حالات میں گذر چکا ہی، دوسری عام بیعت مستعین کی دست برداری کے بعد محرم ۲۵۲ھ میں ہوئی، اور چند ملکوں کے سوا جن کا ذکر آیندہ آئیگا، باقی تمام ممالک محروسہ نے اسے خلیفہ مان لیا،

بغا اور وصیف سے ناراضی اور صفائی

اگرچہ معتز کو ترکوں کی حمایت و امداد سے خلافت ملی تھی، لیکن پہلے ترکوں ہی نے جن میں وصیف اور بغا زیادہ پیش پیش تھے، منتصر کو مجبور کرکے معتز کو ولیعہدی سے خارج کرایا تھا، پھر منتصر کے بعد انہی نے معتز کو محروم کرکے مستعین کو خلیفہ بنایا تھا، اس لئے معتز کا دل اُن کی طرف سے صاف نہ تھا، اور وہ اِسے خوب سمجھتا تھا کہ ترکوں نے اس کی خیر خواہی میں نہیں بلکہ اپنے اغراض کیلئے اسکو خلیفہ بنایا ہے، اور اگر وہ ان کے اقتدار میں ذرا بارج ہوا تو اس کا انجام بھی اس کے پیشروؤں کے جیسا ہوگا، اس لئے اُس نے تخت نشینی کے بعد بغا وصیف اور اس کی پوری جماعت کا نام دفتر سے خارج کرکے ایک فوجی افسر محمد بن ابی عون کو ان کا قصہ پاک کرنے پر متعین کیا، اور اس کے صلہ میں اسے یمامہ، بحرین اور بصرہ کی حکومت عطا کی، بغا اور وصیف کے آدمیوں کو اس کا علم ہوگیا، انھوں نے

ان دونوں کی اس کی خبر کردی، وہ دونوں بگڑ گئے اور امیر محمد بن عبداللہ کے پاس جاکر اعلان کردیا کہ ہمیں دھوکا دینا چاہتے ہیں، ہم کو کوئی قتل نہیں کرسکتا، جس میں ہمت ہو وہ سامنے آئے، اور یہ اعلان کرکے معتز سے لڑنے کی تیاریاں شروع کردیں، لیکن پھر کسی مصلحت سے وصیف نے اپنی بہن سعاد کے وسیلہ سے جو معتز کی کھلائی تھی سفارش کراکے معتز کو راضی کرلیا، اور موید کے بھائی ابو احمد نے سفارش کرکے بغا سے بھی صفائی کرادی اور معتز نے دونوں کو خلعت دے کر ان کے عہدوں پر بحال کردیا اور بغا کے لڑکے کو خبر رسانی کے شعبہ پر مامور کیا[1]،

موید کی قید اور موت ترکوں کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ معلوم ہوا موید نے موالی سے ساز باز کرکے اُن کو اپنے ساتھ ملا لیا ہی، اس لئے معتز نے موید اور اس کے بھائی ابو احمد کو قید کرکے ان سے ولیعہدی سے دست برداری کا اقرار کرایا، اور موید قید ہی میں نامعلوم سبب سے مر گیا، چونکہ موت مشتبہ تھی، اس لئے معتز نے اپنی صفائی کے لئے فقہاء کے روبرو اس کی لاش نکلوائی، لیکن جسم پر ظاہری کوئی نشان ایسا نہ تھا جسکے صدمہ سے موت کا شبہہ کیا جاسکے مگر قیاس یہی ہے کہ موت غیر طبعی تھی،

مستعین کا قتل اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مستعین کی دست برداری کے وقت امیر محمد ابن عبداللہ نے معتز سے اسکی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ لے لیا تھا، لیکن خلیفہ ہونے کے بعد اُس نے اس وعدہ کو طاق نسیاں کے حوالہ کردیا، اور شوال سنہ ۲۵۲ھ میں مستعین کو مروا ڈالا[2]،

مصر اور شام کے والیوں کی بیعت جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے، سمساط، فلسطین، دمشق،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۵۵ [2] مسعودی ج ۷ ص ۳۹۳ و ص ۳۹۴ [3] تفصیل کیلئے دیکھو طبری ج ۱۲ ص ۱۷۰ و ۱۷۱

مصر اور اصفہان کے والیوں ابن مجاہد، عیسیٰ بن شیخ، یزید بن عبد اللہ اور عمران بن مہران نے معتز کی بیعت نہیں کی تھی، اس لئے اُس نے نوشری بن تاجیل ترکی کو والی دمشق اور عیسیٰ بن شیخ والی فلسطین کے مقابلہ پر مامور کیا، اردن میں دونوں کا مقابلہ ہوا، اس مقابلہ میں نوشری کا لڑکا کام آیا، لیکن عیسیٰ نے شکست کھائی اور فلسطین ہوتا ہوا مصر چلا گیا،

عیسیٰ کی شکست کے بعد معتز نے ایک ترک امیر کو مصر روانہ کیا، یہاں کے والی یزید بن عبد اللہ نے پہلے اسے عریش میں روکا، لیکن پھر معتز کی بیعت کرلی، اُسے دیکھکر عیسیٰ بن شیخ نے بھی جو مصر میں موجود تھا بیعت کرلی، حمص پر غطیف کلبی قابض ہو گیا تھا، اسے محمد بن مولد نے مطیع بنایا، لیکن پھر بدعہدی کرکے اس کو قتل کر دیا، اسلئے غطیف کا قبیلہ برہم ہو گیا اور محمد پر حملہ کرکے اُسے فلسطین واپس کر دیا، اُس کی پسپائی کے بعد امیر نوشری جو فلسطین کی حفاظت کے لئے رُکا ہوا تھا، عراق واپس چلا گیا، اس کی واپسی کے بعد فلسطین کا سابق والی عیسیٰ بن شیخ فلسطین پر قبضہ کے خیال سے مصر سے فلسطین پہنچا، لیکن پھر رُک گیا، اور وہ اور امیر محمد بن مولد دونوں عراق چلے گئے[1]،

ابھی اوپر گذر چکا ہے کہ عیسیٰ بن شیخ کے مقابلہ میں امیر نوشری کا بیٹا کام آیا تھا، اس لئے عیسیٰ بن شیخ کے عراق آنے کے بعد ترکوں نے اُس کے انتقام میں عیسیٰ کو قتل کر دینا چاہا، مگر وہ چھپ کر فلسطین نکل گیا، اور قبیلہ ربیعہ کو ساتھ لے کر رملہ کے قریب ایک قلعہ تیار کیا[2]، چند دنوں میں اُس کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ اس نے فلسطین اور

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۶۱۱ [2] ایضاً ص ۶۱۵

دمشق کے علاقہ پر قبضہ کر لیا، اور خراج بھیجنا بند کر دیا،[1]

بغدادی فوج کی بغاوت

بغداد کے سیاسی انقلاب کی وجہ سے شاہی خزانہ کی حالت اتنی بگڑ گئی تھی کہ فوج کی تنخواہوں اور وظیفہ یابوں کے وظائف کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی اور دو دو تین تین مہینے کی تنخواہیں چڑھ جاتی تھیں، اس لئے بغدادی فوج نے معتز کے متولی حکومت امیر محمد بن عبد اللہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور خطیب کو معتز کا نام لینے سے روک دیا، اس ہنگامہ میں عوام نے پولیس کی چوکی لوٹ لی، باغی فوج پل توڑنے کے لئے بڑھی، امیر محمد کی فوج نے روکنے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوئی یہ صورت دیکھ کر امیر محمد نے پل کے پاس کی دو کانوں میں آگ لگوادی، اور باغیوں کا راستہ رک گیا، اس درمیان میں اتفاق سے فوج کے دو آدمی مل گئے اور امیر محمد کو باغیوں کے سرغنہ کا پتہ بتا دیا، اس نے اسی وقت آدمیوں کو بھیجکر ایک سرغنہ ابن حنبل کو قتل کرا دیا، دوسرا ابو القاسم چھپ گیا، لیکن آخر میں وہ بھی پکڑ کے قید کر دیا گیا ان دونوں کے بعد باغی منتشر ہو گئے،[2]

ترک اور مغاربہ کا اختلاف

اس دور میں ترکوں کے علاوہ ایک دوسری قوت مغاربہ کی ابھر رہی تھی اور حکومت میں ان کا بھی کافی حصہ ہو گیا تھا، اس لئے ان میں اور ترکوں میں حصول اقتدار کی کشمکش رہا کرتی تھی، رجب ۲۵۲ھ میں ترکوں کی یادتی پر انھیں جوسق سلطانی سے نکال دیا، اس مخالفت میں شاکریہ اور عوام نے مغربیوں کا ساتھ دیا، اس لئے ترک مقابلہ نہ کر سکے اور ایک شخص نے درمیان میں پڑ کر دونوں میں صلح کرا دی، اس وقت ترک مصلحۃً خاموش ہو گئے تھے، لیکن تھوڑے ہی دنوں

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۵۸، [2] ایضاً،

کے بعد موقع پاکر اُنھوں نے مغربیوں کے سردار محمد بن راشد اور نصر بن سعد کو جنھوں نے اُن کو جوسق سے نکالا تھا قتل کر دیا[1]،

مساور خارجی کی شورش | خوارج ادھر عرصہ سے خاموش تھے ۲۵۲ھ میں انکا ایک سردار مساور حدیثہ ضلع موصل کے پولیس افسر حسین بن بکیر سے بگڑ گیا، اور کرد اور اعراب کو جمع کر کے موصل کے والی عقبہ بن محمد پر حملہ آور ہو گیا، لیکن کامیابی نہ ہوئی، اور وہ لوٹ گیا، راستہ میں عباسی عمال بندار اور مظفر بن مشبک نے روکنا چاہا، مساور نے انھیں شکست دی اور اُن کی جماعت کا بڑا حصہ تہ تیغ کر ڈالا، مظفر شکست کھا کر بغداد بھاگ گیا، اس کے فرار کے بعد خارجی جلولار میں جمع ہوئے، یہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا، فریقین کے بہت سے آدمی کام آئے، اسی دوران میں امیر خطرمش فوجیں لے کر پہنچ گیا، مساور نے اُسے بھی شکست دی، اور موصل کے بڑے حصہ پر چھا گیا، خطرمش کی شکست کے بعد ایوب ابن احمد تغلبی موصل کی حکومت پر مامور ہوا اُس نے اپنے لڑکے حسن کو مساور کے مقابلہ کے لئے بھیجا، مساور ہٹ گیا، حسن نے تعاقب کیا آگے چل کر ایک مقام پر دونوں کا مقابلہ ہو گیا، حسن کو بڑی فاش شکست ہوئی، اور وہ اربل کی طرف نکل گیا، اس کامیابی سے مساور کا زور اور بڑھ گیا[2]،

علوی | طبرستان پر زیدیوں کے قبضہ کی وجہ سے علویوں کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی تھی، اور اُن کا حوصلہ بہت بڑھ گیا تھا، چنانچہ مستعین کے زمانہ سے لیکر معتز کے عہد تک وہ بڑے زور و قوت کے ساتھ اُٹھے، طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان کے حالات لکھے ہیں، ان کا مختصر حال یہ ہے،

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۵۶، ۵۷ [2] ایضاً ص ۵۳،

سب سے اوّل مستعین اور معتز کی جنگ کے زمانہ میں اسمٰعیل بن یوسف بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے مکہ میں خروج کیا، یہاں کا عباسی عامل جعفر مکہ چھوڑ کر بشاشات چلا گیا، اسمٰعیل نے اس کا گھر اور عباسی حکام کے مکانات لوٹ لیے، مکہ کی فوج اور اہل مکہ کو بے دریغ قتل کیا، خانۂ کعبہ کے تمام نقرئی اور طلائی سامانوں اور دوسری قیمتی اشیاء پر قبضہ کر لیا، اور اہل مکہ سے دو لاکھ دینار وصول کر کے مدینہ پہنچے یہاں کے والی میں بھی مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے اس نے بھی مدینہ چھوڑ دیا، مدینہ پر قبضہ کے بعد اسمٰعیل مکہ لوٹ گئے، اور اس کا اتنا سخت محاصرہ کر لیا کہ شہر میں قحط پڑ گیا، پانی تک سونے کے بھاؤ بکنے لگا اور مکہ والے بھوک پیاس سے مرنے لگے،

مکہ کے بعد جدہ پہنچے اور اسکی ناکہ بندی کر کے اہل جدہ کا کھانا پانی بھی بند کر دیا، اور تاجروں کا مال لوٹ کر عرفہ واپس ہوئے، یہ حالات سن کر معتز نے محمد بن احمد اور عیسیٰ بن محمد کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، عرفہ میں دونوں کا سامنا ہوا، اسمٰعیل نے سو لہ سو حاجیوں کو قتل کر کے تمام حجاج کا مال لوٹ لیا، ان کے خوف سے حجاج عرفہ میں قیام کئے ہوئے بغیر مکہ لوٹ گئے[1]

ایک اور علوی ابو احمد محمد بن جعفر کوفہ میں اٹھے، لیکن مزاحم بن خاقان نے انھیں شکست دیکر قابو میں کر لیا، اور معتز نے معاف کر کے ان کو کوفہ کا حاکم بنا دیا، لیکن اس عفو پر بھی وہ باز نہ آئے اور اہل کوفہ کے مال اور ان کی جائدادوں پر قبضہ کر لیا، اس لئے پھر گرفتار کر کے بغداد بھیجدیے گئے[2]

اسی زمانہ میں دو اور علوی احمد بن عیسیٰ اور حسن بن احمد کوکبی عباسیہ کی مخالفت

---

[1] طبری ج ۱۲ ص ۱۶۹۲ و ۱۶۸۳ [2] ایضاً ص ۱۶۸۶

میں دیلم کے غیر مسلم فرماں روا ابن جستان سے مل گئے، اور رے پر حملہ کرکے بہت سے مسلمانوں کو قتل اور گرفتار کر لیا، یہاں کے حاکم عبداللہ بن عزیز نے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر راہ فرار اختیار کی، اور رے والوں نے بیس لاکھ درہم دیکر جان بچائی، ابن جستان اس رقم پر قبضہ کرکے الگ ہو گیا، اس کی علیحدگی سے احمد بن عیسیٰ کی قوت بالکل کمزور ہو گئی اور عبداللہ بن عزیز نے لوٹ کر ان کو گرفتار کر لیا[1]،

ان کے علاوہ اور طالبی اُٹھے، اُن کے خروج سے اتنی بدامنی پھیلی اور اہل حجاز پر اتنے مصائب نازل ہوئے کہ خود ان کے اہل خاندان گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، شیعی مورخ مسعودی لکھتا ہے کہ خاندان ابوطالب کے چہتر آدمی جن میں حضرت علیؓ، عقیلؓ اور جعفرؓ تینوں بھائیوں کی اولادیں شامل تھیں حجاز کے مصائب سے گھبرا کر مصر چلے گئے، یہاں کے والی عیسیٰ بن شیخ نے ان کو معتز کے پاس سامرا پہنچا دیا، اُس نے ان کو ٹھہرایا، اور اُن کی کفالت کا بار اپنے ذمہ لیا[2]،

سجستان میں صفاریوں کی نئی طاقت کا ظہور

اسی زمانہ میں دولت عباسیہ پر موالی کے غلبہ واقتدار کے خلاف ایک نئی قوت صفاریوں کی اٹھی، یہ معلوم ہے کہ دولت عباسیہ کے آغاز ہی سے اس پر موالی یعنی اہل عجم[3] کا غلبہ تھا، پھر مامون اور معتصم کے زمانہ سے عرب بالکل خارج ہو گئے تھے، اور حکومت میں اُن کا کوئی حصہ نہ رہ گیا تھا تاہم جب تک خلفاء صاحب اقتدار تھے اس وقت تک ترک و ایرانی ان کے تابع فرمان رہے، اور اُن سے حکومت کے مفاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، اور وہ حکومت کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہے، لیکن تیسری صدی میں جب ان کا اقتدار اتنا بڑھا کہ خلفاء ان کے

---

[1] طبری ج ۱۲ ص ۱۶۸۶ [2] مروج الذہب مسعودی ج ۲، ص ۳۹۰ [3] اہل عجم سے ہماری مراد مشرق کی تمام غیر عرب قومیں ہیں،

مقابلہ میں بے بس ہو گئے، اس وقت وہ قابو سے باہر ہو گئے، اور اُن کی خود غرضی سے نہ صرف حکومت بلکہ اسلامی مفاد کو نقصان پہنچنے لگا،

اس صورت حال کے خلاف صفاری اُٹھے، دولت عباسیہ میں کوئی دم باقی نہ تھا، ترک خود غرضی میں مبتلا تھے، اس لئے صفاریوں[1] کی قوت برابر بڑھتی رہی، اور انھوں نے سیستان اور اس کے بعد ایران کے بڑے حصہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی

---

[1] یہ حکومت ۲۵۳ھ میں قائم ہوئی، اس میں پانچ فرماں روا ہوئے، یعقوب بن لیث، عمرو بن لیث، طاہر بن محمد بن عمرو، لیث بن علی بن لیث، معدل بن علی بن لیث، ۲۹۸ھ میں سامانیہ ماوراءالنہر کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا،

صفاریوں کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ عجمی تھے، لیکن قیاس کے علاوہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے، افسوس ہے کہ مورخین نے یعقوب بن لیث الصفار کی اوپر کی پشتوں کا نسب نامہ نہیں لکھا ہے، ورنہ ان کے نسب میں ابہام نہ باقی رہتا،

کسی مورخ نے ان کو عجمی النسل نہیں لکھا ہے، اور ان کے نسب کی تصریح سے سب خاموش ہیں، محض اس قیاس پر ان کو عجمی سمجھا جاتا ہے کہ اس خاندان کا بانی یعقوب بن لیث الصفار سجستان کا باشندہ تھا، اور سرزمین عجم میں صفاری حکومت قائم ہوئی، اور صفاریوں کی زبان فارسی تھی،

فارسی شاعری کے آغاز کی تاریخ میں تذکروں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ ایک دن یعقوب کا چھوٹا بچہ اخروٹوں سے کھیل رہا تھا، ایک اخروٹ لڑھکتے لڑھکتے ایک گڈھے میں چلا گیا، بچہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا، ع "غلطاں غلطاں ہمی رود تالب گو" یعقوب موجود تھا، بچہ کی زبان سے اسکو یہ کلام بہت پسند آیا، لیکن چونکہ اس بحر میں اشعار نہیں کہے جاتے تھے، اس لئے شعراء کو بلا کر اُس نے پوچھا کہ یہ کون سی بحر ہے، اُنھوں نے کہا ہزج ہے، (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۶ پر)

اس حکومت کا بانی یعقوب بن لیث اور اس کا بھائی عمرو سجستان کے باشندے اور ٹھٹھیرے کا پیشہ کرتے تھے، یعقوب زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا، گو یہ معمولی طبقہ سے تعلق رکھتا تھا مگر آدمی بڑا بہادر، حوصلہ مند اور عالی دماغ تھا، اس زمانہ میں سجستان میں خارجیوں کا بڑا زور تھا، ان کے مقابلہ میں ایک عرب زاہد صالح بن نضر کنانی نے بڑا

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۵) پھر تین مصرعے اور لگا کر رُباعی کر دیا، اور دو بیتی نام رکھا، پھر دو بیتی کے بجائے رباعی کہنے لگے، (تذکرہ دولت شاہ سمرقندی)

لیکن ان واقعات میں سے ایک واقعہ بھی صفاریوں کے عجمی ہونے کا ثبوت نہیں ہے، اس زمانہ میں سارے عجم میں عرب پھیلے ہوئے تھے، عجم کا توطن نسلاً عجمی ہونے کا ثبوت نہیں، خلفاے عباسیہ کی حکومت بھی عجم میں قائم ہوئی، اور اُن کا سارا کلچر مذہب کے علاوہ تمامتر عجمی ہو گیا تھا، لیکن تھے وہ عربی النسل،

اگر فارسی تذکروں کی روایت صحیح بھی مان لیجائے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ صفاریوں کی زبان فارسی تھی، لیکن یہ بھی اُن کے عجمی ہونے کا ثبوت نہیں، ظاہر ہے کہ جب کسی مقام پر کسی بیرونی متوطن کی کئی پشتیں گذر جائیں گی تو اُس کی زبان بھی وہیں کی ہو جائیگی، حکومت کے اثر سے ہزاروں عجمیوں کی زبان عربی ہو گئی تھی، لیکن تھے بہرحال وہ عجمی،

ان قیاسات کے مقابلہ میں یعقوب بن لیث کی زندگی کے بیشتر واقعات اس کے عرب ہونے کے شاہد ہیں، اس کی اسپرٹ شروع سے آخر تک خالص عربی تھی جو ایک عجمی میں ممکن نہیں ہے،

ان کے عربی النسل ہونے کا سب سے کھلا ہوا ثبوت خود اُن کے ناموں کی عربیت ہے، اس خاندان میں پانچ فرماں روا ہوئے، ان میں سے تین کے نام خالص عربی ہیں، عمرو بن لیث، لیث بن علی اور معدل بن علی، یعقوب کے باپ کا نام بھی لیث تھا، یہ نام خالص عربی ہیں، انفرادی طور پر ایک دو عربی نام تو عجمیوں کے بھی ہو سکتے ہیں، لیکن چار پشتوں اور چھ ناموں میں چار عربی نام غیر عرب میں مشکل سے مل سکتے ہیں، (بقیہ حاشیہ ص۲۶۷ پر)

نام پیدا کیا تھا، یعقوب اور اس کا بھائی دونوں حصول مقصد کے لئے اس کے ساتھ ہو گئے اور یعقوب نے اپنی کارگذاری اور قابلیت سے صالح کے مزاج میں بڑا رسوخ حاصل کر لیا تھا، چند دنوں کے بعد صالح کا انتقال ہو گیا،

ایک روایت یہ ہے کہ یعقوب کی صلاحیتوں کو دیکھکر صالح اپنی زندگی ہی میں

(بقیہ حاشیہ ص ۲۲۵) اسلامی نام تو عرب اور غیر عرب مسلمانوں میں مشترک ہوتے ہیں، لیکن خاص عربی نام عموماً عربوں ہی کے ہوتے ہیں،

دوسرا بڑا ثبوت صفاریوں کا مذہبی جذبہ، دین کی نصرت و حمایت اور موالیوں (اہل عجم) سے انکی نفرت ہے، انھوں نے ابتدا ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شعار بنایا،[1] اور اُن کی بنیاد ہی موالی کی مخالفت اور دین کی نصرت و حمایت کے لئے پڑی، خلیفہ معتمد علی اللہ کے ساتھ ان کی جنگ کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب موالی کی مخالفت اور اُن کے ہاتھوں دین کی بے حرمتی تھی، مورخ مسعودی لکھتا ہے، وانہ خرج منکرا علی المعتمد و من معہ من الموالی واضاعتھم الدین[2] اس سلسلہ میں اسکے یہ دو شعر بھی قابل لحاظ ہیں،

خراسان احویھا و اعمال فارس   وما انا من ملک العراق بآیس

خراسان اور فارس کے علاقے میرے قبضہ میں آگئے، اور میں ملک عراق پر قبضہ سے بھی مایوس نہیں،

اذا ما امور الدین ضاعت وا هملت   ودثت فصارت کا لرسوم الدوارس

جبکہ دینی امور اسطرح ضائع و بیکار ہو گئے اور مٹ گئے کہ اب وہ مٹی ہوئی نشانی رہ گئے ہیں،

دین کی نصرت و حمایت کے لئے جان کی بازی لگا دینا، اور حکومت کے مقابلہ میں آجانا ایک عرب ہی کر سکتا ہے، محض اسلام کی حمایت میں ایک عجمی کا اپنی قوم کی مخالفت کا کرنا قیاس (بقیہ حاشیہ ص ۲۶۸ پر)

[1] ابن اثیر ج ، ص ۲۰ [2] مروج الذہب ج ، ص ۴۵ ،

اس کو اپنا جانشین بنا گیا تھا، اس لئے اس کے بعد یعقوب نے اس کی جگہ لی، دوسری روایت یہ ہے کہ صالح کے بعد درہم بن حسین اس کا جانشین ہوا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے اسے پکڑ کے بغداد بھیجدیا، اس کے بعد یعقوب نے جگہ لی،

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۵) قیاس میں نہیں آتا، یعقوب بن لیث نے معتمد سے جنگ کرنیکے پیشتر یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس کو خراسان، فارس، طبرستان، جرجان، رے، آذربیجان اور قزوین کی ولایت اور بغداد اور سرمن رای کی شحنگی عطا کی جائے، معتمد نے اسے منظور کر لیا، اس منظوری سے سب سے زیادہ اضطراب موالی میں پیدا ہوا "اضطربت الموالی بسرمن رای" اور جب یعقوب نے اس پر بھی بس نہ کیا، اور بغداد پر فوج کشی کر دی، تو موالی کو یہ شبہہ ہوا کہ معتمد کے متولی حکومت موفق کی خط وکتابت سے اس کا یہ حوصلہ ہوا ہے، اور جب خود معتمد یعقوب کے مقابلہ کے لئے نکلا، اس وقت سب سے زیادہ مسرت موالی کو ہوئی "فطابت انفس الموالی" اور اس جنگ میں معتمد کی جانب سب سے زیادہ پیش پیش اور انتقامی جذبہ سے بریز ایک عجمی افسر خشیخ تھا[۱] یہ واقعات اس کا ثبوت ہیں کہ حکومت کے مقابلہ میں یعقوب کے اُٹھنے کا سبب موالی کی مخالفت تھی جس کا ان کو پورا اندازہ تھا جیسا کہ مذکورۂ بالا واقعہ سے ظاہر ہے، جب اُس نے فارس پر فوج کشی کی تو یہاں کے والی علی بن حسین کے متعلق احمد بن حکم سے پوچھا کہ علی بن حسین مسلمان بھی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں مسلمان ہے، یعقوب نے کہا کیا کوئی مسلمان کافر کردوں کو مسلمانوں کے ملک پر اس لئے بھیج سکتا ہے کہ وہ اُنھیں قتل کریں، اُن کی عورتوں کو قیدی بنائیں، ان کے مال پر قبضہ کریں، احمد بن لیث کردی نے کرمان میں سات سو آدمی قتل کئے، اور دو سو شریف گھرانوں کی عورتوں کو بے عزت کیا،[۲] یہ واقعہ بھی یعقوب کی عربی اسپرٹ کا ثبوت ہے، معلوم نہیں اس میں احمد بن لیث کردی (بقیہ حاشیہ ص۲۶۹)

[۱] ابن خلکان ج ۲ ص۳۱۶ و ص۳۱۷ [۲] ابن اثیر ج ۷ ص۳۱۴،

یعقوب بڑا عالی دماغ تھا، اور اس میں بڑی انتظامی قابلیت تھی، چنانچہ صالح کے بعد اُس نے اپنے حسن انتظام اور حسن عمل سے اپنی جماعت میں بڑا اثر پیدا کیا، اور وہ اُس کی گرویدہ اور جان نثار بن گئی، اور چند دنوں میں اُس نے سجستان سے خارجیوں کو ختم کر کے یہاں اپنی حکومت قائم کرلی، اس کا اصل مقصد اہل عجم کی قوت اور ان کے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۸۹) کی کس فوج کشی کی طرف اشارہ ہے، لیکن یہ چیز قابل غور ہے کہ اس نے احمد بن لیث کردی کو کافر سے تعبیر کیا ہے، جو محض سکی عربیت کا نتیجہ ہے، ورنہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے احمد بن لیث کردی مسلمان تھا، اور کسی مسلمان عجمی کو کوئی عجمی کافر نہیں کہہ سکتا، رخج کی حکومت بڑی وسیع اور طاقتور تھی اس کا فرماں روا الوہیت کا مدعی اور اسلام اور مسلمانوں کا دشمن تھا، اپنے یہاں پہاڑ پر ایک گھر بنا رکھا تھا جس کا نام مکہ رکھا تھا، یعقوب نے اسے شکست دیکر قتل کردیا، اور رخج کے تمام باشندے اس کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوئے[۱]، اس کے مخالفین بھی اس کے دینی جذبہ کے معترف تھے، چنانچہ جب اُس نے شیراز پر فوج کشی کا ارادہ کیا، تو یہاں کے عمائد نے اس کو اس عزم سے باز رکھنے کے لئے اس کے پاس جو خط لکھا، اس میں اس کی دینداری ہی کو سفارشی بنایا تھا، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے تم کو تطوع، دینداری اور خوارج سے جنگ اور ان کے استیصال کی جو توفیق عطا فرمائی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کی خونریزی میں احتیاط برتو[۲]، یہ اور اس قبیل کے اور واقعات یعقوب کی دینداری کا ثبوت ہیں،

تیسرا ثبوت علویوں سے اس کی مخالفت ہے جو کسی عجمی کی جانب سے تصور میں نہیں آسکتی، طبرستان کے علویوں سے اس کے بڑے بڑے معرکے ہوئے اور حسن بن زید علوی کو اُس نے بڑی فاش شکست دی[۳]، دولت عباسیہ کے عجمی حکام تو علویوں کے مقابلہ پر مجبور تھے لیکن کبھی (بقیہ حاشیہ ص ۲۹۱ پر)

[۱] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۰۰ [۲] ایضاً ص ۱۱۲ [۳] مروج الذہب مسعودی ج ۸، ص ۵۱،

غلبہ واقتدار کو توڑنا تھا، اس لئے سجستان پر قبضہ کے بعد وہ اپنے کو خلیفہ کا مطیع ظاہر کرتا رہا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت شروع کردی اور سب سے پہلے خراسان کی طرف جو طاہریوں کے ماتحت تھا، قدم بڑھایا اور ہرات کا رُخ کیا، یہاں کے طاہری حاکم محمد بن ادریس نے مقابلہ کیا، یعقوب نے اُسے شکست دے کر ہرات اور بوشنج پر قبضہ کرلیا، اور اُس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ خود امیر خراسان اور آس پاس کے دوسرے امراء اُس سے ڈرنے لگے، (ابن اثیر ج ۷، ص ۶۰ و ابن خلکان ج ۱ ص ۳۱۲)

(بقیہ حاشیہ ص ۲۶۹) کسی آزاد عجمی نے اُس کی جرأت نہیں کی، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یعقوب نے گو خارجیوں سے بڑے پر زور مقابلے کئے لیکن وہ خود بھی ان کی جماعت میں شامل تھا، یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عقیدۃً خارجی تھا، لیکن خارجیوں کی جماعت میں شامل ضرور تھا، ابن خلکان نے تو اس کے نام کیساتھ خارجی لکھا ہے[1]، اور کسی عجمی کا خارجی ہونا مشکل سے خیال میں آسکتا ہے،

یہ چوتھا خود صفاری حکومت کے قیام کی نوعیت ہے، عباسیوں کے زمانہ میں ان سے آزاد ہوکر جتنی حکومتیں قائم ہوئیں، انکی دو ہی قسمیں ہیں، ایک یہ کہ ابتداءً وہ عباسی حکومت کے ماتحت امارتیں تھیں، پھر جب عباسیوں پر زوال آتا گیا، یہ امارتیں آزاد ہوتی گئیں، عجم کی تمام حکومتیں اسی طرح وجود میں آئیں، اس کے خلاف ابتداء سے ان میں آزادی کی کوئی مثال نہیں ملتی، دوسری جو ابتدا ہی سے حریفانہ قائم ہوئیں، لیکن اس قسم کی حکومتیں صرف علویوں کی تھیں، اور صفاری حکومت ان دونوں سے مختلف ہے، صفاریوں کو نہ ابتداءً دولت عباسیہ سے علاقہ رہا اور نہ ایک عرصہ تک اُنھوں نے عباسیوں کی مخالفت کی بلکہ یعقوب ہمیشہ اپنے کو خلیفہ کا مطیع ظاہر کرتا رہا، گو بعد میں چل کر جب عباسی عمال اس کے مقاصد میں حائل ہوئے تو یعقوب کو حکومت کا مقابلہ کرنا پڑا، لیکن ابتداء میں عرصہ تک وہ خلیفہ کا مطیع رہا،

[1] ابن خلکان ج ۱ ص ۳۱۲،

کرمان پر قبضہ | ہرات پر قبضہ کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد یعقوب نے ۲۵۵ھ میں کرمان پر بھی قبضہ کرلیا، کرمان طاہری حکومت کے ماتحت تھا، ہرات اور بوشنج پر یعقوب کے قبضہ کے بعد فارس کے حاکم علی بن حسین بن شبل نے معتز سے درخواست کی کہ طاہریہ کی قوت کمزور پڑ گئی ہے، وہ خراسان کے علاقہ کو بھی نہیں سنبھال سکے، سجستان پر یعقوب قابض ہو چکا ہے، اس لئے کرمان میرے متعلق کر دیا جائے، علی بن حسین گو بظاہر بارگاہ خلافت کا مطیع تھا، لیکن وہ بھی فارس پر غاصبانہ قابض ہوا تھا، یعقوب کے اظہار اطاعت پر بھی معتز کو اعتماد نہ تھا، اس لئے ان دونوں کو آپس میں ٹکرانے کے لئے اس نے ایک طرف علی بن حسین کی درخواست قبول کرلی، دوسری طرف یعقوب کو علیحدہ کرمان کی حکومت کا پروانہ دیدیا،

چنانچہ علی بن حسین نے اپنی جانب سے طوق بن مغلس کو کرمان بھیجا، یعقوب خود روانہ ہوگیا اور کرمان سے باہر تھوڑی مسافت پر ٹھہر گیا، اور چند دنوں کے بعد طوق کو دھوکے میں مبتلا کرنے کے لئے لوٹ گیا، طوق کو اس کی واپسی کی خبر ہوئی تو اس کی جانب سے مطمئن ہو کر عیش و طرب میں مشغول ہوگیا، یعقوب برابر اس کی خبر لیتا رہا، اس لئے اُسے غافل کر کے فوراً کرمان واپس آگیا اور پہنچتے ہی گھیر لیا، طوق کی فوج بھی یعقوب کی آمد سے غافل تھی، اس لئے وہ مقابلہ نہ کر سکی اور طوق کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوگئی، اور یعقوب نے اس کو گرفتار کر کے کرمان پر قبضہ کرلیا،

فارس پر قبضہ | یعقوب تمام عباسی عمال کے خلاف اٹھا تھا، اور علی بن حسین والی فارس سے اس کو خاص طور سے پرخاش تھی اور کرمان کے بعد فارس ہی کا نمبر تھا، اس لئے علی بن حسین کو یقین تھا کہ یعقوب کرمان کے بعد اُس کی جانب رُخ کریگا،

چنانچہ اُس نے پہلے ہی شیراز کے باہر ایک درہ کے دہانہ پر جس کے ایک جانب پہاڑ اور دوسری جانب نہر تھی، اور درمیان میں صرف ایک آدمی کے گذرنے بھر کا راستہ تھا، اپنی فوج لاکر کھڑا کر دی تاکہ یعقوب کسی سمت سے اس پر حملہ آور نہ ہو سکے،

علی بن حسین کا خیال صحیح نکلا یعقوب کرمان سے سیدھا شیراز پہنچا اور درہ سے ایک میل کے فاصلہ پر مقیم ہوا، اور یعقوب کی فرودگاہ کے نقشہ اور اسکی حالت پر غور کر کے فوج نہر میں کدادی اور دلیری کے ساتھ اس کو عبور کر کے پار پہنچ گیا، اس کی یہ دلیرانہ جرأت دیکھ کر علی اور اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ شیراز کی طرف بھاگی لیکن راستہ نہایت تنگ تھا دوسری طرف یعقوب کی فوج تھی، اس لئے بھاگنے میں بڑی کشمکش ہوئی، اس کشمکش میں علی گھوڑے سے گر پڑا، اور یعقوب کی فوج نے اسے بڑھ کر گرفتار کر لیا، اور اس کی فوج کا کل سامان یعقوب کے قبضہ میں آیا، اور اس نے بڑھ کر شیراز پر قبضہ کر لیا، بعض روایتوں میں اس واقعہ کی یہ صورت بھی ہے کہ علی بن حسین نے شکست کھائی اور زخمی ہو کر گرفتار ہوا، پایہ تخت شیراز پر قبضہ کے بعد پورا فارس زیر نگیں ہو گیا، علی بن حسین نے رعایا کو لوٹ لوٹ کر بے شمار دولت جمع کی تھی، یعقوب نے اُسے تکلیفیں دیکر یہ ساری دولت نکلوالی، فارس پر قبضہ کے بعد یعقوب نے خلیفہ کے پاس تحریری اطاعت نامہ اور بہت سے قیمتی ہدیے بھیجے، اس کے بعد یعقوب سجستان لوٹ گیا، اور معتز نے فارس میں پھر اپنے عمال مقرر کر دیئے،

احمد بن طولون ۲۵۴ھ میں مصر میں دولت طولونیہ کی بنیاد پڑی، اس کا بانی احمد بن طولون[۲] ابن طولون ان غلاموں

---

[۱] ابن اثیر ج، ص ۶۲ و ۶۳ [۲] احمد بن طولون ترکی غلام زادہ تھا، ۲۵۴ھ مطابق ۸۶۸ء میں اس حکومت کی بنیاد پڑی، اور ۲۹۲ھ مطابق ۹۰۴ء میں اس کا خاتمہ ہوا، اور اسکا، (بقیہ حاشیہ ص ۲۶۳ پر)

کی ایک روشن مثال ہے، جنھیں خلفائے عباسیہ کی پرورش اور تعلیم و تربیت نے غلامی

تختِ فرماں روائی تک پہنچا دیا، احمد کا باپ طولون ایک ترکی غلام تھا، ۲۰۰ھ میں

بخارا کے عامل نوح بن اسد سامانی نے اسے مامون کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا، ۲۲۰ھ

میں سامرا میں اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام اُس نے احمد رکھا، ایک روایت

یہ بھی ہے کہ احمد طولون کا صلبی لڑکا نہ تھا، بلکہ اُس نے اس کو متبنیٰ کیا تھا، [1]

احمد کی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی، اسے علم سے طبعی مناسبت تھی،

علم حدیث سے اس کو بڑا شغف تھا، طرطوس کے محدثین سے سماع حدیث کے لئے

کئی مرتبہ وہاں کا سفر کیا، وہ فطرۃً صالح و سعید بھی تھا، صلحاء و اخیار کی صحبت بہت

مرغوب تھی، ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوا اور اپنے فضائل و کمالات کی

وجہ سے بڑی شہرت و ناموری حاصل کی، ترکوں کی جماعت میں اس سے زیادہ معزز

و ممتاز دوسرا امیر نہ تھا، اس کو بارگاہ خلافت میں اتنا اعتماد و رسوخ حاصل تھا کہ پوشیدہ

امور بھی اس سے نہ چھپائے جاتے تھے، [2]

اس کی ذات میں دین و دنیا دونوں کی بھلائیاں جمع تھیں؛ ابن خلکان کا

---

[1] ابن خلکان ج ۱ ص ۵۵ [2] خطط مقریزی ج ۲ ص ۱۰۴،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۷۲) خاتمہ ہوا، اور اس کا رقبۂ حکومت پھر بدستور دولت عباسیہ کا ماتحت علاقہ ہوگیا،

اس حکومت کی عمر کل ۳۹ سال تھی، لیکن اس قلیل مدت میں اس نے مصر میں بڑے کارنامے

کئے اور اپنی حکومت کے بڑے پائدار نقش چھوڑے، اس کی یادگار جامع طولونیہ آج تک قائم

ہے، اس میں کل ۵ فرماں روا ہوئے، احمد بن طولون، خمارویہ بن احمد، جیش بن خمارویہ، ہارون بن

خمارویہ اور شیبان بن احمد بن طولون،

بیان ہے کہ احمد میں عدل پروری، فیاضی، شجاعت و بہادری، حسن سیرت، فراست تمام اوصاف جمع تھے، وہ جملہ فرائض بذات خود انجام دیتا تھا، رعایا کے حالات معلوم کرتا تھا، شہروں کو بساتا تھا، اہل علم کو بہت دوست رکھتا تھا اس کا دسترخوان عوام وخواص ہر شخص کے لئے وسیع تھا، ایکہزار دینار روزانہ خیرات کرتا تھا[1]،

جب احمد سن رشد کو پہنچا تو عباسی وزیر عبیداللہ بن یحیٰی سے درخواست کر کے اپنا تبادلہ طرسوس کرا لیا، چند دنوں کے بعد اپنی ماں سے ملنے کے لئے سرمن رای واپس ہوا، قافلہ میں ایک شاہی خادم مستعین کی چند فرمائشیں جنھیں اس نے روم سے منگوایا تھا، دارالخلافہ لئے جارہا تھا، اتفاق سے راستہ میں اعراب نے قافلہ والوں کا سامان لوٹ لیا، احمد بن طولون تنہا ان پر ٹوٹ پڑا، اور جو کچھ انھوں نے لوٹا تھا، چھین لیا، اس میں مستعین کی فرمائشیں بھی تھیں، اس کے اس کارنامہ کا تمام قافلہ خصوصاً شاہی خادم پر بڑا اثر پڑا، اس نے سرمن رای پہنچکر فرمائشیں مستعین کے حضور میں پیش کیں، مستعین نے انھیں بہت پسند کیا، اس وقت خادم نے ڈاکہ زنی اور احمد کی بہادری کی پوری تفصیل سنائی، مستعین سن کر بہت خوش ہوا، اور احمد کو ایک ہزار دینار انعام عطا کئے، اور حکم دیا کہ جب وہ آئے تو میرے سامنے پیش کیا جائے، اس طرح مستعین سے اس کا تعارف ہوا، چند دنوں میں احمد نے اپنی صلاحیت اور کارگذاری سے مستعین کو اتنا متاثر کیا کہ اس پر انعام واکرام کی بارش ہونے لگی، اس طرح اسکے عروج کا آغاز ہوا اور اہم خدمات اسکے سپرد ہونے لگیں، معزولی کے بعد جب مستعین واسط بھیجا گیا تو ترکوں نے اسکی نگرانی اور رفاقت کیلئے ابن طولون کو ساتھ کر دیا، اس نے مستعین کے ساتھ بڑا اچھا سلوک رکھا،

---

[1] ابن خلکان ج ۱ ص۵۵،

اس کو کسی قسم کی شکایت نہ پیدا ہونے دی، سیر و شکار کی بھی اجازت دیدی، اور اپنی نگرانی کے زمانہ میں اُس نے مستعین کیساتھ اسکے رتبہ کے خلاف کوئی بات نہیں کی، معتز کی ماں قبیحہ نے ایک مرتبہ ابن طولون کو لکھا کہ اگر وہ مستعین کو قتل کر دے تو اس کے صلہ میں اسے واسط کی حکومت عطا کی جائے گی، لیکن اُس نے انکار کر دیا، اور ترکوں کو لکھا کہ جس خلیفہ کی اطاعت و بیعت کا طوق میری گردن میں ایک مرتبہ پڑ چکا ہے، اس کو میں قتل نہیں کر سکتا، ان حالات کی وجہ سے اُس نے مستعین کے پاس رہنا مناسب نہ سمجھا اور اپنی جگہ احمد بن محمد کو مقرر کر دیا،[1]

مصر میں دولت طولونیہ کا قیام

مستعین کے قتل کے بعد جب معتز کے ہاتھ میں زمامِ حکومت آئی تو احمد بن طولون مصر کا حاکم مقرر ہوا، اس کی تفصیلات میں البتہ کسی قدر اختلاف ہے، کندی کا بیان ہے کہ ابن طولون سے پہلے مصر کا والی ازجور ترکی تھا، اور پولیس کا محکمہ بو لغیا کے متعلق تھا، ۲۵۴ھ میں جب ازجور حج کو چلا گیا، تو معتز نے ابن طولون کو مصر میں امامت کے منصب پر مامور کیا،[2]

لیکن کندی کے علاوہ ابن اثیر، ابن خلدون اور مقریزی وغیرہ کا بیان ہے کہ معتز کے عہد میں باکباک یا بایکیال[3] ترکی کو مصر کی حکومت ملی، مگر وہ دار الخلافہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا، اس لئے ابن طولون کو اپنا نائب بنا کر بھیجدیا، فوج بھی اس کے ساتھ کر دی اور رمضان ۲۵۴ھ میں ابن طولون مصر میں داخل ہوا، اس وقت یہاں کے حاکمِ خراج ابن مدبر کا مصر میں سکہ جما ہوا تھا، ابن طولون نے مصر پہنچکر اس کا رنگ اکھاڑ دیا، مہتدی کے زمانہ میں اسکندریہ کی حکومت بھی اس کے متعلق ہو گئی

---

[1] مقریزی ج ۲ ص ۱۰۴ و ۱۰۵ [2] کتاب الولاۃ کندی ص ۲۱۱ و ۲۱۲ [3] بعض مورخین باک باک اور بعض بایکیال لکھتے ہیں

اس سے اس کی قوت و عظمت اور دبدبہ اور شکوہ میں بہت اضافہ ہو گیا[1]، اس کے مزید حالات آیندہ آئیں گے،

وصیف کا قتل | جیسا کہ اوپر بھی ذکر ہو چکا ہے، دولت عباسیہ کے سیاسی انقلابوں کی وجہ سے اس کی مالی حالت بہت ابتر ہو گئی تھی، خزانہ بالکل خالی تھا، ملازمین کو کئی کئی مہینوں کی تنخواہیں نہ مل سکتی تھیں، چنانچہ ۲۵۲ھ میں فوج کی چار مہینہ کی تنخواہ چڑھ گئی تھی، ترکوں، فرغانیوں اور اشروسنیوں نے روپیہ کا مطالبہ کیا، لیکن خزانہ خالی تھا، بغا، وصیف اور سیما ترکی نے ان سے اس بارہ میں گفتگو کی، دوران گفتگو میں وصیف نے کسی بات پر کہا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، اس جواب پر فوج بگڑ گئی، لیکن بغا نے یہ کہکر وقتی طور سے سنبھال لیا کہ اس بارہ میں امیر المومنین سے گفتگو کروں گا، چنانچہ معتز سے استصواب کے لئے سامرا چلا گیا، وصیف کے جواب سے فوج بگڑی ہوئی تھی، بغا کے سامرا جانے کے بعد اس نے وصیف کو قتل کر دیا، وصیف کے قتل کے بعد اس کا عہدہ بغا کی طرف منتقل کر دیا گیا[2]،

معتز اور بغا میں کشیدگی اور بغا کا قتل | بغا اور معتز کے تعلقات پہلے سے کشیدہ تھے، وصیف کے قتل سے یہ کشیدگی اور بڑھ گئی، اور بغا کی جانب سے اس کو اپنے متعلق خطرہ پیدا ہو گیا، اس لئے اس نے بغا کی قوت توڑنے اور اس کے مقابلہ میں تقویت حاصل کرنے کے لئے اس کے حریف ترکی امیر باکباک کو بڑھانا شروع کیا[3]، یہ چیز بغا کو کھٹکی، لیکن بغا اس وقت مستقر خلافت سرمن رای میں تھا جہاں وہ معتز کی

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۱ و مقریزی ج ۲ ص ۱۰۵، [2] یعقوبی ج ۲ ص ۴۷۴ و طبری ج ۱۱ ص ۱۶۸۷ و ۱۶۸۸، [3] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۹۳،

مخالفت نہیں کرسکتا تھا، اس لئے معتز کو بغداد لے جانے کے لئے زور ڈالا، مگر وہ آمادہ نہ ہوا،

اتفاق سے اسی دوران میں بغا اپنی لڑکی کی شادی میں مشغول ہوگیا، اور معتز موقع پاکر باکباک کے پاس کرخ سامرا چلا گیا، پھر یہاں سے جوسق میں منتقل ہو کر بغا کی گرفت سے آزاد ہوگیا، اس کو اس کی خبر ہوئی تو بہت پیچ و تاب کھایا اور معتز پر حملہ کرنے کے منصوبے شروع کر دیئے، مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی، اس وقت وہ خود خفیہ بغداد نکل گیا، رات کے وقت وہاں پہنچا، پل کے پہرہ داروں کو شبہ ہوا، اُنھوں نے گرفتار کر لیا، بغا نے انھیں بہت لالچ دیا، مگر اُنھوں نے قبول نہ کیا، اور معتز کو اطلاع کر دی، اُس نے قتل کرا دیا،[1]

وزارت معتز کا پہلا وزیر ابو الفضل جعفر بن محمود اسکافی تھا، یہ علم و ادب سے بیگانہ تھا، لیکن جود و کرم سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رکھا تھا، ترکوں کی ایک جماعت اس کے موافق تھی اور ایک مخالف، ایک فساد کے سلسلہ میں معزول کیا گیا، دوسرا وزیر ابو عیسیٰ بن فرغان شاہ تھا، اس میں بھی کوئی خاص وصف نہ تھا، لیکن فیاضی اور سیر چشمی اس میں بھی تھی،

تیسرا وزیر ابو جعفر احمد بن اسرائیل انباری تھا، یہ نہایت ذہین اور بڑا ماہر کاتب تھا، اس کی قوت حافظہ اتنی زبردست تھی کہ دولت عباسیہ کے مداخل و مخارج کا پورا حساب اپنے دماغ میں محفوظ رکھتا تھا، ایک مرتبہ دفتر سے حساب کا ایک کاغذ ضائع ہوگیا، اُس نے اپنی یادداشت سے اسے مکمل کر دیا، اتفاق سے

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۶۰ و ۶۱،

پھر گم شدہ حساب مل گیا، تو اس میں اور اس کی زبانی یاد داشت میں سر مو فرق نہ نکلا
ترکوں کی اس سے مخالفت ہو گئی، اُنھوں نے اسے پکڑ کے مارا اور اس کا مال ضبط
کر لیا، معتز اور اس کی ماں نے صالح بن وصیف ترکی سے اسکی بہت سفارش کی، مگر
ترکوں نے نہ سنی اور اس کو قید کر دیا، مہتدی کے زمانہ میں قید ہی میں مار ڈالا گیا، [1] احمد بن
اسرائیل کے بعد پھر دوبارہ جعفر بن محمود اسکافی وزیر ہوا، اور آخر تک رہا،

ترکوں کی بغاوت اور معتز کی معزولی

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ خزانہ میں روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے
فوج کی کئی کئی مہینہ کی تنخواہیں چڑھ جاتی تھیں، اس سلسلہ میں ایک
مرتبہ ۲۵۳ھ میں شورش ہو چکی تھی، ۲۵۵ھ میں پھر دوبارہ یہی صورت پیش آئی، صالح
ابن وصیف نے معتز سے کہا کہ خزانہ کا کل روپیہ وزرار اور کتّاب لے گئے، اب
خزانہ بالکل خالی ہے، وزیر احمد بن اسرائیل نے اس کا نہایت سخت جواب دیا، اس
پر دونوں میں جنگ ہو گئی، صالح نے احمد بن اسرائیل اور اس کے ساتھ حسن بن مخلد
اور نوح بن ابراہیم کو جن کا تعلق شعبۂ مال سے تھا گرفتار کر کے قید کر دیا، معتز نے
احمد بن اسرائیل کی رہائی کے لئے سفارش کی، لیکن صالح نے شنوائی نہ کی، [2]
ترکوں نے جب دیکھا کہ پوری تنخواہ نہیں مل سکتی تو اُنھوں نے کہا کہ اگر اس وقت
ان کو پچاس ہزار دینار بھی دیدئے جائیں تو وہ اس پر قناعت کر لیں گے، لیکن
معتز کے پاس ایک حبہ نہ تھا، اس لئے وہ اتنا مطالبہ بھی پورا نہ کر سکا، فوج بغا
کے قتل سے بھی برہم ہو رہی تھی، اس نے قصر سلطانی پر حملہ کر دیا، اور معتز کو محل
سے باہر بلا بھیجا، اس نے کہلا دیا کہ اس وقت میں نے دوا پی ہے، اس لئے باہر نہیں

---

[1] الفخری ص ۲۲۱ و ۲۲۲ [2] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۹۶ و ۲۹۷،

آ سکتا، اگر ضروری کام ہو تو تم میں سے کوئی آدمی خود چلا آئے، یہ سن کر سب کے سب محل میں گھس گئے، اور معتز کو پکڑ کے اس کو پیٹتے ہوئے باہر گھسیٹ لائے اور اتنا مارا کہ اس کی قمیص کے پرزے اڑ گئے اور تپتی ہوئی زمین پر ننگے پاؤں کھڑا کر دیا، وہ تپش سے ایک پاؤں اٹھاتا تھا ایک رکھتا تھا، اس حالت میں وہ برابر طمانچے مارتے جاتے تھے، اس طرح خلیفۂ وقت کو ذلیل و رسوا کرنے کے بعد قاضی ابو الشوارب اور گواہوں کے روبرو اسے معزول کر کے ایک سنگدل ترک کے حوالہ کر دیا، اس نے سزا کا سلسلہ جاری رکھا، اور کھانا پانی بند کر دیا؛[1]

دست برداری معتز کو معزول کرنے کے بعد باغی ترک محمد بن واثق کو جسے معتز نے بغداد میں نظر بند کر رکھا تھا نکال کر سامرا لائے، اس کے آنے کے بعد معتز جان و مال کی امان لیکر رجب ۲۵۵ھ میں باقاعدہ دست بردار ہو گیا، اور ترکوں نے محمد بن واثق کو خلیفہ بنایا، معتز کی مدتِ خلافت ۴ سال آٹھ مہینے چند دن تھی،

صفات معتز معتز نہایت فصیح و بلیغ اور زبان آور خطیب تھا، ابن اثیر نے اس کی ایک تقریر نقل کی ہے، جو فصاحت و بلاغت اور زور بیان کا اچھا نمونہ ہے، مزاج میں امارت اور نفاست کی شان زیادہ تھی، پہلے خلفاء کے ساز میں چاندی کا تھوڑا سا کام ہوتا تھا، لیکن معتز کی سواری کا ساز خالص طلائی ہوتا تھا،[2]

بیعت خلافت کی تاریخ سے لے کر دست برداری تک ایک دن بھی اسے ترکوں کی ذات سے امن و سکون میسر نہ ہوا، جب تک بغا زندہ رہا، معتز کا خواب و خور حرام تھا، بغا کے خوف سے وہ نہ میٹھی نیند سوتا تھا، اور نہ بشانہ رو

---

[1] ابو الفداء ج ۲ ص ۴۶ [2] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۶۷.

میں کسی وقت ہتھیار نہ اتارتا تھا، اور کہتا تھا کہ جب تک میرا یا بغا کا سر نہ چلا جائے اس وقت
تک اسی حالت میں رہوں گا، اس پر بغا کا خوف اتنا غالب تھا کہ کہتا تھا کہ مجھے ڈر معلوم
ہوتا ہے کہ بغا مجھ پر آسمان سے نازل نہ ہو جائے یا زمین پھاڑ کر میرے سامنے نہ نکل
آئے[1]، اس کا پورا زمانہ شورش اور انقلابات میں گذرا، اور اُسے حکومت کی طرف
توجہ کرنے کی مطلق فرصت نہ ملی،

حلیہ | صورۃً نہایت حسین وجمیل تھا،
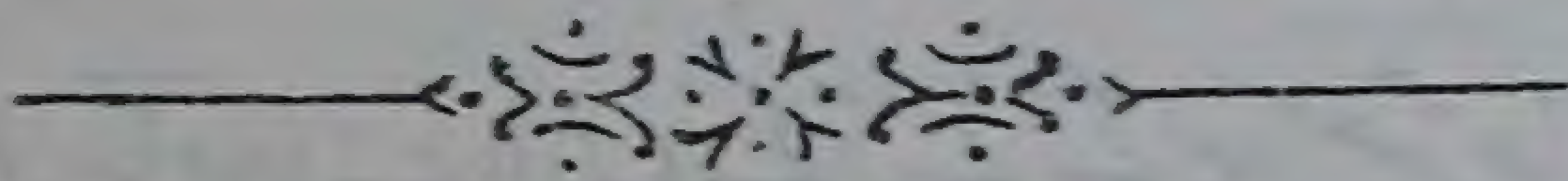
---

[1] مسعودی ج ۷، ص ۳۹۷،

ابو عبد اللہ محمد بن واثق الملقب بہ مہتدی باللہ

۲۵۵ھ تا ۲۵۶ھ مطابق ۸۶۹ء تا ۸۷۰ء

مہتدی واثق باللہ کا لڑکا تھا، ترکوں نے جب اس کو خلیفہ بنانا چاہا تو اس نے اس کو قبول کرنے کے لئے یہ شرط پیش کی کہ جب تک وہ معتز سے مل کر اس سے گفتگو نہ کرے گا، اس وقت تک خلافت نہ قبول کریگا، اس لئے ترکوں نے معتز کو لا کر حاضر کیا، اس وقت اس کے بدن پر ایک میلا کرتا اور سر پر ایک رومال تھا، اس کو اس حال میں دیکھ کر مہتدی دوڑ کر اس کے گلے سے لپٹ گیا، اور پوچھا بھائی کیا حال ہے؟ معتز نے جواب دیا کہ اب مجھ میں یہ بار اٹھانے کی طاقت اور اس کی اہلیت نہیں ہے، مہتدی نے اس کے اور ترکوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی لیکن معتز نے انکار کر دیا، اور کہا کہ نہ مجھکو اس کی ضرورت ہے اور نہ ترک اس پر آمادہ ہوں گے، مہتدی نے کہا پھر مجھے اپنی بیعت فسخ کرنے کی اجازت دیجئے، معتز نے اجازت دیدی، اجازت لینے کے بعد مہتدی نے خلافت قبول کرلی اور رجب ۲۵۵ھ میں تخت نشین ہوا، اور معتز پھر قید خانہ میں واپس کر دیا گیا، ترکوں کو اس سے اتنی شدید عداوت تھی کہ تین دن کے بعد اس کو ایک تہ خانہ

۱؎ مروج الذہب ج ، ص ۳۹۹،

یں چنوا دیا، اور وہ غریب اسی میں گھٹ کر مر گیا،

بغداد میں مخالفت

سامرا میں بیعت کے بعد مہتدی نے بغداد کے پولیس افسر سلیمان بن عبد اللہ کے پاس اہل بغداد سے اپنی بیعت لیے جانے کا حکم بھیجا، اس نے سب سے پہلے شاہی خاندان کے ایک رکن امیر ابو احمد کو جن کی طرف سے مخالفت کا خطرہ ہو سکتا تھا، بلا بھیجا، وہ آئے،

سامرا میں اتنا بڑا انقلاب ہو گیا تھا، لیکن اہل بغداد کو اب تک اس کی خبر نہ تھی، مگر اس سے پہلے کی شورش و ہنگاموں سے وہ واقف تھے، اس لئے ابو احمد کی طلبی پر انھیں شبہہ ہوا اور انھوں نے سلیمان کے مکان پر ہجوم کر دیا، اُس نے یہ کہہ کر انھیں اطمینان دلایا کہ سامرا کی کوئی خبر یہاں نہیں آئی ہے جس سے معتز کے حالات معلوم ہو سکیں، اس لئے بغدادی لوٹ گئے، اس کے دوسرے دن جمعہ کو پھر جمع ہوئے، لیکن خطبہ میں معتز کا نام سن کر پھر لوٹ گئے، مگر اُن کے دل میں شبہہ تھا اس لئے تیسرے دن پھر سلیمان کے گھر پر حملہ کر دیا، اور اس سے ابو احمد کے دکھانے کا مطالبہ کیا، اُس نے دکھا دیا، اور اس کی حفاظت کا پورا اطمینان دلا کر واپس کر دیا،

بغدادی فوج بھی روپیہ کی خواہاں تھی اس لئے امیر یار جوح مہتدی کی جانب سے تیس ہزار اشرفیاں لے کر اسے دینے کے لئے آیا، اہل بغداد کو اسکی خبر ملی تو وہ اس پر حملہ کرنے کے لئے نکلے، لیکن یار جوخ بردان چلا گیا، اور دار الحکومت سے مزید روپیہ منگا کر بغدادیوں میں بھی تقسیم کیا، اس سے یہ لوگ ٹھنڈے پڑ گئے اور شعبان ۲۵۵ھ میں بغداد میں بھی مہتدی کی بیعت ہو گئی، اس ہنگامہ میں سلیمان کے گھر

کی مدافعت میں کچھ لوگ مارے گئے، کچھ دجلہ میں ڈوبے اور کچھ زخمی ہوئے مگر زیادہ کشت و خون کی نوبت نہ آئی اور ایک اٹھتا ہوا فتنہ روپیہ کے زور سے دب گیا[1]،

قبیحہ کی جلاوطنی

معتز کی ماں قبیحہ بڑی دولت مند تھی، اس کے پاس بیشمار دولت تھی، اگر وہ چاہتی تو فوج کا مطالبہ پورا کر کے اپنے اکلوتے لڑکے (معتز) کی جان بچا سکتی تھی، لیکن اتنی بخیل تھی کہ اس کی حرص نے روپیہ نہ نکلنے دیا، اس کی دولت کا عام شہرہ تھا، اس لئے وہ معتز کے قتل کے وقت کل دولت چھپا کر روپوش ہو گئی تھی معتز کے قتل کے بعد اس کی تلاش شروع ہوئی، لیکن پتہ نہ چل سکا، مگر زیادہ دنوں تک وہ چھپی نہیں رہ سکتی تھی، اور اس صورت میں معلوم نہیں اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا، اس لئے خود نکل کر کل دولت صالح بن وصیف کے حوالہ کر دی، ابن اثیر کا بیان ہے کہ پہلے پانچ لاکھ دینار سرخ بھیجے، اس کے بعد اصل خزانہ کا جس میں اٹھارہ لاکھ اشرفیاں تھیں پتہ چلا، نقد کے علاوہ بہت سے بیش قیمت جواہرات تھے، ان میں ایک زمرد اتنا بڑا تھا کہ اس زمانہ میں اس قد کا دوسرا زمرد نہ تھا، ایک صندوقچے میں بڑے بڑے موتی تھے، اس کے علاوہ یاقوت اور دوسرے مختلف جواہرات تھے، جب وقت صالح کے پاس یہ دولت پہنچی تو اس نے کہا "اس بڑھیا کے پاس اتنی دولت موجود تھی، اور صرف پچاس ہزار دینار کے لئے اس نے اپنے لڑکے کی جان لی، اور کل دولت پر قبضہ کر کے اس کو جلاوطن کر دیا[2]،

مہتدی کے مبارک ارادے

مہتدی بڑا عاقل، مدبر، عاقبت اندیش، عدل پرور اور عابد و زاہد خلیفہ تھا، اس نے چاہا تھا کہ گذشتہ انقلابات کی وجہ سے دولت عباسیہ کے نظام میں

---

[1] طبری ج ۱۲ ص ۱۴۱۷ و ۱۴۱۵، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۵،

جو ابتری پیدا ہوگئی تھی، اُسے دور کرکے دوبارہ اس کی شان و شوکت قائم کردے، لیکن ایوانِ حکومت میں خود غرض امرار کا مجمع تھا، اُنھیں ذاتی مفاد کے سوا حکومت کی فلاح و بہبود سے کوئی ہمدردی نہ تھی، اس لئے اس کی تمام مساعی رائگاں گئیں، اور اسی کوشش میں اس کو سلطنت اور جان دونوں سے ہاتھ دھونا پڑا،

مساور خارجی

معتز کے حالات میں مساور خارجی کی کامیابی اور اسکی بڑھتی ہوئی قوت کا حال گذر چکا ہے معتز کے دور کے انقلابات کی وجہ سے حکومت کو اسکی جانب توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا، اس لئے اس کی قوت اور بڑھ گئی، اور ۲۵۵ھ میں وہ موصل کی طرف بڑھا، یہاں کے عامل عبد اللہ بن سلیمان میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اور اہل موصل بھی عبد اللہ کے خلاف تھے، اس لئے وہ روپوش ہوگیا، اور مساور بغیر جنگ و جدال کے موصل میں داخل ہوگیا، نہ اہلِ موصل نے کوئی مزاحمت کی، نہ اُس نے ان کو چھیڑا، البتہ عبد اللہ بن سلیمان کا گھر لوٹ کر اس کو جلا دیا، موصل پر قبضہ کرنے کے بعد وہ حدیثہ چلا گیا، اسی زمانہ میں مساور اور اُسکی جماعت کے ایک ممتاز آدمی عبیدہ کے درمیان ایک مذہبی مسئلہ میں اختلاف ہوگیا، اور اتنا بڑھا کہ عبیدہ اپنی جماعت الگ بنا کر مساور کے مقابلہ میں آگیا، لیکن مارا گیا، موصل پر قبضہ کے بعد مساور نے عراق کی آمدنی دار الخلافہ جانے سے روک دی تھی، اور حکومت کو فوج کی تنخواہ دینے میں دشواری پیش آرہی تھی، اس لئے ترکوں کو مساور کی طرف متوجہ ہونا پڑا، چنانچہ موسیٰ بن بغا، بابکیال اور دوسرے فوجی افسر اس کے مقابلہ کو نکلے، لیکن پھر لوٹ گئے[1]،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۷۰ و ۷۴، ابن اثیر نے عبیدہ اور مساور کی جنگ ۲۵۶ھ میں لکھی ہی، مگر یہ صحیح نہیں ہی،

صاحب الزنج کا خروج | خوارج کے علاوہ اس زمانہ میں ایک اور شخص علی بن عبد الرحیم المعروف بہ صاحب الزنج حبشی غلاموں کو لے کر اس زور سے اٹھا کہ عراق میں قیامت بپا کر دی اور مسلمانوں پر اتنے مظالم ڈھائے کہ ساری دنیائے اسلام چیخ اٹھی، یہ قبیلہ بنی عبد قیس کا معمولی آدمی تھا اور ابتدا میں منتصر کے درباریوں کی مصاحبت کرتا تھا، دولت عباسیہ کی کمزوری اور اندرونی انقلابات کو دیکھ کر اسے قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا، اس زمانہ میں سب سے چلتا ہوا جادو علوی دعوت کا تھا، بحرین شیعیان علی کا مرکز تھا، اس لئے علی بن عبد الرحیم بحرین پہنچا اور اپنے کو علوی مشہور کر کے علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے لباس میں ظاہر کیا[1]، لطف یہ ہے کہ دعویٰ تو علویت کا تھا اور عقائد خارجیوں کے تھے[2]، کبھی عباسیت کا بھی مدعی بن جاتا تھا، اس زمانہ میں غلام زیادہ تر حبشی ہوا کرتے تھے، اور ان کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں تھی، علی نے انھیں اپنے ساتھ ملانے کے لئے اعلان کر دیا کہ جو غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر اس کے پاس چلا آئے گا وہ آزاد ہے، اس تدبیر سے ہزاروں حبشی غلام اس کے ساتھ ہو گئے، اسی مناسبت سے وہ صاحب الزنج کہلانے لگا،

اس کی قوت دیکھکر بہت سے شورش پسند عوام بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور وہ عباسی حکومت کے مقابلہ میں اٹھ کھڑا ہوا، اور عراق بھر میں تاخت و تاراج شروع کر دی خصوصاً بحرین، بصرہ، ابلہ اور کربلا میں حبشیوں نے آفت بپا کر دی، بصرہ پر ان کا عارضی قبضہ بھی ہو گیا تھا، صاحب الزنج جس طرف رخ کر دیتا تھا، کسی کو

---

[1] ابو الفداء ج ۲ ص ۴۶ [2] مسعودی ج ۸ ص ۳۱،

اس کے مقابلہ میں ٹکنے کی ہمت نہ ہوتی تھی چنانچہ وہ ہمیشہ حکومت کی فوجوں کے مقابلہ میں کامیاب ہوا، شاذونادر ہی کبھی شکست کھائی، اس کے مقابلہ کے لئے فوجوں پر فوجیں جاتی تھیں مگر ناکام رہتی تھیں، اس لئے کامل ۱۴-۱۵ سال تک صاحب الزنج آفت بپا کئے رہا معتمد کے عہد ۲۷۰ھ میں بڑی دشواریوں کے بعد قتل کیا گیا، اور اسکی شورش کا خاتمہ ہوا، اسکی تفصیل معتمد کے حالات میں آئے گی،

طبرستان سے موسیٰ کی واپسی معتز کے آخری زمانہ میں امیر بغا کا لڑکا موسیٰ رے میں تھا، اور معتز کے حکم سے امیر مفلح حسن بن زید علوی کے مقابلہ میں مشغول تھا، جب دارالخلافہ میں انقلاب کے آثار رونما ہوئے تو معتز کی ماں نے موسیٰ کو بلا بھیجا، لیکن اس کی واپسی سے پہلے ہی معتز کی معزولی اور مہتدی کی خلافت کے تمام مراحل ختم ہو گئے تھے اور اس کی فوج کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ امیر صالح بن وصیف نے کاتبوں سے بہت بڑی رقم وصول کی ہے، اس لئے انھیں حسد پیدا ہوا، اور انھوں نے موسیٰ کو جلد سے جلد سامرا پہنچنے پر مجبور کیا، چنانچہ وہ طبرستان سے سامرا روانہ ہو گیا، صالح کو اس کی خبر ہوئی تو اسے خطرہ پیدا ہوا،

اس نے مہتدی کو یقین دلایا کہ موسیٰ کی واپسی میں بڑے خطرات ہیں اسلئے مہتدی نے موسیٰ کو راستہ ہی سے اسکے مستقر پر واپس جانے کا حکم دیا، لیکن موالی کے اصرار کی وجہ سے وہ نہ رکا، مہتدی نے دوبارہ ہاشمیوں کو بھیجا، انھوں نے جاکر موسیٰ کو سمجھایا کہ دارالخلافہ میں مزید فوج کا خرچ اٹھانے کی طاقت نہیں ہے، اس کے علاوہ تمہارے طبرستان چھوڑنے سے وہاں علویوں کے قبضہ کا احتمال ہے، اسلئے لوٹ جاؤ، اس کے سمجھانے پر موالی اس پر ٹوٹ پڑے، ان کی ضد دیکھکر موسیٰ نے

سفر جاری رکھا، اور مہتدی کو معذرت لکھ بھیجی کہ موالی کسی طرح واپسی پر رضامند نہیں ہیں، اگر میں اپنے مستقر پر واپس جانے کا ارادہ کروں تو وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے، خود آپ کے آدمی ان کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ گئے ہیں[1]،

جوسق سامرا میں موسیٰ کا داخلہ اور مہتدی اخراج

محرم ۲۵۶ھ میں موسیٰ مع فوج کے سامرا میں داخل ہوا، یہ دن دادرسی کا تھا، مہتدی جوسق میں رعایا کی شکایتیں سُن رہا تھا، یہیں اس کو موسیٰ کی آمد کی اطلاع دی گئی، تھوڑی دیر کے بعد اس نے باریابی کی اجازت دی موسیٰ مع خدم و حشم کے جوسق میں داخل ہوا، اور واپسی کے مسئلہ پر دونوں میں گفتگو ہوتی رہی، موالی کو یہ شبہہ ہوا کہ مہتدی عمداً گفتگو کو اس لئے طول دے رہا ہے کہ اس درمیان میں وصیف فوج لے کر آجائے اور ہم لوگ مجبور ہوجائیں، اس لئے اُنھوں نے مہتدی کو جوسق سے امیر یاجور کے گھر میں منتقل کر دیا، اور جوسق کا سامان لوٹ لیا گیا، موالی کی شورش دیکھ کر مہتدی نے موسیٰ سے کہا کہ تم لوگوں کی یہ جسارت، خدا کا خوف کرو، اُس نے اطمینان دلایا کہ آپ مطمئن رہئے، ہم جو کچھ کر رہے ہیں، سب آپ کی بھلائی کے لئے کر رہے ہیں، ہماری جانب سے آپ کی ذات کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا، اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ صالح کو ان لوگوں پر دست درازی کا موقع نہ دے گا، اور ان کے ساتھ ظاہر و باطن یکساں رکھے گا، اس عہد و پیمان کے بعد سب نے تجدید بیعت کی اور مہتدی نے ملک کا نظم و نسق اپنے ہاتھوں میں لے کر معتز کے خون بے گناہی کا انتقام لینے کے لئے صالح کو طلب کیا، وہ موالی کے خوف سے روپوش

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۷۰،

ہو گیا تھا[1]،

ایک مشکوک خط اور مہتدی کے عزل کا مشورہ

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں کے بعد امیر سیما شرابی نے ایک خط مہتدی کے حضور میں پیش کیا اور کہا اسے ایک عورت دے کر غائب ہو گئی، اور پھر اس کا پتہ نہ چلا، اس کی شانِ خط اور مضمون سے معلوم ہوتا ہو کہ صالح کا خط ہے، مضمون یہ تھا کہ "اتنا مال مجھے ملا، اور میں اپنی جان کے خوف سے اور فتنہ کو دبانے کے لئے روپوش ہو گیا ہوں"، یہ خط پاکر مہتدی نے ترک موالی اور صالح میں مصالحت کرانے کی کوشش کی، اس پر انکو شک ہوا کہ مہتدی صالح کی حمایت کرنا چاہتا ہی، اور اسے اس کا پتہ معلوم ہے، دونوں میں اس بارہ میں گفتگو ہوئی، لیکن اس کا نتیجہ اور بُرا نکلا،

اس کے دوسرے دن ترکوں نے جوسق میں جمع ہو کر مہتدی کو تخت سے اتارنے کا فیصلہ کیا، امیر بابکیال نے اس کی مخالفت کی، اور کہا کہ اگر تم لوگوں نے اس قسم کا کوئی ارادہ کیا تو میں تمھارا ساتھ چھوڑ کر خراسان چلا جاؤنگا[2]،

مہتدی کی دلیرانہ تقریر

مہتدی کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے صاف کپڑے پہنے، خوشبو لگائی اور تلوار گلے میں ڈال کر نکلا، اور ترکوں کو مخاطب کرکے یہ پرجوش تقریر کی "مجھے مستعین اور معتز نہ سمجھنا، میں موت کے لئے تیار ہو کر آیا ہوں، جب تک میری تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے، اس وقت تک وہ تمھارے سر و گردن پر چمکتی رہیگی، یاد رکھو اگر میرا ایک بال بھی گرا تو اس کے بدلہ میں تمھارا پورا گروہ برباد کر دیا جائیگا، کیا مذہب، حیا اور خوف دنیا میں باقی نہیں رہ گیا ہی، خلفا اور

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو طبری ج ۱۱ص ۱۸۰۰ و ۱۸۰۹، [2] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۹۸،

خدا کے ساتھ تمھاری یہ مخالفت، تمھارا یہ اقدام اور تمھاری یہ جسارت کب تک قائم رہے گی، خلیفہ خواہ تمھارا خیر خواہ ہو یا بد خواہ، تمھاری جسارت دونوں کے ساتھ یکساں رہتی ہے، اگر تمھیں یہ خیال ہے کہ تمھاری ذات سے مجھ کو کوئی دنیاوی فائدہ پہنچا ہے تو مجھے بتاؤ کہ تمھاری دنیا سے مجھے کیا ملا، باکیبال! تم کو معلوم ہوگا کہ تمھارے بعض متوسلین میرے بھائیوں اور میری اولاد سے زیادہ دولت مند اور فارغ البال ہیں، اگر تم اس کا ثبوت چاہتے ہو، تو جاؤ تم ان کے گھروں کا جائزہ لو، دیکھو تم کو وہاں فرش فروش، لونڈی غلام، خدم وحشم، جاگیر اور آمدنی میں سے کوئی چیز بھی تمھارے برابر نظر آتی ہے، اس کے باوجود بھی تم سمجھتے ہو کہ میں صالح کو جانتا ہوں، اور نہیں بتاتا، صالح میں کوئی خصوصیت نہیں ہے، وہ بھی تم لوگوں کی طرح میرا ایک ادنیٰ غلام ہے، جب اس کے متعلق تمھاری رائے خراب ہے تو میں اس کے ساتھ کس طرح رہ سکتا ہوں، لیکن میں صلح کی رائے ضرور دونگا، کیونکہ صلح تمھاری قوم کے لئے زیادہ مفید ہے، لیکن اگر اس کے بعد بھی تمھیں اپنے مطالبہ پر اصرار ہے تو تم اپنی رائے میں آزاد ہو، خوشی سے اسکو تلاش کرو، اور اپنی تشفی کے لئے اس کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو، البتہ اسکا میں تمکو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے صالح کا کوئی علم نہیں ہے، ترکوں نے قسم لینی چاہی،

مہتدی نے کہا کہ مجھے قسم کھانے سے انکار نہیں ہے، لیکن کل جمعہ میں بنو ہاشم، قضاۃ، حکام اور عہدہ داران حکومت کے سامنے قسم کھاؤں گا، اس کے بعد اس نے باکیبال اور محمد بن بغا سے کہا کہ صالح نے کاتبوں اور معتز کی ماں کی جو دولت بھی لی ہے وہ تمھاری موجودگی میں لی ہے، اور اگر اس نے لی ہے تو تم بھی اس سے

بری نہیں ہو، اس گفتگو کے بعد ترک لوٹ گئے، لیکن بابکیال اور محمد بن بغا کے دل میں بھی مہتدی کیساتھ کدورت پیدا ہو گئی، اوران سب نے مل کر اس کو معزول کرنے کا فیصلہ کر لیا[1]،

مہتدی کے عزل کا فیصلہ عوام کا جوش اور اصلاحات کا مطالبہ

لیکن اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے میں عام رعایا کی برہمی کا خطرہ اور اس سے بھی بڑھ کر روپئے کی قلت حائل تھی، اسلئے چند دنوں تک وہ خاموش رہے، اتفاق سے اسی دوران میں فارس کے خراج کی کئی لاکھ کی رقم آگئی، اس لئے ترکوں کو اپنا عزم پورا کرنے کا موقع مل گیا، عام لوگوں کو اسکی خبر ہوئی تو اس جسارت پر اُن میں بڑا جوش پیدا ہو گیا، اور اُنھوں نے لوگوں کو مہتدی کی حمایت پر آمادہ کرنے کے لئے اشتہارات تقسیم کیے، دور اور کرخ کے موالی، مہتدی کی معزولی کے مسئلہ میں ترکی امرار کے مخالف تھے، اُنھوں نے اس کے بھائی عبد اللہ کو بلا کر اپنی اطاعت کا یقین دلایا، اور کہا کہ ہم امیر المومنین کے لئے اپنا خون بہا دیں گے، لیکن ہماری بھی یہ شکایت ہے کہ فوجی مصارف کی جاگیریں اور زیادات، اور رسوم کی تمام آمدنیاں فوجی افسروں کے تصرف میں ہیں اور ہماری تنخواہیں تک دیر میں ملتی ہیں، اور اُس کو لکھ کر عبد اللہ کے ذریعہ مہتدی کے پاس بھیج دیا،

مطالبات کی منظوری

مہتدی نے اپنے دست وقلم سے یہ جواب لکھا کہ "مجھکو تمھاری تحریر ملی، تمھاری اطاعت شعاری سے مجھ کو مسرت ہوئی، خدا تم کو اس کی جزا دے، تم نے اپنی جو شکایتیں پیش کی ہیں، اُن سے مجھکو پوری ہمدردی ہے، خدا کی قسم میں یہاں تک

[1] طبری ج ۱۲ ص ۱۷۹۴، ۱۳۹۵،

آمادہ ہوں کہ مجھکو اور میری اولاد کو کھانے کے لئے صرف قوت لایموت اور پہننے کے لئے بقدر ستر پوشی کپڑا ملجایا کرے، لیکن تملوگ مطمئن رہو، میرے پاس جتنا مال آتا ہی وہ تم لوگوں کو معلوم ہے، جاگیروں کے معاملہ میں غور کرونگا، اور اس کو تمھارے مصرف میں لانے کی کوشش کرونگا،

یہ تحریر پڑھ کر ان کو اطمینان ہوگیا، اور انھوں نے اس کے جواب میں حسب ذیل عرضداشت بھیجی کہ "جملہ امور مملکت امیرالمومنین کے سامنے پیش کئے جایا کریں اور اس میں کوئی شخص مزاحم نہ ہو اور فوج کے رسوم مستعین کے زمانہ کے مطابق کردئے جائیں، اور وہ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضری کا ارادہ رکھتے ہیں، جو شخص اس بارہ میں امیرالمومنین سے کوئی مزاحمت کرے گا، اس کا سر قلم کردیا جائے گا، اور اگر امیرالمومنین کے سر سے ایک بال بھی گرا تو بایکیال، موسیٰ بن بغا اور یاجور سارے امرا قتل کردئے جائیں گے،"

مہتدی کا بھائی عبداللہ یہ تحریر لے کر ایسے وقت پہنچا جب مہتدی عدالت کر رہا تھا، اور تمام ارکانِ دولت موجود تھے، جن میں موسیٰ بن بغا بھی تھا، ان کے سامنے عبداللہ نے تحریر پڑھ کر سنادی، مہتدی نے یہ تمام مطالبات منظور کرلئے، اور اسکی تحریری منظوری لکھ کر عبداللہ کے حوالہ کردی، اس نے بایکیال، موسیٰ بن بغا اور محمد بن بغا سے کہا کہ تم لوگ فوج سے معذرت کے لئے اپنے نمایندے میرے ساتھ کردو، اس وقت فوج ان سب سے برہم اور مہتدی کی حمایت میں تھی، اس لئے انھیں چار و ناچار اپنے نمایندے ساتھ کرنے پڑے، عبداللہ نے مہتدی کی منظوری کا پروانہ لیجا کر فوج کے حوالہ کردیا اور اس سے کہا کہ فوجی افسروں کے قاصد تم سے معذرت

کے لئے میرے ساتھ آئے ہیں، ان کی جانب سے تم کو جو شکایت ہو اس کی یہ لوگ معذرت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم لوگ ہمارے ہم قوم اور ہمارے بھائی ہو،

اس کے بعد فوج نے چند مطالبے اور پیش کئے جن میں سے زیادہ اہم یہ تھے کہ فوجی جاگیریں، فوجی افسروں کے ہاتھوں سے نکال کر فوجی مصارف میں صرف کیجائیں فوج کا شعبہ مہتدی کے بھائی یا کسی اور ایسے شخص کے ماتحت کر دیا جائے جو موالی میں سے نہ ہو، صالح بن وصیف اور موسیٰ بن بغا کی دولت کا محاسبہ کیا جائے، اور فوجی رسوم مستعین کے عہد کے مطابق کردئے جائیں، مہتدی کے پاس درخواست بھیجنے کے ساتھ ہی ترکی افسروں کو بھی اس کی اطلاع دیدی، اور انھیں فہمایش کردی کہ اگر اُنھوں نے ان مطالبات کی منظوری میں کوئی رکاوٹ پیدا کی تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا، اور اگر امیر المومنین کو کوئی کانٹا بھی چبھا تو تمام افسروں کے سر قلم کردئے جائیں گے، اور جب تک صالح برآمد نہ کیا جائیگا، اور اس کے اور موسیٰ بن بغا کے مال کی تلاشی نہ لیجائے گی اُس وقت تک اُن کو اطمینان نہ ہوگا،

مہتدی نے ان مطالبات کی بھی منظوری لکھ کر اپنے بھائی کے ہاتھ بھجوادی، موقع کی نزاکت کی وجہ سے موسیٰ بن بغا کو بھی تائید کرنی پڑی، اس نے وعدہ کیا کہ صالح برآمد کیا جائیگا، اور اس کی جانب سے ان لوگوں کے خلاف منشا کسی بات کا ظہور نہ ہوگا، ان دونوں تحریروں کے پڑھنے کے بعد فوج نے آخری جواب دوسرے دن دینے کا وعدہ کیا[1]،

فوج میں اختلاف | ان کے وعدے کے مطابق دوسرے دن مہتدی کا بھائی ابوالقاسم

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۷۴۳،

عبد اللہ جواب لینے کے لئے گیا، لیکن کوئی متفقہ جواب نہ ملا، ہر شخص اپنی اپنی کہتا تھا، یہ صورت دیکھکر عبد اللہ لوٹ گیا، اسکے دوسرے دن مہتدی نے پھر عبد اللہ اور موسیٰ ابن بغا کو بھیجا، انھوں نے جاکر دوبارہ مطالبات کی منظوری کی توثیق کی، لیکن اب فوج کا رنگ بالکل بدل گیا تھا، کہاں وہ ترکی افسروں خصوصاً صالح کے خلاف ہو رہے تھے، کہاں خود اُنھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ موسیٰ کو بغا کبیر کی جگہ مقرر کیا جائے اور صالح کو اس کے باپ کی جگہ دیجائے اور فوج کا شعبہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے بدستور قائم رہنے دیا جائے، ان کی تنخواہیں دیجائیں، البتہ وصیف کے برآمد کرنے کا مطالبہ قائم رہا، لیکن ان مطالبات پر بھی سب متفق نہ تھے اور آپس میں اختلاف تھا، غرض کوئی بات طے نہ ہوسکی، اور سب نے اپنا اپنا راستہ لیا[1]،

اگرچہ تاریخوں میں اس تبدیلی کے اسباب کی تصریح نہیں ہے، لیکن مختلف حالات کو پیش نظر رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقفہ میں ترکی افسروں کو ترکی فوج کے ہموار کرنے کا موقع مل گیا، گو فوج انکے خلاف ہوگئی تھی لیکن بہرحال انکی ہمقوم تھی، مہتدی بھی ترکی افسروں کو ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا، اس بنا پر افسروں کیلیے فوج کو نشیب و فراز سمجھا کر ہموار کرلینا دشوار نہ تھا، جس کا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے نئے مطالبات میں ترکی افسروں کی حمایت کی تھی، بہرحال اس ہنگامے کے بعد صالح کی تلاش برابر جاری رہی، ایک شخص کو پتہ چل گیا اور وہ گرفتار کرکے جوسق میں لایا گیا، امیر مفلح نے اس کا سر قلم کردیا،

مہتدی کے مساعی اور اس کا انجام

۲۵۶ھ میں مہتدی بھی ترکوں کے استبداد کا شکار ہوا، اور تخت سے اتار کر بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا، اس کا قتل خالص اس کے اصلاحی مساعی کا نتیجہ تھا،

[1] طبری ج ۱۱ ص ۱۸۰۵ تا ۱۸۱۰

دولت عباسیہ کے سیاسی زوال کے ساتھ اسکی اخلاقی اور ذہنی حالت بھی روز بروز گرتی جاتی تھی، اس حکومت کی بنیاد عجمیوں کے ہاتھوں پڑی تھی اسلئے ابتدا ہی سے اس میں عجمی عقائد و خیالات کی آمیزش شروع ہوگئی تھی اور مسلمانوں میں طرح طرح کے عقائد اور فرقے پیدا ہوگئے تھے، لیکن عجمی یعنی ایرانیوں کی قوم ایک تاریخی اور متمدن قوم تھی، اپنا مذہب و اخلاق رکھتی تھی، اسلئے اخلاقی حدود و قوانین کی پابند تھی، اور چونکہ شاہ پرستی اس کے خمیر میں داخل تھی اس لئے اپنے عہد عروج میں بھی اُس نے خلفاء کے احترام میں فرق نہ آنے دیا، عباسی حکومت میں برامکہ کو جو عروج حاصل تھا، اس سے ہر تاریخ داں واقف ہے لیکن اس عروج و اقتدار کے زمانہ میں بھی خلفاء کے ساتھ ان کا طرز عمل خادمانہ تھا اور ہارون نے جب اس خاندان کو مٹایا تو کسی عجمی کے کان پر جوں تک نہ رینگی، ان کے زمانہ میں کم از کم تمدنی حیثیت سے عباسی حکومت کو بڑے فوائد حاصل ہوئے،

ایرانیوں کے بعد ترکوں کا عروج ہوا، ایرانیوں کے برعکس نہ ان کا کوئی مذہب تھا اور نہ نظام اخلاق، تہذیب و تمدن سے وہ ناآشنا تھے، وہ صرف تلوار کے دھنی تھے، ذاتی منفعت اُن کا مذہب، سفاکی اور خونریزی اُن کا اخلاق اور وحشت و بربریت ان کا تمدن تھا، اس لئے فوجی قوت کے علاوہ دولت عباسیہ کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا، اور وہ بھی ان کے ابتدائی دور میں، بعد میں یہی قوت عباسی خلفاء کے لئے وبال جان بن گئی، ترک کسی ضابطۂ نظام اور قانون کے پابند نہ تھے، وہ صرف اپنی زبان اور اپنی خواہش کو قانون سمجھتے تھے، جس کی خلاف ورزی کی پاداش میں خلیفہ کو بھی تخت سے دست بردار ہونا پڑتا تھا، واثق کے بعد اُن کی حیثیت "کنگ میکر" کی ہوگئی

تھی، کوئی خیر خواہ دولت اُن کے خلاف مزاج کوئی قدم نہ اٹھا سکتا تھا، ورنہ اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا، خلفا محض تخت کی زینت تھے اصل فرماں روائی ترکوں کے ہاتھوں میں تھی ان کی اس مطلق العنانی کی وجہ سے دولت عباسیہ میں ضعف سلطنت کے علاوہ ظلم وستم، حق تلفی و ناانصافی طرح طرح کے مفاسد پیدا ہو گئے تھے،

مہتدی بڑا مدبر، بیدار مغز، عاقبت اندیش اور اس کے ساتھ دیندار خلیفہ تھا، ترکوں کا استبداد اور اُن کی خود سری و بے دینی اس کی نگاہوں میں تھی، وہ دیکھ رہا تھا کہ ترکوں نے عباسی حکومت کی سیاسی اہمیت کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے، اگر یہی لیل و نہار رہے تو وہ چند دن کی مہمان ہے، اس سیاسی ضعف کے ساتھ امتداد زمانہ اور غیر قوموں کی آمیزش اور ترکوں کی وحشت سے اس کی مذہبی اور اخلاقی روح بھی روز بروز مردہ ہوتی جاتی ہے، اس لئے مہتدی چاہتا تھا کہ وہ ان تمام مفاسد کو دور کر کے عظمت و شان میں ہارونی عہد اور عدل پروری اور دینی روح میں عمر بن عبد العزیز کی یاد تازہ کر دے، چنانچہ سب سے پہلے اس نے مذہبی اور اخلاقی اصلاح کی طرف توجہ کی، اور قبۃ المظالم کے نام سے ایک عمارت بنوائی اس میں وہ روزانہ رعایا کی دادرسی کے لئے بیٹھتا تھا، عوام و خواص سب بلا امتیاز آتے تھے، اور مہتدی ان سب کی دادرسی کرتا تھا شراب نوشی اور زنانِ بازاری کو حکماً روک دیا تھا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اشاعت کرتا تھا، نماز پنجگانہ کے لئے جامع مسجد جاتا تھا، خود ہی امامت کرتا، اور نماز کے بعد خطبہ دیتا تھا[۱] عمال کے جور و تعدی کا پورا انسداد کیا، خطیب کا بیان ہے کہ عمال حکومت کے ظلم و تعدی کو سختی کے ساتھ روک دیا تھا، اس سلسلہ میں بہت سے رؤسا کو سزائیں دیں

[۱] مروج الذہب مسعودی ج ۸ ص ۲،

دفاتر کی نگرانی اور جانچ خود کرتا ہفتہ میں دو دن اتوار اور پنجشنبہ حساب اور دفاتر کی جانچ کے لئے مخصوص تھے، کاتبوں سے اپنے سامنے حساب کراتا تھا اور سب کی جانچ کرتا تھا[1]،

عوام کی مخالفت | لیکن جو لوگ مدتوں سے آزادانہ زندگی کے خوگر چلے آتے تھے، ان پر یہ احتساب سخت گراں گذرا، مسعودی لکھتا ہے کہ جب مہتدی نے لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلانا چاہا تو عوام اور خواص سب پر یہ بار گراں گذرا اور وہ اسکے عہد خلافت سے تھک کر اس سے گھبرانے لگے، اور انھوں نے اسکے خلاف حیلہ جوئیاں شروع کر دیں اور اسے قتل کر کے چھوڑا[2]،

اگر ترکوں کے بجائے عرب ہوتے تو وہ آسانی کے ساتھ ان مذہبی اصلاحات کو قبول کر سکتے تھے، بلکہ دوسروں سے ان کو بزور منواتے، لیکن عباسیوں کی عجم نواز پالیسی نے اس زندہ قوم کو عملی حیثیت سے بالکل مردہ کر دیا تھا، اور جو قوم آڑے وقت میں ان کے کام آنے والی تھی، اس کو گوشۂ گمنامی میں ڈال دیا تھا اور جو جماعت برسر اقتدار تھی وہ کسی مذہبی و اخلاقی ضابطہ کی پابند نہ تھی بیشتر ترکوں اشروسنیوں اور فرغانیوں کا کوئی مذہب نہ تھا نو مسلم ترک محض نام کے مسلمان تھے، ترکی امراء کسی ایسی اصلاح کو گوارا نہیں کر سکتے تھے جن سے ان کے اقتدار کو صدمہ پہنچتا ہو، گو انھوں نے علانیہ اس کی مخالفت نہیں کی، لیکن اندرونی طور سے سب کے سب خلاف تھے، جس کی تفصیل آئندہ معلوم ہوگی،

مہتدی نے جب دیکھا کہ ان کی موجودگی میں اصلاحات کا کامیاب ہونا مشکل ہے تو اس نے ان کا جتھا توڑنے کا عزم کر لیا، اتفاق سے اسی زمانہ میں بعض ایسے واقعات پیش آگئے جس سے اسکو اسکا موقع مل گیا، چنانچہ اس نے پہلے محمد بن بغا اور

---

[1] تاریخ خطیب ج ۳ ص ۳۵ [2] مروج الذہب ج ۸ ص ۳،

اس کے بھائی میسون اور امیر مفلح کو گرفتار کر کے قید کیا، پھر محمد بن بغا کو قتل کرا دیا، اس کا بھائی موسیٰ مساور خارجی کے مقابلہ میں تھا، اس کی بغاوت کو روکنے کے لئے اس نے لکھ بھیجا کہ وہ فوراً فوج کی کمان امیر بایکیال کے حوالہ کر دے، اور بایکیال کو تحریر بھیجی کہ وہ فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے کر مفلح اور موسیٰ کو قتل کر دے[1]۔

مسعودی کا بیان ہے کہ موسیٰ اور امیر بایکیال دونوں کو خفیہ ایک دوسرے کے قتل کا حکم دیا[2]، ترک مہتدی سے کھٹک چکے تھے، اس لئے جس وقت بایکیال کو اس کا حکم ملا وہ اس کو لے کر محمد بن موسیٰ کے پاس پہنچا اور کہا کہ اس عہدہ سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی، یہ تدبیر ہماری پوری قوم کے خلاف اختیار کی گئی ہے، ایسی حالت میں تمہارا کیا مشورہ ہے، اس نے کہا میری رائے میں تم سیدھے سامرا جاؤ، اور پہلے مہتدی کو اپنی اطاعت کا یقین دلاؤ کہ میرے اور مفلح کے معاملہ میں اس کے حکم کی تعمیل کرو گے، اس کے بعد اس کے قتل کی تدبیر کیجائے، اس مشورہ کے مطابق بایکیال سامرا پہنچا، امیر یارکوج، سارتگین اور سیما طویل بھی اس کے ساتھ تھے، مہتدی ترکوں سے پوری طرح واقف ہو چکا تھا، اس لئے بایکیال کے فریب میں نہ آیا، اور اُسے گرفتار کرا لیا، اسکی گرفتاری پر ترک بگڑ گئے، اور اُنھوں نے مہتدی سے جواب طلب کیا کہ ہمارا قائد کس الزام میں گرفتار کیا گیا، اور محمد بن بغا کو کس جرم میں قتل کیا گیا،

ترکوں کی برہمی دیکھ کر مہتدی نے صالح بن علی بن یعقوب بن منصور سے مشورہ کیا، اُس نے کہا کہ خراسانی ابو مسلم کو جتنا مانتے تھے، اور اس کو ان میں جو عظمت وشان

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۵، [2] مروج الذہب ج ۸، ص ۱۰۱

حاصل تھی اتنا ترک باکیال کو نہیں مانتے، خراسانی ابومسلم کی پرستش کرتے تھے لیکن جب اس کا سر قلم کیا گیا تو سب کی زبان پر مہر لگ گئی، اور امیر المومنین اپنے اسلاف سے کہیں زیادہ شجاع ہیں، اس لئے اگر باکیال کو قتل کر دیا جائے تو سب ترک خاموش ہو جائیں گے،

مہتدی نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور باکیال کو قتل کرا دیا، لیکن اس نے اس فیصلہ میں عجلت سے کام لیا، وحشی ترک ایرانیوں سے مختلف تھے، اس لئے وہ بھڑک کر مہتدی کے مقابلہ میں آ گئے، گو اس نے پہلے سے چند ہزار سپاہ کا انتظام کر لیا تھا، لیکن اس میں بھی اس نے یہ غلطی کی تھی کہ جو ترک باکیال کے جتھے کے نہ تھے، اُن کو غلط اعتماد پر اپنے ساتھ رکھا تھا، جنھوں نے قومی عصبیت میں عین موقع پر ساتھ چھوڑ دیا، مہتدی نے اپنی مختصر جماعت کے ساتھ بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا، لیکن اس مختصر جماعت کا آزمودہ کار ترکوں کے مقابلہ میں کامیاب ہونا مشکل تھا، آخر میں اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی، اور اس نے میدان چھوڑ دیا، مہتدی ہر چند آواز دیتا رہا کہ مسلمانو! اپنے امیر المومنین کی جانب سے مدافعت کرو، لیکن کسی نے نہ سنا، اور مہتدی کو مجبور ہو کر پولیس افسر کے گھر میں پناہ لینی پڑی لیکن ترک اُسے یہاں سے بھی نکال لائے اور جوستق میں احمد بن خاقان کے پاس قید کر کے خلافت سے دست برداری پر زور ڈالنا شروع کیا لیکن اُس نے جان دیدی مگر دست برداری پر آمادہ نہ ہوا[۱]،

مسعودی کا بیان ہے کہ مہتدی کو گرفتار کرنے کے بعد ترکوں نے اس سے سوال کیا کہ تم لوگوں کو ایسے اخلاق اور ایسے راستہ پر چلانا چاہتے ہو جس سے وہ

---

[۱] ابن اثیر ج ۷، ص ۵ و ۶،

ناواقف ہیں، مہتدی نے کہا میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت نبوی اور خلفاء راشدین کے طریقے پر چلانا چاہتا ہوں، اسکا یہ جواب ملا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سابقہ ایسے لوگوں سے تھا جو دنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف مائل تھے، اور تمہارے ساتھی ترک خزر فرغانی مغربی وغیرہ عجم کی ایسی قومیں ہیں جو اخروی فرائض سے ناواقف ہیں، اور ان کا مقصود اور ان کی غرض و غایت دنیاوی منفعت کے سوا اور کچھ نہیں ہے، ایسی حالت میں تم ان کو کیونکر اس راستہ پر چلا سکتے ہو، اس سلسلہ میں دونوں میں دیر تک بحث و گفتگو ہوئی اور قریب تھا کہ معاملات سدھر جائیں کہ ایک بد باطن سلیمان بن وہب نے کہا کہ تم غلطی کر رہے ہو، گو وہ (مہتدی) اس وقت تم سے زبانی اقرار کئے لیتا ہے، لیکن اس کی نیت اس سے بالکل مختلف ہے، اس اقرار کے بعد وہ تم سب کا شیرازہ بکھیر دیگا، اس آواز نے بجلی کا کام کیا، اور ترک دیوانہ وار خنجر لے کر مہتدی پر جھپٹ پڑے، بابکیال کے چچازاد بھائی نے جو شراب کے نشہ میں چور تھا وار کر کے رگ گلو کاٹ دی، خون کا فوارہ پھوٹ نکلا، وحشی ترک نے زخم میں منہ لگا کر خون پیا، اور پی کر بولا آج جس طرح میں نے شراب سیر ہو کر پی تھی ویسے ہی خون سے بھی خوب آسودہ ہوا[1]، اس کے سوا قتل کی نوعیت کے متعلق اور روایتیں بھی ہیں،

غرض مہتدی نے جس مبارک اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا، اسی کی راہ میں شہادت حاصل کی، اس کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس کار خیر میں اسے کوئی مددگار نہ ملا، اگر وہ اپنی اصلاح میں کامیاب ہو جاتا تو یہ اس کا نہایت عظیم الشان کارنامہ ہوتا،

---

[1] مسعودی ج ۸ ص ۹ تا ۱۱،

قتل کے وقت کل ۳۸ سال کی عمر تھی، مدت خلافت ساڑھے گیارہ مہینے،

حلیہ | مہتدی پستہ قامت، فربہ اندام، اور گندم گوں تھا، داڑھی بہت لمبی تھی،

وصفات) علماء کی قدردانی | مہتدی کی علمی استعداد معمولی تھی، لیکن علماء اور اہل کمال کا بڑا قدردان تھا، خصوصاً جس کام کا اُس نے بیڑا اٹھایا تھا، اس کے لئے علماء کی امداد کی بڑی ضرورت تھی، اس لئے اس نے دربار میں علماء کا گروہ جمع کیا، فقہا کے رتبے بڑھائے، اور ان کے ساتھ ہر قسم کی مراعات کیں[1]،

قیام عدل | مہتدی کی سیرت کا نمایاں رخ اس کا عدل و انصاف، زہد و تقوی اور اوامر و نواہی کا قیام ہے، اوپر گذر چکا ہے کہ قیام عدل کے لئے اس نے ایک خاص عمارت بنوائی تھی، جس کا نام قبۃ المظالم، تھا، اور اس میں وہ روزانہ بیٹھکر عوام و خواص کی دادرسی کرتا تھا، کرسی عدالت پر بیٹھنے کے بعد اپنے اور بیگانے سب اس کی نظر میں ایک ہو جاتے تھے، اگر اس کا لڑکا بھی ماخوذ ہوتا، تو اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کرتا تھا، ایک مرتبہ کسی شخص نے اس کے لڑکے پر دعوی کیا، مہتدی نے اسکو عدالت میں طلب کیا، اور مدعی کے پہلو میں کھڑا کرکے دعوی کے متعلق پوچھا، لڑکے نے اقرار کرلیا، مہتدی نے اسی وقت اس کا حق واپس دلایا، یہ انصاف دیکھکر ایک شخص عبداللہ بن ابراہیم اسکافی نے کہا امیر المومنین کی ذات گرامی ان اشعار کی مصداق ہے،

حکمتوه فقضی بینکم ابلج مثل القمر الزاهر

لا یقبل الرشوة فی حکمه ولا یبالی غبن الخاسر

مہتدی نے کہا میں قرآن پاک کی اس آیت ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ

[1] مسعودی ج ۸ ص ۱۹،

کو پڑھکر اس مقام پر بیٹھا ہوں، اور یہ کہکر بے اختیار رو دیا[1]

صالح بن علی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن مہتدی کی عدالت کا منظر دکھیا، داد خواہ نہایت آسانی کے ساتھ اُس کے پاس پہنچتے تھے، ملک کے مختلف حصوں سے اس کے پاس جو استغاثے آتے تھے اُن کی دادرسی کے احکام جاری کرتا تھا، یہ منظر مجھے بہت پسند آیا[2]

عمال کے مظالم کی جس شدت سے اس نے روک تھام کی تھی اس کے حالات اوپر گذر چکے ہیں، فخری کا بیان ہے کہ اس نے اپنے تمام متعلقین کو ظلم و تعدی سے روک دیا تھا[3]

زہد وورع

خلفاے عباسیہ کی عیش پرستیاں تاریخ کی بڑی رنگین اور دل آویز داستانیں ہیں، جس کی ناتمام تصویر الف لیلہ میں نظر آتی ہے، مہتدی نے خلافت پر قدم رکھتے ہی اس بساط عیش کو الٹ کر بوریاے فقر بچھا دیا، اور وہ ایوان عیش جو اپنی دلآویزیوں کے اعتبار سے نگارخانۂ چین پر چشمک زن تھا، عزلت نشین راہب کی خانقاہ کے قالب میں آگیا، اسکی زندگی سادگی اور زہد کا نمونہ تھی، اپنے خاندان والوں سے کہا کرتا تھا کہ مجھے عمر بن عبد العزیز کے راستہ پر چلنے دو کہ میں بنو امیہ کی طرح بنو عباس میں بھی عمر بن عبد العزیز کی مثال پیدا کر دوں، اس اسوۂ حسنہ کو اُس نے عملاً کر دکھایا، کھانے پینے، لباس ساز و سامان، اور فرش فروش سب میں اس نے عمر بن عبد العزیز کی تقلید کی، سارے نقرئی و طلائی ظروف گلوا کر اس کے سکے ڈھلوا دئے، ایوانِ عیش کے تمام مرقعے مٹا دئے، مینڈھوں، اور مرغوں کا غول جو خلفاے عباسیہ کی تفریح طبع کے لئے جمع کئے گئے تھے،

[1] تاریخ خطیب ج ۳ ص ۳۴۹ [2] مروج الذہب ج ۸ ص ۱۲ [3] الفخری ص ۲۲۳،

ذبح کروا دئے، جانور خانہ میں جس قدر درندے پرورش پاتے تھے، سب مروا ڈالے، دیبا اور اس قبیل کے جملہ فرش و فروش جن کا استعمال شرعاً ممنوع تھا، اٹھوا دئے، خلفائے عباسیہ کے دستر خوان کا خرچ دس ہزار درہم روزانہ تھا، مہتدی نے گھٹا کر سو درہم کر دیا، اور اس سے بھی وہ بہت کم فائدہ اٹھاتا تھا، کیونکہ ہمیشہ روزہ رکھتا تھا اور افطار کا سامان جو ہوتا تھا وہ اس بیان سے ظاہر ہوگا[۱]،

ابو العباس بن ہاشم ہاشمی کا بیان ہے کہ میں رمضان کی ایک شام کو مہتدی کے پاس تھا، افطار کے قریب اٹھنے کا ارادہ کیا، اُس نے بٹھا لیا، اتنے میں مغرب کا وقت آ گیا، ہم سب نے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد کھانا آیا تو اُس میں دو روٹیاں ایک برتن میں نمک ایک میں سرکہ اور ایک میں روغن زیتون تھا، مہتدی نے مجھے کھانے پر بلایا، میں بیٹھ گیا اور اس خیال سے کہ یہ محض افطار ہے، اصل کھانا بعد میں آئے گا، بہت کم کھایا، مہتدی نے کہا کیوں کھاتے کیوں نہیں کیا روزہ نہیں تھے، میں نے کہا روزہ تو تھا، پھر پوچھا کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں ہے، میں نے کہا رمضان کا مہینہ ہے، روزہ کیوں نہ رکھوں گا، کہا پھر پورا کھانا کھا لو کیونکہ جو سامان تمہارے سامنے موجود ہے، یہاں اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے، ابو ہاشم کہتے ہیں کہ یہ سنکر مجھے حیرت ہوئی، میں نے کہا امیر المومنین خدا نے آپ کو ہر طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں، رزق کا دائرہ وسیع کیا ہے، پھر اس کے علاوہ کچھ کیوں نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا جو کچھ تم نے کہا وہ سچ ہے اور اس پر خدا کا شکر ہے لیکن میں نے سوچا کہ بنو امیہ میں تو عمر بن عبد العزیز پیدا ہوں، اور بنو ہاشم میں انکی مثال ناپید رہے، اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے یہ زندگی اختیار کی[۲]،

---

[۱] مروج الذہب مسعودی، ج ۲ ص ۱۹ [۲] تاریخ خطیب ج ۳ ص ۳۵۰

لباس نہایت سادہ ہوتا تھا، خلفائے عباسیہ کی نفاست پسندی اور خوش لباسی پر ایک لباس ایک دن بھی پہننا بار تھا، لیکن مہتدی ایک کپڑا مدتوں پہنے رہتا تھا[1]، عبادت کے اوقات میں نہایت سادہ لباس استعمال کرتا تھا، اور اس کے لئے صوف کا جبہ، چادر اور کلاہ مخصوص تھی، انہی کو پہن کر وہ نمازیں پڑھتا تھا[2]، اس کے قتل کے بعد اس کا ایک بکس لوگوں کے ہاتھ آیا، وہ سمجھے اس میں کچھ نقدی اور قیمتی جواہرات ہوں گے، لیکن جب کھولا گیا تو صرف صوف کا ایک جبہ اور ایک معمولی ہنڈی نکلی، اس کے خادم سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ مہتدی رات گئے اُسے پہن کر صبح تک رکوع و سجود میں مشغول رہتا تھا، رات کے ابتدائی حصہ میں تھوڑا سا سو کر اُٹھ بیٹھتا تھا، اور بقیہ رات عبادت کرتا تھا[3]،

صلحاء و اخیار کے سبق آموز مواعظ کا ورد رکھتا تھا، حضرت علیؓ کا ایک نہایت پُر موعظت خطبہ محمد بن علی ربعی سے پوچھ کر قلمبند کر لیا تھا، اور روزانہ رات کو ایک تنہا مکان میں رو رو کر دہراتا تھا، مسعودی نے یہ پورا خطبہ نقل کیا ہے[4]،

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۶۱۷، [2] خطیب ج ۳ ص ۳۵۰ [3] مروج الذہب ج ۸ ص ۲۰، [4] ایضاً ص ۲۹،

ابو العباس احمد بن متوکل الملقب بہ معتمد علی اللہ

۲۵۶ھ تا ۲۷۹ھ مطابق ۸۶۹ء تا ۸۹۲ء

معتمد علی اللہ بن متوکل ایک کونی لونڈی فتیان کے بطن سے تھا، مہتدی کے عزل کے وقت جوسق میں قید تھا، اس کے قتل کے بعد ترکوں نے معتمد کو قید سے نکال کر خلیفہ بنایا، عباسی افواج کے سپہ سالار موسیٰ بن بغا نے بھی بیعت کرلی، اس کی بیعت کے بعد کسی کی مخالفت کا خطرہ باقی نہ رہا، اور رجب ۲۵۶ھ میں معتمد تخت خلافت پر متمکن ہوا اور عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت تفویض کیا، اس وقت معتمد کی عمر ۲۵ سال تھی،

مدت کے لحاظ سے معتمد کامل تیئیس سال تک تخت خلافت پر رہا، لیکن اس طویل مدت میں ایک دن کیلئے بھی اسکو نہ حقیقی حکومت نصیب ہوئی اور نہ اندرونی شورشوں اور ہنگاموں سے سکون میسر ہوا، ایک اہم تغیر یہ ضرور ہوا کہ اب تک حکومت کے پردے میں ترک حکومت کرتے تھے، لیکن معتمد کے زمانہ میں اس کے بھائی موفق باللہ کے ہاتھوں میں حکومت آگئی، نام کے لئے معتمد خلیفہ اور عبید اللہ وزیر تھا لیکن چھوٹے اور بڑے کسی معاملہ میں بھی معتمد کا کوئی حکم نہ چلتا تھا، خراج وغیرہ بھی موفق ہی کے پاس آتا تھا، معتمد اس کے اس استبداد سے بہت نالاں تھا، آخر میں عاجز آکر اس نے ابن طولون کے دامن میں

پناہ لینا چاہی تھی، مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی، اس کی تفصیلات اپنے موقع پر آئیں گی۔

ملک کی حالت اس دور میں ملک کی حالت اور بھی ابتر ہو گئی، سلطنت کے گوشہ گوشہ میں شورش و ہنگامہ بپا تھا، اور چپہ چپہ میں طوائف الملوکی نمودار ہو رہی تھی، سجستان، کرمان اور فارس پر صفاریہ قابض تھے، خراسان بھی اُنھوں نے طاہریہ سے چھین لیا تھا، طبرستان اور جرجان وغیرہ میں علویوں کی حکومت قائم تھی، مصر و شام میں طولونیہ کا اقتدار بڑھ رہا تھا، ماوراء النہر میں سامانیہ جن کا ذکر آئندہ آئے گا، اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال رہے تھے، افریقہ پر اغالبہ کا تسلط تھا، بصرہ، ابلہ اور کور دجلہ وغیرہ میں صاحب الزنج آفت بپا کئے ہوئے تھا[1] غرض مغرب سے لے کر مشرق تک کوئی چپہ طوائف الملوکی سے خالی نہ تھا۔

ان میں سے علوی دولت عباسیہ کے حریف اور مدمقابل اور دوسرے برائے نام ماتحت تھے، وہ مقامات بھی جو خالص دولت عباسیہ کے قبضہ میں تھے حوادث و فتن سے محفوظ نہ تھے، اور ان میں آئے دن شورش بپا ہوتی رہتی تھی، غرض معتمد کے عہد میں دولت عباسیہ کی تمام چولیں ڈھیلی پڑ گئی تھیں، موفق نے تا بمقدور ان شورشوں کے دبانے کی پوری کوشش کی، اور بعضوں میں اسے کامیابی بھی ہوئی، لیکن بوسیدہ عمارت عارضی ستونوں پر نہیں قائم رہ سکتی، اس لئے اس کا اثر دیرپا نہ ہوتا تھا، ان شورشوں اور ہنگاموں کی تفصیل بے کار اور لاحاصل ہے، اس لئے ان کے حالات صرف اسی حد تک لکھے جائیں گے، جس سے اس عہد کی سیاسی کیفیت اور دولت عباسیہ کی گرتی ہوئی حالت کا اندازہ ہو جائے۔

عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت کا حال اوپر معتمد کے زمانہ

---

[1] ابن اثیر ج ، ص [2] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۳۹

میں گذر چکا ہے، مہتدی کو اپنے زمانہ میں اس کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی تھی، اس لئے عیسیٰ بن شیخ اب تک معاندانہ روش پر قائم تھا، اور دارالخلافہ خراج بھیجنا بند کر دیا تھا، بلکہ ایک مرتبہ مصر کے خراج کی رقم جو شام سے ہو کر بغداد جارہی تھی چھین لی تھی، چنانچہ اس نے معتمد کی بھی بیعت نہیں کی، معتمد نے سختی کے بجائے نرمی سے اسے رام کرنے کی کوشش کی اور شام کے ساتھ آرمینیہ کی حکومت بھی اس کے متعلق کر دی، اس تدبیر سے وہ مطیع ہو گیا، اور معتمد کی بیعت کر لی[۱]، اس کی بیعت کے بعد معتمد نے اماجور ترکی کو دمشق کا والی مقرر کیا، عیسیٰ نے اپنے لڑکے منصور کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اماجور نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا، لڑکے کے قتل سے عیسیٰ کا حوصلہ پست ہو گیا، اور وہ شام چھوڑ کر آرمینیہ چلا گیا[۲]،

صاحب الزنج کی قیامت خیز شورش

صاحب الزنج کی شورش کے ابتدائی حالات اوپر گذر چکے ہیں، معتمد کے زمانہ میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ چند برسوں کے اندر اس نے بصرہ، ابلہ، عبادان، اہواز، واسط، اہر مز وغیرہ عراق کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا، اور کامل چودہ پندرہ سال تک مسلسل حکومت کی فوجوں سے بڑا پر زور مقابلہ کرتا رہا، اور مسلمانوں پر ایسے سفاکانہ اور وحشیانہ مظالم ڈھائے کہ دنیائے اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا،

سیوطی کا بیان ہے کہ بصرہ پر قبضہ کر کے اس کو بالکل تباہ و برباد کر ڈالا، اس کے کل باشندوں کو قتل کر کے آس پاس کی تمام بستیاں پھونک دیں، ۲۵۶ھ سے ۲۷۰ھ تک زنگیوں اور عباسی فوجوں میں بڑے خونریز معرکے ہوئے، اس کے بعد کشتوں کے تعفن کے اثر سے اتنی سخت وبا پھیلی کہ بے شمار آدمی لقمۂ اجل ہو گئے، ۲۷۰ھ میں زنگیوں کا

---

[۱] مقریزی ج ۲ ص ۱۰۶، [۲] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۷۸ و ابو الفداء ج ۲ ص ۴۸

ایک سرغنہ بہبوذ مارا گیا اُسکا دعویٰ تھا کہ وہ دنیا میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور اُسے غیب کی باتوں کا علم ہے۔[1]

اس کا دوسرا مقرب ساتھی مہلبی تھا، اس نے محلہ مقبرہ بنی یشکر میں ایک منبر نصب کیا تھا، جمعہ کے دن صاحب الزنج کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا، اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر رحمت بھیجا کرتا تھا، لیکن حضرت عثمانؓ اور علیؓ کا نام نہ لیتا تھا، سیوطی کے بیان کے مطابق وہ حضرت عثمانؓ، علیؓ، معاویہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کو نعوذ باللہ گالیاں دیتا تھا، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر رحمت بھیجنے کے بعد وہ جبابرہ بنو عباس حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، عمرو بن العاصؓ، معاویہؓ ابن ابی سفیان پر لعنت بھیجتا تھا، اُس نے اہلِ بصرہ پر بڑے سخت مظالم ڈھائے، ان سے تنگ آکر وہ ایک دن جان پر کھیل کر اس کے مقابلہ کے لئے نکل آئے، مہلبی نے بڑی بے دردی سے ان کا قتل عام کیا، کچھ لوگ ڈوب کر مرے اور کچھ بچ کر نکل گئے، اس قتل عام سے اہل بصرہ کے دلوں پر مہلبی کی اتنی دہشت چھا گئی کہ وہ گھروں اور کنووں میں روپوش ہو گئے، ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ رہ گیا، لیکن دن کو مہلبی کے خوف سے باہر نہ نکل سکتے تھے، رات کو نکلتے تھے، اور چوہا، بلی، کتا جو بھی مل جاتا پکڑ کر کھا جاتے آخر میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ زندہ انسان مردہ انسانوں کا گوشت کھانے لگے، لوگ ایک دوسرے کی موت کے منتظر رہتے تھے بلکہ جس کسی کا کسی پر قابو چل جاتا، اسے قتل کرکے کھا جاتا، مسعودی نے اس سلسلہ میں بعض نہایت دردانگیز واقعات نقل کئے ہیں، جان کے ساتھ عزت و آبرو بھی محفوظ نہ تھی، سادات بنی ہاشم اور عرب کی عورتیں پکڑ کر دو دو تین تین درہم میں نیلام کی جاتی تھیں، اور زنگی عورتیں ان سے لونڈیوں کی طرح خدمت لیتی تھیں، چودہ پندرہ سال تک مسلسل یہ مظالم

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۳ و ۳۰۷،

قائم رہے مقتولین کی صحیح تعداد کا اندازہ کوئی مورخ نہ کر سکا، ان کا بیان ہے کہ اس شورش میں اتنے آدمی مارے گئے، کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا، اس کا سرسری اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صاحب الزنج کے اور آدمیوں کو چھوڑ کر صرف مہلبی نے ۱۵ لاکھ آدمی قتل کئے تنہا بصرہ میں ایک دن میں پانچ لاکھ آدمی مقتول ہوئے، بالآخر بڑی خونریز لڑائیوں کے بعد موفق نے ۲۷۰ھ میں صاحب الزنج کا خاتمہ کرکے خلق اللہ کو اس کے مظالم سے نجات دلائی، اس کے قتل سے ساری دنیائے اسلام کو مسرت ہوئی جس وقت اس کا سر نیزہ پر آویزاں کرکے بغداد لایا گیا تو یہاں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی، بغدادیوں نے مکانات آراستہ کرکے چراغاں کیا، اور ہر شخص کے دل سے موفق کے لئے دعا نکلنے لگی[1]،

صفاریہ | فارس پر یعقوب صفار کے قبضہ اور سجستان کی واپسی تک کے حالات اوپر معتز کے دور میں گذر چکے ہیں، یعقوب کی واپسی کے بعد معتز نے فارس حارث بن سیما کے متعلق کر دیا تھا، ۲۵۶ھ میں ایک شخص محمد بن واصل عراقی اور احمد بن لیث کردی نے حارث کو قتل کرکے غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا[2]، ابن خلدون کا بیان ہے کہ ۲۵۷ھ میں معتمد نے اپنے دور میں حسن ابن فیاض کو وہاں کا حاکم بنایا[3]،

اس درمیان میں یعقوب زیادہ تر سجستان کے آس پاس کے غیر مسلم فرماں رواؤں سے لڑتا رہا، ۲۵۷ھ میں پھر اس نے فارس کا رخ کیا، معتمد نے اسے بلخ، طخارستان اور سندھ کی حکومت دیدی، اس لئے وہ فارس چھوڑ کر کابل پہنچا، اور یہاں کے فرماں روا تبیل کو قتل کرکے کابل پر قبضہ کیا، اور یہاں کے بیش قیمت نوادر جن میں چند بت بھی تھے معتمد

---

[1] طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے ان واقعات کو بہت مفصل لکھا ہے ہم نے طوالت کے خیال سے مسعودی اور سیوطی کا مختصر بیان نقل کیا ہے دیکھو مسعودی ج ۸ ص ۵۰ تا ۶۰ و تاریخ الخلفاء ص ۳۷۳ و ۳۷۴ [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۹۵ [3] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۴۴،

کی خدمت میں ہدیہ بھیجے، کابل کے بعد بست اور کروخ پر قبضہ کرکے بوشنج میں علی بن حسین ابن طاہر کو گرفتار کیا،[1]

طاہریہ کا خاتمہ اس کے بعد یعقوب نے طاہری حکومت کا خاتمہ کیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اسکا ایک حریف عبداللہ السجزی اس کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس پاکر طاہری حکومت میں حصہ لگانے کے لئے نیشاپور پہنچا اور محمد بن طاہر کا محاصرہ کرلیا، یہاں کے علماء نے درمیان میں پڑکر دونوں میں صلح کرادی، اور محمد بن طاہر نے اسکو طبسین اور قہستان کا حاکم بنادیا، یعقوب صفار کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے محمد بن طاہر کو لکھا کہ عبداللہ کو اس کے حوالہ کردے محمد نے انکار کیا، اس کے انکار پر یعقوب خود نیشاپور پہنچا، اب طاہریہ میں کوئی دم باقی نہ رہ گیا تھا، اس لئے یعقوب نے محمد بن طاہر اور اس کے پورے خاندان کو گرفتار کرکے طاہری حکومت کا خاتمہ کردیا،

طاہریہ بنو عباس کے ساختہ پرداختہ اور ان کے معتمد علیہ تھے اسلئے ان کو ختم کرنے کے بعد یعقوب نے معتمد کو اس کی معذرت میں لکھا کہ محمد بن طاہر اپنے فرائض کی انجام دہی سے قاصر تھا، اس کی کوتاہی کی وجہ سے علویوں نے طبرستان پر قبضہ کرلیا، اس لئے خود خراسانیوں نے مجھے دعوت دی تھی، لیکن معتمد نے اس عذر کو قبول نہ کیا، اس کا نہایت سخت جواب دیا، اور اس کی روش سے بیزاری ظاہر کی اور ہدایت کی کہ وہ آیندہ صرف ان مقاموں کی حکومت پر قناعت کرے، جس کی اس کو باقاعدہ اجازت دی گئی ہے، لیکن یعقوب نے اس حکم کی کوئی پروا نہ کی،

حسن بن زید علوی کی شکست اور عبداللہ السجزی کا قتل آل طاہر کی گرفتاری کے بعد عبداللہ السجزی نیشاپور سے حسن بن زید علوی کے پاس طبرستان بھاگ گیا تھا، اس لئے صفر ۲۶۰ھ

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۸۳،

میں طبرستان پہنچا، اور حسن بن زید کو شکست دیکر ساریہ اور آمل پر قبضہ کر لیا، حسن دیلم بھاگ گئے، صفار نے کچھ دور تک تعاقب کیا، لیکن پھر راستہ کی دشواریوں سے پریشان ہو کر لوٹ آیا، علوی، دولت عباسیہ کے حریف تھے، اس لئے صفار نے معتمد کو اپنی اس کارگذاری کی اطلاع دی، حسن بن زید کی شکست کے بعد عبداللہ السجزی رے چلا گیا تھا، اس لئے صفار نے یہاں کے عامل کو لکھا کہ یا عبداللہ کو ہمارے حوالہ کرو یا جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ، وہ آل طاہر اور علویوں کا حشر دیکھ چکا تھا، اس لئے خاموشی سے عبداللہ کو حوالہ کر دیا، اور صفار اسے قتل کر کے سجستان واپس ہوا[۱]،

فارس پر موسیٰ کا تقرر اور استعفا

اوپر گذر چکا ہے کہ محمد بن واصل عراقی نے دولت عباسیہ کے عامل حارث ابن سیما کو قتل کر کے فارس پر قبضہ کر لیا تھا، گو وہ زبان سے اپنے کو خلیفہ کا اطاعت گذار ظاہر کرتا تھا، لیکن در اصل اس کے خلاف تھا، اس لئے حارث کے قتل کے بعد معتمد نے فارس کا علاقہ موسیٰ بن بغا کے متعلق کر دیا، اُس نے اپنی جانب سے عبدالرحمٰن بن مفلح کو اہواز اور فارس کا حاکم بنایا، اور طاشتمر ترکی کو بطور مددگار اس کے ساتھ کر دیا، ابن واصل نے مقابلہ کیا، طاشتمر جنگ میں مارا گیا، اور عبدالرحمٰن گرفتار ہوا، معتمد نے ابن واصل کے پاس عبدالرحمٰن کی رہائی کے لئے کہلا بھیجا، لیکن اُس نے قتل کر کے مشہور کر دیا کہ عبدالرحمٰن مر گیا، اور موسیٰ بن بغا کی طرف بڑھا، اس طوائف الملوکی کی وجہ سے فارس کا انتظام سنبھالنا موسیٰ کے لئے دشوار ہو گیا، اس لئے اُس نے اس عہدہ سے استعفاء دے دیا،

فارس پر یعقوب کا قبضہ

یعقوب صفار فارس کی فکر ہی میں تھا کہ دولت عباسیہ سے ابن واصل

---

[۱] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۰۹ و ۳۱۰

کی مخالفت پر اس کو موقع مل گیا، چنانچہ وہ سیدھا فارس پہنچا، ابن واصل نے اسے دھوکا دینا چاہا، اور ایک طرف اس کے پاس اطاعت کا پیام بھیجا، دوسری طرف ایک غیر معروف راستہ سے مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوا، لیکن راستہ کی خرابی کی وجہ سے اس کی پیدل سپاہ اور بار برداری کے جانوروں کو بڑا نقصان پہنچا، یعقوب کو برابر اس کی نقل و حرکت کی اطلاع مل رہی تھی، اس لئے وہ کوچ کرکے دفعۃً اُس کے سر پر پہنچ گیا، ابن واصل کی فوج بہت خستہ ہو رہی تھی، اس لئے یعقوب نے آسانی کے ساتھ اسکو شکست دے کر فارس پر قبضہ کر لیا۔

صفار اور معتمد کی جنگ اور صفار کی شکست

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ صفار کو ابتدا میں عباسی حکومت سے کوئی پرخاش نہ تھی اور وہ اس کے عجمی عمّال کے خلاف اٹھا تھا، اور اپنے کو برابر خلفاء کا مطیع ظاہر کرتا رہا، اور انہی کا نام لیکر لڑتا تھا، لیکن عمال سے جنگ کے سلسلہ میں چونکہ وہ خلیفہ کے احکام کی پابندی نہیں کرتا تھا، اس لئے بالآخر براہ راست عباسی حکومت سے اسکے تصادم کی نوبت آگئی، اور معتمد نے خود اس سے جنگ کا عزم کر لیا، اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن طاہر کے ذریعہ سے خراسان و جرجان و طبرستان تمام مشرقی علاقوں میں اعلان کرا دیا کہ اُس نے صفار کو نہ کہیں کا حاکم بنایا ہے، اور نہ اس کے اعمال کا ذمہ دار ہے، صفار نے جو کچھ کیا ہے اپنی خودسری سے کیا ہے، اور اس فرمان کی نقلیں مختلف مقامات پر بھجوا دی گئیں، اور خراسان کے مختلف حصے یہاں کے ممتاز اور صاحب اقتدار اشخاص کے متعلق کر دیے گئے،

ان واقعات کی اطلاع صفار کو ملی تو اُس نے معتمد کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی، جس میں حسب ذیل مطالبات تھے:-

اس کو طاہر بن حسین کے رقبۂ حکومت کا والی بنایا جائے، طبرستان، جرجان، رے آذربیجان، کرمان سجستان، سندھ تمام مشرقی ممالک کی ولایت عطا کیجائے، اور بغداد و سرمن رای کا محکمۂ پولیس اس کے متعلق کیا جائے، اور جن لوگوں نے معتمد کا پہلا فرمان سنا ہے انھیں جمع کرکے اس کی منسوخی کا فرمان سنایا جائے، یہ درخواست بھیجنے کے بعد اس نے بغداد کا قصد کیا، معتمد صفار سے سخت برہم اور اس سے جنگ کے لئے آمادہ تھا، لیکن اختیارات تمامتر موفق کے ہاتھوں میں تھے معتمد مجبور محض تھا موفق نے یعقوب کو بغداد کے قصد سے روکنے کیلئے اسکے تمام مطالبات منظور کر لیے، اس سے موالی میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی، اور وہ یعقوب سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوگئے[1] لیکن ان مطالبات کی منظوری کے بعد بھی یعقوب نے بغداد کا قصد ملتوی نہ کیا، اور اپنا سفر جاری رکھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ ترکوں کو خلافت عباسیہ سے نکالکر خود اُن کی جگہ لینا چاہتا تھا، اس کی پیشقدمی سے ترک موفق سے بدگمان ہوگئے خود معتمد کو یہ خیال ہوگیا کہ موفق ہی کے طرز عمل سے یعقوب کو بغداد آنے کا حوصلہ پیدا ہوا، وہ پہلے سے یعقوب سے برہم تھا، اس کی بغداد آنے کی خبر سنکر جوش غضب سے لبریز اور خود بہ نفس نفیس اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا، اس سے موالی کو اطمینان ہوا، اور معتمد بڑے اہتمام سے یعقوب کے مقابلہ میں نکلا[2]،

اپنے بھائی موفق کو آگے روانہ کردیا، اور خود اس کے عقب میں چلا، یعقوب بغداد کے قریب پہنچ چکا تھا، آگے بڑھ کر دونوں کا سامنا ہوا ترکوں میں بڑا جوش تھا، میر خلیج ترکی نے فوجوں کو اُبھارنے کے لئے بڑی پُرجوش تقریر کی، ترک اسے اپنی قومی جنگ سمجھتے تھے یعقوب کی شجاعت بھی مسلّم تھی، اس لئے فریقین میں بڑی خونریز جنگ ہوئی، دونوں طرف

---

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۴۱۶ [2] ایضاً ص ۴۱۷،

کے بہت سے ممتاز آدمی مارے گئے، یعقوب بھی زخمی ہوا لیکن خود خلیفہ بہ نفس نفیس میدانِ جنگ میں موجود تھا، اس سے ترکوں کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا، اسکے مقابلہ میں خلیفہ کی موجودگی کی وجہ سے یعقوب کی فوج کا ایک حصہ لڑنا پسند نہ کرتا تھا، اس لئے اُس کو شکست ہوئی، لیکن وہ خود ایک جماعت کے ساتھ آخر آخر تک اپنی جگہ پر قائم رہا، مگر جب اسکی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی تو وہ بھی خوزستان ہوتا ہوا جندیسا پور کی طرف نکل گیا، موفق نے کچھ دور تک تعاقب کیا، لیکن راستہ میں بیمار پڑ گیا، اس لئے لوٹ آیا، اور فارس کو اس کے قبضہ سے چھڑانے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوا[1]،

خراسان پر احمد بن عبداللہ خجستانی کا قبضہ

اسی سال خراسان کا بڑا حصہ یعقوب کے ہاتھوں سے نکل گیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ خجستان کا ایک باشندہ احمد بن عبداللہ طاہریہ کے متوسلین میں تھا، اس کے خاتمہ کے بعد اُس نے یعقوب کے بھائی علی کے مزاج میں رسوخ پیدا کرکے اس کی سفارش سے خراسان کی حکومت کا پروانہ حاصل کر لیا، اور قومس پر غاصبانہ قبضہ کرکے طاہریہ کی دعوت شروع کر دی اور چند دنوں میں نیشاپور اور ہرات وغیرہ خراسان کے بڑے حصہ پر قبضہ کرکے یہاں سے صفاریوں کا اثر بالکل زائل کر دیا[2]،

صفار کی موت

۲۶۵ھ میں یعقوب مرض الموت میں مبتلا ہوا، اسکی شجاعت اور اپنے مصالح کی بنا پر معتمد اسکو اپنی مخالفت پر قائم نہ رکھنا چاہتا تھا، اسلئے اس کو خوش کرنے کے لئے فارس کی حکومت کا فرمان بھیجا صفار اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھا، جس وقت شاہی قاصد پہنچا صفار بستر سے اُٹھ بیٹھا اور تلوار خشک روٹی اور پیاز منگا کر اس سے کہا کہ میری طرف سے معتمد سے کہنا کہ اگر اس بیماری میں مر گیا تو ہم دونوں کو ایک دوسرے سے نجات

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۹۶ [2] ابن اثیر وغیرہ نے ان واقعات کو بہت تفصیل سے لکھا ہے،

ل جائے گی اور اگر زندہ بچ گیا تو یہ تلوار میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرے گی اور یا میں اس سے اپنا انتقام لیکر چھوڑونگا یا وہ میری قوت توڑ کر مجھ کو نان خشک اور پیاز کھانے کی نوبت تک پہنچادیگا، لیکن اس بیماری سے جانبر نہ ہوسکا اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۲۶۵ھ میں مرگیا،

صفار اپنی شجاعت وشہامت، تدبیر وسیاست اور انتظامی قابلیت کے لحاظ سے بے نظیر تھا، وہ کہا کرتا تھا جس شخص کو میں چالیس دن ساتھ رہنے کے بعد نہ پہچان سکوں اس کو دوسرا شخص چالیس سال میں نہیں پہچان سکتا، حسن بن زید علوی اُس کی شجاعت واستقلال کی وجہ سے اس کو "سندان" کہتے تھے، اس کی تدبیر وسیاست کے بہت سے واقعات مورخین نے نقل کئے ہیں[۱]،

عمرو بن لیث الصفار یعقوب کے بعد اس کا بھائی عمرو اس کا جانشین ہوا، اس نے خلافت بغداد سے اپنے تعلقات ہموار کرلئے اور موفق نے اس کو خراسان، اصفہان، سجستان اور خجستان کی ولایت اور بغداد وسرمن رای کی شحنگی کے عہدہ پر ممتاز کیا[۲]،

خراسان کی ولایت کا پروانہ ملنے کے بعد عمرو بن لیث نے خراسان کو احمد بن عبد اللہ کے ہاتھوں سے چھڑانے کی کوشش کی، اور ہرات واپس لے لیا، لیکن نیشاپور واپس لینے میں ناکام رہا،

پانچ چھ سال تک عمرو بن لیث اور معتمد کے تعلقات خوشگوار رہے، اور وہ اطمینان سے متعلقہ ملکوں پر حکومت کرتا رہا، ۲۷۱ھ میں اس پر معتمد کا عتاب نازل ہوا، اور اُس نے خراسان کی حکومت اس سے لے کر طاہری خاندان کے یادگار محمد بن طاہر کو دیدی،

---

[۱] ابن خلکان ج ۲ ص ۳۲۰، [۲] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۱۸،

اُس نے رافع بن ہرثمہ کو اپنا نائب مقرر کیا، اس لئے خلافت بغداد اور صفاریہ میں پھر مخالفت شروع ہوگئی اور معتمد نے احمد بن عبدالعزیز کو عمرو کے مقابلہ کا حکم دیا، اس نے اسے شکست دیکر اس کے تین ہزار آدمی گرفتار کرلئے،[1]

اس واقعہ نے دونوں کے تعلقات اور خراب کر دئے اور ۲۷۴ھ میں موفق خود اس کے مقابلہ کے لئے فارس گیا، عمرو بھی اس کے مقابلہ کے لئے نکلا، لیکن اس کے بعض آدمیوں نے موفق سے مل جانا چاہا، اس لئے وہ مقابلہ کا ارادہ ترک کرکے کرمان اور سجستان ہوتا ہوا نکل گیا، موفق دور تک اس کی تلاش میں گیا، لیکن پا نہ سکا، پھر ۲۷۶ھ میں معتمد اس سے راضی ہوگیا، اور اسکو بغداد کی شحنگی کا عہدہ عطا کیا، اور ڈھالوں پر اُسکا نام لکھوایا[2]

احمد بن طولون احمد بن طولون کی ولایت مصر تک کے حالات معتز کے دور میں گذر چکے ہیں، معتمد کے زمانہ میں اسکو بڑا عروج حاصل ہوا، اور اُس کا آفتاب اقبال نصف النہار تک پہنچ گیا، کندی کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت فرو ہونے کے بعد شام کی ولایت بھی ابن طولون کے متعلق کردی گئی، اس سے اس کی اہمیت اور بڑھ گئی، لیکن مصر کا شعبۂ خراج ابن مدبر کے ہاتھوں میں رہا، ایک مرتبہ معتمد نے مصر کا خراج جلد بھیجنے کے متعلق ابن طولون کو تاکید کی، اُس نے جواب دیا کہ خراج کا شعبہ دوسرے شخص کے ہاتھ میں ہے اس لئے میں اس حکم کی تعمیل سے قاصر ہوں، اس جواب پر معتمد نے مصر کا شعبۂ خراج اور اس کے ساتھ شامی سرحدوں کی حفاظت بھی اس سے متعلق کردی، اور وہ مصر، اسکندریہ اور شام کی وسیع ولایت کا حاکم ہوگیا،[3]

مقریزی کا بیان ہے کہ ابن مدبر بڑا بد دماغ اور بد طینت شخص تھا، اپنے اثر کو

---

[1] ابن اثیر ج، ص ۱۳۸ و ۱۳۹ [2] ایضاً ص ۱۴۵ [3] کتاب الولاۃ کندی ص ۲۱۲ تا ۲۱۷،

قائم رکھنے کے لئے اُس نے ہدایا و تحائف کے ذریعہ ابن طولون کو ملانے کی کوشش کی لیکن
ابن طولون اس سے بھی زیادہ عالی دماغ تھا، اس نے واپس کر دیا، اس سے ابن مدبر
ابن طولون سے بدگمان ہوگیا، اور شقیر خادم اور مصر کے عباسی نامہ نگار کو ملا کر بغداد میں اُسکے
خلاف سازش شروع کر دی، ابن مدبر کی شان و شوکت غوری غلاموں سے قائم تھی ابن طولون
نے انہیں حسن تدبیر سے اپنے یہاں بلا لیا، ان کے ہٹتے ہی ابن مدبر کی ساری ہیبت جاتی رہی،
اسوقت اُس نے ابن طولون کو مصر سے ہٹانے کی خفیہ کوشش شروع کر دی، ابن طولون
کو اس کا علم ہوگیا، لیکن اُس نے ابن مدبر پر اس کو ظاہر نہ ہونے دیا، یہ معتز کی خلافت کا آخری
زمانہ تھا، اس کے بعد مہتدی خلیفہ ہوا، اُس نے مصر کے ساتھ اسکندریہ بھی اس کے متعلق کر دیا،
ابن طولون نے یہاں کے عامل اسحٰق بن دینار کو اپنے ماتحت کی حیثیت سے اس کے عہدہ پر برقرار
رکھا، اسکندریہ کی ولایت کے بعد ابن طولون کا وقار اور زیادہ بڑھ گیا، ابن مدبر کو اس کا یہ
اعزاز بہت شاق گذرا لیکن سوائے خاموشی کے کچھ نہ کر سکتا تھا، چنانچہ آخر میں اُس کو
ابن طولون کے سامنے جھکنا پڑا[1]،

ابن طولون کے کارنامے اور اُس کا عروج

مصر و اسکندریہ کی ولایت کے بعد ابن طولون نے حکومت کے ہر شعبہ
کو اتنی ترقی دی اور اس کثرت سے غلام، عام سپاہی اور آلات و اسلحہ
جمع کئے کہ دار الامارۃ کی وسعت اُن کے لئے ناکافی ثابت ہوئی، اس وقت اُس نے
ایک نیا خوبصورت شہر بسایا، جس کا ایک سرا فسطاط سے ملتا تھا، اس میں ہر قوم، ہر مذہب
ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے محلے الگ الگ اور عطار، بزاز، بقال، اور جملہ اہلِ حرفہ اور پیشہ وروں
کے بازار جدا جدا تھے، شہر میں متعدد وسیع سڑکیں اور ستھری گلیاں تھیں، جا بجا خوبصورت

---

[1] مقریزی ج ۲ ص ۱۰۵ و ۱۰۶،

مسجدیں اور حمام تھے، رفاہ عام کے لئے ایک عمدہ شفاخانہ تھا، ایک عظیم الشان جامع مسجد تھی، ابن طولون کا محل خصوصیت کے ساتھ نہایت وسیع و خوبصورت تھا، شہر سے متعلق ایک وسیع نزہت گاہ تھی، مقریزی نے اس شہر اور شاہی قصور کی آرائش و زیبائش کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں،

ابن طولون کے خلاف سازش اور اس میں ناکامی

ان تعمیری ترقیوں کے ساتھ ابن طولون نے حکومت کے ہر شعبہ کو ترقی دیکر دولت طولونیہ کو اس عہد کی مہذب ترین حکومتوں کے پہلو بہ پہلو کر دیا، ان کارناموں پر دوسرے امرا اس سے حسد کرنے لگے اور اس کا ایک عزیز قریب ماجور ترکی اس کا مخالف ہوگیا، اور ابن مدبر، ماجور اور شقیر خادم تینوں نے مل کر پوشیدہ طور پر خط و کتابت کرکے خلیفہ کو اس سے بدظن کرنا شروع کیا، جاسوسوں نے ابن طولون کو اس سازش کی اطلاع دی، ابن طولون بالکل خاموش رہا، اور ان لوگوں کے تمام شکایت نامے بغداد سے منگوا لئے، اس میں لکھا تھا کہ "ابن طولون مصر میں استقلال کا دعوی کرنا چاہتا ہے" اس وقت اس کو معتمد کی جانب سے خراج کے اختیارات بھی مل گئے تھے، اسلئے اس نے ابن مدبر کو پکڑ کے قید کر دیا، اور اب وہ مصر، اسکندریہ اور شامی سرحدوں کا حاکم مطلق ہوگیا[1]،

ابن طولون سے موفق کی مخالفت اور ناکامی

ابن طولون کا یہ عروج دولت عباسیہ کے مختار کل موفق کی نظروں میں بھی کھٹکتا تھا، اس لئے اس نے اسے گرانے کی تدبیریں شروع کر دیں، گو ابن طولون اب اس درجہ کو پہنچ چکا تھا کہ اس کا گرانا بہت دشوار تھا، تاہم موفق نے

---

[1] مقریزی نے یہ حالات بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں، ہم محض خاص خاص واقعات اور وہ بھی جستہ جستہ نقل کئے ہیں، تفصیل کے لئے دیکھو مقریزی ج ۲ ص ۱۰۵ تا ۱۰۷،

ایک مرتبہ اسکی پوری کوشش کی اور موسیٰ بن بغا کو اس کام کے لئے کھڑا کیا، اور ۲۶۳ھ میں اسکے ذریعہ ابن طولون کو مصر سے ہٹا کر اسکی جگہ ماجور والی دمشق کو جو ابن طولون کے مخالفین میں تھا بھیجنے کا حکم دیا، لیکن ماجور کو ابن طولون کے مقابلہ میں جانے کی ہمت نہ ہوئی، اس لئے موسیٰ خود مصر کی طرف بڑھا، ابن طولون کو خبر ملی، تو اُس نے مقابلہ کے لئے جزیرہ میں قلعہ بنوایا، اور جنگی کشتیاں تیار کرا کے جزیرہ میں گشت کرائیں، اس درمیان میں موسیٰ ابن بغا پہنچ گیا، اور رقہ میں مقیم ہوا، اور دس مہینہ تک یہاں ٹھرا رہا، مگر ابن طولون کے مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی، اس طویل بیکاری سے اس کی فوج گھبرا گئی، اور موسیٰ کو جنگ کرنے یا واپسی پر مجبور کرنا شروع کر دیا، اس شش و پنج میں موسیٰ کا پیام اجل آگیا، اور ۲۶۴ھ میں وہ چل بسا،

شام پر قبضہ اسی زمانہ میں ماجور والی دمشق مرگیا، ان دونوں کی موت سے ابن طولون کو دمشق کو مصر کی حکومت سے ملحق کر لینے کا موقع مل گیا، چنانچہ اُس نے ماجور کے لڑکے علی کو لکھا کہ میں دمشق آتا ہوں، تم میری میزبانی کے لئے تیار رہو، علی نے اس کا نہایت مناسب جواب دیا، اور ابن طولون ۲۶۴ھ میں اپنے لڑکے عباس کو اپنا نائب اور احمد ابن محمد واسطی کو اس کا وزیر بنا کر دمشق روانہ ہوگیا، ماجور کے نائب محمد بن رافع اور لڑکے علی دونوں نے اس کی بڑی مدارات کی، اور خود رملہ اور دمشق اس کے حوالہ کر دیا، ابن طولون نے رملہ میں محمد بن رافع کو قائم رکھا، اور دمشق میں احمد و غیاش کو اپنا قائم مقام بنا کر حمص بھیجا، یہاں کے عامل نے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی، البتہ انطاکیہ کے حاکم سیما طویل نے اس کی سیادت سے انکار کیا، ابن طولون نے ۲۶۵ھ میں اسکو قتل کر کے اس کا کل مال ضبط کر لیا، پھر طرطوس گیا، طرطوس والوں نے بھی مقابلہ کیا، ابن طولون

یہاں طخش بن بلبرد کو اپنا قائم مقام بنا کر لوٹ گیا،

عباس کی بغاوت شامی سرحدوں پر رومی اکثر تاخت کیا کرتے تھے، ابن طولون چاہتا تھا کہ شام میں چند دن ٹھہر کے یہاں کی سرحدوں کی طرف سے اطمینان کرلے، لیکن اسی درمیان میں لوگوں نے اس کے لڑکے عباس کو اس سے باغی کرادیا، احمد بن محمد واسطی نے فوراً ابن طولون کو اس کی خبر کردی، اس لئے ابن طولون شام میں قیام نہ کرسکا اور مصر روانہ ہوگیا، دوسری سمت سے عباس بھی احمد بن محمد واسطی کو مخبری کے جرم میں قید کرکے اسکندریہ ہوتا ہوا فسطاط پہنچا، رمضان ۲۶۵ھ میں ابن طولون بھی فسطاط پہنچ گیا، اور عباس کو اس کی خطا معاف کرکے بلا بھیجا، وہ اپنی حرکت پر خود نادم تھا، اس لئے آنے پر آمادہ ہوگیا، مگر جن لوگوں نے اس کو بغاوت پر ابھارا تھا، انھوں نے اپنے انجام کے خوف سے اسکو بھڑکا کر پھر روک دیا، اور عباس فسطاط سے اغالبہ کے پاس افریقہ چلا گیا، راستہ میں لبدہ کے باشندوں نے اس کا خیر مقدم کیا، لیکن عباس نے ان کی شکر گذاری کے بجائے لبدہ کو لٹوادیا، اس کی اس ناپسندیدہ حرکت پر ابا حنیفہ والی اغالبہ نے اس کو شکست دیکر بھگادیا، اور عباس باحال تباہ برقہ لوٹ گیا،

عباس کی گرفتاری اور سزا عباس کے برقہ جانے کے بعد احمد بن طولون خود اس کی تنبیہ کیلئے بڑھا، اس دوران میں احمد بن محمد واسطی نے ابن طولون کو اطلاع کی کہ عباس نے اپنی روش بدل دی، اب آپ کو اس کے مقابلہ کی ضرورت نہیں ہے، اسلئے ابن طولون خود رک گیا اور صرف طبار کو تھوڑی فوج کے ساتھ بھیجدیا، اس نے برقہ میں عباس کو شکست دیکر گرفتار کرلیا، اور شوال ۲۶۸ھ میں وہ ابن طولون کے روبرو پیش کیا گیا، اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوادیئے،

ابن طولون کے غلام لولو اور اہل طرطوس کی بغاوت

عباس کی بغاوت فرو ہونے کے بعد ابن طولون نے اپنے غلام لولو کو ایک فوج کے ساتھ شام بھیجا، موفق نے اسے ملا لیا، اور وہ ابن طولون کا ساتھ چھوڑ کر موفق کے پاس چلا گیا، ابن طولون کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود اس کے تعاقب میں نکلا اور دمشق پہنچکر اُس نے حاکم طرطوس کے نائب خلف کو لکھا کہ وہ مازیار خادم کو پکڑ کے بھیجدے، لیکن اہل طرطوس نے مازیار کو خلف سے چھین لیا، اور اس کو نکال کے مازیار کو اس کی جگہ عامل بنا دیا، ابن طولون کو اس کی اطلاع ہوئی تو اہل طرطوس کی تنبیہ کیلئے بڑھا، مگر اس درمیان میں اسکو معتمد کا ضروری خط مل گیا، اس لئے یہ ارادہ ترک کر دیا،

معتمد کا موفق کے خلاف ابن طولون کے دامن میں پناہ لینا

معتمد نام کے لئے ۲۳ سال تک تخت حکومت پر رہا لیکن واقعہ کے لحاظ سے ایک دن کے لئے بھی اس کو حکومت نہ نصیب ہوئی، تمام احکام موفق کے نام سے جاری ہوتے تھے، اور ممالک محروسہ کا کل نظم ونسق اسی کے ہاتھ میں تھا اور معتمد چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی دخل دینے کا مجاز نہ تھا، عباسیہ کے ماتحت والیوں کے بارہ میں موفق کی پالیسی معتمد سے بالکل مختلف تھی، صفار سے معتمد کو دلی نفرت تھی، لیکن موفق نے اس کے علی الرغم صفار کے مطالبات منظور کر لئے تھے، معتمد ابن طولون کو مانتا تھا، لیکن موفق ہمیشہ اسے گرانے کی فکر میں رہتا تھا، اس اختلاف کی بنا پر معتمد کسی امیر کے دامن میں پناہ لینے پر آمادہ ہو گیا، امراء میں اس وقت ابن طولون کے علاوہ کوئی اس درجہ کا نہ تھا، جو موفق کے مقابلہ میں معتمد کی حمایت کر سکتا، ابن طولون پر اس کے احسانات بھی تھے، اس لئے معتمد نے اس کو لکھ بھیجا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں، اس وقت ابن طولون طرطوس کا ارادہ کر رہا تھا، معتمد کا خط ملنے کے بعد

ؔ[1] یہ تمام واقعات کتاب لولاۃ کندی ص ۲۱۷ تا ۲۲۵ سے ماخوذ ہیں ؛

اس نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا،

معتمد علانیہ اپنا عزم پورا نہیں کر سکتا تھا، اس لئے شکار کے بہانہ سے مصر روانہ ہو گیا، اس کے جانے کے بعد موفق کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا اور فوراً اسحاق بن کنداج کو انعام و اکرام کا لالچ دلا کر لکھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو معتمد کو راستہ سے واپس کر دو اور ابن طولون سے نہ ملنے دو، چنانچہ جب معتمد حدیثیہ پہنچا تو اسحق نے عزت و تکریم کے ساتھ اس کے سامنے ہدایا پیش کئے اور اس کے ساتھیوں کو حیلہ سے گرفتار کر لیا اور معتمد کو سمجھا بجھا کر سامرا واپس کر دیا، موفق نے اس کے صلہ میں اسحاق کو مصر کی حکومت عطا کی،

ابن طولون کا موفق کے خلاف اعلان جہاد اور وفات

ابن طولون اور موفق میں پرانا اختلاف تھا، اس واقعہ سے ابن طولون اس کے بالکل خلاف ہو گیا، اور دمشق جا کر یہاں کے فقہا، قضاۃ اور اشراف کو جمع کر کے اہل مصر کے نام خط لکھا کہ "موفق نے معتمد کی بیعت توڑ دی ہے اور اس کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا ہے کہ اس کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا، معتمد نے اس کے سلوک سے تنگ آکر رو رو دیا ہے"!

مصر میں اس خط کی پوری تشہیر کی گئی، اسے سن کر اہل مصر موفق کے خلاف ہو گئے اور ایک گروہ دمشق پہنچا، دمشق کے سرحدی علاقے کے آدمی بھی جمع ہو گئے، ابن طولون نے ان سب سے اعلان جہاد پر دستخط لئے، اس کے بعد مازیار خادم کو جس نے طرطوس میں ابن طولون کے خلاف علم بغاوت بلند کر رکھا تھا، ملانے کی کوشش کی، لیکن وہ مخالفت پر قائم رہا، اس لئے ابن طولون کو اس کے مقابلہ کے لئے طرطوس جانا پڑا، مازیار نے اسکو روکنے کے لئے نہر بردان کا بند کھول دیا جس سے ابن طولون کی

پوری فوج پانی میں پھنس گئی اور ابن طولون کو مصیصہ لوٹ آنا پڑا، یہاں آکر بیمار پڑگیا اور چند دن علیل رہ کر ذیقعدہ ۲۷۰ھ میں انتقال کرگیا،

خمارویہ بن احمد بن طولون

ابن طولون کے بعد اس کا لڑکا ابو الجیش خمارویہ باپ کا جانشین ہوا، اس کو موفق کی شام پر فوج کشی کا خطرہ تھا، اس لئے احمد واسطی اور سعد الاسیر کو فوجیں دیکر شام روانہ کر دیا، اور ساحل کی حفاظت کے انتظامات بھی کئے، لیکن احمد واسطی کو خمارویہ کی جانب سے خوف باقی تھا، اس لئے اُس نے موفق کو لکھ بھیجا کہ خمارویہ کی قوت بہت کمزور ہے، اس وقت وہ آسانی کے ساتھ شام پر قبضہ کرسکتا ہے[1]،

دوسری طرف ابن طولون کی موت سے اسحٰق بن کنداجیق والی موصل و جزیرہ اور ابن ابی الساج کو شام کی طمع دامنگیر ہوئی، انھوں نے بھی موفق کو خمارویہ کے خلاف ورغلایا اور اس سے مقابلہ کے لئے مدد مانگی، اُس نے فوراً دونوں کو پیش قدمی کا حکم دیدیا، اور خود بھی اُن کی مدد کے لئے پہنچا، اور دونوں کے ساتھ رقہ آیا، قنسرین اور عواصم کے باشندوں نے دونوں مقام بغیر مزاحمت کے حوالہ کر دئے، دمشق میں البتہ مقابلہ ہوا، لیکن موفق شکست دے کر شہر میں داخل ہوگیا، خمارویہ اس وقت مصر میں تھا، اس کو یہ خبریں ملیں تو وہ صفر ۲۷۱ھ میں شام پہنچا، فلسطین میں لب نہر دونوں کا مقابلہ ہوا، اُس نے بھی نہایت فاش شکست کھائی اور فسطاط لوٹ گیا، اس کی واپسی کے بعد سعد الاسیر، خمارویہ کی محفوظ فوج لے کر پہنچ گیا، اور موفق کو شکست دے کر دمشق واپس لے لیا، اور یہاں خمارویہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا[2]،

اس کے بعد خمارویہ ذی قعدہ ۲۷۲ھ میں شام آیا، اور ایک جرم میں سعد کو قتل

---

[1] کتاب الولاۃ کندی ص ۲۲۶ تا ۲۳۵ ملخصاً [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۳۷ و ۱۳۸،

کر کے محرم ۲۷۳ھ میں دمشق میں داخل ہوا اور اسحٰق بن کنداجیق کو باجروان میں شکست دیکر سر من رای تک اس کا تعاقب کرتا چلا گیا، لیکن پھر فوجی افسروں نے دونوں میں صلح کرادی اور اسحٰق نے اپنے حدود حکومت میں خمارویہ کے نام کا خطبہ جاری کر دیا، اس کے بعد خمارویہ اور موفق میں بھی صلح ہو گئی اور موفق نے ۳۰ سال کے لئے خمارویہ اور اس کی اولاد کے نام مصر و شام کی حکومت کا قبالہ لکھدیا، اور خمارویہ نے اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا[۱]،

دولت سامانیہ ماوراء النہر

اسد بن سامان سامانی بہرام چوبین کی نسل سے تھا، اسد کے چار لڑکے تھے، نوح، احمد، یحییٰ اور الیاس، مامون کی ولایت خراسان کے زمانہ میں یہ چاروں بھائی خراسان میں تھے، اور چاروں جوہر قابل تھے، مامون کی جوہر شناسی نے انہیں پرکھ کر آگے بڑھانا شروع کیا، چنانچہ امین کو شکست دینے کے بعد جب مامون خراسان سے عراق واپس آیا تو اس کے خراسانی نائب غسان بن ثابت نے احمد کو فرغانہ یحییٰ کو اشروسنہ اور شاس، الیاس کو ہراۃ اور نوح کو سمرقند کا حاکم بنایا، غسان کے بعد آل طاہر نے بھی ان کی قدردانی قائم رکھی، اس طرح اسد بن سامان کی اولاد میں نسلاً بعد نسل یہ اعزاز چلا، احمد کے سات لڑکے تھے، نصر، اسمٰعیل، یعقوب، یحییٰ، اسد، اسحٰق، حمید، احمد کے انتقال کے بعد ۲۶۱ھ میں اس کا لڑکا نصر باپ کا قائم مقام ہوا، اور اس کو ماوراء النہر کی حکومت ملی، اس طرح یہاں سامانی حکومت کی بنیاد پڑی[۲]،

---

[۱] تفصیل کیلئے دیکھو کتاب الولاۃ کندی ص ۲۳۳ تا ۲۳۸ و مقریزی ج ۲ ص ۱۱۲ [۲] ۲۶۱ھ مطابق ۸۷۴ء میں سامانی حکومت کی بنیاد پڑی، اور ۳۹۵ھ مطابق ۱۰۰۴ء میں اس کا خاتمہ ہوا، اس مدت میں اس میں گیارہ فرمانروا ہوئے، نصر بن احمد، احمد بن اسمٰعیل، نصر بن احمد ثانی، نوح بن نصر، عبد الملک بن نوح، منصور بن نوح، نوح بن منصور، عبد الملک بن نوح ثانی، اسمٰعیل بن نوح،

ان حکومتوں کے قیام کے علاوہ معتمد کے زمانہ میں اور بہت سے انقلابات و حوادث پیش آئے، جنھیں ترتیب کے خیال سے یکجا لکھا جاتا ہے،

اہلِ موصل کی بغاوت

۲۵۹ھ میں اہلِ موصل نے اپنے حاکم اذکوتکین کے خلاف بغاوت کر کے اس کو نکال دیا، اس کا سبب یہ ہوا کہ اذکوتکین بڑا بدکردار تھا، علانیہ منہیات کا استعمال کرتا تھا، اہلِ موصل کے ساتھ ظلم و زیادتی سے پیش آتا تھا، اس لئے وہ اس سے برہم تھے، اتفاق سے اس کے ایک آدمی نے موصل کی ایک خاتون پر دست درازی کی، ایک شخص ادریس حمیری نے اس کو چھڑا لیا، اذکوتکین کو اسکی اطلاع ہوئی تو اُس نے الٹے ادریس کو سزا دی، اس واقعہ سے اہلِ موصل مشتعل ہو گئے، اور اُنھوں نے اس کے خلاف اجتماع کیا، اذکوتکین کو معلوم ہوا تو فوج لے کر پہنچا، اہلِ موصل نے اسے شکست دے کر نکال دیا، اور یحییٰ بن سلیمان کو اپنا حاکم بنایا،

اذکوتکین کے باپ اساتکین کو جس کی جانب سے وہ نیابت کرتا تھا، یہ واقعات معلوم ہوئے تو ۲۶۱ھ میں اس نے ہیثم بن عبداللہ کو موصل بھیجا، دونوں میں مقابلہ ہوا لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، اس لئے اساتکین نے دوبارہ اسحٰق بن ایوب کو مامور کیا، اہلِ موصل نے اُس کا بھی مقابلہ کیا، آخر میں اسحٰق کو اس شرط پر صلح کرنی پڑی کہ موصل کے باشندوں کے ساتھ آیندہ کوئی بدسلوکی نہ کی جائے گی، اور اُنھوں نے اس کو شہر کے ایک حصہ میں رہنے کی اجازت دے دی، لیکن اس کے بعض آدمیوں اور اہلِ موصل کے درمیان کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا اسلئے اُنھوں نے اس کو نکال دیا[1]،

یہ وہ زمانہ تھا جب حکومت کی ساری قوت صاحب الزنج کے مقابلہ میں مشغول تھی،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۸۸ و ۹۵،

اس لئے موصل کا کوئی انتظام نہ ہوسکا، اور یہاں خوارج اور اعراب نے فتنہ انگیزی شروع کر دی، اور ۲۶۳ھ میں خارجیوں کے سردار ہرون بن عبد اللہ بجلی نے موصل کے علاقہ پر غلبہ حاصل کر کے خراج وصول کر لیا[1]،

موصل
۲۶۶ھ میں اسحٰق بن کنداج مساور خارجی کے لڑکے کو قتل کر کے موصل پہنچا، اہل کے قائد اور رہنما علی بن داؤد نے حمدان بن حمدون تغلبی اور اسحٰق بن ایوب تغلبی وغیرہ عرب سرداروں کی مدد سے مقابلہ کیا، لیکن عین موقع پر اسحٰق بن ایوب کے میسرہ کا افسر ابن کنداج سے مل گیا، اس لئے علی بن داؤد کو شکست کھا کر موصل چھوڑ دینا پڑا اور معتمد نے ابن کنداج کو یہاں کا حاکم بنا دیا[2]،

عاضی
موصل میں خوارج کا زور بہت زیادہ تھا اگرچہ ابن کنداج کو ان کے مقابلہ میں عارضی کامیابی ضرور ہو گئی، لیکن وہ اُن کی شورش کو مستقل طور سے نہ دبا سکا، اور نہ ان مقاموں کو جن پر وہ قابض ہو گئے تھے ان کے قبضہ سے نکال سکا، اس لئے اُن کی قوت بدستور قائم رہی، البتہ پھر اُن کی مختلف جماعتوں میں خود باہمی جنگ شروع ہو گئی، ۲۶۶ھ میں ہرون ابن عبد اللہ بجلی اور ایک دوسرے خارجی سردار محمد بن خرزادیہ میں جنگ چھڑ گئی، اور ہرون کو شکست ہوئی، لیکن آخر میں اُس نے ابن خرزادیہ کی قوت منتشر کر دی اور نواح موصل پر قابض ہو گیا، اور کئی سال تک قابض رہا[3]،

قرامطہ کا ظہور

۲۷۰ھ میں فرقہ قرامطہ کا ظہور ہوا، یہ فرقہ باطنیہ کی ایک شاخ ہے اور باطنیت ایران کے ثنوی مذہب سے نکلی تھی، اس مذہب میں دو طاقتیں کارفرمانی جاتی ہیں، نور اور ظلمت، نور سے خیر کا اور ظلمت سے شر کا ظہور ہوتا ہے، یہی دونوں طاقتیں یزدان

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۰۲ [2] ایضاً ص ۱۱۰ [3] ایضاً ص ۱۱۹ و ۱۲۰،

اور اہرمن کے نام سے موسوم ہیں، اس کے عقائد میں بہت سے فلسفیانہ خیالات کی آمیزش ہے، عبد القادر بغدادی نے کتاب الفرق بین الفرق میں اس کی تفصیل کی ہے[1]،

مسلمانوں نے ایران کی حکومت تو فتح کر لی تھی، لیکن ان کے دل و دماغ کو نہ تسخیر کر سکے تھے، اس لئے نو مسلم عجمیوں کے دماغ سے اُن کے پُرانے عقائد و خیالات نہ دور ہو سکے، اور چونکہ ان کے اظہار کی جرأت ان میں نہ تھی، اسلئے مختلف شکلوں اور تحریکوں کی صورت میں اُن کا ظہور ہوتا رہا، اس کا آغاز مامون ہی کے زمانہ سے ہو گیا تھا، بابک خرمی کی تحریک اسی کی ایک شکل تھی جس کے حالات اوپر گذر چکے ہیں،

کسی ایسی تحریک کا جو علانیہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو اسلامی حکومت میں فروغ پانا مشکل تھا، اس لئے ذہین اور طبّاع اہل عجم نے اس پر باطنیت کی نقاب ڈال کر اپنے عقائد و خیالات کی اشاعت شروع کی، اور اس کی روشنی میں کلام اللہ اور احادیث نبویؐ کی تاویل ہونے لگی، قرمطی تحریک بھی باطنیت ہی کی ایک شاخ ہے، لیکن اس میں کچھ اور عقائد بھی شامل ہو گئے تھے، یہ تاریخ اسلام کا نہایت افسوسناک واقعہ ہے کہ اس قسم کی اکثر گمراہ کن تحریکیں اہل بیت نبویؐ کی دعوت کے نام پر جو دین اصلی کے حامل اور محافظ تھے شروع ہوتی تھیں، اور اسی لئے اہل عجم نے ان سے رشتہ جوڑا تھا، چنانچہ قرمطی تحریک بھی انہی کے نام سے شروع ہوئی، اس کا پہلا داعی حمدان قرمط[2] سواد کوفہ کے ایک مقام نہرین میں زہد و تقشف کے لباس میں ظاہر ہوا، شبانہ یوم نماز میں مشغول رہتا تھا اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا تھا، جو لوگ اس کے پاس آتے اُن سے مذہبی باتیں کرتا

---

[1] کتاب الفرق بین الفرق ص ٢٦٩ [2] عبد القادر بغدادی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حمدان اور قرمط دونوں ایک ہی شخص ہیں، لیکن دوسرے بیانوں سے پتہ چلتا ہے کہ حمدان قرمط کا پیرو تھا،

زہد کی تعلیم دیتا اور شبانہ یوم میں پچاس وقتوں کی نماز ونکی تلقین کرتا، اس طرح جب وہ روشناس ہو چکا تو "امام منتظر" کی دعوت شروع کی اور ایک جماعت اسکی دعوت میں شامل ہو گئی، لیکن اس نے اپنی زندگی میں کوئی فرق نہ آنے دیا، چنانچہ ایک شخص کے کھجوروں کے باغ کی رکھوالی کی نوکری کر لی، اور اپنی عبادت و ریاضت اور ظاہری زہد و تقویٰ سے لوگوں کے دلوں میں بڑا اثر پیدا کر لیا[1]، اسی زمانہ میں قرمط بیمار پڑ گیا، کرمینہ[2] نامی ایک شخص نے اس کی تیمارداری کی، جب وہ اچھا ہو گیا تو اپنے تیماردار کا نام اختیار کر لیا، اور پہلے کرمینہ پھر قرمط کہلانے لگا، اور سواد کے کم عقل دہقانیوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی، بہت سے سادہ لوح دہقانی اس کے دام میں آ گئے[3]، اس نے ایک آسمانی کتاب کا بھی دعویٰ کیا، جس کی دعوت یہ تھی کہ فرج بن عثمان قریہ نصرانہ کا باشندہ داعی مسیح ہے، مسیح ہے، کلمہ ہے، مہدی ہے، احمد بن محمد بن حنفیہ ہے، جبریل ہے، اور مسیح نے انسانی پیکر میں آکر اس سے کہا کہ تم داعی ہو، حجۃ ہو، ناقہ ہو، دابۃ ہو، یحییٰ بن زکریا ہو، روح القدس ہو، اور چار رکعت نماز کی تعلیم دی، دو طلوع آفتاب سے قبل اور دو غروب سے پہلے، ہر نماز کے لئے اذان ضروری قرار دی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت کیساتھ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور احمد بن محمد بن حنفیہ کی رسالت کی شہادت بھی تھی، نماز میں کلام اللہ کی آیات کے بجائے "استفتاح"[4] کی تلاوت کی جو اس کے گمان میں احمد بن محمد بن حنفیہ کے اوپر نازل ہوئی تھی، تعلیم دی، اور کعبہ کے بجائے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا، جمعہ اور اتوار دو دن کام کی

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۴۰۔ [2] کرمینہ کی ایک وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ اس شخص کی آنکھیں سرخ تھیں، اور نبطی زبان میں سرخی کو کرمینہ کہتے ہیں، اسلئے یہ شخص کرمینہ کہلانے لگا، دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ قدم بہت چھوٹے چھوٹے اٹھاتا تھا یا اس کا خط بہت باریک تھا، ان دونوں کو عربی میں قرمط کہتے ہیں، اسلئے یہ شخص قرمط کہلانے لگا۔ [3] ابو الفدا، ج ۲ ص ۵۵۔ [4] ابن اثیر اور ابو الفدا نے اسکی آیات نقل کی ہیں،

ممانعت کی، مہرجان اور نوروز کے دن سال میں دو روزے مقرر کیے، نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال قرار دیا، جنابت میں غسل کے بجائے وضو اور غیر محارب پر جزیہ مقرر کیا،[1]

جب قرمطی تحریک دہقانیوں میں پھیلنے لگی تو قرمط نے مختلف مقاموں پر اس کی تبلیغ کے لئے بارہ نقیب مقرر کئے، جو شخص اس دعوت میں شریک ہوتا تھا، اس سے امام کے نام پر ایک دینار وصول کرتا، اس کے پیرو زیادہ تر کاشتکار تھے، اس لئے اس کی اشاعت سے زراعت پر برا اثر پڑا، سواد کوفہ میں امیر ہیثم کا علاقہ تھا، اس کی آمدنی گھٹ گئی، اس نے تحقیقات کی تو قرمط کا حال معلوم ہوا، اس نے اسکو پکڑ کے بند کر دیا، اس کی ایک لونڈی کو رحم آگیا، اس نے ہیثم سے چھپا کر اسے نکال دیا، ہیثم نے جب دروازہ کھولا تو قرمط کا کہیں پتہ نہ تھا، عوام میں مشہور ہوگیا کہ قرمط اپنی کرامت سے غائب ہو گیا ہے، قرمط نے بھی چھوٹنے کے بعد مشہور کر دیا کہ اسے کوئی شخص نقصان نہیں پہنچا سکتا، اس سے عوام بڑی گمراہی میں مبتلا ہو گئے، لیکن اب اس کا معاملہ کھل چکا تھا، اور عراق کے قیام میں اس کے لئے خطرہ تھا، اس لئے شام چلا گیا،[2]

بیرونی مہمات خلافت عباسیہ کے اندرونی انقلابات کی وجہ سے بیرونی مہمات کا جو سلسلہ رک گیا تھا، معتمد کے زمانہ میں پھر شروع ہوا، ۲۵۹ھ میں رومیوں نے کردستان اور ایشیائے کوچک کے سرحدی شہر سمیساط اور ملطیہ پر حملہ کیا، لیکن یہاں کے باشندوں نے ان کو پسپا کر دیا، اس کے بعد ۲۶۳ھ میں شام کی سرحد طرطوس کے ایک اہم قلعہ کرکرہ پر حملہ آور ہوئے، ان کی شورش دیکھ کر ابن طولون والی مصر نے معتمد سے طرطوس کی ولایت کی درخواست کی، یہ رومیوں کے مقابلہ کیلئے نہایت موزوں شخص تھا، لیکن موفق اس کے خلاف تھا،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۴۸، و ۱۴۹ [2] ایضاً ص ۱۴۸،

اس لئے اُس نے ان کی درخواست قبول نہ کی اور محمد بن ہارون کو طرطوس بھیجا، اسے خارجیوں نے پکڑ کے مار ڈالا، اس کے بعد اماجور ترکی بھیجا گیا، یہ بالکل نا اہل تھا، اہل گرما کی امداد و اعانت کرنے کے بجائے الٹے ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا اور ان کا راشن بند کر دیا اُنھوں نے طرطوس کے باشندوں سے مدد مانگی اُنھوں نے ان کے لئے پندرہ ہزار جمع کئے، اماجور نے اس پر بھی قبضہ کر لیا، اس لئے اہل کرکرہ رومیوں کا مقابلہ نہ کر سکے، اور اُنھوں نے قلعہ ان کے حوالہ کر دیا، یہ بڑا اہم قلعہ تھا، اس پر قبضہ کے بعد رومیوں کے لئے شام کا راستہ کھل گیا معتمد کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے ابن طولون کی درخواست منظور کر لی، اُس نے فوراً طرطوس پہنچ کر اُس کی حفاظت کا پورا انتظام کیا،

اس کے بعد مسلمانوں نے بھی جارحانہ حملے شروع کر دیئے، اور ۲۶۴ھ میں عبداللہ ابن رشید نے ارض روم پر حملہ کیا اور سالم و غانم واپس آرہا تھا کہ راستہ میں سلوقیہ، قرہ کوکب اور خورشنہ کے بطریق نے گھیر لیا، مسلمانوں نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا، لیکن اکثر مارے گئے، عبداللہ گرفتار ہوا، اور باقیماندہ مسلمان کسی طرح اسلامی حدود میں واپس آگئے،

۲۶۵ھ میں چند بطریقوں نے اذنہ پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل و گرفتار کیا، اور یہاں کے والی کو پکڑ لے گئے، اسی سنہ میں قیصر روم نے عبداللہ بن رشید کو رہا کر دیا، اور چند مصاحف ابن طولون کے پاس ہدیہ بھیجے،

۲۶۶ھ میں سسلی کے مسلمانوں اور رومیوں میں بحری معرکہ ہوا، اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی، اور وہ سسلی لوٹ گئے اور رومیوں نے دیار ربیعہ پر تاخت کی، لیکن یہاں کے

باشندوں نے اُنھیں واپس کر دیا، اسی سنہ میں ابن طولون کے سرحدی حاکم نے رومی حدود میں فوج کشی کرکے بہت سے رومیوں کو قتل کیا،

سنہ ۲۶۳ھ میں رومی ایک لاکھ فوج کے ساتھ طرطوس پر حملہ آور ہوئے[1] ابن طولون کے غلام مازیار نے بڑی شجاعت سے ان کو روکا دونوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی رومیوں نے بڑی فاش شکست کھائی ایک لاکھ میں سے ستر ہزار رومی مارے گئے' ان کا رئیس البطارقہ مقتول ہوا اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، جس میں سات طلائی و نقرئی صلیبیں تھیں، سب سے بڑی صلیب جواہرات سے مرصع تھی، ۱۵ سونے کی اور دو سو چاندی کی کرسیاں اور بہت سے ظروف اور دوسری چیزیں تھیں۔[2]

سب سے بڑی فتح صقلیہ میں حاصل ہوئی مسلمان عرصہ سے صقلیہ کے پایہ تخت سرقوسہ لینے کی فکر میں تھے اور اس کے لئے کئی بار کوششیں کر چکے تھے، مگر کامیابی نہ ہوئی تھی، سنہ ۲۶۴ھ میں امیر صقلیہ جعفر بن محمد نے بحری اور بری دونوں سمتوں سے سرقوسہ کا محاصرہ کیا، رومیوں کا ایک بحری بیڑا سرقوسہ والوں کی مدد کے لئے پہنچ گیا، لیکن اسلامی بیڑے نے اُسے گرفتار کر لیا، اور نو مہینے کے محاصرہ کے بعد سرقوسہ فتح ہو گیا، اس فتح میں بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا، مسلمانوں نے آیندہ بغاوت کے خطرہ سے بچنے کے لئے شہر کے تمام جنگی استحکامات مسمار کر دئے، اس دوران میں قسطنطنیہ سے ایک دوسرا جنگی بیڑا پہنچ گیا، مسلمانوں نے اسے بھی شکست دی اور چار جہاز گرفتار کر لئے،

موفق کی وفات اور ولیعہدی کا مسئلہ

سنہ ۲۷۸ھ میں معتمد کے بھائی اور ولیعہد موفق کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد معتمد کے لڑکے جعفر مفوض الی اللہ کا نام تھا، موفق کی وفات کے بعد

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۳۰، ۳۳۸ ناموں کی تصحیح ابن اثیر سے کی گئی ہے [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۰۵،

فوج نے اس کی جگہ اس کے لڑکے ابو العباس معتضد بن موفق کو نامزد کیا، لیکن اس کا نام مفوض الی اللہ کے بعد رکھا، ۲۷۹ھ میں معتمد نے خود مفوض کا نام خارج کرکے معتضد کو ولیعہد بنایا،

وزارت معتمد کے دور کے انقلابات کی وجہ سے اس کے زمانہ میں بہت سی وزارتیں بدلیں، اس کا پہلا وزیر عبداللہ بن یحییٰ تھا، اس کے حالات متوکل کے زمانہ میں گذر چکے ہیں، اس کی وفات کے بعد حسن بن مخلد کو منصب وزارت تفویض ہوا، وزارت سے پہلے وہ موفق کا کاتب تھا، یہ اپنے عہد کے بڑے مشہور کاتبوں میں تھا، دفتری کاغذات اور رجسٹروں کے علاوہ اپنی علٰحدہ ایک یادداشت رکھتا جس میں سلطنت کے تمام مداخل تاریخ وار درج تھے، ابن مخلد کو زبانی یاد تھے، اسکی یادداشت کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ موفق ایک لباس پہنے ہوئے تھا جو اسے بہت پسند تھا، ابن مخلد سے اس نے پوچھا توشہ خانہ میں اس کپڑے کی تعداد کتنی ہوگی، اُس نے اسی وقت اپنی نوٹ بک دیکھ کر بتادیا کہ سات ہزار،

حسن کی معزولی کے بعد سلیمان بن وہب کو قلمدانِ وزارت سپرد ہوا، اس کا آبائی مذہب عیسوی تھا، اس کا مورث اعلیٰ قبال امیر معاویہؓ کا کاتب تھا، بنی امیہ کے زمانہ میں یہ عہدہ نسلاً بعد نسلٍ قبال کے خاندان میں رہا، عباسی دور میں وہب کے لڑکوں نے بڑا عروج حاصل کیا، یہ سب کے سب بڑے ہونہار اور صاحب کمال تھے، سلیمان فضل و کمال، عقل و دانش اور دفتری امور کی مہارت میں دنیا کے ممتاز ترین کاتبوں میں تھا، اس کی ترقی بھی مامون کی جوہر شناس نگاہ کی ممنون کرم ہے، شروع میں وہ مامونی وزیر محمد بن یزداد کے ساتھ رہتا تھا، وزیر مذکور جب گھر جانے لگتا تو اتفاقی ضرورتوں کے لئے اپنے زیر تعلیم نوجوانوں میں سے کسی نہ کسی کو قصر سلطانی میں چھوڑ جاتا تھا، ایک شب کو سلیمان کی

باری تھی، اتفاق سے مامون کو ایک ضرورت پیش آگئی، اُس نے سلیمان کو بلا کر حکم دیا کہ فلاں مضمون کا ایک مسودہ لکھ لاؤ، اصلاح کے لئے بین السطور چھوڑ دینا، سلیمان نے مسودہ کئے بغیر مبیضہ لکھ کر پیش کر دیا، مامون کو تعجب ہوا، اور اُسے پڑھ کر اور بھی حیرت ہوئی، کہا میاں صاحبزادے ماشاء اللہ تم نے خوب لکھا، دو سطروں کے متعلق ہدایت دی کہ ان کو مقدم و موخر کر دو، سلیمان نے مبیضہ لے لیا اور اسی میں سطروں کو مٹا کر اس خوبی سے ترمیم کر دی کہ مامون یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ وہی مبیضہ ہے یا دوسرا، اس پر اسے اور بھی حیرت ہوئی اور اُس نے کہا تمھاری کس کس چیز کی تعریف کیجائے، مٹانے کی خوبی کی، زود فہمی کی، حسن خط کی، کام کی تیزی کی، خدا برکت عطا فرمائے، اس قدردانی پر سلیمان نے دست بوسی کی،

یہ واقعہ سلیمان کی ترقی کا زینہ بن گیا، اس کے بعد جب مامون کو کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو سلیمان کی طلبی ہوتی، اُسوقت اسکی عمر کل چودہ سال کی تھی گویا چودہ ہی سال کی عمر میں اسے مامونی کتابت کا منصب مل گیا، اس کے بعد امیر ایتاخ واشناس کا کاتب رہا اور ترقی کرتے کرتے مہتدی کے زمانہ میں وزارت عظمیٰ تک پہنچا، معتمد نے بھی اسے وزیر بنایا، چوتھا وزیر اسمٰعیل بن بلبل تھا، یہ بڑا کریم النفس، فیاض، سیر چشم اور تجمل پسند تھا، اس نے بڑی شان و شکوہ کی وزارت کی، سیف و قلم دونوں کا مالک تھا، فوج کی وزارت بھی اسی کے متعلق تھی، فضل بن سہل کے بعد یہ دوسرا وزیر ہے جسے یہ امتیاز حاصل ہوا لیکن آخر میں اس پر عتاب سلطانی نازل ہوا اور معتمد نے اُسے قید کر کے اسکا کل اثاثہ ضبط کر لیا اور قید ہی میں قتل کر دیا گیا،

پانچواں وزیر احمد بن صالح بن شیرزاد قطربلی تھا، یہ بڑا منشی، ادیب، انشا پرداز، فصیح و بلیغ تھا، نظم و نثر دونوں میں یکساں کمال رکھتا تھا، ایک منشیہ خاتون کی خطاطی اور انشا کی تعریف میں لکھتا ہے "اس کا خط اس کے حسن دلکش کا، اس کی سیاہی اسکے سواد زلف کا،

اس کا کاغذ اس کے بیاض رخسار کا، اسکا قلم اسکی نازک انگلیوں کا، اسکی تقریر اسکے افسون نگاہ کا، اسکا چاقو اسکی نگاہ ناز کا، اسکا قط اسکے دل عاشق کا نمونہ ہے، اس نے صرف ایک مہینہ وزارت کی تھی کہ وقت آخر ہو گیا،

چھٹا وزیر عبید اللہ بن سلیمان بن وہب اپنے عہد کا بڑا نامور وزیر، ممتاز کاتب اور اپنے فن کا بڑا ماہر اور صاحب کمال تھا، عقل و دانش میں بھی یگانہ تھا، یہ معتمد کے آخر عہد تک وزیر رہا، اور معتمد کی وفات کے کئی سال بعد ۲۸۸ھ میں وفات پائی[1]،

وفات رجب ۲۷۹ھ میں بغیر کسی بیماری کے معتمد کا دفعۃً انتقال ہو گیا، بعض روایتوں میں ہے کہ اس کو زہر دیا گیا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، ایک شب کو اس نے نبیذ زیادہ پی، اس کے بعد کھانا کھایا، اس سے سوء ہضم ہو گیا، اور صبح ہونے سے قبل ہی مر گیا، چونکہ موت ناگہانی تھی، اس لئے معتضد نے قضاۃ اور اعیان سلطنت کو بلا کر لاش دکھائی، ان کے ملاحظہ کے بعد سامرا لیجا کر دفن کیا گیا، وفات کے وقت پچاس سال چھ مہینے کی عمر تھی، مدت خلافت ساڑھے تئیس سال[2]،

معتمد کی خلافت کا زمانہ گو مدت کے اعتبار سے بہت طویل ہے، لیکن وہ محض نام کا خلیفہ تھا، صرف خطبہ اور سکہ اس کے نام کا تھا، باقی جملہ امور سلطنت، احکام کا اجراء، فوجوں کی قیادت، صلح و جنگ، سرحدوں کی حفاظت، وزارت کی ترتیب، جملہ امور اس کے بھائی موفق کے ہاتھوں میں تھے، معتمد اس بے بسی کا غم غلط کرنے کے لئے عیش پرستی میں مشغول رہتا تھا[3]،

اسے نبیذ اور شعر و موسیقی سے کام تھا، اس کی بزم عیش میں ہر وقت ادب و شعر، رقص و سرود اور اسی قبیل کے مشاغل کا چرچا رہتا تھا، مسعودی نے ان مجالس طرب

---

[1] وزراء کے تمام حالات الفخری ص ۲۲۸ تا ۲۳۱ سے ماخوذ ہیں [2] ابن اثیر ج، ص ۱۵۱ [3] الفخری ص ۲۲۷

کے بہت دلچسپ حالات لکھے ہیں[1]،

موفق پر یہ بڑا الزام ہے کہ اُس نے معتمد کو بالکل بے بس کر رکھا تھا، لیکن اس سے عباسی حکومت کو بڑا فائدہ پہنچا، معتمد میں کوئی عملی صلاحیت نہ تھی، اس کے مقابلہ میں موفق جملہ اوصاف جہانبانی میں کامل تھا، فضل و کمال، تدبیر و سیاست و اخلاق، عدل و انصاف وغیرہ تمام محاسن موجود تھے، رعایا کی دادرسی کے لئے قضاۃ کے ساتھ بیٹھتا تھا، اور مقدمات کی سماعت کرتا تھا، اور منصفانہ فیصلے دیتا تھا[2]،

شجاع و بہادر تھا، خود فوجوں کی قیادت کرتا تھا، صاحب الزنج کی انقلاب انگیز شورش میں اسنے بڑے کارہائے نمایاں کیے اور اپنے زمانہ میں اُس نے ترکوں کو ان کی حد سے آگے نہ بڑھنے دیا،

---

[1] مسعودی ج ۸ ص ۱۰۲ وما بعد [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴۷،
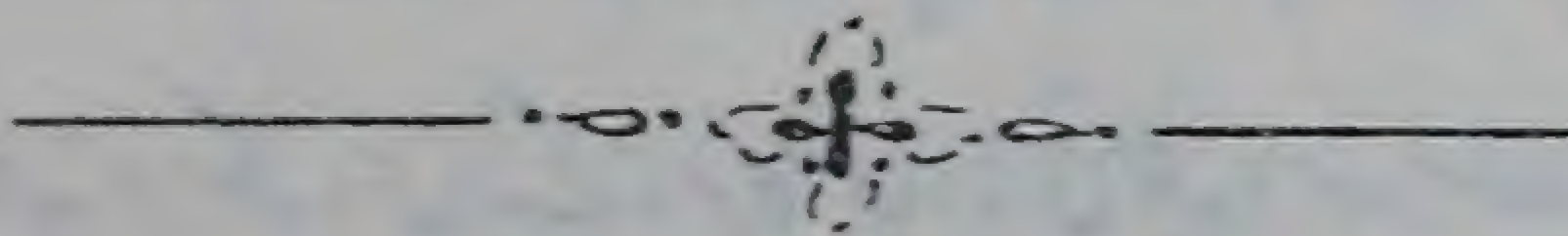
ابو العباس احمد بن موفق الملقب بہ معتضد باللہ

سنہ ۲۷۹ھ تا سنہ ۲۸۹ھ مطابق سنہ ۸۹۲ء تا سنہ ۹۰۲ء

اوپر معتمد کے حالات میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اپنے بعد وہ اپنے بھتیجے معتضد باللہ کو ولیعہد نامزد کر گیا تھا چنانچہ اس کی وفات کے بعد ربیع الاول سنہ ۲۷۹ھ میں معتضد تخت نشین ہوا، اور اپنے غلام بدر کو بغداد کی شہنگی اور عبید اللہ بن سلیمان کو منصب وزارت پر سرفراز کیا، اس وقت معتضد کی عمر چھتیس سینتیس سال سے زیادہ نہ تھی، لیکن عقل و دانش تدبیر و سیاست اور جاہ و جلال میں وہ اپنے پیشروؤں پر فوقیت رکھتا تھا، اس لئے وہ ترکوں کا کھلونا نہیں بنا، بلکہ تمام سرکش امراء کو زیر اور مخالف قوتوں کا قلع قمع کر کے عباسی حکومت میں از سر نو جان ڈالی، اور اس کو مختلف حیثیتوں سے ترقی دی،

رافع بن ہرثمہ کی بغاوت اور قتل

دولت عباسیہ کی تباہی کا سب سے بڑا سبب سرکش اور خود سر امراء تھے، معتضد نے ان کی قوت توڑنے کے لئے انہی کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا، اس سلسلہ میں سب سے اول رافع بن ہرثمہ کا خاتمہ ہوا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سنہ ۲۷۱ھ میں محمد بن طاہر نے اسے خراسان میں اپنا نائب مقرر کیا تھا، یہاں شاہی علاقے بھی تھے، رافع نے انہیں اپنے قبضہ میں لے لیا، معتضد نے لکھا کہ ان کو وہ چھوڑ دے، لیکن ہرثمہ نے نہ سنا، اس لئے معتضد نے اسے معزول کر کے اسکی

جگہ عمرو بن لیث صفاری کو، جو عرصہ سے خراسان کی فکر میں تھا، خراسان کا حاکم بنا دیا، اور ہرثمہ کو خراسان سے نکالنے کی خدمت احمد بن عبدالعزیز کے سپرد کی، اس نے شکست دے کر اس کو نکال دیا، چند دنوں کے بعد احمد بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا، اور ہرثمہ پھر رے پہنچ گیا، اس مرتبہ احمد بن عبدالعزیز کے بھائی نے نکالنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوا، اس دوران میں خود عمرو بن لیث خراسان پہنچ گیا، خراسان کی سرحد پر متعدد طاقتیں تھیں جو سب ایک دوسرے کے خلاف تھیں، چنانچہ رافع بن ہرثمہ علویہ طبرستان اور عمرو بن لیث میں پرانا اختلاف چلا آتا تھا، رافع نے عمرو بن لیث سے مقابلہ کے لئے محمد بن زید علوی والی طبرستان سے صلح کر لی، اور محمد بن زید نے اس کی مدد کا وعدہ کیا، عمرو کو معلوم ہوا تو اس نے محمد بن زید کو لکھا کہ رافع نے محض اپنی غرض کے لئے صلح کی ہے، کام نکل جانے کے بعد وہ دھوکا دے جائیگا محمد بن زید کو چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے انھوں نے رافع کی مدد سے ہاتھ روک لیا، اور اس کو تنہا عمرو کا مقابلہ کرنا پڑا، اس لئے رافع کو شکست ہوئی، اور وہ نیشاپور چھوڑ کر ابیورد چلا گیا، لیکن عمرو نے درمیان میں راستہ روک دیا تھا، اس لئے رافع پھر لوٹ کر نیشاپور آگیا، عمرو نے محاصرہ کر لیا، چند دنوں کے بعد رافع خوارزم بھاگ گیا، خوارزم شاہ نے اپنے ایک آدمی ابو سعید فرغانی کو استقبال کے لئے بھیجا، اس نے عمرو بن لیث سے سرخروئی حاصل کرنے کے لئے دھوکا دے کر رافع کو قتل کر دیا، اور اس کا سر عمرو کے پاس بھجوا دیا،[1]

خوارج کا استیصال موصل اور جزیرہ کے علاقہ میں خوارج کی شورش کا حال معتمد کے زمانہ میں گذر چکا ہے، ان کا ایک سردار ہرون خارجی موصل کے نواح پر قابض ہو گیا تھا،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۵۱ و ۱۵۲،

معتضد کے زمانہ میں اس علاقہ کے موروثی والی محمد بن اسحٰق بن کنداج نے ایک ترک شیبانی غلام ہارون بن سیما کو موصل کا حاکم بنا کر بھیجا، اہلِ موصل اور خوارج مزاحم ہوئے ہارون بن سیما قبیلہ شیبان کا غلام تھا، اس لئے یہ قبیلہ اس کی مدد کے لئے آمادہ ہو گیا لیکن ہارون خارجی کو اپنی جماعت کے علاوہ اہلِ موصل کی بھی امداد و حمایت حاصل تھی، اس لئے اُس نے بنی شیبان کو بڑی فاش شکست دی، اور ان کا تعاقب کر کے ان کی آبادیوں کو خوب لوٹا، بنی شیبان نے جب دیکھا کہ فرار سے بھی ان کی بچت نہیں ہوتی تو پلٹ پڑے خوارج لوٹ میں مصروف تھے، اس لئے بنی شیبان نے انھیں پسپا کر دیا،

لیکن چونکہ اہل موصل بھی ہارون بن سیما کے خلاف تھے، اور وہاں اس کا قیام ناممکن تھا، اس لئے اُس نے محمد بن سیما کو لکھ بھیجا کہ اگر آپ خود مدد کے لئے نہیں آتے تو شہر ہاتھوں سے نکل جائیگا، اس تحریر پر وہ ایک بڑی فوج کے ساتھ موصل روانہ ہو گیا، اہل موصل میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اور اس کی حکومت پر بھی وہ راضی نہ تھے اس لئے ان کا ایک وفد اس غرض سے بغداد روانہ ہو گیا کہ موصل کا علاقہ ابن کنداج کے علاوہ کسی اور شخص کے ماتحت کر دیا جائے،

معتضد اس کے پہنچنے سے پیشتر ہی محمد بن یحییٰ کو موصل کی ولایت پر مامور کر چکا تھا چنانچہ وہ وفد مذکور کو حدیثہ میں ملا، اسلئے اہلِ موصل اس کے ساتھ ہی لوٹ گئے محمد بن یحییٰ کا تقرر ابن کنداج پر بہت گراں گذرا، اُس نے یہ تدبیر کی کہ خمارویہ بن احمد ابن طولون کو جس کے ماتحت ایک زمانہ میں موصل کا علاقہ رہ چکا تھا، ہدایا و تحائف دے کر آمادہ کیا کہ وہ دوبارہ معتضد سے موصل کی ولایت کی درخواست کرے، لیکن معتضد نے اسکی درخواست یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ اہلِ موصل اسے پسند نہیں کرتے، پھر چند دنوں کے بعد

انتظامی سلسلہ میں محمد بن یحییٰ کو ہٹا کر علی بن داؤد کو اس کی جگہ بھیجا[1]،

خوارج اور اعراب سارے کردستان پر اتنے چھاگئے تھے کہ اُن کا تدارک والیوں کے بس سے باہر ہوگیا تھا ۲۷۹ھ میں خود ان میں باہم خانہ جنگی شروع ہوگئی اور ایک اور خارجی محمد بن عبادہ ہارون کا حریف پیدا ہوگیا، یہ ابتدا میں نہایت معمولی آدمی تھا موصل کی شورش کے زمانہ میں اُس نے اپنا جتھا الگ بنا لیا، اعراب کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہوگئی، اس سے اس کو اتنی قوت حاصل ہوگئی کہ وہ موصل کے غلہ کا عُشر اور زکوٰۃ وصول کرنے لگا، معلثایا کا خراج وصول کرلیا، اور بنجائیں ایک قلعہ تعمیر کیا، اسکی بڑھتی ہوئی قوت ہارون کے لئے سخت مضر تھی، اس نے بنجایا کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، محمد ابن عبادہ اس وقت قبراثنا میں تھا، اس لئے ہارون نے اس کے لڑکے ابو ہلال کو قتل کرکے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور محمد بن عبادہ کی تلاش میں قبراثنا پہنچا، اور اس کو شکست دے کر اس کے کل سازو سامان پر قبضہ کرلیا، محمد بن عبادہ شکست کھا کر آمد چلا گیا، اس کا جتھا منتشر ہوچکا تھا، اس لئے آمد کے حاکم احمد بن عیسیٰ نے اسے گرفتار کرکے معتضد کے پاس بھجوا دیا،

اب تک جتنے حکام موصل بھیجے گئے تھے وہ سب خوارج اور اعراب کے مقابلہ میں ناکام رہے تھے، اس لئے ۲۸۰ھ میں خود معتضد ان کے استیصال کے لئے نکلا اور حسن کے اعراب کو شکست دیتا اور قتل کرتا ہوا بنی شیبان کے مقابلہ کے لئے موصل پہنچا، ان میں معتضد کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی، اس لئے اطاعت قبول کرلی، اور آیندہ کی ضمانت میں یرغمال دئے،

اس کے ایک ہی سال بعد معتضد کو اطلاع ملی کہ ایک عرب سردار حمدان بن حمدون

---

[1] ابن اثیر ج ، صف ،

تغلبی، ہارون خارجی کے ساتھ ہو گیا ہے، اس لئے پھر اس نے موصل پر فوج کشی کی، اس مرتبہ اعراب اور کرد مل کر اس کے مقابلہ میں آئے، معتضد نے عام سپاہیوں کے دوش بدوش ان کا مقابلہ کیا، اور تنہا ان کی صفوں میں گھس کر بے دریغ قتل کیا، اور انھیں بڑی فاش شکست دی،

حمدان بن حمدون تغلبی ماردین کے قلعہ میں تھا، اس مہم سے فراغت کے بعد معتضد ماردین پہنچا، بڑے بڑے سرداروں کو اس کے مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اسلئے حمدان اپنے لڑکے کو قلعہ میں چھوڑ کر خود نکل گیا، معتضد نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، اور اس کے پھاٹک پر چڑھ کر حمدان کے لڑکے کو حکم دیا کہ پھاٹک کھول دے، اس پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ بے چون وچرا اس کی تعمیل کر دی، معتضد نے قلعہ کا کل سامان نکلوا کر قلعہ مسمار کرا دیا، اور حمدان کی تلاش میں آدمی بھیج کر خود بغداد لوٹ گیا، راستہ میں شداد نامی ایک کرد دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ قلعہ بند تھا، معتضد نے اسے بھی زیر کر کے قلعہ مسمار کرا دیا،

حمدان ابھی قابو میں نہ آیا تھا، اور ایک اور شخص اسحٰق بن ایوب بھی سرکش ہو گیا تھا، اس لئے معتضد ۲۸۲ھ میں پھر موصل گیا، اور دونوں کو بلا بھیجا، اسحٰق تو حاضر ہو گیا، لیکن حمدان قلعہ بند ہو گیا، معتضد نے امیر وصیف موشگیر ترکی اور نصر قشوری کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا، حمدان باسورین میں اور اسکا دوسرا لڑکا حسین موصل کے قریب ہی ایک قلعہ میں تھا، اس نے خود اطاعت قبول کر کے قلعہ حوالہ کر دیا، اور حمدان کو امیر وصیف نے باسورین میں جا کر شکست دی، وہ دجلہ عبور کر کے دیار ربیعہ کی طرف نکل گیا، لیکن امیر وصیف کی فوجوں نے اسے کہیں نہ ٹکنے دیا، بالآخر تنگ آ کر وہ موصل لوٹ آیا، اور اسحٰق بن ایوب کے دامن میں پناہ لی، اس نے اس کو معتضد کے پاس حاضر کر دیا، حمدان کی شکست اور

اطاعت کے بعد اعراب اور کردوں کا حوصلہ پست ہو گیا، اور اُنھوں نے اطاعت قبول کرلی
حمدان کو زیر کرنے کے بعد معتضد نصر قشوری کو موصل کے انتظام کے لئے چھوڑ کر خود
بغداد لوٹ گیا، اس کی واپسی کے بعد پھر خارجیوں نے سر اُٹھایا، اور نصر کے آدمیوں پر
حملہ کردیا، اس میں ہارون خارجی کا ایک ممتاز ساتھی جعفر مارا گیا، اس لئے پھر خوارج میں
عام شورش پیدا ہو گئی، نصر نے ہارون کو دھمکایا، اُس نے اس کا نہایت سخت جواب دیا،
نصر نے اسکا جواب معتضد کے پاس بھجوا دیا، اسے پڑھ کر معتضد نے خوارج کی قرار واقعی سرکوبی
کا تہیہ کرلیا، اور حسن بن علی کو موصل کی ولایت پر مامور کرکے اس نواح کے تمام حکام کو حکم
دیا کہ وہ خوارج کے استیصال میں حسن کی پوری مدد کریں، حسن نے بڑے اہتمام سے مقابلہ
کیا، خوارج بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ میں آئے، دونوں میں بڑی خونریز جنگ
ہوئی، خارجیوں نے سترہ حملے کئے، حسن نے ان سب کو بڑی شجاعت و پامردی سے
روکا، اور اس کی ہمت و استقلال سے خارجیوں کو بڑی فاش شکست ہوئی، ان کی بڑی
تعداد قتل ہوئی، بقیۃ السیف بھاگ نکلے، آخر میں اُنھوں نے بھی مجبور ہو کر اطاعت قبول
کرلی اور ہارون سرگرداں پھرتا رہا، اس شکست نے گو خارجیوں کا شیرازہ بکھیر دیا تھا
لیکن ان کا سرغنہ ہارون باقی تھا، اس لئے ۲۸۳ھ میں پھر معتضد نے موصل کا سفر کیا،
اور حسین بن حمدان تغلبی کو ہارون کی گرفتاری پر مامور اور وصیف بن موشکیر کو اس کی
مدد پر متعین کیا، ہارون دجلہ کی ترائی میں روپوش تھا، حسین بن حمدان نے اس کی کمینگاہ پر
چھاپہ مارا، وہ یہاں سے نکل کر بھاگا، حسین نے تعاقب کیا، اور چند دنوں کے بعد اُسے لڑ کر
گرفتار کرلیا، اور معتضد کی خدمت میں لیجا کر پیش کیا، معتضد اسے بغداد ساتھ لے گیا
اور حسین کی کارگذاری کے صلہ میں اس کے باپ حمدان کو رہا کر دیا، اور خلعت سے نوازا

اور باغیوں کی عبرت کے لئے ہارون کی تشہیر کرکے اسے سولی پر آویزاں کیا، ہارون کے قتل کے بعد موصل میں کامل امن و سکون ہو گیا۔[1]

قرامطہ قرمطی تحریک کے ابتدائی حالات معتمد کے عہد میں گذر چکے ہیں، اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا بانی قرمط عراق چھوڑ کر شام چلا گیا تھا، مگر یہ تحریک برابر اندر اندر اپنا کام کرتی رہی اور مخفی طور سے لوگ اس میں شامل ہوتے رہے، بحرین اور اس کے نواح میں اس کی زیادہ اشاعت ہوئی، ۲۸۱ھ میں ایک قرمطی داعی یحییٰ بن مہدی نے قطیف میں دعویٰ کیا کہ وہ مہدی موعود کا داعی ہے، جن کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے، اور مہدی کی جانب سے ایک صداقت نامہ پیش کیا، قطیف اور بحرین کے شیعیان علی نے اس کی دعوت قبول کی اور ہر طرح اس کی امداد و اعانت کا وعدہ کیا، ان میں سب سے اہم شخصیت ابو سعید جنابی کی تھی، بحرین میں کام کرنے کے بعد یحییٰ یہاں سے چلا گیا، اور چند دنوں کے بعد دعوت قبول کرنے والوں کے نام مہدی موعود کی جانب سے شکریہ کا خط لایا، جس میں مہدی کے نام پر خمس دینے کا حکم تھا، سب نے اس حکم کی تعمیل کی، اس کے بعد یحییٰ نے قبیلہ قیس میں تبلیغ شروع کی، اور ان کے نام بھی اسی قسم کے خطوط پیش کئے،

بحرین کے والی کو ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے یحییٰ کو پکڑ کے سزا دی، اس کا معاون ابو سعید جنابی بھاگ گیا، یحییٰ چھوٹنے کے بعد پھر سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگ گیا اور بنی کلاب، بنی عقیل اور حریش میں دورہ کرکے ان کی بڑی تعداد قرمطی تحریک میں داخل کر لی اور ان کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ ۲۸۶ھ میں انھوں نے ہجر کے نواح میں تاخت و تاراج شروع کر دی اور ابو سعید جنابی نے بصرہ پر حملہ کا ارادہ کیا، یہاں کے والی احمد الواثقی میں

---

[1] یہ تمام حالات ملخصاً ابن اثیر سے ماخوذ ہیں، ج ۷، ص ۱۷۵ تا ۱۷۷۔

مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے اُس نے معتضد کو اس کی اطلاع دی، اُس نے بصرہ کی حفاظت کے لئے شہر پناہ کی تعمیر کا حکم دیا، اور بحری راستہ سے امدادی فوج بھیجی اور عباس بن عمرو غنوی والی فارس کو یمامہ اور بحرین کا حاکم بنا کر قرامطہ کے مقابلہ کا حکم دیا، اس نے بصرہ پہنچ کر ابو سعید کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھا کر گرفتار ہو گیا، اور اس کی فوج کا کل سامان اور بہت سے قرمطی ابو سعید کے قبضہ میں آئے، ابو سعید نے عباس کے علاوہ باقی اور تمام قیدیوں کو آگ میں جلوا دیا، اور ہجر پر قبضہ کر لیا،

یہ خبر بصرہ پہنچی تو یہاں سے فوراً شکست خوردہ فوجوں کے لئے خورد و نوش کا سامان روانہ کیا گیا، لیکن راستہ میں بنی اسد نے حملہ کر کے چھین لیا، اور ابو سعید کی تلوار سے جو لوگ زندہ بچے تھے انھیں بھی قتل کر دیا، اس سے بصرہ میں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی، احمد الواثقی نے انھیں کسی طرح روکا، اس درمیان میں ابو سعید نے عباس کو رہا کر دیا اور اس سے کہا تم نے جو حالات دیکھے ہیں انھیں جا کر معتضد سے بیان کر دینا، یہ ابلہ ہوتا ہوا بغداد پہنچا، معتضد نے اس کی دلدہی کے لئے خلعت عطا کیا[1]،

اس کامیابی کے بعد قرامطہ کا حوصلہ بہت بڑھ گیا، اور اُنھوں نے نواح کوفہ میں بڑی شورش بپا کی، ان کی شورش دیکھ کر ایک طالبی غلام بدر ان کے مقابلہ میں اٹھ کھڑا ہوا، اور ان کے بہت سے روسار کو موت کے گھاٹ اُتار دیا، معتضد نے علٰحدہ فوجوں پر فوجیں بھیجنا شروع کر دیں، اُنھوں نے قرامطہ کو بے دریغ قتل کیا، ہزاروں قرمطی مارے گئے، ان کی یہ تباہی دیکھ کر ان کے ایک داعی ذکرویہ بن مہرویہ نے امداد کے لئے قبائل کو بھڑکانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا، البتہ بنی قلیص اس کے دام میں آ گئے اور ذکرویہ

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۶۲ و ۱۶۴،

نے معتضد کے ایک غلام شبل کو قتل کرکے رصافہ کی مسجد جلا ڈالی، اور شام کی سرحد تک بستیوں کو ویران کرتا چلا گیا طولونی عہدہ دار طغج بن خفت نے روکا، لیکن ذکرویہ نے اسے بھی شکست دیدی۔

اسمٰعیل سامانی اور عمرو بن لیث کی جنگ اور عمرو کی گرفتاری

اوپر گذر چکا ہے کہ عمرو بن لیث صفاری نے باغی امیر رافع ابن ہرثمہ کا سر معتضد کے حضور میں پیش کیا تھا، اس کے صلہ میں وہ معتضد سے ماوراء النہر کی حکومت کا طالب ہوا، یہ علاقہ مدتوں سے سامانی خاندان کی موروثی حکومت میں چلا آتا تھا، اور اس کے فرماں روا دوسرے خود سر موروثی والیوں کے مقابلہ میں زیادہ مطیع ومنقاد تھے، اس کے برعکس عمرو پر اسکو پورا اعتماد نہ تھا، اسلئے اس نے عمرو کو اسمٰعیل سے لڑاکر عمرو کی قوت توڑنے کے لئے اس کی درخواست قبول کرلی، اور اس کو ماوراء النہر کی حکومت کا پروانہ لکھدیا، عمرو نے اپنے ایک معتمد علیہ امیر محمد بن بشیر کو ماوراء النہر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا، آمد میں لب جیحون اس کا اور اسمٰعیل کا مقابلہ ہوا، محمد بن بشیر مارا گیا، اور اس کی فوج شکست کھاکر نیشاپور چلی گئی، اس شکست کے بعد عمرو نے خود فوج کشی کی، اسمٰعیل نے اس کو لکھ بھیجا کہ خدا نے تم کو ایک بڑی وسیع حکومت عطا فرمائی ہے، اور میرے پاس صرف ماوراء النہر کا ایک سرحدی گوشہ ہے، اس لئے تمہارے پاس جو کچھ ہے اس پر قناعت کرو، اور یہ گوشہ میرے لئے چھوڑ دو، عمرو نے کوئی توجہ نہ کی، اس لئے اسمٰعیل کو اس کے مقابلہ میں آنا پڑا، اور وہ جیحون کے پار خیمہ زن ہوا، عمرو نے بلخ میں مورچہ قائم کیا، اسمٰعیل نے ہر طرف سے اس کو گھیر لیا، اور عمرو پہلے ہی معرکہ میں معمولی جنگ کے بعد بھاگ نکلا، راستہ میں اس کا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا، اسمٰعیل کے آدمیوں نے اسے گرفتار کرلیا، اور اسمٰعیل کے پاس لے گئے، اس نے اس کو اختیار دیا کہ اس کا

---

[۱] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۶۸،

اختیار دیا کہ اس کا دل چاہے اس کے پاس ماوراء النہر میں رہے اور دل چاہے معتضد کے پاس بغداد چلا جائے، عمرو نے بغداد جانا پسند کیا، چنانچہ اسمٰعیل نے اس کو بغداد بھجوا دیا، معتضد نے اسے قید کر دیا، اور اسمٰعیل کو اس کے تمام مقبوضات کا حاکم بنا کر خلعت سے نوازا۔[1]

اسمٰعیل اور محمد بن زید کی جنگ اور محمد بن زید کا قتل

خراسان پر ہمیشہ سے طبرستان کے علویوں کی نظر تھی اور اس کے لئے ان میں اور صفاریوں میں جنگ بھی ہو چکی تھی، عمرو بن لیث کی گرفتاری کے بعد ان کی یہ دیرینہ آرزو پھر ابھر آئی، چنانچہ محمد بن زید علوی نے فوج کشی کر دی، اسمٰعیل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے لکھ بھیجا کہ میں نے جرجان تمہارے لئے چھوڑ دیا ہے، اس لئے اب تم خراسان کا قصد نہ کرو، لیکن محمد بن زید نے اس کی پروا نہ کی اور اسمٰعیل کو ناچار مقابلہ کرنا پڑا، اس نے محمد بن ہارون کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، باب جرجان میں نہایت خونریز جنگ ہوئی، محمد بن زید نے بڑی فاش شکست کھائی، وہ سخت زخمی ہوئے، اور ان کا لڑکا زید گرفتار ہوا، تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد بن زید زخموں کے صدمہ سے انتقال کر گئے، اسمٰعیل نے زید بن حسن کو نہایت عزت و احترام اور آرام و آسایش کے ساتھ رکھا، محمد بن زید بڑے فاضل، ادیب و شاعر تھے،

وصیف خادم کی گرفتاری

امیر محمد بن ابی الساج ایک خود سر اور خود غرض لیکن حوصلہ مند اور بہادر امیر تھا، اس لئے خلفاء اس کی دل جوئی کیا کرتے تھے، چنانچہ معتمد کے زمانہ میں اس کو آذر بائیجان کا حاکم بنا دیا گیا تھا، معتضد کے زمانہ میں اس کا رویہ مخالفانہ ہو چلا تھا اس نے اس کو زور و قوت سے دبانے کے بجائے آرمینیہ کی حکومت اور خلعت دے کر رام کرنے کی کوشش کی، ابن ابی الساج نے بھی اظہار شکر گذاری میں قیمتی ہدایا پیش کئے، اور ضمانت کے

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۶۵ و ابن خلدون ج ۳ ص ۳۵۱،

دئے ۲۸۷ھ میں اُس کا خادم وصیف اُس کا ساتھ چھوڑ کر ملطیہ چلا آیا، اور معتضد کی خدمت میں سرحد کی ولایت کی درخواست بھیجی، اس کے قاصدوں پر شبہہ ہوا، تحقیقات سے پتہ چلا کہ خود ابن ابی الساج نے وصیف کو آمادہ کیا ہے کہ وہ سرحد کی ولایت کی درخواست کرے اس کے مل جانے کے بعد دونوں مل کر دیار مضر پر قبضہ کرلیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل طرطوس بھی اس سازش میں شریک ہیں معتضد کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خود وصیف کی تادیب کے لئے نکلا، جاسوسوں نے اس کو اطلاع دی کہ وصیف عین ذربہ کا قصد کر رہا ہے، معتضد نے فوراً ایک دستہ اس کی تلاش میں آگے روانہ کر دیا، اس کا وصیف کا سامنا ہوگیا، اور وہ گرفتار کر کے معتضد کے سامنے پیش کیا گیا معتضد نے اس کی فوج کو امان دیدی اس سازش میں اہل طرطوس بھی شریک تھے، اس لئے معتضد نے ان کے عمائد کو گرفتار کر لیا، اور طرطوس کے بحری بیڑے کو جو پچاس جہازوں پر مشتمل تھا، نذر آتش کر دیا، یہ بیڑا بڑا قیمتی اور مدتوں کی محنت کا سرمایہ تھا، اس کی بربادی سے بڑا نقصان پہنچا، اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی بحری قوت کمزور ہوگئی۔[1]

طولونیہ مصر اور معتضد کے تعلقات مصر کے طولونی خاندان اور خلافت بغداد کے اختلاف کا خاتمہ معتمد ہی کے زمانہ میں ہوچکا تھا معتضد کے زمانہ میں دونوں کے روابط میں اور زیادہ ترقی ہوئی، خمارویہ بن طولون نے معتضد کی تخت نشینی کی تبریک میں بیش قیمت ہدایا پیش کئے تھے معتضد نے اس کے صلہ میں مصر کے خراج کی باقیماندہ رقم میں سے کل دو لاکھ دینار سالانہ کے حساب سے لے کر مزید تین لاکھ سالانہ پر فرات سے برقہ تک کی حکومت کا تیسی سالہ قبالہ خمارویہ اور اسکے لڑکے کے نام لکھدیا اور ۲۸۰ھ میں بارہ پارچہ کا خلعت تلوار تاج اور مالائے مروارید عطا کیا، ۲۸۲ھ میں خمارویہ کی لڑکی "قطرۃ الندی" قطرہ شبنم سے شادی کر کے طولونی خاندان

[1] خلفاء معتضد بیشتر حالات ابن اثیر ج ۷ سے ماخوذ ہیں

کی عزت افزائی کی،[1]

۲۸۲ھ میں خمارویہ کو اس کے غلاموں نے قتل کر دیا اور اس کا لڑکا جیش تخت نشین ہوا، لیکن چھ ہی مہینے کے بعد اس کے اور اس کے فوجی افسروں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا، اُنھوں نے اس کو معزول کر کے اس کے بھائی ہارون کو تخت نشین کیا،[1]

رومیوں سے معرکہ آرائیاں معتضد زیادہ تر اندرونی اصلاح و تنظیم میں مشغول رہا، اس لئے بیرونی مہمات اس کے زمانہ میں بہت کم پیش آئیں، ۲۸۵ھ میں موفق کے غلام زاغب نے طرطوس سے بحری حملہ کیا، اور رومیوں کے تیس جہاز گرفتار کر کے جلا دیئے، اور تین ہزار رومی قتل ہوئے، ۲۸۷ھ میں رومی طرطوس پر چڑھ آئے، یہاں کے حاکم ابو ثابت نے اُنھیں پسپا کر دیا اور دور تک تعاقب کرتا چلا گیا، لیکن بے احتیاطی کی وجہ سے خود ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا، ۲۸۸ھ میں حسن بن علی کورہ نے کئی رومی قلعے فتح اور بہت سے رومی گرفتار کئے، اس کے انتقام میں رومیوں نے کیسوم پر بری اور بحری دو سمتوں سے حملہ کر کے پندرہ ہزار مسلمان گرفتار کر لئے،[2]

دولت عباسیہ کی ماتحت ریاستوں نے البتہ بعض اہم فتوحات حاصل کیں، ۲۸۰ھ میں اسمٰعیل سامانی نے ترکستان کی ایک حکومت پر قبضہ کر کے اس کے فرمانروا کو گرفتار کیا۔[3]

وزارت معتضد کا پہلا وزیر عبید اللہ بن سلیمان تھا، اس کے حالات معتمد کے عہد میں گذر چکے ہیں، عبید اللہ کے بعد اس کا لڑکا قسم باپ کا جانشین ہوا، یہ بڑا

---

[1] کتاب الولاۃ کندی ص ۲۴۰ تا ص ۲۴۲ و مقریزی ج ۲ ص ۱۱۷ [2] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۵۴
[3] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۵۴،

فاضل، مدبر اور عظمت و شان کا وزیر تھا معتضد کے آخر زمانہ تک اپنے عہدہ پر رہا[1]

وفات | ربیع الاول ۲۸۹ھ میں معتضد مرض الموت میں مبتلا ہوا، فوجی افسروں نے اس کے لڑکے اور ولیعہد مکتفی باللہ کی بیعت کی تجدید کی، خاندان شاہی میں موفق کے لڑکے عبد الواحد کی جانب سے مخالفت کا خطرہ تھا، اس لئے اس سے بیعت لے کر اس کو نگرانی میں لے لیا گیا، آخر ربیع الاول میں معتضد نے وفات پائی، چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں یادگار چھوڑیں، مدت خلافت سات برس نو مہینے،

معتضد بڑے جاہ و جلال کا خلیفہ تھا، مدتوں کے بعد اس دل و دماغ اور جوہ و ہمت کا خلیفہ عباسی تخت پر بیٹھا تھا، تدبیر و سیاست کے ساتھ وہ محاسن اخلاق سے بھی آراستہ تھا، ہشت سالہ مدت حکومت میں اس نے عباسی حکومت کے مردہ قالب میں دوبارہ جان ڈال دی اور ہر حیثیت سے اس کے عہد عروج کی یاد تازہ کردی، مسعودی کا بیان ہے کہ معتضد کے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی فتنہ و فساد میں سکون پیدا ہو گیا، ملک کی حالت درست ہو گئی، لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا، چیزوں کا نرخ ارزاں ہو گیا، شورش و ہیجان میں سکون ہو گیا، مخالفین نے صلح کرلی، وہ مظفر و منصور تھا، تمام امور اس کے قابو میں آگئے، مشرقی و مغربی علاقے اس کے زیر فرمان ہو گئے، مخالفین مغلوب ہو گئے، اور ہارون شاری پر اس نے فتح پائی[2]،

ابن طقطقی لکھتا ہے کہ معتضد عاقل، فہیم، فاضل اور خصائل حمیدہ سے آراستہ تھا، اس کی تخت نشینی کے وقت سلطنت ویران ہو رہی تھی، سرحدیں بے کار ہو چکی تھیں، اس نے بڑی خوبی سے اس کی اصلاح کی، اس کے حسن انتظام سے اس کی

---

[1] الفخری ص ۲۳۲ [2] مروج الذہب ج ۲، ص ۱۱۳ و ۱۱۴،

سلطنت پھر آباد ہو گئی، آمدنی میں اضافہ ہو گیا، سرحدیں مضبوط ہو گئیں، وہ سیاست میں نہایت مضبوط اور فتنہ پرستوں کے لئے نہایت سخت تھا، رعایا کے مال و متاع میں فوجوں کی دست درازی اور ایذا رسانی کا خاتمہ کر دیا، اپنے ابن عم آل ابی طالب کا محسن تھا، اس کے زمانہ میں شورشیں اور بغاوتیں بھی ہوئیں عمرو بن لیث الصفار نے بڑی عظمت و قوت حاصل کر لی تھی، اور عجم کے بڑے حصہ پر چھا گیا تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ اگر میں چاہوں تو دریائے بلخ پر سونے کا پل بنا دوں، اس کا باورچی خانہ چھ سو اونٹوں پر چلتا تھا، لیکن معتضد کے اقبال سے بڑی ذلت و خواری کے ساتھ قید ہوا، اور معتضد نے دولت عباسیہ کے منتشر شیرازہ کو پھر متحد کر دیا، اور رعایا میں عدل و انصاف قائم کیا اور مرتے وقت بڑی دولت چھوڑ گیا۔[1]

دولت عباسیہ کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ترکی امراء اور افسران فوج تھے عباسی حکومت اس طرح ان کے پنجۂ اقتدار میں آگئی تھی کہ خلفاء تک کو ان کی مرضی کا پابند بن کر رہنا پڑتا تھا، ورنہ حکومت بلکہ جان تک سے ہاتھ دھونا پڑتا، ان کے ہاتھوں رعایا کی جان و مال محفوظ نہ تھا، معتضد کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ترکوں کا زور توڑ کر سلطنت اور رعایا دونوں کو ان کے پنجۂ ظلم سے آزاد کر دیا، ان کی قوت توڑنے کے لئے اس نے نہایت سخت پالیسی اختیار کی، فوجی افسروں کو سر تا پا زندہ دفن کرا دیتا تھا،[2] گو یہ سزا بظاہر سخت معلوم ہوتی ہے، لیکن ترکوں کی خیرہ سری جس حد کو پہنچ چکی تھی اس کی اصلاح بغیر اس کے ناممکن تھی،

رعایا کے ساتھ عمال کی ظلم و زیادتی کو نہایت سختی سے روکا، اور ان میں عدل و

---

[1] الفخری صد ۲۳۱ و ۲۳۲ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۷۵۔

انصاف کے قیام کی طرف پوری توجہ کی[1] اس سختی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کے مقربین خاص تک اس کے خوف سے ظلم و زیادتی کی جرأت نہ کرتے تھے[2]۔

عدل و انصاف میں اسکی توجہ و انہماک کی وجہ سے عدالتیں بھی آزاد ہو گئیں اور ایوان عدالت میں امراء و عمائد بلکہ خلیفہ تک کے سارے امتیازات اُٹھ گئے اور سب کے ساتھ یکساں سلوک ہونے لگا، عدالتوں کی آزادی کا ایک دلچسپ واقعہ کتابوں میں مذکور ہے، ایک امیر نے مختلف آدمیوں سے قرض لے رکھا تھا، انھوں نے قاضی ابو حازم کی عدالت میں دعوی دائر کیا، معتضد کا بھی کچھ قرض اس کے ذمہ تھا، اُس نے قاضی ابو حازم کے پاس کہلا بھیجا کہ اس شخص کے ذمہ میرا قرض بھی ہے، امید ہے کہ دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ میرا قرض بھی عدالت سے دلایا جائیگا، قاضی ابو حازم نے جواب میں کہلایا کہ امیر المومنین اپنا وہ قول یاد کریں جو منصب قضا پر مامور کرتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ "میں نے قضا کا عہدہ اپنی گردن سے نکال کر تمھاری گردن میں ڈال دیا ہے" اس لئے اب مجھے یہ اختیار نہیں ہے، کہ محض دعوی پر بغیر کسی شہادت کے کوئی فیصلہ دوں، معتضد نے جواب میں کہلایا کہ فلاں فلاں دو ذی عزت آدمی میرے شاہد ہیں، ابو حازم نے پھر جواب میں کہلایا کہ شاہدوں کو عدالت میں آکر شہادت دینی چاہئے میں جرح کرونگا، اگر شہادت سچی ثابت ہوئی تو قبول کی جائے گی ورنہ جو ثابت ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، لیکن قاضی ابو حازم کی جرح کے خوف سے دونوں شاہدوں میں سے کسی نے شہادت نہ دی اس لئے معتضد کا دعویٰ مسموع نہ ہوا[3]۔

---

[1] الفخری ص ۱۳۱ و ۱۳۲ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۷۱ [3] تاریخ الخلفاء ص ۱۰۳

دورِ انحطاط کے سیاسی انقلابات اور طوائف الملوکی کی وجہ سے حکومت کی آمدنی اتنی گھٹ گئی تھی کہ تنخواہوں کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی معتضد کے حسن انتظام سے اس میں بھی معقول اضافہ ہوا[1] اور اُس کے زمانہ میں عباسی حکومت کا میزانیہ اتنا بہتر ہو گیا کہ حکومت کے مصارف کے بعد خزانہ میں ایک بڑی رقم سالانہ بچ رہتی تھی، چنانچہ اپنی وفات کے بعد خزانہ میں بڑی دولت چھوڑ گیا[2]، اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ملک کی مالی حالت کی اصلاح میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا، بلکہ بعض پُرانے ٹیکس بھی کم کردئے گئے، اس سے رعایا کی آسودہ حالی بہت بڑھ گئی ضروریات زندگی ارزاں ہوگئیں، اور ہر شخص نہایت مطمئن اور مسرور زندگی بسر کرنے لگا[3]،

مذہبی خدمات | اوصاف جہانبانی کے ساتھ معتضد مذہبی حیثیت سے بھی دیندار تھا، فسق و فجور سے اس کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا[4] عباسی عہد میں کم علموں کے عقائد و خیالات پر فلسفۂ یونان کا بڑا بُرا اثر پڑ رہا تھا معتضد خود ایک راسخ العقیدہ خلیفہ تھا، اس لئے اس نے اس کا پورا تدارک کیا اور کتب فروشوں کو فلسفہ کی کتابوں کی اشاعت کی ممانعت کردی[5]، اوہام و خرافات کے جتنے وسائل تھے سب کو مٹا دیا، چنانچہ منجموں اور قصہ خوانوں کو شوارع عام پر بیٹھنے کی ممانعت کردی[6]، مجوسیوں کے اثر سے مسلمانوں میں آتش پرستوں کی بعض رسمیں رائج ہو گئی تھیں، چنانچہ نوروز کے دن وہ بھی آگ جلاتے تھے، معتضد نے اس مشرکانہ رسم کو حکماً بند کردیا[7]،

عیش پرستوں نے اپنے تعیش کے جواز کے عجیب عجیب پہلو پیدا کرلئے تھے مثلاً

---

[1] الفخری ص ۲۳۱ [2] مروج الذہب ج ۸، ص ۱۱۴ [3] تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹،
[4] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۷۰ [5] تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹ [6] ایضاً [7] ایضاً،

گانے متعہ اور بنیذ کے جواز میں اختلاف ہے، کسی زندہ دل نے اس قسم کی ان تمام چیزوں کو جو کسی امام یا کسی اسلامی فرقہ کے نزدیک جائز ہیں، بغیر ان کے اختلاف کو ظاہر کئے ہوئے ایک کتاب میں جمع کر دیا تھا، اس کی ایک کاپی معتضد کے پاس بھی پہنچی، اس نے قاضی اسمٰعیل کو دکھایا، اُنھوں نے کہا اس کتاب کا مصنف زندیق ہے، اُس نے پوچھا کیا اس نے یہ مسائل دل سے گڑھے ہیں، قاضی نے کہا گڑھے تو نہیں ہیں، لیکن اسمیں ہر مسئلہ کا ایک ہی پہلو دکھایا گیا ہے، اور اس کی پوری تفصیل نہیں بیان کی گئی ہے، مثلاً جس کے نزدیک نشہ آور چیز جائز ہے اس کے نزدیک متعہ اور گانا جائز نہیں ہے، ہر عالم کی کچھ نہ کچھ لغزشیں ہوتی ہیں، اگر ان پر عمل کیا جائے تو دین ہی برباد ہو جائے، یہ سُن کر معتضد نے اس کتاب کو جلوا دیا،[1]

ذوی الارحام کی میراث کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک میراث میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہیں ہے، ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں میراث بیت المال میں داخل کر دی جائے گی، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عصبات کے بعد ذوی الارحام وارث ہیں، اس مسئلہ میں معتضد پہلے امام مالک و شافعی کے مسلک پر عمل کرتا تھا، پھر امام ابو حنیفہ کا مسلک اختیار کر لیا، اور ذوی الارحام کو حصہ ملنے لگا، اور بیت المال سے میراث کا دفتر توڑ دیا گیا، اس سے رعایا پر بہت اچھا اثر پڑا، اور ہر شخص کی زبان سے اسکے لئے دعا نکلنے لگی،[2]

عباسی حکومت کے دور زوال میں خلفار کے مصارف حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے، معتضد نے اسراف کی تمام مدیں بند کر دیں، بعض مورخ اسے بخیل لکھتے

---

[1] تاریخ الخلفار ص ۳۷۹ [2] کتاب الوزرار صابی،

ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں صابی کی کتاب الوزراء میں اس کے اخراجات کا پورا گوشوارہ موجود ہے، اس سے اس کے بخل کی پوری تردید ہوتی ہے، اس نے کسی ضروری خرچ میں کوئی کمی نہ کی تھی، سات ہزار اشرفی روزانہ خرچ تھا[1] جو کسی طرح ایک بخیل فرماں روا کا خرچ نہیں ہو سکتا، اسی طریقہ سے اُس نے ایک قصر کی تعمیر میں چار لاکھ اشرفیاں صرف کیں[2] البتہ اُس نے عیش و عشرت میں بے کار روپیہ ضائع نہیں کیا، اسی کا نتیجہ تھا کہ اس کی موت کے وقت خزانہ دولت سے معمور تھا،

عموماً مورخین نے اسکی سخت گیری کی شکایت کی ہے جو ایک حد تک صحیح ہے، لیکن عباسی حکومت جس نوبت تک پہنچ چکی تھی اور اس پر امراء اور افسروں کا جتنا غلبہ و اقتدار ہو چکا تھا اور اس سے عباسی حکومت کو جتنا نقصان پہنچ رہا تھا، اسکی اصلاح بغیر سخت گیری کے ممکن ہی نہ تھی، اسی سخت گیری کا نتیجہ تھا کہ اس کے زمانہ میں ترکوں کو جو خلفاء کو معزول کر کرکے اور ان کا خون بہا بہاکر شیر ہو گئے تھے سر اُٹھانے کی ہمت نہ ہوئی

---

[1] کتاب الوزراء صابی ص ۱۱ تا ۲۲ [2] مروج الذہب ج ۷، ص ۱۱۶

ابو محمد علی بن معتضد الملقب بہ مکتفی باللہ

۲۸۹ھ تا ۲۹۵ھ مطابق ۹۰۲ء تا ۹۰۸ء

معتضد کی وفات کے بعد اس کا لڑکا مکتفی باللہ خلیفہ ہوا، یہ ایک ترکی خاتون جیجک کے بطن سے تھا، معتضد کی وفات کے وقت مکتفی رقہ میں تھا، معتضد کے وزیر قاسم بن عبد اللہ نے بغداد میں اس کی بیعت لی، اور مکتفی باپ کی وفات کے چودہ پندرہ دن بعد دار الخلافہ واپس آگیا جمادی الاول ۲۸۹ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا، اس وقت ۲۵-۲۶ سال کی عمر تھی،

بدر معتضدی کا قتل معتضد کا نامور غلام ابو النجم بدر حمامی معتضدی دور کا بڑا جلیل القدر امیر اور تمام امرائے شاہی میں نہایت ممتاز درجہ رکھتا تھا، مختلف اوقات میں متعدد بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا، ایک زمانہ میں بغداد کا شحنہ تھا، فوج کے تمام اختیارات اسی کے ہاتھوں میں تھے، معتضد کی وفات کے وقت فارس کا والی تھا، لیکن اس عروج کے باوجود اس میں ترکی امرا جیسی خودسری نہ تھی، اور وہ ہمیشہ اپنے کو معتضد کا ادنیٰ غلام تصور کرتا رہا، اور اسکی یہ خیرخواہی اس کے قتل کا سبب بنی،

اس کی تفصیل یہ ہے کہ معتضد کی زندگی میں وزیر قاسم بن عبد اللہ نے اس کی نسل سے خلافت نکالنے کی کوشش کی تھی، بدر نے اس کی سخت مخالفت کی اور کہا میں اپنے آقا سے ولی نعمت کے ساتھ نمک حرامی نہیں کر سکتا، فوجی اختیارات بدر کے ہاتھ میں تھے، اسلئے وزیر مذکور

مجبور ہوگیا معتضد کی وفات کے بعد قاسم کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر بدر نے اس راز کو فاش کر دیا تو اسکی خیر نہیں، اس لئے معتضد کے مرتے ہی اُس نے مکتفی پر اپنی خیر خواہی کا سکہ جمانا شروع کر دیا، بدر اس وقت فارس میں تھا، قاسم نے دارالخلافہ میں مکتفی کی بیعت لی اور اس کی رقہ سے واپسی کے بعد اس کو بدر کی جانب سے بھڑکانا شروع کر دیا، قاسم کی خوش قسمتی سے مکتفی بدر سے خوش نہ تھا، اس لئے قاسم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا، اور مکتفی نے بدر کے ساتھ فارس میں جو امرا تھے انھیں بلاکر قید کر دیا اور بدر کو لکھا کہ وہ فارس کے علاوہ اور جس مقام کی حکومت پسند کرے اس کو دیجاتی ہے اور وہ فوراً فارس چھوڑ کر وہاں چلا جائے، بدر نے کہلا بھیجا کہ در دولت پر اس کی حاضری ضروری ہے اور فارس سے بغداد روانہ ہوگیا، قاسم کو معلوم تھا کہ بدر کو اسکی سازش کا علم ہے، اس لئے اُسے بڑا خطرہ پیدا ہوا اُس نے ایک طرف قاضی ابو عمرو کو بدر کے منانے کے لئے بھیجا اور دوسری طرف اس کے قتل پر آدمی مامور کر دئے، جنھوں نے راستہ ہی میں رمضان ۲۸۹ھ میں بدر کا خاتمہ کر دیا، اس کی وصیت کے مطابق اس کی لاش مکہ معظمہ لیجا کر دفن کی گئی،[1]

شام پر قرامطہ کے مظالم معتضد کے زمانہ میں شام پر قرامطہ کی یورش کا حال گذر چکا ہے، مکتفی کے زمانہ میں ان کا زور اور زیادہ بڑھ گیا، شام کے طولونی حاکم طغج بن جف نے ایک نو عمر افسر بشیر کو اُن کے مقابلہ پر مامور کیا، قرامطہ نے اسے شکست دیکر قتل کر دیا، اور دمشق کا اتنا سخت محاصرہ کر لیا کہ یہاں کے باشندے مدافعت سے عاجز آگئے، اس کی خبر بغداد پہنچی، تو اہل بغداد نے مکتفی کو اس کی اطلاع دی، اُس نے مدد بھیجنے کا وعدہ کیا، مصریوں نے علیحدہ امداد بھیجی، ان سب نے مل کر ایک قرمطی سردار شیخ یحییٰ اور اس کی جماعت کو قتل کیا،

---

[1] یہ حالات طبری ج ۱۳ ص ۲۲۰۹ تا ص ۲۲۱۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں،

شیخ یحییٰ کے قتل کے بعد انھوں نے اس کے بھائی ابو العباس حسین کو اس کا جانشین بنایا، اس کے چہرہ پر ایک داغ تھا جسے وہ خدا کی جانب سے نشانی بتاتا تھا، اور صاحب الشامہ یعنی نشانی والا کہلاتا تھا، اس نے اعراب کی ایک جماعت کو اپنی دعوت میں شامل کرکے پھر دمشق کا رخ کیا، اہلِ دمشق کے پاس مدافعت کا کوئی سامان نہ تھا، اور ایک مرتبہ ان کو قرامطہ کا تجربہ ہوچکا تھا اسلئے اسمرتبہ انھوں نے خراج دیکر صلح کرلی، دمشق کے بعد صاحب الشامہ حمص پہنچا، اہل حمص نے بھی اس کی اطاعت قبول کرلی، اور یہاں حسین کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا، اور امیر المومنین کا لقب اختیار کیا، اور اپنے چچیرے بھائی عبد اللہ بن احمد کو ولیعہد بنا کر ماثر کا لقب دیا، حمص کے بعد معرۃ النعمان اور بعلبک پہنچا اور یہاں کی پوری آبادی کو جس میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھیں بے دریغ قتل کردیا، ایک آدمی بھی زندہ نہ چھوڑا، اس کے بعد سلیمہ کا رُخ کیا، یہاں کے باشندوں نے پہلے مزاحمت کی لیکن پھر اطاعت قبول کرلی، قرامطہ نے امان دینے کے بعد سلیمہ کی بھی پوری آبادی قتل کردی یہانتک کہ جانوروں تک کو باقی نہ چھوڑا،

ان مظالم سے ساری دنیائے اسلام میں اضطراب پیدا ہوگیا، شام اور مصر کے باشندوں نے بغداد جاکر مکتفی سے فریاد کی، وہ بھی بہت متاثر ہوا اور ۲۹۰ھ میں خود قرامطہ کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوگیا، اور امیر ابو الاغر کو دس ہزار فوج کے ساتھ آگے روانہ کردیا، یہ حلب کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوا، صاحب الشامہ برابر خبریں لے رہا تھا، چنانچہ وہ دفعۃً پہنچ گیا اور شب خون مار کر ابو الاغر کی فوج کا بڑا حصہ برباد کردیا، اسلئے وہ حلب روانہ ہوگیا، صاحب الشامہ نے تعاقب کیا، باب حلب پر دونوں کا مقابلہ ہوا، لیکن صاحب الشامہ پھر لوٹ آیا،

اس دوران میں مکتفی رقہ پہنچ گیا، یہاں پہنچ کر اُس نے محمد بن سلیمان کاتب کو قرامطہ

کے مقابلہ پر مامور کیا لیکن اس کی روانگی سے پیشتر امیر بدر نے جسے طولونی حکومت نے قرامطہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا پہنچکر صاحب الشامہ کو بڑی فاش شکست دی ہزاروں قرمطی مارے گئے، جو زندہ بچے اُنھوں نے بادیہ کی راہ لی، دوسری طرف ان کے اصلی مرکز بحرین میں یہاں کے والی ابن بانو نے ان کے ایک قلعہ پر حملہ کرکے بہت سے قرمطی گرفتار کئے، اور قطیف میں ابو سعید جنابی قرمطی کے ولیعہد کو قتل کرکے قطیف پر قبضہ کرلیا،

۲۹۱ھ میں صاحب الشامہ اور سلیمان بن کاتب میں جسے مکتفی نے اس کے مقابلہ پر مامور کیا تھا معرکہ آرائی ہوئی، سلیمان نے صاحب الشامہ کو بڑی فاش شکست دی، اور ہزاروں قرمطی قتل وگرفتار کئے، صاحب الشامہ نے اپنے ولیعہد اور غلام مطوق کو لیکر کوفہ نکل جانا چاہا، مگر راستہ میں گرفتار کرلیا گیا، اور مکتفی کے پاس رقہ بھیجدیا گیا، وہ اسے ساتھ لیکر بغداد واپس گیا، اور بڑی دردانگیز سزائیں دیکر قتل کردیا، اور لوگوں کی عبرت کے لئے اس کی لاش بغداد کے پل پر آویزاں کرادی،

ایک قرمطی سردار اسمٰعیل بن نعمان بچ کر نکل گیا تھا مکتفی نے اسے امان دیدی، اور وہ اپنی مختصر جماعت کے ساتھ بغداد حاضر ہوگیا، مکتفی نے اس کی بڑی مدارات کی اور اسمٰعیل نے اپنی جماعت کے ساتھ رحبۂ مالک بن طوق میں سکونت اختیار کرلی، تھوڑے دنوں تک تو یہ لوگ خاموش رہے پھر عید الفطر کے قریب اُنھوں نے سازش کی کہ جب لوگ عید کی نماز میں مشغول ہوں تو رحبہ کو لوٹ لیا جائے، یہاں کے حاکم قاسم بن سیما کو خبر ہوگئی، اس نے ان سب کو پکڑ کر قتل کردیا، باقیماندہ مطیع ہوگئے،

۲۹۳ھ میں پھر قرامطہ نے سر اُٹھایا اور ایک قرمطی عبداللہ بن سعید الملقب بہ نصر نے بنی زیاد کے ایک رئیس مقدام بن کیال کے ذریعہ بنی کلب اور بنی علیص کے معمولی آدمیوں کو اپنی دعوت میں شامل کرکے شام کا رخ کیا، اس وقت یہاں کا حاکم احمد بن کیغلغ ایک مہم میں

مصر گیا ہوا تھا، اس لئے میدان خالی پاکر نصر نے بصریٰ اذرعات اور ثنیۃ پر حملہ کردیا اور یہاں کی پوری آبادی کو قتل و گرفتار کرکے اس کے کل سامان پر قبضہ کرلیا، اس کے بعد دمشق کی طرف بڑھا، احمد ابن کیغلغ کے نائب صالح نے ان کو روکنے کی کوشش کی، قرامطہ نے اسے شکست دیکر اس کی فوج کا بڑا حصہ ضائع کردیا، جو لوگ بچ گئے انھیں امان دیکر قتل کر دیا، صالح بھی مارا گیا، اور قرامطہ نے دمشق میں داخل ہونے کی کوشش کی، لیکن اہل دمشق نے نہ گھسنے دیا، یہاں سے ناکام ہو کر نصر طبریہ پہنچا، طبریہ کے حاکم یوسف بن ابراہیم نے روکنے کی کوشش کی، قرامطہ نے اُسے بھی شکست دی اور امان دیکر قتل کردیا، اور طبریہ کو لوٹ کر یہاں کی پوری آبادی تہ تیغ کر ڈالی، اور ان کی عورتوں کو پکڑ لے گئے،

اس کی خبر بغداد پہنچی تو مکتفی نے حسین بن حمدان تغلبی کو فوج دیکر اہل شام کی مدد کے لئے بھیجا، اس کی آمد کی خبر سن کر قرامطہ سماوہ چلے گئے، ابن حمدان نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا لیکن پھر راستہ کی مشکلات کی وجہ سے رحبہ لوٹ آیا، اس کی واپسی کے بعد قرامطہ نے ہیت پر حملہ کرکے بہت سے آدمیوں کو قتل اور گرفتار کیا اور جو مال و متاع ہاتھ لگا اس کو لوٹا، مکتفی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے امیر محمد بن اسحٰق کو روانہ کیا، اس کے آنے کے بعد پھر قرمطی لوٹ گئے،

ان کا مرکز بنی کلب کی آبادی میں تھا، اس لئے محمد بن اسحٰق اور حسین بن حمدان دونوں بنی کلب کی طرف بڑھے، بنی کلب نے دیکھا کہ قرامطہ کی وجہ سے وہ خواہ مخواہ تباہ ہوں گے اسلئے ایک کلبی ذیب بن قاسم نے خود نصر کا سر قلم کرکے لیجاکر مکتفی کے حضور میں پیش کیا، اس کے صلہ میں مکتفی نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا، نصر کے قتل کے بعد اس کی جماعت میں پھوٹ پڑ گئی، اور وہ آپس ہی میں لڑ گئے، ایک جماعت نے قرمطی عقائد سے توبہ کرکے مکتفی کے حضور میں معذرت کی، مکتفی نے اُس کی معذرت قبول کرلی، اور باقی قرامطہ کے استیصال کا تاکیدی حکم بھیجا،

نصر کا قتل اور اس کی جماعت کی تفریق قرامطہ کے داعی اعظم ذکرویہ پر بہت گراں گذری،
چنانچہ وہ اس کے خون کا انتقام لینے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور نصر کی بقیۃ السیف جماعت کے پاس
کہلا بھیجا کہ میں عید اضحیٰ ۲۹۳ھ کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ کوفہ پر حملہ کروں گا تم سب اس
دن کوفہ پہنچ جاؤ، چنانچہ ٹھیک عید اضحیٰ کے دن جب مسلمان نماز پڑھ کر واپس ہو رہے تھے کہ ذکرویہ
نے حملہ کر دیا، لیکن اہلِ کوفہ اور یہاں کے والی اسحٰق بن عمران نے ملکر اسکو نکال دیا، اور وہ ناکام
قادسیہ لوٹ گیا،

اسحٰق بن عمران نے دار الخلافہ اس واقعہ کی اطلاع دیکر مدد مانگ بھیجی، مکتفی نے چند منتخب بہادروں
کو فوج کے ساتھ روانہ کیا، قادسیہ میں ان کا اور قرامطہ کا مقابلہ ہوا، بغدادی فوجوں نے
ان کو پسپا کر دیا تھا لیکن عین اس وقت ایک قرمطی دستہ نے کمین گاہ سے نکل کر دفعۃً حملہ کر دیا،
بغدادی فوج اسکو نہ سنبھال سکی اور قرمطیوں نے پوری فوج ختم کر دی، اس میں سے بہت کم آدمی
زندہ بچ سکے، اس تباہی کا مکتفی اور عام مسلمانوں کو بڑا صدمہ ہوا،

۲۹۴ھ میں موسم حج کے اختتام کے بعد ذکرویہ حجاج کے قافلوں کی تلاش میں نکلا، اور کئی
قافلے جو حج سے فراغت کے بعد واپس جا رہے تھے پورے کے پورے تہ تیغ کر دئے، عورتوں
تک کو زندہ نہ چھوڑا، ان کی عورتیں دم توڑنے والوں کو پانی پلانے کے بہانہ سے کشتوں کے
انبار میں گھومتی تھیں جس میں ذرا جان نظر آتی تھی، اس کو مار ڈالتی تھیں، مکہ کے راستے کے تمام
کنوئیں اور پانی کے حوض اور تالاب پاٹ دئے، مقتول حجاج کی بیشمار دولت انکے ہاتھ آئی،
ان قافلوں کی اس دردناک بربادی سے مکتفی اور عام مسلمان بہت متاثر ہوئے اور مکتفی نے
امیر وصیف اور بہت سے ممتاز فوجی افسروں کو ایک بڑی فوج کے ساتھ ذکرویہ کے مقابلہ کے لئے
بھیجا، انھوں نے ایک خونریز جنگ کے بعد قرامطہ کو بڑی فاش شکست دی، ان کی بڑی تعداد

قتل ہوئی ذکرویہ خود زخمی ہو کر گرفتار ہوا، اور وہ تمام مسلمان قیدی جو ان کے ہاتھوں میں اسیر تھے رہا ہوئے، حجاج کا لوٹا ہوا مال بھی واپس ملا، ذکرویہ زخموں کے صدمہ سے مرگیا، اس کی لاش مکتفی کے ملاحظہ کے لئے بغداد بھیجی گئی، کچھ قرمطی بچ کر شام نکل گئے تھے حسین بن حمدان نے ان کا تعاقب کر کے خاتمہ کیا اور جہاں تک ہو سکا عراق سے ان کا استیصال کیا گیا[۱]،

طولونی حکومت کا خاتمہ احمد بن طولون والی مصر حکومت عباسیہ کا بڑا وفادار امیر تھا، اس کے لڑکے خمارویہ نے معتضد کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ کر اس تعلق کو اور زیادہ استوار کر دیا تھا، لیکن خمارویہ کا لڑکا ہارون بڑا نااہل تھا اس کی نااہلی کی وجہ سے نہ صرف عباسی حکومت سے اس کے تعلقات خراب ہو گئے، بلکہ خود اس کے امرا اور اعزہ تک اس کے خلاف ہو رہے تھے، چنانچہ بدر الحمامی اور امیر فائق طولونی نے جو طولونی حکومت کی جانب سے شام کے حاکم تھے ہارون سے بددل ہو کر عباسی امیر محمد بن سلیمان کو مصر پر فوج کشی کی دعوت دی، اور اس پر قبضہ کرانے میں مدد دینے کا وعدہ کیا[۲]،

مکتفی ہارون سے خوش نہ تھا وہ فوراً آمادہ ہو گیا اور ۲۹۱ھ میں محمد بن سلیمان نے بری اور امیر دمیانہ والی سرحد نے بحری سمتوں سے مصر پر فوج کشی کر دی، اور طولونی امراء کو خلیفہ کی اطاعت کی دعوت دی، اس دعوت پر بدر الحمامی، امیر وصیف بن صوارتگین اور امیر صافی وغیرہ بہت سے امرار ہارون کا ساتھ چھوڑ کر محمد بن سلیمان سے مل گئے، اس لئے ہارون کو بھی مقابلہ کے لئے آمادہ ہونا پڑا، اور اس نے امیر وصیف، قطرمیز اور خصیب بربری وغیرہ کو دمیانہ کو روکنے کے لئے روانہ کیا، تنیس میں دونوں کا مقابلہ ہوا، قطرمیز اور خصیب کو شکست ہوئی، یہ شکست کھا کر دمیاط چلے گئے اور تنیس پر دمیانہ کا قبضہ ہو گیا، اس کے بعد وہ دمیاط کی طرف بڑھا اور دوبارہ امرار کو مکتفی کی اطاعت کی دعوت دی، انھوں نے انکار کیا، اس لئے دمیانہ نے دمیاط پر حملہ کر دیا، خصیب

[۱] یہ تمام حالات ابن اثیر ج ۸، ص ۲، ۱۷، ۱۴، اور ۸، ۱۱ سے ملخصاً ماخوذ ہیں [۲] ایضاً ص ۱۰۶،

اور قطر منیر شکست کھاکر گرفتار ہوئے اور ان کا بحری بیڑا دمیانہ کے قبضہ میں آگیا،

ہارون بن خمارویہ اب تک فسطاط میں تھا، دمیانہ کی پیہم کامیابیوں کو دیکھ کر اُسے نکلنا پڑا، چنانچہ وہ فسطاط سے عباسیہ آیا لیکن اس کے امراء نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ اپنی ناکامی کا غم غلط کرنے کے لئے لہو ولعب میں مشغول ہوگیا،

ہارون کی اس زبون حالی کو دیکھکر اس کے چچا شیبان اور عدی کو جو عرصہ سے اس کے خلاف تھے موقع مل گیا، انھوں نے ایک دن جب ہارون شراب کے نشہ میں چور تھا، اس کو قتل کر دیا، یہ واقعہ صفر ۲۹۲ھ میں پیش آیا،

ہارون کے قتل کے بعد شیبان نے تاج وتخت پر قبضہ کرلیا گو ہارون کی زندگی میں اکثر طولونی امراء اس کے خلاف تھے لیکن اس کے قتل کو انھوں نے پسند نہ کیا، اور اس کے بعض ہوا خواہ شیبان کے خلاف ہوگئے چنانچہ امیر طغج بن جف، امیر فائق اور بعض دوسرے ممتاز امراء محمد بن سلیمان سے مل گئے، یہ ان کو ساتھ لے کر فسطاط کی طرف بڑھا، دوسری طرف سے دمیانہ فسطاط کے ساحل پر لنگر انداز ہوا، شیبان اُن کے مقابلہ کے لئے نکلا، اس وقت اُن امراء نے بھی جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے اس کو چھوڑ دیا، اسلئے شیبان کو مجبور ہوکر محمد بن سلیمان کی اطاعت قبول کر لینی پڑی اور ربیع الاول ۲۹۲ھ میں فسطاط پر اس کا قبضہ ہوگیا، اور یہاں مکتفی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا، فسطاط پر قبضہ کے بعد محمد بن سلیمان نے طولونی خاندان کے تمام ارکان اور اُن کے وابستگان دولت کو یہاں سے ہٹا کر نیا نظام قائم کیا، اور مصر وشام سے طولونی حکومت کا خاتمہ ہوگیا[۱]،

طاہر صفاری کا فارس پر قبضہ اوپر معتضد کے حالات میں گذر چکا ہو کہ اسمٰعیل سامانی نے عمرو بن لیث الصفاری والی سجستان کو گرفتار کر کے معتضد کے حوالہ کر دیا تھا اور معتضد نے اس کا علاقہ اسمٰعیل کے متعلق کر دیا تھا،

---

[۱] یہ حالات کتاب الولاۃ کندی ص ۲۴۴ تا ص ۲۴۸ سے ماخوذ ہے،

۲۸۰ھ میں عمرو کے پوتے طاہر بن محمد بن عمرو بن لیث نے فارس سے طاہری حاکم کو نکال کر پھر فارس پر قبضہ کر لیا تھا اور جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے معتضد نے اپنے غلام بدر کو فارس کا حاکم مقرر کر کے طاہر کے مقابلہ کیلئے بھیجا تھا، اُس نے یہاں سے صفاری عمال کو نکال دیا تھا مکتفی کے ابتدائی زمانہ میں بدر کے قتل کے بعد جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے طاہر نے پھر مکتفی سے فارس کا ٹھیکہ لے لیا[1]

موصل میں آل حمدان کی حکومت کا آغاز

موصل کے کرد اور خارجی بڑے شورش پسند تھے، آئے دن یہاں بدامنی برپا رہتی تھی، یہاں آل حمدان تغلبی کا عرب خانوادہ بڑا بااثر تھا، اس لئے مکتفی نے موصل میں قیام امن کے لئے ۲۹۳ھ میں ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان تغلبی کو پورے علاقہ موصل کا حاکم بنا دیا، اس وقت سے یہاں حمدانی حکومت کی بنیاد پڑی،

اس کے تقرر کے بعد ہی کردوں نے نینوی میں پھر تاخت و تاراج شروع کر دی، ابن حمدان نے خازر میں ان کا مقابلہ کیا، اس مقابلہ میں ایک حمدانی سردار مارا گیا، ابن حمدان کی قوت کمزور تھی، اس لئے وہ لوٹ گیا، اور دربار خلافت سے امدادی فوجیں منگا کر ۲۹۴ھ میں دوبارہ مقابلہ کے لئے نکلا، کردوں کے کئی ہزار خانوادے جمع تھے، ابن حمدان کو دیکھ کر وہ جبل سلق کی ایک گھاٹی میں چلے گئے، ابن حمدان ان کے تعاقب میں جبل سلق کی طرف بڑھا، ایک کرد سردار محمد بن بلال نے کہلا بھیجا کہ میں نے اطاعت قبول کر لی ہے، اور عنقریب یرغمال میں اپنے لڑکوں کو حاضر کر دونگا، یہ پیام کہلا کر ایک جرگہ آذربیجان روانہ کر دیا، ابن حمدان کو شبہہ ہوا اس نے تعاقب کر کے چند آدمیوں کو قتل کیا، باقی پورا جرگہ قلہ کوہ پر چڑھ گیا، اور ابن حمدان کو واپس آنا پڑا، آذربیجان پہنچ کر کردوں نے جبل سلق میں اجتماع کیا تھا، اس لئے ابن حمدان نے بغداد سے امدادی فوجیں منگا کر پھر فوج کشی کی، اور دشوار گذار کوہستانی سلسلہ کو قطع کر کے جبل سلق پہنچا،

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۵۳،

یہاں برف باری کی کثرت سے جانوروں کے لئے چارہ تک باقی نہ رہ گیا تھا، لیکن ابن حمدان ہمت نہ ہارا، کردوں میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے محمد بن بلال لوٹ گیا، اور اسکا کل سامان ابن حمدان کے قبضہ میں آیا، اور چند دنوں کے بعد اس نے اطاعت قبول کر لی، ابن حمدان نے ایک کرد کے علاوہ جس نے پہلے مقابلہ میں ایک حمدانی سردار کو قتل کیا تھا باقی پورے جرگہ کو امان دیدی، اور ابن حمدان کامیاب موصل واپس آیا، اس کی واپسی کے بعد کردی قبائل کی اطاعت کا سلسلہ برابر قائم رہا، اور چند دنوں میں موصل میں کامل امن وامان قائم ہوگیا،[۱]

فتوحات مکتفی کے زمانہ میں ان اندرونی شورشوں کے استیصال کے ساتھ ساتھ بیرونی مہمات کا بھی سلسلہ قائم رہا، سنہ ۲۹۲ھ میں مکتفی کے غلام زرافہ نے اناطولیہ کے شہر انطالیہ[۲] پر حملہ کیا، اور رومیوں سے بڑا سخت بحری معرکہ ہوا، لیکن ان کو فاش شکست ہوئی، اور رومی بیڑا جو ساٹھ جہازوں پر مشتمل تھا مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، اور انطالیہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا، اس مہم میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا کہ ایک ایک مسلمان سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار حصہ ملا،[۳]

سنہ ۲۹۳ھ میں اندورقس رومی نے مرعش پر حملہ کیا، اہل طرطوس اور مصیصہ کی ایک جماعت مدافعت میں کام آئی، مکتفی نے حاکم سرحد ابو العشائر کو معزول کر کے رستم بن بردو کو اس کی جگہ مقرر کیا، اس نے بارہ سو مسلمانوں کو فدیہ دیکر رومیوں کی قید سے چھڑایا، اسی سنہ میں رومیوں نے حلب کے ایک مقام قورس پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل اور گرفتار کیا، اور قورس کی جامع مسجد جلاڈالی،[۴]

سنہ ۲۹۴ھ میں ابن کیغلغ نے ایشیائے کوچک پر فوج کشی کر کے چار ہزار رومی گرفتار کئے

۱؎ ابن اثیر ج ۸، ص ۷، اور ابن خلدون ج ۳ ص ۳۵۶ ۲؎ ابن اثیر اور ابن خلدون نے انطاکیہ لکھا ہے جو غالباً طباعت کی غلطی ہے، اس لئے کہ انطاکیہ شام کا شہر ہے جو خلافت راشدہ ہی کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا، اور اس پر برابر قبضہ قائم رہا، انطالیہ اناطولیہ کا ساحلی شہر ہے ۳؎ طبری ج ۳ ص ۲۲۵۰ و ابن اثیر ج ۸، ص ۱۴ ۴؎ ایضاً ص ۱۷، و ۱۸،

ایک پادری نے اسلام قبول کیا، اسی سال ابن کیغلغ نے شکند فتح کیا، اور لیس تک بڑھتا چلا گیا، اور پچاس ہزار رومی گرفتار اور بہت سے قتل کئے، رومی سرحد کا محافظ اندرقس مسلمانوں سے مل گیا اور دو سو مسلمان قیدیوں کو لیکر اسلامی علاقہ میں نکل جانا چاہا، ایک رومی دستہ نے جو اس کی گرفتاری کے لئے آیا تھا راستہ میں روکا، لیکن مسلمان قیدیوں نے ان سب کو قتل کر دیا، یہ دیکھ کر آس پاس کے رومی مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے، مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بھی مدد کے لئے پہنچ گئے، لیکن رومی لوٹ گئے، اور مسلمان اندرقس کو اپنی حفاظت میں لے آئے[1]،

وزارت | مکتفی کا پہلا وزیر قاسم بن عبید اللہ تھا، اس کے حالات معتضد کے زمانہ میں گذر چکے ہیں، مکتفی کے زمانہ میں اس کو بڑا عروج حاصل ہوا، اسکی وفات کے بعد عباس بن حسن وزیر ہوا آداب سلطانی کی واقفیت کے علاوہ اس میں اور کوئی خوبی نہ تھی اُسے امور مملکت سے کوئی سروکار نہ تھا شب و روز عیش و عشرت میں منہمک رہتا تھا، احکام کا نفاذ بھی اس پر بار تھا، سادے کاغذوں پر دستخط کر کے اپنے ماتحتوں کو دیدیتا تھا کہ وہ ضرورت کے وقت اس کو کام میں لایا کریں اور اسے معمولی زحمت بھی نہ اٹھانا پڑے، اس لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے اس کا دور نہایت ناکام رہا، مقتدر کے زمانہ میں حسین بن حمدان والی موصل نے اُس کا خاتمہ کیا[2]،

وفات | ذیقعدہ ۲۹۵ھ میں مکتفی کا انتقال ہوا، امیر محمد بن طاہر کے محل میں اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا، وفات کے وقت کل ۳۳ سال کی عمر تھی، مدتِ خلافت چھ سال چھ مہینے مرض الموت میں اپنے چھوٹے بھائی جعفر الملقب بہ مقتدر باللہ کو ولیعہد نامزد کیا،

اوصاف | مکتفی طبعاً نہایت نرم اور متحمل مزاج تھا، سختی و درشتی مطلق نہ تھی عفو و درگذر کا مادہ اتنا غالب تھا کہ مجرموں سے بھی چشم پوشی کر جاتا تھا، اُس نے معتضدی دور کی سخت گیری کے تمام آثار

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۲ اور ابن خلدون ج ۳ ص ۳۵۷ [2] الفخری ص ۲۴۴،

کوٹھا دیا تھا معتضد نے مجرموں اور معتوب لوگوں کو سزا دینے کے لئے جس قدر تہ خانے بنوائے تھے، المکتفی نے انھیں تڑوا کر مسجدیں بنوادیں اور معتضدی دور کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا، معتضد نے اپنے محل ثریا کی تعمیر کے سلسلہ میں جن لوگوں کے باغات اور دوکانوں کو لے لیا تھا معتضد نے انھیں واپس کر دیا، اور اسکی تلافی کے لئے نقد روپیہ علیحدہ دیا، اس نرمی اور لطف وکرم کی وجہ سے وہ رعایا میں بہت محبوب تھا، اور ہر زبان سے اس کے لئے دعا نکلتی تھی[1]،

البتہ اس میں جزرسی اور بخل حد اعتدال سے زیادہ تھا دسترخوان پر روٹیوں کے جو ٹکڑے بچتے تھے انھیں ثرید بنانے کے کام میں لاتا تھا، اور مسلّم روٹیوں کو دوسرے وقت کے لئے محفوظ کرا دیتا تھا، بچے ہوئے کھانے کو بھی ضائع نہ کرتا تھا[2]،

[1] مروج الذہب ج ۷، ص ۲۲۵ و تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۰۵ [2] مروج الذہب ج ۷، ص ۲۲۵ و ۲۲۶،

ابوالفضل جعفر بن معتضد الملقب بہ مقتدر باللہ

۲۹۵ھ تا ۳۲۵ھ مطابق ۹۰۸ء تا ۹۳۲ء

مکتفی باللہ اپنے چھوٹے بھائی جعفر بن معتضد کو ولیعہد نامزد کر گیا تھا، لیکن اس کی عمر کل ۱۳ سال کی تھی، اسلئے اکثر ارکانِ دولت اس کی بیعت کے خلاف تھے، مگر وزیر دولت عباس ابن حسن خود غرضی کی بنا پر اس کی حمایت میں تھا، مکتفی کی وصیت موجود تھی، اس لیے تمام عباسی امراء کے علی الرغم اُس نے مقتدر کی بیعت کی رسم ادا کر دی، اور ذیقعدہ ۲۹۵ھ میں وہ تختِ خلافت پر بیٹھا، عباس کو اس بیعت کا پہلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اُس نے حقِ بیعت کے نام سے بیت المال سے ایک بڑی رقم لے لی، یہ حق عباسی تاریخ میں پہلی مثال تھی،

مقتدر کی مخالفت اور عبداللہ بن معتز کی بیعت

لیکن مقتدر کی بیعت کے بعد بھی عباسی خاندان کے معمر اور تجربہ کار افراد اور اکثر ارکان سلطنت اُس کی مخالفت پر قائم رہے، اُن کی کثرت وقوت کو دیکھکر عباس کو بھی زبان سے ان کی ہمنوائی کرنا پڑی، اور امیر محمد بن داؤد، حسین بن حمدان والی موصل، قاضی احمد بن یعقوب، بدر اعجمی، امیر وصیف بن صوار تگین کاتب وغیرہ امراء نے مل کر مقتدر کو معزول کر کے عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنانے کا فیصلہ کر لیا اور اس سے منصب خلافت قبول کرنے کی درخواست کی، اُس نے کہا اگر بغیر کشت و خون کے لوگ مجھے خلیفہ مان لیں تو مجھے اس کے قبول کرنے میں عذر نہ ہوگا، امرائے سلطنت نے یقین دلایا کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہ گریگا،

عباس نے جب دیکھا کہ امرا درحقیقت مقتدر کو ہٹانے پر تلے ہیں تو پھر وہ ان کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا، امرار کو اس کی خبر ہوگئی، اور قبل اس کے کہ عباس کی جانب سے کسی عملی مخالفت کا ظہور ہو، امیر حسین بن حمدان نے پہلے اس کو قتل کر دیا، اس کے بعد مقتدر کا قصہ چکانے کے لئے قصر خلافت کی طرف بڑھا، اس نے پھاٹک بند کرا لئے تھے، اس لئے ابن حمدان کو لوٹ آنا پڑا، اور دوسرے دن اُس نے عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنا دیا، مقتدر کے خواص کے علاوہ باقی تمام امرا اور ارکان سلطنت نے اس کی بیعت کر لی اور مرتضی باللہ لقب دیا، اُس نے محمد بن داؤد کو وزارت اور دوسرے امرار کو مختلف عہدوں پر ممتاز کیا،

ابن معتز کی شکست اور مقتدر کی بحالی

عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنانے کے بعد حسین بن حمدان نے مقتدر کو قصر خلافت خالی کرنے کا حکم دیا، اُس نے ایک دن کی مہلت مانگی لیکن خالی نہ کر سکا، اس لئے دوسرے دن ابن حمدان پھر قصر خلافت پہنچا، یہاں مقتدر کا پورا عملہ اور محافظ موجود تھے، اُن سے جنگ ہوگئی، لیکن پھر ابن حمدان کسی نامعلوم سبب سے بغداد چھوڑ کر موصل چلا گیا، سب سے زیادہ بااقتدار امیر یہی تھا، اس لئے اس کے الگ ہو جانے سے مقتدر کے حامیوں کا حوصلہ بڑھ گیا، اور اُنھوں نے عبداللہ بن معتز کی فرودگاہ پر حملہ کر دیا، ابن حمدان کی علیحدگی کے بعد عبداللہ کے حامیوں کی قوت کمزور پڑ گئی تھی، اس لئے وہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ نکلے اور عبداللہ کیلئے فرار کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہ گیا، چنانچہ اُس نے بغداد چھوڑ دیا، اس کا خیال تھا کہ فوج اس کی مدد کے لئے آجائے گی، لیکن اُس کی یہ اُمید پوری نہ ہوئی، اور اس کو مجبور ہو کر امیر عبداللہ بن جصاص کے گھر میں پناہ لینی پڑی،

اس انقلاب سے بغداد میں عام شورش بپا ہوگئی، لوگوں نے بغداد کے شحنہ ابن عمرویہ کو جو ابن معتز کا حامی تھا نکال دیا، اور اُس کی جگہ مونس خازن شحنہ مقرر ہوا، اور مقتدر کی خلافت

بحال ہوگئی، اس نے ان امرا کو جنھوں نے ابن معتز کی بیعت وحمایت کی تھی گرفتار کرکے قید اور بعضوں کو قتل کرادیا، اور ابن فرات کو منصب وزارت پر سرفراز کیا، اس درمیان میں ابن جصاص کے ایک خادم نے جس کے آقا کے یہاں ابن معتز روپوش تھا جاسوسی کرکے اسکو گرفتار کرادیا، اور وہ قتل کردیا گیا،

یہ انقلاب بھی عباسی تاریخ کے حیرت انگیز انقلابوں میں سے ہے، دولت عباسیہ کے اکثر ارکان مقتدر کے خلاف، اور ابن معتز کی حمایت میں تھے، لیکن بغیر کسی ظاہری سبب کے یہ نقشہ بالکل اُلٹ گیا، اور آج تک اس کے اسباب ظاہر نہ ہوسکے[۱]،

حسین بن حمدان کی گرفتاری اور قتل | مقتدر کی مخالفت میں جن امرار نے حصہ لیا تھا، ان میں سے اکثر قتل یا قید کردئے گئے تھے، لیکن حسین بن حمدان جو اس مخالفت میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا، اب تک بچا ہوا تھا، اس لئے مقتدر نے اس کی گرفتاری کے لئے فوجیں بھیجیں، اس کے بھائی ابوالہیجا کو اس کی گرفتاری کا حکم دیا، اُنھوں نے اس کی پوری کوشش کی، دونوں میں جنگ بھی ہوئی، مگر حسین گرفتار نہ ہوسکا، لیکن وہ زیادہ دنوں تک بچ نہیں سکتا تھا، اس لئے وزیر ابن فرات کے ذریعہ خطا معاف کراکے مقتدر کے حضور میں حاضر ہوگیا، حسین نامور امیر تھا، اس لئے مقتدر نے اس کی عزت افزائی کی اور اس کو قم وقاشان کا والی بنادیا[۲]، کچھ دنوں کے بعد دیار ربیعہ کا علاقہ بھی اس کے متعلق کردیا گیا، اور وہ ۳۰۳ھ تک ان مقامات کا حکمراں رہا، ابن فرات بڑا ہوشمند وزیر تھا، اس نے حسن تدبیر سے مقتدر کے مخالفوں کو بھی اس کا ہوخواہ بنادیا،

چند برسوں کے بعد دوسرے وزیر علی بن عیسیٰ اور حسین بن حمدان میں پھر اختلاف پیدا ہوگیا، اور

---

[۱] یہ حالات تجارب الامم ابن مسکویہ ج اول ق آخر ص۲ تا ص۸ اور ابن اثیر ج ۸ ص۳ تا ص۸ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ [۲] ابن اثیر ج ۸ ص ۵،

۳۰۳ھ میں وزیر مذکور نے حسین کو حکم دیا کہ وہ موصل اور اسکے متعلقہ علاقے عباسی عمال کے سپرد کردے، اس نے انکار کیا، اس کے انکار پر مقتدر نے اس کے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں، اُنھوں نے بڑے معرکوں کے بعد اس کو شکست دیکر مع اہل وعیال کے گرفتار کرکے بغداد حاضر کیا، اس کی گرفتاری کے بعد مقتدر نے اس کے بھائی ابو الہیجا حمدانی اور دوسرے بھائیوں کو بھی گرفتار کرکے قید کردیا، دو سال بعد ۳۰۵ھ میں ابو الہیجا کو رہا اور حسین کو قتل کردیا[1]۔

امیر ابن ابی الساج کی بغاوت اور گرفتاری

۳۰۴ھ میں امیر یوسف بن ابی الساج والی آرمینیہ وآذربیجان کے دل میں توسیع حکومت کا جذبہ پیدا ہوا، اس نے یہ مشہور کرکے کہ مقتدر نے اُس کو رے کی حکومت بھی دیدی ہے، یہاں کے سامانی والی محمد بن صعلوک کو نکال کر رے، قزوین، زنجان اور ابہر پر قبضہ کرلیا اور وزیر ابن فرات کو لکھ بھیجا کہ سابق وزیر علی بن عیسٰی نے مجھے ان مقامات کی حکومت کا پروانہ دیدیا تھا، اور میں نے بڑی مشکلوں سے اس کو غاصبوں[2] کے قبضہ سے نکالا ہے، مقتدر نے یوسف کی اس جسارت کو پسند نہ کیا، اور علی بن عیسٰی سے پوچھا، اس نے انکار کیا، اس لئے ابن فرات نے یوسف کو لکھ بھیجا کہ تمھارا بیان بالکل جھوٹ ہے، اور تمھارا یہ قبضہ بالکل غاصبانہ ہے، اور اس کو نکالنے کے لئے فوجیں روانہ کیں، یوسف نے ان کو شکست دی، دوبارہ پھر مقتدر نے امیر مونس کو روانہ کیا، یوسف میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لئے اس نے مقتدر کو رضامند کرنے کی کوشش کی، اور اس سے درخواست کی کہ رے کا علاقہ اس کے پاس رہنے دیا جائے، اس کے معاوضہ میں وہ فوجی اخراجات کے علاوہ سات لاکھ دینار سالانہ پیش کیا کریگا لیکن مقتدر نے انکو منظور نہ کیا اور مونس نے رے کا خراج وصول کرلیا، اور مقتدر نے

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۶۱ [2] علی بن صعلوک ابتدا میں رے پر غاصبانہ قابض ہوا تھا، لیکن پھر خلافت بغداد سے اس کا ٹھیکہ لے لیا تھا، علی بن صعلوک کے بعد یہ ٹھیکہ اس کے لڑکے محمد کی طرف منتقل ہوگیا تھا،

امیر وصیف بکتمر کو یہاں کا حاکم بنا دیا، یوسف نے جب دیکھا کہ اس کے پرانے علاقے بھی خطرہ میں پڑے جاتے ہیں تو اُس نے پھر استدعا کی کہ کم از کم آرمینیہ اور آذربیجان کو اس کے پاس رہنے دیا جائے، وزیر ابن فرات نے بھی سفارش کی، مقتدر نے اس درخواست کی منظوری کے لئے بغداد میں اس کی حاضری ضروری قرار دی، اس وقت یوسف جان پر کھیل کر عباسی فوج کے مقابلہ میں آگیا اور اسے شکست دے کر بہت سے افسر قتل و گرفتار کر لئے مونس نے دوبارہ زنجان میں جنگی تیاری کی یوسف نے جب دیکھا کہ مونس باز آنے والا نہیں ہے تو اُس نے پھر مقتدر سے صلح کی درخواست کی، اس نے پھر مسترد کر دی، اور مونس نے ۳۰۷ھ میں یوسف کو شکست دیکر گرفتار کر لیا[1]

رے میں بدنظمی اور نصر بن نعمہ سامانی کا قبضہ

مونس رے کا علاقہ علی بن وہسوذان اور اصفہان و قم و قاشان وغیرہ احمد بن صعلوک کے متعلق کر کے بغداد لوٹ گیا، اس کی واپسی کے بعد یوسف کے غلام سبک نے آذربیجان پر قبضہ کر لیا، مونس نے محمد بن عبداللہ فارقی کو اس کے مقابلہ کیلئے بھیجا، سبک نے اسے شکست دیکر واپس کر دیا، اور مقتدر سے ۲ لاکھ بیس ہزار دینار سالانہ پر آذربیجان کا ٹھیکہ لے لیا لیکن اس معاہدہ پر قائم نہ رہا،

اس درمیان میں علی بن وہسوذان کے چچیرے بھائی احمد بن مسافر والی رے کو قتل کر ڈالا اس کی جگہ محمد بن سلیمان کا تقرر ہوا، احمد بن علی نے اُسے بھی قتل کر کے رے پر قبضہ کر لیا، اور نصر حاجب کی سفارش سے مقتدر کو راضی کر کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار سالانہ پر رے کا ٹھیکہ لے لیا، لیکن پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ دولت عباسیہ کے ایک مخالف ماکان بن کاکی دیلمی سے مل گیا،[2]

اس بدنظمی کو دیکھ کر مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کی خطاؤں سے درگذر کر کے ۳۱۰ھ

---

[1] یہ واقعات ابن اثیر ج ۸ ص ۳۱ و ۳۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں [2] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۲،

میں اس کو آذربیجان اور رے وغیرہ کا ٹھیکہ دیدیا، اُس نے پہلے آذربیجان پر قبضہ کیا اس کے بعد احمد بن صعلوک کو قتل کر کے رے کو اس کے قبضہ سے نکالا، چند دنوں کے بعد اہل رے نے اس کی غیر حاضری میں اس کے غلام مفلح کو رے سے نکال دیا، لیکن پھر یوسف نے اس پر قبضہ کر لیا، جب اس کی طاقت زیادہ بڑھی تو مقتدر نے اس کو توڑنے کے لئے ۳۱۴ھ میں کل مشرقی ممالک کا والی بنا کر اس کو ہجر میں ابو طاہر قرمطی کے مقابلہ کا حکم دیا، دوسری طرف خفیہ نصر بن احمد سامانی کو رے کی حکومت کا پروانہ بھیجدیا، جیسے ہی یوسف قرامطہ کے مقابلہ کے لئے ہٹا، نصر بن احمد نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کر لیا[1]،

صفاریہ کا خاتمہ اوپر گذر چکا ہے کہ عمرو بن لیث صفاری کے پوتے طاہر نے فارس پر قبضہ کر کے مکتفی سے اُس کا ٹھیکہ لے لیا تھا، ۲۹۳ھ میں وہ سیر و تفریح کی غرض سے سجستان گیا، فارس کا میدان خالی پاکر اُس کے چچا لیث نے اپنے غلام سبکری کے ذریعہ اس پر قبضہ کر لیا، لیکن چند دنوں کے بعد وہ لیث سے قطع تعلق کر کے خود فارس کا حاکم بن بیٹھا، ۲۹۶ھ میں طاہر نے اس کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کی، سبکری نے اُسے شکست دے کر گرفتار کر لیا، اور اسے اور اس کے بھائی یعقوب کو مقتدر کے حوالہ کر کے اس سے فارس کا باقاعدہ ٹھیکہ لے لیا، لیکن ایک ہی سال بعد ۲۹۷ھ میں لیث بن علی نے اس کو فارس سے نکال دیا،

سبکری نے مقتدر سے باقاعدہ فارس کا ٹھیکہ لے لیا تھا، اس لئے اس نے مونس کو سبکری کی مدد کے لئے بھیجا، اُس نے شکست دے کر لیث بن علی کو گرفتار کر کے فارس سبکری کے حوالہ کر دیا، تھوڑے دنوں کے بعد اُس نے بھی خراج دینا بند کر دیا، اس لئے پھر مونس اس کے مقابلہ پر مامور ہوا، اس نے سبکری اور مقتدر میں صلح کرانے کی کوشش کی، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی،

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۷۲،

وزیر ابن فرات کو سبکری کے ساتھ مونس کی ہمدردی کا علم ہوا تو اُس نے اس کو واپس بلا کر محمد ابن جعفر کو بھیجا، اس نے شکست دے کر سبکری کو فارس سے نکال دیا۔[1]

لیث بن علی کی گرفتاری کے بعد اس کا بھائی معدل بن لیث سجستان میں اس کا جانشین ہوا تھا، لیکن اب صفاری حکومت بہت کمزور ہو چکی تھی اس لئے ٢٩٨ھ میں اسمٰعیل سامانی نے فوج کشی کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔[2]

قرامطہ مکتفی نے اپنے زمانہ میں قرامطہ کا زور توڑ دیا تھا، مقتدر کے زمانہ میں پھر وہ عراق و شام میں بڑے زور و شور سے اٹھے اور ٣١١ھ میں ابو طاہر قرمطی نے بصرہ پر حملہ کر کے یہاں کے حاکم کو قتل کر دیا، اور کامل سترہ دن تک شہر لوٹتا اور قتل عام کرتا رہا، ٣١٢ھ میں حجاج کے ایک قافلہ کو لوٹ لیا، اور اس کے اکثر مسافر بھوک اور پیاس کی شدت سے مر گئے، اسی سنہ میں کوفہ پر حملہ کیا اور چھ دن تک اس کو لوٹتا اور قتل عام کرتا رہا، ٣١٥ھ میں عراق میں ان کی شورش بہت بڑھ گئی، مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، ابو طاہر نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا، اور اس کا اثر بڑھتے بڑھتے بغداد تک پہنچ گیا، اس سے یہاں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی، اور اہل شہر بغداد چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے، مقتدر نے فوراً امیر مونس مظفر کو کوفہ روانہ کیا، بحری فوج الگ بھیجی، لیکن یہ فوجیں بھی ناکام رہیں اور ابو طاہر ان کو شکست دے کر بغداد کی طرف بڑھا، یہ صورت دیکھ کر مونس خادم اور حمدانی امراء اس کو روکنے کے لئے نکلے، عباسی فوجوں پر قرامطہ کی ہیبت اتنی چھائی تھی کہ انھوں نے بغیر لڑے میدان چھوڑ دیا، لیکن درمیان میں دریا حائل تھا اس لئے قرمطی آگے نہ بڑھ سکے اور ابو طاہر انبار لوٹ گیا، مونس خادم نے چند ہزار فوج اس کے تعاقب میں بھیجی ابو طاہر نے اسے بھی شکست دیکر

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۶۰ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۹،

ہیت پہنچا یہاں سعید بن حمدان کا جسے مقتدر نے بھیجا تھا سامنا ہوا، اس نے شکست دے کر ابو طاہر کو واپس کر دیا،

۳۱۶ھ میں انھوں نے شام پر یورش کی اور دالیہ اور رحبہ پر قبضہ کر کے یہاں کی آبادی کو قتل کیا، مقتدر نے فوراً مونس مظفر کو رقہ بھیجا، اس وقت ابو طاہر خود رقہ پہنچ چکا تھا، لیکن یہاں کے باشندوں نے اسے پسپا کر دیا اور وہ سنجار پہنچا، یہاں کے باشندوں میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے انھوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی، اور ابو طاہر پھر ہیت واپس ہوا، مگر یہاں کے باشندوں نے اسے واپس کر دیا اور وہ کوفہ لوٹ گیا، مقتدر نے پھر ایک فوج روانہ کی لیکن معمولی جنگ کے بعد دونوں لوٹ گئے،

سواد کے علاقہ میں ایک جماعت قرمطیوں کی ہم عقیدہ تھی جو حکومت کے خوف سے اپنے عقیدہ کا اعلان نہ کرتی تھی، جب عراق میں قرامطہ کا زور بڑھا تو یہ جماعت حریث بن مسعود اور عیسیٰ بن موسیٰ کو سردار بنا کر میدان میں آگئی اور کوفہ کے سرکاری عمال کو نکال کر خراج وصول کر لیا، اور موفقی علاقہ کو لوٹ کر یہاں کے باشندوں کو قتل و گرفتار کیا، مقتدر نے ہارون بن غریب اور صافی بصری کو بھیجا انھوں نے حریث اور عیسیٰ کو شکست دیکر سواد میں قرامطہ کا زور توڑ دیا،

۳۱۷ھ میں ابو طاہر موسم حج میں مکہ پہنچا اور عین ترویہ کے دن حجاج پر حملہ کر کے ان کو قتل کیا، اور ان کا مال لوٹا اور حجر اسود کو اکھاڑ کر ہجر بھیجدیا، خانہ کعبہ کا دروازہ اور اسکا میزاب کھاٹنے کی بھی کوشش کی، غلاف کعبہ اتار لیا، اور مکہ کی پوری آبادی کو تاخت و تاراج کیا،

قرمطی اپنے کو اہل بیت نبوی کا داعی کہتے تھے، اس لئے عبید اللہ المہدی فاطمی والی مغرب دفاطمیہ مصر، کو جب ان کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی خبر ملی تو انھوں نے بڑی برہمی ظاہر کی، اور ابو طاہر کو لکھ بھیجا کہ ہمارے شیعوں اور دعاۃ پر کفر و الحاد کا جو الزام لگایا جاتا ہے، اس کو تم لوگوں

نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا، اگر تم حجاج اور اہل مکہ کا مال ان کو واپس نہ کرو گے، اور حجر اسود لا کر اس کی جگہ نہ نصب کرو گے اور غلاف کعبہ واپس نہ کرو گے تو میں دنیا و آخرت دونوں میں تم سے بری الذمہ ہوں، عبید اللہ کی مخالفت سے قرمطی تحریک کو نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا، اس لئے ان کا خط پانے کے بعد ابو طاہر نے حجر اسود منگا کر دوبارہ اسے نصب کر دیا، اور جہانتک ہو سکا لوٹا ہوا مال بھی واپس کیا، لیکن غلاف کعبہ کے ٹکڑے تقسیم ہو چکے تھے اس لئے وہ واپس نہ ہو سکا[۱]،

دولت فاطمیہ کا قیام

اس وقت تک عباسی قلمرو میں طاہری، سامانی، صفاری، طولونی وغیرہ جتنی حکومتیں قائم ہوئی تھیں، وہ سب خلافت بغداد کے ماتحت تھیں اور اس کی دینی مرکزیت اور سیادت کو مانتی تھیں، یا کم از کم سیاسی مصالح کی بنا پر ماننے پر مجبور تھیں، اس لئے کہ خلافت بغداد کی تصدیق کے بغیر کوئی حکومت باقاعدہ تسلیم نہ کی جاتی تھی، مقتدر کے زمانہ میں مصر کی فاطمی حکومت کی بنیاد پڑی، جو نہ صرف خلافت بغداد کی سیادت سے آزاد تھی بلکہ اپنے نسب و خاندان میں اس کی حریف مقابل اور ایک فرقہ کی مذہبی مقتدا تھی اور آگے چل کر تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی ترقی میں بھی وہ عباسی حکومت کی مقابل بن گئی،

اہل بیت نبوی کے ساتھ فاطمیہ کے انتساب کی صحت میں مورخین کا اختلاف ہے، اکثر مورخین اس نسبت کو صحیح سمجھتے ہیں، صرف بعض اس کے منکر ہیں اور ان کو نصرانی یا یہودی النسل بتاتے ہیں، لیکن اکثریت کا فیصلہ صحت نسب کے حق میں ہے ابن خلکان کا بیان ہے کہ اہل علم و محققین انساب ان کو صحیح النسب فاطمی سمجھتے ہیں[۲]، ابن خلدون بھی ان کی صحت نسب کا معترف ہے، لیکن ان کے نسب نامے جتنے ہیں، وہ سب آپس میں مختلف ہیں اور ابو محمد عبید اللہ المہدی بانی دولت فاطمیہ سے لے کر حضرت علیؓ تک درمیانی پشتوں کے ناموں میں بڑا اختلاف ہے،

---

[۱] یہ تمام حالات ابن اثیر ج ۸ ص ۷۹ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ [۲] ابن خلکان ج اول ص ۲۰۲،

ابن خلدون نے یہ نسب نامہ لکھا ہے ابو محمد عبید اللہ المہدی بن محمد الحبیب بن جعفر مصدق بن محمد مکتوم بن اسمٰعیل بن جعفر صادق[1]، شیعی مورخ ابن طقطقی کے نزدیک یہ سلسلۂ نسب ہے[2]، ابو محمد عبید اللہ المہدی بن احمد بن اسمٰعیل ثالث بن احمد بن اسمٰعیل ثانی بن محمد بن اسمٰعیل اعرج اول بن جعفر صادق لیکن زیادہ مشہور و متعارف نسب نامہ یہ ہے، ابو محمد عبید اللہ المہدی بن محمد بن عبد اللہ بن میمون بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق جو مورخین اصحت نسب کے منکر ہیں ان کے نزدیک نسب نامہ یہ ہے، سعید (عبید اللہ) بن حسین بن محمد بن احمد بن عبد اللہ القداح، وہ عبید اللہ المہدی کا نام سعید قرار دیتے ہیں، اور سعید کو حسین کا صلبی لڑکا نہیں بلکہ ڈھنکرا مانتے ہیں، یعنی حسین نے ایک یہودن بیوہ سے شادی کرلی تھی جس کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا حسین خود لاولد تھے، انھوں نے اس یہودی زادہ کو متبنیٰ بنا لیا تھا اور مرتے وقت اس کو اپنا جانشین بنا گئے، لیکن یہ روایت بہت ضعیف ہے، جمہور مورخین فاطمیہ کو صحیح النسب مانتے ہیں،

بنی فاطمہ کی دعوت کوئی نئی دعوت نہ تھی، خلفائے راشدینؓ کے زمانہ سے لیکر برابر ہوتی چلی آرہی تھی، اور اہل بیت نبوی میں مختلف ائمہ کو ماننے والے بہت سے شیعی فرقے پیدا ہوگئے تھے، جو اپنے اپنے سلسلۂ امامت کی دعوت میں مصروف تھے، انہی میں سے باطنیہ اسمٰعیلی تھے، جو امام جعفر صادق کے بعد ان کے صاحبزادے اسمٰعیل کی امامت کے قائل تھے، اسی سے عبیدی فرقہ پیدا ہوا جو عبید اللہ المہدی بن محمد بن جعفر مصدق بن محمد مکتوم بن جعفر صادق کی امامت کا قائل تھا، اس کے مبلغین مدتوں سے یمن، حجاز، بحرین، خراسان اور عراق وغیرہ میں دعوت میں مشغول تھے اور ان مقاموں میں ان کی دعوت کافی پھیل چکی تھی، لیکن مغرب میں اس کا ظہور محمد الحبیب کے زمانہ سے ہوا اور اس کی تکمیل عبید اللہ کے زمانہ میں ہوئی، اس دعوت کی تاریخ بہت طویل ہے، اس کا مختصر

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۶۰ [2] الفخری ص ۲۳۶،

حال پیش کیا جاتا ہے،

محمد الحبیب حمص کے ایک مقام سلیمہ میں رہتے تھے، ان کے سلسلہ کے جو لوگ شام کے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے آتے وہ محمد بن الحبیب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے، وہ اس گوشۂ عافیت میں بیٹھکر مشرق و مغرب میں اپنی دعوت کرتے رہے، یمن اور مغرب میں ان کو زیادہ کامیابی ہوئی، ان کے ایک داعی رستم بن حسین بن حوشب نے سارے یمن میں اُن کی دعوت پھیلا دی اور یمنی شیعیوں کے ذریعہ یمن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا،

یمن کے ساتھ ہی محمد الحبیب نے مغرب میں ابو سفیان اور حلوانی دو داعی بھیجے تھے، اُنھوں نے بربری قبیلہ کتامہ کو اس دعوت سے روشناس کیا، چند دنوں کے بعد ان دونوں کا انتقال ہو گیا، ان کے انتقال کے بعد یمن کے داعی رستم بن حسین نے ایک یمنی داعی ابو عبداللہ حسن بن محمد المعروف بہ محتسب کو جو اس کام کے لئے نہایت موزوں شخص تھا مغرب کا داعی مقرر کیا، حج کے سلسلہ میں مغربی قبائل مکہ آیا کرتے تھے، اس لئے حسن مکہ آگیا، اور قبیلہ کتامہ کے معززین سے مل کر ان کے خیالات کا پتہ چلایا، اور چند ہی دنوں میں حسن تدبیر سے اُن کو اپنا گرویدہ بنا لیا، حج کے بعد جب ان کی واپسی کا وقت آیا تو اُنھوں نے حسن سے پوچھا کہ وہ کہاں کا ارادہ رکھتا ہے، اُس نے مصر کا ارادہ ظاہر کیا، دونوں کا راستہ ایک تھا، اس لئے بنی کتامہ نے مصر تک اپنے ساتھ چلنے کی خواہش کی، حسن ساتھ ہو گیا، مصر پہنچ کر اُنھوں نے اس کو اپنے وطن چلنے کی دعوت دی، اس کا اصل مدعا یہی تھا، اس لئے ساتھ ہو گیا، اور راستہ میں مغرب کے قبائل کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کر لی، ۲۸۰ھ میں وہ مغرب پہنچا، قبیلہ کتامہ کو وہ تمام گرویدہ بنا چکا تھا کہ مغرب پہنچنے کے بعد ان میں سے ہر شخص نے اس کو اپنا مہمان بنانا چاہا، اور اس کے لئے بڑی کشمکش پیدا ہو گئی، حسن نے اس کو کسی طرح رفع کیا،[۵]

صدا ملک کتاب العبر

ابن العذاری کا بیان ہے کہ مغرب پہنچنے کے بعد حسن بنی کتامہ کے سردار کا مہمان ہوا، وہ اس سے بہت متاثر تھا، اپنے لڑکے کی تعلیم اور مسجد کی امامت اس کے سپرد کر دی اس نے بڑی دل سوزی سے تعلیم دی، سردار مذکور نے اس کے صلہ میں اس کو چالیس دینار دئے، اور رقم کی کمی پر معذرت ظاہر کی، اس وقت حسن نے اس سے کہا کہ میں معلم نہیں ہوں، اور خود اس کو پانسو دینار کی تھیلی دیکر اصلی مدعا ظاہر کیا، اور اس کے سامنے فاطمی دعوت پیش کی، سردار مذکور اس دعوت میں شامل ہو کر اس کا مبلغ بن گیا، اس کی کوشش سے بہت سے مغربی اس دعوت میں شامل ہو گئے، چند دنوں کے بعد شیخ کا وقت آخر ہو گیا، اور وہ اپنے اہلِ خاندان کو حسن کی امداد و اعانت کی وصیت کرتا گیا،[1]

شیخ کے بعد حسن نے اپنا کام بدستور جاری رکھا، اس سلسلہ میں اس کی مخالفت بھی ہوئی، خود قبیلۂ کتامہ کے کچھ افراد اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے، لیکن وہ اپنے کام میں سرگرمی کے ساتھ مصروف رہا، اسی زمانہ میں اس کو ایک اور مددگار حسن بن ہارون مل گیا، یہ اس کو اپنے ساتھ جیس ایکجان لے گیا، اور حسن نے تازروت کو اپنا مرکز بنایا، اور چند دنوں میں اپنے مخالفین کو مغلوب کر کے اپنی اطاعت پر مجبور کر دیا،[2]

یہ ابراہیم بن احمد اغلبی والی مغرب کا زمانہ تھا، اسے حسن کا حال معلوم ہوا تو اس نے اسکی تحقیقات کرائی، معلوم ہوا کہ وہ نیکی و عبادت کی تلقین کرتا ہے، اس لئے ابراہیم نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور حسن کی قوت چند دنوں میں اتنی بڑھ گئی کہ ابراہیم کے آخر زمانہ میں اس نے شہر میلہ پر قبضہ کر لیا، اس وقت ابراہیم کو اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا، اُس نے اپنے بھائی احول کو حسن کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اُس نے حسن کو شکست دیکر میلہ اور تازروت میں آگ لگا دی،

---

[1] ابن العذاری نے یہ واقعات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں ہم نے صرف انکا خلاصہ نقل کیا ہے دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۱۲۷تا ۱۷۵،
[2] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۶۲،

اور حسن جیل ایکجان چلا گیا اور یہاں ایک بستی آباد کر کے اس کا نام دار الہجرت رکھا،

سنہ ۲۸۹ھ میں ابراہیم اغلبی کا انتقال ہو گیا، اور اس کا لڑکا عبد اللہ جانشین ہوا، چند ہی دنوں کے بعد اس کے لڑکے زیادۃ اللہ نے سازش کر کے باپ کو قتل کرا دیا، اور خود اس کی جگہ حاصل کر لی، یہ بالکل نااہل تھا رات دن لہو و لعب اور عیش و عشرت میں منہمک رہتا تھا، اس لئے حسن کو آزادی کے ساتھ فاطمی تحریک پھیلانے کا موقع مل گیا،

اسی زمانہ میں محمد الحبیب کا انتقال ہو گیا، اور ان کے لڑکے عبید اللہ المہدی ان کے جانشین ہوئے، یہ اب تک شام ہی میں تھے، اس وقت مغرب کے بڑے حصہ میں فاطمی دعوت پھیل چکی تھی، اس لیے حسن نے عبید اللہ کو مغرب بلا بھیجا، اس دوران میں مشرق میں بھی فاطمی تحریک کا شہرہ پہنچ چکا تھا، گو اس کا مرکز مغرب تھا، لیکن درحقیقت یہ تحریک خلافتِ بغداد کے مقابلہ میں تھی، اس لئے مکتفی باللہ (یہ مکتفی کا زمانہ تھا) نے عبید اللہ کی گرفتاری کا فرمان جاری کر دیا، مغرب سے ان کے پاس دعوت آچکی تھی، اس لئے وہ حسن کے بھائی ابو العباس کے ساتھ شام سے مغرب روانہ ہو گئے، عیسٰی نوشری والی مصر کے نام بھی مکتفی کا فرمان پہنچ چکا تھا، وہ عبید اللہ کی تلاش میں تھا، اس لئے مصر پہنچتے ہی وہ گرفتار کر لئے گئے، لیکن پھر نوشری نے ان کو رہا کر دیا، اور وہ تاجروں کے بھیس میں مغرب کی طرف چل کھڑے ہوئے، یہاں زیادۃ اللہ مغرب کے تمام حکام کے نام اُن کی گرفتاری کا حکم بھیج چکا تھا، وہ سب بھی ان کی تلاش میں تھے، اسلئے مغرب کے حدود میں داخل ہوتے ہی عبید اللہ کا ساتھی ابو العباس گرفتار ہو گیا، لیکن وہ خود بچ گئے، اور سجلماسہ کے حاکم یسع بن مدرار کو ملا کر اس کے یہاں پناہ لی، جاسوسوں نے زیادۃ اللہ کو اسکی اطلاع دی، اُس نے فوراً یسع کے نام فرمان لکھا، اسلئے اُسے عبید اللہ کو قید کر دینا پڑا[1]

---

[1] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۶۲ و ۳۶۳،

زیادۃ اللہ اگرچہ عیش و طرب میں غرق تھا، لیکن مغرب میں فاطمی تحریک کی روز افزوں ترقی اور حسن کی قوت کو دیکھ کر اسے اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور اس نے اس کے مقابلہ کے لئے مسلسل کئی فوجیں بھیجیں، خود بھی نکلا، لیکن حسن کی قوت اب اتنی بڑھ چکی تھی کہ اس نے اغلبی فوجوں کو پیہم شکستیں دیکر بلزمہ، طبنہ، باغایہ، مرماجنہ، قسطیلیہ وغیرہ کو فتح کر کے شمالی افریقہ کے بڑے حصہ کو زیر نگیں کر لیا، اور یہاں کے بڑے بڑے بربری قبیلے اس کے تابع فرمان ہو گئے،

۲۹۶ھ میں اس میں اور اغلبیوں میں آخری معرکہ ہوا، اس میں بھی مغربی فوجوں کو شکست ہوئی اور حسن نے اربس پر قبضہ کر کے کئی دن تک قتل عام کیا، صرف اربس کی جامع مسجد میں تیس ہزار آدمی قتل ہوئے، زیادۃ اللہ اس وقت اپنے پایہ تخت رقادہ میں تھا، اس معرکہ کے بعد اس کی ہمت بالکل چھوٹ گئی اور وہ مایوس ہو کر مغرب سے مصر چلا گیا،[1]

اربس کی شکست کے بعد اغلبی فوج کے سپہ سالار ابراہیم نے قیروان جا کر یہاں کے باشندوں کو حسن کے مقابلہ کے لئے ابھارا، لیکن ان کے دلوں پر اس کی اتنی ہیبت چھا گئی تھی کہ آمادہ نہ ہوئے اور ابراہیم کو یہاں سے نکال دیا، اسی دوران میں حسن کئی لاکھ فوج لے کر قیروان پہنچ گیا، اہل قیروان پہلے سے اس کے استقبال کے لئے تیار تھے، یہاں کے عمائد نے شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا، حسن نے ان کی اطاعت کیشی کے صلہ میں سب کو امان دیدی، اور اہل قیروان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا،

قیروان پر قبضہ کے بعد حسن رقادہ پہنچا، زیادۃ اللہ مصر جا چکا تھا، اہل رقادہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور حسن رجب ۲۹۶ھ میں رقادہ میں داخل ہو گیا، اور اغالبہ کے حبشی موالی کے علاوہ سب کو امان دیدی، اور اغلبی خاندان کی کل دولت اور ساز و سامان جسے زیادۃ اللہ

[1] ابن العذاری اور ابن خلدون نے ان لڑائیوں کی بڑی تفصیل لکھی ہے، ہم نے صرف اس کا خلاصہ نقل کیا ہے،

ساتھ نہ لیجا سکا تھا، حسن کے قبضہ میں آئی،

رقادہ پر قبضہ کے بعد حسن نے یہاں شیعی رسوم و شعار جاری کئے، فجر کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے بجائے "حی علی خیر العمل" داخل کیا، خطبوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پنجتن پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے اور حضرت علیؓ کے مخالفین اور صحابہ کرامؓ سے برأت مانگنے کا حکم دیا، تراویح کو بند کر دیا، اور قبیلہ کتامہ کے اکابر کو شیعیت کی تبلیغ اور دوسرے اسلامی فرقوں سے تبری پر مامور کیا، ان کوششوں سے مغرب میں بڑی سرعت سے شیعیت پھیل گئی[1]،

عبید اللہ اس وقت تک سلجماسہ میں قید تھے، رقادہ پر قبضہ کے بعد حسن کئی لاکھ فوج کے ساتھ سلجماسہ روانہ ہوا، اس کی شوکت و عظمت دیکھ کر مخالف قبائل گھبرا گئے، اور انھوں نے بغیر کسی مزاحمت کے اس کی اطاعت قبول کر لی، لیکن یسع بن مدرار نے مقابلہ کیا، مگر اتنی بڑی قوت کا مقابلہ اس کے بس سے باہر تھا، اس لئے بڑی فاش شکست کھائی اور حسن نے سلجماسہ میں داخل ہو کر عبید اللہ اور ان کے لڑکے ابو القاسم کو قید سے نکالا، ان میں اور حسن میں یہ پہلی ملاقات تھی، عبید اللہ کو دیکھ کر حسن کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل آئے، اور وہ انھیں جلوس کی شکل میں خیمہ تک لایا، عبید اللہ سواری پر اور چپ و راست شیعی عمائد پا پیادہ جلو میں تھے، حسن بآواز بلند اعلان کرتا جاتا تھا کہ ہمارے آقا یہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ میں اپنا وعدہ پورا کیا، اور ان کو ان کا حق اور غلبہ عطا فرمایا[2]،

سلجماسہ میں چالیس دن قیام کے بعد عبید اللہ ربیع الاول ۲۹۷ھ میں دو لاکھ فوج کے ساتھ رقادہ آئے، یہاں ان کی عام بیعت ہوئی اور افریقہ کے تمام منبروں پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا، اور انھوں نے امیر المومنین مہدی لقب اختیار کیا، اس وقت تک خلفائ

[1] البیان المغرب ص۲۰۵ تا ص۲۰۹ ملخصاً [2] ایضاً ص۲۱۰ و کتاب المونس ص۵۲،

کے علاوہ اور کسی حکمراں نے امیر المومنین کا لقب اختیار نہیں کیا تھا یہ گویا اس کا اعلان تھا، کہ یہ نئی حکومت دینی حیثیت میں بھی خلافت عباسیہ کی حریف ہے، اس طرح خلافت بغداد سے آزاد ایک شیعی دینی حکومت کا قیام عمل مین آیا،

فاطمی حکومت کے قیام کے بعد مہدی نے کوشش کی کہ مراکش سے ادریسی حکومت کو ختم اور مصر کو عباسی حکومت سے آزاد کر کے سسلی سے لیکر مصر تک پورے مغرب میں فاطمی حکومت پھیلا دی جائے، چنانچہ ۳۰۱ھ میں ان کے لڑکے ابوالقاسم نے مصر پر حملہ کر کے برقہ، اسکندریہ اور فیوم پر قبضہ کر لیا، لیکن مشہور عباسی امیر مونس نے بہت جلد ان کو واپس لے لیا، ۳۰۲ھ میں پھر مہدی نے قبضہ کر لیا، لیکن پھر مونس نے واپس لے لیا، ۳۰۶ھ میں ابوالقاسم نے تیسری مرتبہ فوج کشی کر کے صعید مصر کے چند مقامات پر قبضہ کیا، لیکن مصری اور عباسی فوجوں نے اُن کے قدم نہ جمنے دئے اور انھیں ناکام واپس جانا پڑا اور مقتدر کی زندگی میں مہدی کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی،

زیاری حکومت کا قیام مقتدر کے زمانہ میں فاطمیہ کے علاوہ مشرق میں جرجان میں زیاری حکومت قائم ہوئی اس کے مختصر حالات یہ ہیں،

معتضد کے عہد میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ احمد بن اسمٰعیل سامانی نے محمد بن زید علوی والی طبرستان کو ختم کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا تھا، محمد بن زید علوی کے قتل کے بعد اس خاندان کے ایک رُکن حسن بن علی الملقب بہ اطروش کو طبرستان واپس لینے کی فکر ہوئی، اس مقصد کے حصول کے لئے وہ دیلم جا کر یہاں تیرہ سال تک اسلام کی اشاعت کرتے رہے، ہزاروں دیلمی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، ان کے ذریعہ اُنھوں نے سامانیہ کا مقابلہ کرنا چاہا، لیکن طبرستان کے سامانی حاکم عبد اللہ بن محمد کا طرز عمل دیالمہ کے ساتھ دوستانہ اور شریفانہ تھا، دیلم کے

علوی بھی اس کے احسانات سے گرانبار تھے، اسلئے اطروش کو کامیابی نہ ہوئی،

ان کی خوش قسمتی سے سمٰعیل سامانی نے ۲۸۷ھ میں عبداللہ بن محمد کو معزول کرکے سلام سامانی کو مقرر کیا، یہ دیالمہ کے ساتھ سیاست نہ برت سکا، اُنھوں نے اس کو طبرستان سے نکالدیا اس لئے پھر عبداللہ بھیجا گیا، اُس نے حالت سنبھال لی، لیکن اس کا انتقال ہوگیا، اس کے انتقال کے بعد محمد بن ابراہیم کا تقرر ہوا، یہ سلام سے بھی زیادہ نااہل تھا، اُس نے اپنے طرزِ عمل سے دیالمہ کو مخالف بنالیا، اس وقت اطروش کو موقع مل گیا، اُنھوں نے دیالمہ کو محمد بن ابراہیم کے خلاف کھڑا کردیا اور اُن کی مدد سے اس کو شکست دی اور ۳۰۱ھ میں محمد بن ابراہیم کو نکال کر طبرستان پر قبضہ کرلیا، چار سال کے بعد ۳۰۴ھ میں سامانیوں اطروش کو قتل کردیا،

اطروش کے بعد ان کے داماد حسن بن قاسم المعروف بہ داعی ان کے جانشین ہوئے اُنھوں نے دیلمی افسروں کی مدد سے سامانی حکومت کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا، لیکن سامانیہ نے بہت جلد یہ علاقے واپس لے لئے، حسن کا ایک دیلمی افسر اسفار بن شیرویہ سعید ابن نصر سامانی سے مل گیا، اُس نے اس کو جرجان کا حاکم بنادیا، جرجان کی حکومت ملنے کے بعد اسفار نے ایک دوسرے دیلمی سردار مرداویج بن زیار کے ذریعہ طبرستان کے بعض حصوں پر قبضہ کرلیا، حسن بن قاسم اس کو چھڑانے کے لئے آئے،

حسن بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، دیالمہ کو بھی وہ شریعت کا پابند بنانا چاہتے تھے لیکن یہ آزادی کے خوگر تھے حسن کا احتساب ان کے لئے سخت گراں تھا، چنانچہ ایک مرتبہ اُنھوں نے ان کو ہٹاکر ان کے لڑکے کو تخت نشین کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی، اور حسن نے سازش کرنے والوں کو قتل کرادیا، اس لئے بہت سے دیلمی سردار ان کے خلاف ہوگئے تھے اور انتقام کے لئے موقع کے منتظر تھے، حسن جب اسفار کے مقابلہ کے لئے نکلے تو دیلمیوں

کو موقع مل گیا، اور انھوں نے عین میدانِ جنگ میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ قتل ہو گئے اور ان کے مقبوضات پر اسفار کا قبضہ ہو گیا، حسن کے بعد اُن کے ایک افسر ہارون بن بہرام نے ان کے لڑکے ابو جعفر کو جانشین بنانا چاہا، لیکن اسفار نے ان دونوں کو گرفتار کر کے طبرستان سے علوی حکومت کا خاتمہ کر دیا،

اس کامیابی سے اسفار کا حوصلہ بہت بڑھ گیا، اور اسے اپنی حکومت قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ سب سے اول اس نے سامانیہ کا خطبہ بند کیا، لیکن نصر بن احمد سامانی نے اس پر فوج کشی کر دی، اسفار نے مصلحۃً خراج دیکر اس وقت صلح کر لی، اور مرداویج کو سمران الطرم کے فرماں روا سالار کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا، یہ سالار سے مل گیا، اسفار کے اکثر ساتھی اس کی سختی کے شاکی تھے، وہ بھی مرداویج کے ساتھ ہو گئے، اور اسفار کی قوت بالکل ٹوٹ گئی، اور وہ بیہق بھاگ گیا، لیکن مرداویج کے آدمیوں نے تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور وہ قتل کر دیا گیا، اسفار کے قتل کے بعد مرداویج اس کے تمام مقبوضات کا مالک بن گیا اور اس کی قوت بہت بڑھ گئی، اور اس نے چند دنوں میں ہمدان، دینور، قم، قاشان اور اصفہان وغیرہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی،

اسفار کے برخلاف مرداویج کا طرزِ عمل دیالمہ کے ساتھ بڑا شریفانہ تھا، وہ ان کی دلجوئی کے لئے بڑی داد و دہش کرتا تھا، اس لئے اُن کی بڑی تعداد مرداویج کے پاس جمع ہو گئی، اور اس نے آس پاس کے علاقوں کی طرف قدم بڑھایا، اور اپنے بھانجے کو ہمدان پر قبضہ کے لئے بھیجا، لیکن عباسی فوج نے اُسے فاش شکست دی، اور وہ مارا گیا، مرداویج کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خود ہمدان کی طرف بڑھا، اُسے دیکھ کر عباسی فوج ہٹ گئی ہمدانیوں نے تنہا مدافعت کی، لیکن مرداویج نے انھیں شکست دیکر ہمدان پر قبضہ کر لیا،

اور بڑی بے دردی سے یہاں کی آبادی کو قتل کیا، مقتدر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے ہارون ابن غریب کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا، مرداویج نے اُسے بھی شکست دی اور ہمدان کے پورے کوہستانی علاقے پر قبضہ کر لیا، اور اُس کی فوجیں دینور پر قبضہ کرتی ہوئی حلوان تک بڑھتی چلی گئیں، اور چند دنوں میں اُس نے اصفہان اور خوزستان پر بھی قبضہ کر لیا، اور مقتدر سے دو لاکھ سالانہ پر باقاعدہ مفتوحہ علاقہ کا ٹھیکہ لے لیا، ۳۱۹ھ میں مقتدر نے اس کو اس کا والی بنا دیا، اور جرجان میں باقاعدہ زیاری حکومت قائم ہو گئی[1]،

بیرونی مہمات

مقتدر کے زمانہ میں اندرونی انقلابات کے ساتھ ساتھ بیرونی مہمات اور رومیوں سے معرکہ آرائی کا بھی وسیع سلسلہ جاری رہا، ۲۹۶ھ میں مونس مظفر نے اناطولیہ پر فوج کشی کر کے رومیوں کی ایک جماعت گرفتار کی، ۲۹۹ھ میں حاکم سرحد رستم نے ارمنی علاقہ پر فوج کشی کی اور بلج ارمنی کا ایک قلعہ فتح کر کے اس کو جلا دیا، ۳۰۳ھ میں رومیوں نے جزیرہ کی سرحد پر حملہ کر کے حصن منصور کو لوٹ لیا، اور طرطوس اور فراتی علاقہ پر تاخت کی اور بلج ارمنی نے نواح مرعش کو تاراج کیا، اس کے انتقام میں مونس نے بڑے اہتمام سے ملطیہ پر فوج کشی کر کے بہت سے قلعے فتح کئے، اور مال غنیمت کی بڑی مقدار حاصل کی، مقتدر نے اس کے صلہ میں اس کو خلعت سے نوازا،

ان لڑائیوں کے سلسلہ میں طرفین کے بہت سے قیدی ایک دوسرے کے ہاتھ میں اسیر تھے ۳۰۵ھ میں قیصر روم نے ان کی رہائی اور صلح کے لئے اپنے سفیر بغداد بھیجے، مقتدر نے

---

[1] یہ حالات ابن اثیر ج ۸ ص ۱۷۷ سے ملخصاً ماخوذ ہیں، یہ حکومت ۳۱۹ھ میں قائم ہوئی اور ۴۳۳ھ میں مسعود غزنوی نے اس کا خاتمہ کیا، اس میں چھ فرماں روا ہوئے، مرداویج بن زیار[1]، وشمگیر بن زیار[2]، بہستون بن وشمگیر[3]، قابوس بن وشمگیر[4]، منوچہر بن قابوس[5]، انوشروان بن منوچہر[6]،

خاص دربار منعقد کر کے انھیں شرف باریابی بخشا، مصالحت تو نہ ہو سکی، لیکن قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ طے ہو گیا، اور مقتدر نے مونس خادم کو ڈیڑھ لاکھ دینار فدیہ دے کر بڑے اہتمام سے مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لئے بھیجا، لیکن طرفین میں معرکہ آرائی کا سلسلہ بدستور جاری رہا، ۳۱۰ھ میں مونس نے کئی رومی قلعے فتح کئے، ۳۱۱ھ میں امیر البحر ثمالی نے بحری حملہ کیا، ۳۱۲ھ میں قیصر روم نے مقتدر کے پاس قیمتی ہدئے بھیج کر پھر صلح اور قیدیوں کی رہائی کی خواہش کی، اس مرتبہ اس نے منظور کر لیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد رومیوں نے مسلمانوں کی گرمائی فوجوں پر حملہ کر کے صلح توڑ دی، اور ۳۱۴ھ میں دستق اور ملیح کے ساتھ مل کر ملطیہ کا محاصرہ کر لیا، اہل شہر نے پوری قوت سے مدافعت کی اور ان کو شہر میں نہ داخل ہونے دیا، اس ناکامی کے غصہ میں رومیوں نے آس پاس کی آبادیوں کو ویران کر ڈالا، اور مسلمانوں کی قبریں کھود کر لاشیں نکال لیں، ملطیہ کے باشندوں میں زیادہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی، وہ محض اپنی ہمت سے رومیوں کو روکے ہوئے تھے، اُن کا جوش وخروش دیکھ کر اُنھوں نے دار الخلافۃ سے مدد طلب کی لیکن یہاں سے کوئی امداد نہ ملی، مگر رومی خود لوٹ گئے، ۳۱۵ھ میں پھر اُنھوں نے حملہ کیا اور شہر میں گھس کر اس کو لوٹا، جامع مسجد میں عین نماز کے وقت ناقوس بجایا، لیکن پھر مسلمانوں نے انھیں نکال دیا اور لوٹا ہوا مال بھی واپس لے لیا، مقتدر کو یہ حالات معلوم ہوئے، تو اس نے مونس خادم کو ملطیہ جانے کا حکم دیا، لیکن عین اس وقت جب روانگی کے انتظامات مکمل ہو چکے مونس اور مقتدر میں کشیدگی پیدا ہو گئی، اور یہ مہم روانہ نہ ہو سکی،

اسی سنہ میں دستق ایک بڑی فوج کے ساتھ دبیل پر چڑھ آیا، یہاں کے حاکم نصر السبکی نے ہر چند مدافعت کی، لیکن رومیوں کے آتش بار اسلحہ کی وجہ سے بس نہ چل سکا، اور وہ شہر پناہ تک پہنچ گئے، اور دیوار توڑ کر شہر میں داخل ہو گئے، لیکن مسلمانوں نے ان کو ٹکنے نہ دیا، اور

ایک خونریز جنگ کے بعد انھیں شکست دے کر واپس کر دیا،

اس شکست کے غصہ میں دمستق نے رومیوں کو مذہبی جوش سے لبریز کر دیا، اور ۳۱۶ھ میں بڑی تیاری کے ساتھ آرمینیہ پر فوج کشی کر کے خلاط کا محاصرہ کر لیا، یہاں کے باشندوں میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے انھوں نے صلح کر لی اور دمستق نے جامع خلاط کے منبر پر صلیب نصب کی، بدلیس میں بھی اس نے اسی مذہبی جنون کا ثبوت دیا، ان کی یورش دیکھ کر ارزن کے باشندوں نے بغداد جا کر مقتدر سے فریاد کی، لیکن یہاں کے حالات ایسے تھے کہ کوئی مدد نہ ملی، اور سرحدی علاقوں پر رومیوں کی یورش برابر بڑھتی گئی، یہاں کے باشندوں میں تنہا ان کو روکنے کی قوت نہ تھی، اسلئے ۳۱۸ھ میں انھوں نے پھر مقتدر سے درخواست کی کہ ان کی مدد کیجائے، ورنہ وہ رومیوں کی اطاعت قبول کر لینے پر مجبور ہو جائیں گے، لیکن مقتدر خود اپنی مصیبت میں مبتلا تھا، اس لئے مدد نہ کر سکا، اور ملطیہ، میا فارقین، آمد اور ارزن وغیرہ کے باشندوں نے مجبور ہو کر رومیوں کی اطاعت قبول کر لی اور مذکورہ مقامات ان کے حوالہ کر دیئے، تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں نے مدافعت سے مجبور ہو کر اسلامی علاقہ خود رومیوں کے حوالہ کر دیا،

۳۱۹ھ میں طرطوس کے والی ثمالی اور رومیوں میں جنگ ہوئی اور رومی شکست کھا کر عموریہ میں جمع ہوئے، ثمالی بھی ان کے تعاقب میں عموریہ پہنچا، لیکن رومی منتشر ہو گئے، اور ثمالی انگورہ تک بڑھتا چلا گیا، اسی زمانہ میں ارمنوں اور رومیوں نے مل کر اسلامی ارمنستان پر فوج کشی کر کے خلاط اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو تاخت و تاراج کیا، اس کے انتقام میں امیر مفلح والی آذربیجان نے ارمنی علاقے کو لوٹا اور بہت سے ارمنی قتل کئے، اور رومیوں نے سمیساط کا محاصرہ کر لیا، لیکن سعید بن حمدان والی موصل مدد کے لئے پہنچ گیا، اس لئے

رومی لوٹ گئے، اس کے بعد سعید نے مقتدر کے حکم سے ملطیہ کو رومیوں کے قبضہ سے چھڑا دیا[1]

مقتدر اور امیر الامراء مونس میں اختلاف

مقتدر کی خلافت کا آغاز اس کی مخالفت سے ہوا تھا، لیکن اس کی خوش قسمتی سے بالکل خلاف امید حالات اس کے موافق ہوگئے تھے، اس لئے وہ تخت خلافت پر قائم رہ گیا، لیکن ترکی غلاموں کے غیر معمولی عروج، ان کے بارہ میں مقتدر کی غلط سیاست، نظام حکومت میں عورتوں کی مداخلت، حرم شاہی کے غیر معمولی مصارف، وزراء کی بد دیانتی اور امراء کی رشک و رقابت نے بالآخر انقلاب کے سامان فراہم کر دئے، اور مقتدر کو تخت خلافت سے اترنا، اور آخر میں جان سے ہاتھ دھونا پڑا،

مونس مقتدر کا ایک معمولی غلام تھا، اس نے اس کو بڑھاتے بڑھاتے امیر الامراء کے درجہ تک پہنچا دیا، اور وہ تمام امور مملکت پر حاوی ہوگیا، پھر دونوں میں بدگمانی اور کشیدگی شروع ہوگئی، اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ۳۱۵ھ میں مقتدر کے ایک خادم نے مونس کو اطلاع دی کہ وہ اس کو مروا ڈالنے کی تدبیر میں مصروف ہے، مقتدر کو اس کی خبر ہوگئی، اس نے مونس سے اسکی تردید کی، مونس نے اس کو یقین دلایا کہ اس کا اس نے کوئی اثر نہیں لیا، وہ بدستور امیر المومنین کا ادنیٰ خادم ہے، اور محض آقا و خادم میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے یہ شکایت کی گئی ہے،

اس کے بعد ۳۱۶ھ میں مقتدر کے ماموں زاد بھائی ہرون بن غریب اور بغداد کے شحنہ نازوک کے درمیان ایک معمولی واقعہ پر اختلاف ہوگیا، نازوک نے مقتدر سے اس کی شکایت کی، اس نے درمیان میں پڑنا مناسب نہ سمجھا، اسلئے ان دونوں نے خود ہی مقابلہ کرکے باہم فیصلہ کر لینا چاہا، مقتدر نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی، ہرون مقتدر کا عزیز تھا، اس لئے نازوک مقتدر سے بدگمان ہوگیا، اور چونکہ وہ بغداد کا شحنہ تھا اسلئے ہرون کو بغداد چھوڑ کر ہٹ جانا پڑا،

---

[1] یہ حالات ابن خلدون ج ۳ ص ۳۸۴ تا ۳۸۷ اور ابن اثیر کے مختلف سنین سے ملخصاً ماخوذ ہیں،

ہرون کے بغداد چھوڑنے کے بعد یہ افواہ اڑ گئی کہ مقتدر اس کو امیر الامرا بنانے کا ارادہ رکھتا ہے، امیر الامرا مونس اس وقت رقہ میں تھا، یہ افواہ سنکر فوراً بغداد واپس آیا، ایک مرتبہ دونوں میں بدگمانی کے اسباب پیدا ہو چکے تھے، اور ہرون مقتدر کا عزیز قریب تھا، اس لئے مونس کو اس افواہ کے ماننے میں تامل نہ ہوا، چنانچہ بغداد واپس آنے کے بعد اسمرتبہ معمول کے مطابق وہ مقتدر کے پاس نہیں آیا، اس لئے مقتدر کو بھی اس سے بدگمانی ہو گئی، اتفاق سے اسی زمانہ میں مقتدر نے ہرون کو واپس بلا کر اپنے ساتھ قصر خلافت میں ٹھہرایا، اس سے مونس کا شبہہ یقین کے درجہ تک پہنچ گیا، اور دونوں میں علانیہ کشیدگی پیدا ہو گئی، امیر ابو الہیجار بن حمدان والی جبل اور دوسرے امرا، کو جو مقتدر کے خلاف تھے اس کی اطلاع ہوئی تو وہ مونس کے ساتھ ہو گئے، اور ۳۱۷ھ میں مونس نے مقتدر کو لکھا کہ شاہی خدم وحشم اور حرم سلطانی کے بیجا مصارف، جاگیروں پر ان کے قبضہ و تصرف اور امور سلطنت میں ان کی مداخلت سے فوج میں برہمی ہے، اس کا مطالبہ ہے کہ جاگیریں ان کے قبضہ سے نکال لی جائیں، خدم وحشم کو الگ کر دیا جائے، اور ہرون بن غریب کو قصر خلافت سے نکال دیا جائے، مقتدر نے اس کا مفصل جواب دیا، اور وعدہ کیا کہ جہانتک ممکن ہوگا یہ مطالبات پورے کئے جائیں گے اور مونس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ہرون بن غریب کو شام وجزیرہ کی سرحد کا حاکم بنا کر بھیجدیا،

مقتدر کی معزولی اور دوبارہ حصول خلافت

لیکن اس سے مخالفین کی تشفی نہ ہوئی اور محرم ۳۱۷ھ میں مونس، نازوک، ابو الہیجا، اور دوسرے مخالف امرا نے مقتدر اور اس کے اہل وعیال کو قصر خلافت سے گرفتار کر کے مونس کے محل میں قید کر دیا، اور اس کے سوتیلے بھائی محمد کو خلیفہ بنا کر قاہر باللہ کا لقب دیا، اور قاضی ابو عمرو مالکی کے سامنے مقتدر سے باقاعدہ خلافت سے دست بردار لکھوا لی، اور نازوک نے قصر خلافت کی شاہی فوج مصافیہ کو قصر چھوڑ دینے کا حکم دیا،

اس سے مصافیہ میں بے چینی پیدا ہو گئی، اس نے نئے خلیفہ قاہر سے حق بیعت اور ایک سال کی تنخواہ کا مطالبہ کیا، اور اس کے فرودگاہ پر حملہ آور ہو گئی قاہر نے نازوک کو سمجھانے کے لئے بھیجا، مصافیہ نے اس کو قتل کر دیا، اور مقتدر کے نام کا نعرہ لگایا، اس ہجوم اور شورش کو دیکھکر قاہری امراء گھبرا گئے اور انھوں نے قصر خلافت کو چھوڑ دیا، ابو الہیجا نے بھی نکل جانا چاہا، قاہر نے اس کا دامن تھام لیا کہ میں تو تمھارے سہارے پر ہوں اور تم مجھے دشمنوں کے حوالے کئے دیتے ہو، ابو الہیجا نے اس کو اطمینان دلایا کہ میں ساتھ نہ چھوڑوں گا آپ بھی میرے ساتھ چلے چلئے، میں اپنے قبیلہ کو لے کر آپ کی حمایت میں لڑونگا، اور قاہر کو بھی ساتھ لیجانا چاہا لیکن باہر مخالفوں کا ہجوم تھا، اس لئے نہ جا سکا، اس دوران میں امیر مفلح نے جو مقتدر کا حامی تھا حجریہ کو بھڑکا دیا کہ امیر المومنین کے دشمنوں سے بدلہ لینے کا یہی موقع ہے پھر ایسا موقع نہ ملیگا، ابو الہیجا کے پاس کوئی قوت نہ تھی، اسلئے حجریہ نے پھاٹک توڑکر اُس کو قتل کر دیا،

دوسری طرف مصافی فوج نے مونس کے محل پر حملہ کر کے مقتدر کو نکال لیا، اور کندھوں پر بٹھا کر قصر خلافت میں واپس لے آئی اور قاہر کو پکڑ کے اس کے سامنے پیش کیا، اسکا خود کوئی قصور نہ تھا امراء نے زبردستی اس کو خلیفہ بنا دیا تھا، اس لئے مقتدر نے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی اور اس کو اپنی ماں کے مکان میں نظر بند کر دیا، اس نے اس کو بڑی محبت سے رکھا اور اس کی راحت و آسایش کے تمام سامان مہیا کر دئے،

مقتدر کی واپسی کے بعد نازوک اور ابو الہیجار کے سروں کی تشہیر کی گئی، مقتدر نے تجدید بیعت کا فرمان جاری کیا، فوج کی تنخواہ تقسیم کی، خزانہ میں روپیہ کم تھا، اسلئے شاہی سازو سامان بیچکر فوج کو عطایا و انعامات دئے اور امیر مونس بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہا[1]،

[1] ابن مسکویہ اور ابن اثیر نے یہ واقعات بہت طویل لکھے ہیں، ان کا ضروری خلاصہ نقل کیا گیا ہے، دیکھو تجارب الامم ج اول ق آخر صفحہ ۱۸۹ تا صفحہ ۱۹۵، و ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۶۲ تا صفحہ ۶۵،

امیر الامراء مونس اور حاجب یاقوت کا اختلاف

اس وقت تو مقتدر کو دوبارہ خلافت مل گئی، لیکن امیر مونس کی جاہ پسندی اور امراء و ارکان سلطنت کی خود غرضی اور رشک و رقابت کی وجہ سے دو ہی سال کے بعد پھر اختلافات شروع ہو گئے، عباسی امراء میں دو پارٹیاں تھیں، اور دونوں ایک دوسرے کا زور توڑنے کی فکر میں رہتی تھیں، امیر الامراء مونس اور عباسی وزیر سلیمان ایک پارٹی کے سرغنہ تھے اور حاجب دولت یاقوت اور اس کا لڑکا محمد شحنہ بغداد دوسری پارٹی کے، ۳۱۹ھ میں مقتدر نے احتساب کا عہدہ بھی محمد بن یاقوت کے متعلق کر دیا، اس سے اس کا درجہ بڑھ گیا، مونس پر یہ گراں گذرا، اس نے مخالفت کی اور کہا احتساب کا عہدہ قاضی یا عدول سے متعلق ہونا چاہئے، ابن یاقوت اس کا اہل نہیں ہے، مقتدر بے بس تھا، اسے مونس کے کہنے پر عمل کرنا پڑا، لیکن اس پر بھی فتنہ نہ دبا، اور فریقین اپنی اپنی جماعت لے کر نکل آئے، اور مونس نے مقتدر کو مجبور کیا کہ وہ یاقوت اور محمد کو ان کے کل عہدوں سے الگ کر کے بغداد سے دور ہٹا دے، اسے بھی مقتدر کو ماننا پڑا، اور اس نے یاقوت کو کرمان و فارس اور محمد کو سجستان اور دوسرے لڑکے مظفر کو اصفہان کا والی بنا کر بھیجدیا، اور اس کی جگہ ابراہیم رائق کو حاجب اور اس کے بھائی محمد کو بغداد کا شحنہ مقرر کیا،

مونس اور وزیر حسین بن قاسم میں اختلاف اور مونس کا فرار

مقتدر کے مصارف کی کثرت، حرم سلطانی کے اسراف اور محاصل کی قلت کی وجہ سے حکومت کا مالی نظام بالکل بگڑ گیا تھا، اس کی آمدنی مصارف کے لئے کافی نہ ہوتی تھی، تنخواہوں اور وظیفوں تک کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی، اس لئے ۳۱۹ھ میں وزیر سلیمان بن وہب کو الگ کر کے اس کی جگہ ابو القاسم کلواذانی کا تقرر ہوا، لیکن یہ بھی حکومت کا میزانیہ نہ سنبھال سکا، اس لئے حسین بن قاسم کو منصب وزارت تفویض ہوا، مونس کو اطلاع ملی کہ حسین بن قاسم اس کے مخالف

فوجی افسروں سے مل کر اُس کے خلاف سازش کرتا ہے، اس لئے اس کے درپے ہوگیا اور حسین کو اس کے شر سے بچنے کے لئے دار الخلافہ میں پناہ لینی پڑی، اس سے مونس کا غصہ اور تیز ہوگیا، اور اُس نے مقتدر پر زور ڈال کر حسین کو الگ کرا دیا،

حسین عالی دماغ شخص تھا، ہمت نہیں ہارا، اور مونس کے مقابلہ میں جم گیا، اور مقتدر کو یقین دلادیا کہ مونس اس کے لڑکے ابو العباس کو شام لیجاکر خلیفہ بنانا چاہتا ہے، اور مونس کے مخالفین محمد بن یاقوت اور ہرون بن غریب کو بلا بھیجا، غلمان حجریہ کو اس کے خلاف اپنے ساتھ ملا لیا، اور مونس کے خلاف ایسی فضا پیدا کر دی کہ اسے بغداد چھوڑ کر موصل چلا جانا پڑا، راستہ سے اُس نے اپنے غلام بشری کے ہاتھ مقتدر کے پاس ایک تحریر بھیجی، اور تاکید کر دی کہ مقتدر کے علاوہ اور کسی کے ہاتھ میں نہ پڑنے پائے، حسین کو معلوم ہوا تو اسنے زبردستی خط چھنوا لیا اور غلام کو پٹوا کر قید کر دیا، اور اس سے تین لاکھ اشرفی وصول کر کے اس کا گھر لٹوا لیا اور مونس اور جو امرا اسکے ساتھ گئے تھے ان کی املاک اور جاگیر ضبط کرا لی، اس سے شاہی خزانہ میں بڑی دولت جمع ہوگئی، اس کارگذاری پر مقتدر نے حسین کو عماد الدولہ کے لقب سے نوازا، اور سکوں پر اس کا نام نقش کرایا، اور حسین نے ان تمام امرار کو جو مونس کے ساتھ تھے حکم دیا کہ وہ بغداد لوٹ آئیں، اس حکم پر بہت سے امرار واپس آگئے،

موصل پر مونس کا قبضہ

مونس اس غلط فہمی میں تھا کہ حسب معمول مقتدر اسے منا کر بلائے گا، جب اس کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ مایوس ہو کر موصل چلا گیا، حسین نے آل حمدان کو لکھ بھیجا کہ وہ اس کو اپنے حدود میں نہ داخل ہونے دیں، یہ لوگ مقتدر کے ساتھ ابو الہیجا اور حسین بن حمدان کی بدسلوکی کا کفارہ ادا کرنا چاہتے تھے، اس لئے تیس ہزار فوج لے کر مونس کے روکنے کے لئے بڑھے، اُس نے کل آٹھ سو کی مختصر جماعت سے ان کو نہایت

فاش شکست دی اور موصل پر قبضہ کر لیا،

بغداد پر فوج کشی

خود بینی اور جاہ پسندی کے ساتھ مونس میں یہ ایک بڑی خوبی تھی کہ وہ بڑا فیاض اور محسن تھا اپنے زمانۂ عروج میں اُس نے لوگوں کے ساتھ بڑے احسانات کئے تھے، اس لئے موصل پر اس کے قبضہ کی خبر سُن کر بغداد شام اور مصر تک کے آدمی اس کے پاس پہنچ گئے، بغداد کی وہ فوجیں بھی جنھیں عرصہ سے تنخواہ نہ ملی تھی موصل چلی گئیں، مونس ان سب کو لے کر ۳۲۰ھ میں بغداد کی طرف بڑھا، مقتدر نے ابو العلا سعید بن حمدان اور صافی بصری کو مونس کے روکنے کے لئے سر من رای اور محمد بن یاقوت کو معشوق روانہ کیا، اس دوران میں مونس تکریت پہنچ گیا اور محمد بن یاقوت کی سپاہ اس کا ساتھ چھوڑ کر بغداد بھاگ گئی، اس لئے اسکو بھی لوٹ جانا پڑا، اور مونس بغداد پہنچ کر باب شماسیہ کے قریب ٹھہرا، اس کے آتے ہی بغداد میں بے چینی پیدا ہو گئی، عمال نے روپیہ بھیجنا بند کر دیا، مقتدر نے ہرون بن غریب کو مونس کے مقابلہ کا حکم دیا، اُس نے عذر کیا کہ میری فوج میں زیادہ تر مونس ہی کے آدمی ہیں کچھ دیلمی ہیں جن پر مجھکو مطلق اعتماد نہیں، وزیر دولت نے مجبور کر کے اس کو آمادہ کیا، لیکن اس سے بھی زیادہ دشواری یہ تھی کہ خزانہ بالکل خالی تھا، اور فوج بغیر روپیہ کے لڑنے کے لئے آمادہ نہ تھی، اس لئے مقتدر نے جنگ کی تیاری کے لئے واسط چلے جانے کا ارادہ کیا، محمد بن یاقوت نے روکا اور کہا کہ آپ خود مقابلہ کے لئے نکلئے، آپ کو دیکھنے کے بعد مونس کی فوجیں کبھی آپ سے لڑنے کی جرأت نہ کریں گی اور اس کو چھوڑ کر آپ سے مل جائیں گی، وزیر نے بھی اس مشورہ کی تائید کی،

مقتدر اور مونس کا مقابلہ مقتدر کی شکست اور قتل

اس لئے بادل ناخواستہ مقتدر کو آمادہ ہونا پڑا اور شوال ۳۲۰ھ میں وہ بڑے اہتمام سے مونس کے مقابلہ کے لئے نکلا، ر دلے نبوی دوش پر

تھی، جلو میں قرا، و فقہا کلام مجید کی تلاوت کرتے جاتے تھے، چاروں طرف فوجیں تھیں، پیچھے افسران فوج اور عمالان حکومت کی قطار تھی، اس شان سے وہ رزم گاہ تک آیا، میدان جنگ کے قریب اس کو ایک بلند مقام پر کھڑا کر دیا گیا، مونس کی فوجیں تیار ہی تھیں، دونوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی، مونس کی فوجوں کو متاثر کرنے کے لئے عباسی امرار نے مقتدر کو تھوڑی دیر کیلئے میدان جنگ میں بھیجنا چاہا، لیکن اس پر اتنا خوف طاری تھا کہ اس کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا، بڑے اصرار کے بعد آمادہ بھی ہوا تو اس وقت جب اُس کا وقت گذر چکا تھا،

محمد بن یاقوت نے بڑی شجاعت کے ساتھ مونس کا مقابلہ کیا اور اس کے بہت سے افسروں کو گرفتار کر لیا، لیکن تنہا اُس کی شجاعت کام نہ آسکی، اور مونس نے عباسی فوجوں کو پسپا کر دیا، اُس وقت مقتدر میدان جنگ میں دکھائی دیا، لیکن اب اس کا آنا لاحاصل تھا، تاہم مونس کی فوج پر اس کا یہ اثر ہوا کہ اس کا ایک سردار علی بن بلیق مقتدر کو دیکھ کر فوراً اس کے پاس پہنچا، اور زمین بوس ہو کر عرض کی کہ آپ کہاں جاتے ہیں، فوراً واپس جائیے، جن لوگوں نے اس نازک وقت میں آپ کو نکلنے کا مشورہ دیا ہے، اُن پر خدا کی لعنت ہو، مقتدر واپس جانا چاہتا تھا کہ مونس کی فوج کے آدمی پہنچ گئے، اور تلواریں لے کر مقتدر پر ٹوٹ پڑے، وہ ہر چند چلاتا رہا کہ میں خلیفہ ہوں، لیکن ان وحشیوں نے کوئی شنوائی نہ کی، اور جواب دیا کہ ہاں میں تم کو پہچانتا ہوں، تمھاری ہی تلاش تھی، تم ابلیس کے خلیفہ ہو، اور زخمی کر کے زمین پر ٹپک کر قتل کر دیا، سر جدا کر کے لکڑی پر آویزاں کیا، بدن کے کپڑے اتار کر عریاں لاش چھوڑ گئے، کسی نے دفن کرنے کی بھی ہمت نہ کی، ایک راہ گیر نے گڈھا کھود کر لاش زمین میں دبا دی، اور ایک نااہل خلیفہ کا یہ عبرتناک انجام ہوا،

مونس خود راشدیہ میں مقیم تھا، یہیں لیجا کر اس کے سامنے مقتدر کا سر پیش کیا گیا، اس نے

دیکھ کر اپنا سر پیٹ لیا، اور کہا مفسدو اس کا تم کو کس نے حکم دیا تھا، اگر تمہارا یہ عذر نہ ہوتا کہ تم نے لاعلمی میں قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ میں تم سب کو قتل کر دیتا، لیکن یہ محض اسکی بناوٹ تھی، تاہم اس نے اتنا کیا کہ اسی وقت قصر خلافت پر پہرہ بٹھا دیا، کہ کوئی شخص اس کو ہاتھ نہ لگانے پائے، قتل کے وقت مقتدر کی عمر ۳۸ سال تھی، مدتِ خلافت پچیس سال[1]،

مقتدر سے پہلے متوکل بھی قتل کیا گیا تھا، لیکن اس کی نوعیت اس سے جداگانہ تھی، خود اس کا لڑکا منتصر اس سازش میں شریک تھا، براہ راست ترکوں کی جسارت کی یہ پہلی مثال تھی، اسکا اثر بہت برا پڑا، خلفاء کی عظمت بالکل جاتی رہی اور لوگوں میں ان کے مقابلہ میں اٹھنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا،

وزارت

مقتدر کے زمانہ میں نظام خلافت بالکل برہم ہو گیا تھا، آئے دن انقلابات بپا ہوتے رہتے تھے، بار بار وزارتیں بدلتی تھیں، کبھی کسی سال دو دو وزراء کی نوبت آجاتی تھی،

مقتدر کی تخت نشینی کے وقت مکتفی کا وزیر عباس بن حسن منصب وزارت پر تھا، اس کے قتل کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، اس کے بعد مقتدر نے ابو الحسن علی بن محمد بن موسیٰ بن فرات کو وزیر بنایا، اس کا خاندان علاقہ دجیل کا تھا، برمکی خاندان کی طرح اس خاندان نے بھی عباسیوں کے زیر سایہ بڑی ترقی کی اور فضل و کمال، خلق و شرافت اور فیاضی میں بڑی ناموری حاصل کی، ابو الحسن بھی ان موروثی اوصاف کا حامل اور تدبیر و سیاست میں ممتاز تھا، یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اکثر ارکان سلطنت مقتدر کے خلاف تھے، ابو الحسن نے حسن تدبیر سے رفتہ رفتہ ان کی مخالفت ختم کر دی، اس کے حسن سیاست کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ مقتدر نے دوبارہ تخت خلافت پر بحال ہونے کے بعد جب ابن فرات کو وزیر بنایا، اور اس کے سامنے عباسی امراء کی وہ تحریریں جو انھوں نے مقتدر کی معزولی کے سلسلہ میں لکھی تھیں پیش کی گئیں تو اس نے

[1] یہ تمام واقعات طبری اور تجارب الامم سے ملخصاً ماخوذ ہیں،

بغیر پڑھے ہوئے جلوا دیا اور کہا اگر میں انکو پڑھ لیتا تو دونوں کی نیتوں میں فتور آجاتا، اس صورت میں اگر میں ان امراء کو سزا دیتا تو سلطنت کے بہت سے ارکان ضائع ہو جاتے اور اگر چھوڑ دیتا تو بھی ان کے دل صاف نہ ہوتے، اس تدبیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقتدر کے مخالفین بھی اس کے موافق ہو گئے، ابن فرات مختلف اوقات میں تین مرتبہ وزیر ہوا اور معزول کیا گیا[1] آخری مرتبہ قرامطہ کی حمایت کے الزام میں اہل بغداد کے مطالبہ پر قتل کیا گیا[2]،

ابن فرات کے بعد ابو علی محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت ملا، یہ اس عہدہ کے اوصاف سے بالکل معریٰ اور نہایت بدکردار اور راشی شخص تھا عہدوں کی تجارت کرتا تھا، اس کی رشوت کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے ایک دن میں انیس[19] آدمیوں سے رشوت لیکر انھیں ایک ہی عہدہ پر مقرر کیا جب یہ لوگ ایک دوسرے سے ملے تو یہ راز کھلا، اور یہ فیصلہ ہوا کہ جس کا تقرر سب سے آخر میں ہوا ہو اسکو صحیح سمجھا جائے، باقی اٹھارہ آدمی اس کے پاس پہنچے، ابو علی ان سب سے رشوت لے چکا تھا، اس لئے انھیں کسی نہ کسی کام میں لگانا پڑا[3]،

اپنی نااہلی کی وجہ سے ۳۰۰ھ میں معزول کیا گیا، اور اس کی جگہ علی بن عیسیٰ کا تقرر ہوا، یہ ذی علم اور بڑا دیندار وزیر تھا عباسی تاریخ میں اس سے زیادہ متقی اور دیندار وزیر نہ گذرا تھا، حافظ قرآن تھا، حدیث میں بھی درک رکھتا تھا، حساب کا ماہر اور اہل علم کا قدردان تھا، صدقات و خیرات میں ہزاروں روپیہ صرف کرتا تھا، اس کی آمدنی اسی ہزار دینار سالانہ سے اوپر تھی، اس کا نصف حصہ اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر صرف کرتا تھا اور نصف فقراء و مساکین پر، حکومت کی جانب سے بھی اُس نے کار خیر کے لئے اوقاف کئے اور "دیوان البر" کے نام سے

۱؎ الفخری ص ۲۳۹ و ۲۴۰ ۲؎ ابن اثیر ج ۸ ص ۴۸ ۳؎ الفخری ص ۲۴۱،

ان کا ایک خاص شعبہ قائم کیا، رعایا کی دادرسی کے لئے روزانہ صبح سے عصر تک اجلاس کرتا تھا، امور مملکت میں بھی تجربہ کار تھا، اس لئے انتظامی حیثیت سے بھی اس کا دور وزارت کامیاب رہا،[1]

ابن فرات کی جماعت نے اس کو ہٹا کر ابن فرات کو وزیر بنانے کے لئے اس کو اتنا ستایا کہ اس نے کئی مرتبہ استعفا پیش کیا لیکن مقتدر منظور نہ کرتا تھا[2] مگر خود مقتدر حرم سلطانی کے اثر میں تھا خصوصاً اس کی ماں کی قہرمانہ ام موسیٰ حرم سے لیکر دربار تک حاوی تھی، وہ کسی بات پر علی سے برہم ہوگئی اور اسکی شکایتیں کرکے مقتدر اور اس کی ماں کو علی کے خلاف اتنا ورغلایا کہ اس نے ۳۰۴ھ میں اس کو معزول کر دیا،[3]

ابن اثیر اور ابن مسکویہ کا بیان ہے کہ علی بن عیسیٰ کی معزولی کے بعد ابن فرات وزیر بنایا گیا، لیکن الفخری کا بیان ہے کہ حامد بن عباس وزیر ہوا، اس میں کوئی اہلیت نہ تھی، شکوہ وتجمل کا دلدادہ تھا، مزاج میں سختی اور غیظ وغضب غالب تھا، بڑی سنگدلی سے روپیہ وصول کرتا تھا لیکن اسکی فیاضی نے ان عیوب پر پردہ ڈال دیا تھا، اس میں خود فرائض وزارت ادا کرنے کی اہلیت نہ تھی، علی بن عیسیٰ اس کی نیابت کرتا تھا، اس لئے چند دنوں کے بعد الگ کر دیا گیا، اور محمد بن عبید اللہ کا دوبارہ تقرر ہوا، لیکن چند ہی دنوں کے بعد اسے بھی علیحدہ کیا گیا، اور ابو العباس احمد بن عبید اللہ بن احمد بن خصیب کا تقرر ہوا، اس کے بارہ میں مورخین کے بیانات بالکل متضاد ہیں، ابن طقطقی کا بیان ہے کہ وہ بڑا عاقل، متدین اور ذی علم تھا، اخبار عرب کا خاص ذوق رکھتا تھا، فصیح وبلیغ اور خطاط تھا، سلطنت اور رعایا دونوں کے مال میں محتاط تھا، مقتدر کی ماں اس سے منحرف ہوگئی تھی، اس لئے ۳۱۴ھ میں معزول

---

[1] تاریخ خطیب ج ۶ ص ۱۴ وہ والفخری ص ۲۴۲ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۱ [3] الفخری ص ۲۴۵،

کردیا گیا[۱]، لیکن ابن مسکویہ اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ شرابی تھا، رات دن بدمست رہتا تھا، حکومت کا سارا کام اپنے نائبوں پر چھوڑ رکھا تھا، مدتیں گذر جاتیں، کاغذات پر نظر نہ ڈالتا، اس سے نظام حکومت میں ابتری پیدا ہوگئی، اور وہ معزول کردیا گیا[۲]،

ابن خصیب کے بعد ابو علی محمد بن علی بن مقلہ وزیر ہوا، یہ بڑا فاضل اور اپنے عہد کا بڑا باکمال خطاط تھا، اس کے زمانہ میں اس فن میں کوئی اس کا مقابل نہ تھا، اس نے خط کوفی میں ترمیم کرکے ایک نیا خط ایجاد کیا اور اس کے حروف کے قواعد بنائے، جو مخفف کہلاتا تھا، یہی خط ترقی کرکے آگے چل کر خط نسخ کہلانے لگا، اس کی خوبصورتی اور پاکیزگی نے گذشتہ خطوں کو منسوخ کردیا تھا، حاجی مرزا عبد المحمد خاں ایرانی مدیر چہرہ نے اپنی کتاب پیدائش خط و خطاطان میں ابن مقلہ کی خطاطی کے کمالات کی پوری تفصیل لکھی ہے[۳]،

ابن مقلہ ابتدا میں کسی دفتر میں معمولی کلرک تھا، لیکن آدمی ہونہار تھا، ابن فرات کی وزارت کے زمانہ میں اس کے دامن سے وابستہ ہوگیا، ابن فرات کی قدرشناس نگاہ نے اسکو پرکھ کر پیشکار بنالیا، پیشکاری کے زمانہ میں ابن مقلہ نے بڑی دولت کمائی اور بڑی شہرت و ناموری حاصل کی، اسی وقت سے اس کی نگاہ وزارت کے لئے اٹھنے لگی اور اس کے حصول کے لئے اس نے لاکھوں روپئے صرف کئے، بالآخر ۳۱۶ھ میں اس کی یہ آرزو پوری ہوئی، لیکن اسے کل دو سال وزارت کا موقع ملا، ۳۱۸ھ میں معزول کرکے فارس جلاوطن کردیا گیا، قاہر اور راضی کے زمانہ میں پھر اس کے دن پھرے اور دونوں خلفاء کے زمانہ میں اسے وزارت کا موقع ملا، لیکن اس کا انجام اچھا نہ ہوا[۴]،

---

[۱] الفخری ص ۲۴۴ [۲] ابن اثیر ج ۸ ص ۵ [۳] تفصیل کے لئے دیکھو کتاب مذکور ص ۹۰ و مابعد [۴] الفخری ص ۲۴۴،

ابن مقلہ کے بعد ابو القاسم سلیمان بن حسن بن مخلد وزیر ہوا، اس میں کوئی وصف نہ تھا، محض اتفاق وقت اور علی بن عیسیٰ کی سفارش سے اس کو یہ عہدہ مل گیا تھا[1]، اسی لئے وہ اسکو نہ سنبھال سکا، اور اس کے زمانہ میں حکومت کی آمدنی بہت گھٹ گئی، اخراجات پورے نہ ہوتے تھے اور ہر طرف سے روپیہ کی مانگ تھی، یہ صورت حال دیکھکر جن لوگوں کو محض اعزاز کے لئے وزارت کی تمنا تھی، انھوں نے اخراجات کی ذمہ داری لے کر وزارت کی خواہش کی، چنانچہ ابو القاسم کے بجائے عبید اللہ بن محمد کلوادانی کو یہ منصب ملا، لیکن یہ بھی مالیات کو نہ سنبھال سکا اور دولت مندوں سے استحصال زر کرنا پڑا روپیہ کی قلت کی وجہ سے فوج بھی اس سے بگڑ گئی، اس لئے وہ خود وزارت سے مستعفی ہو گیا[2]،

اس کے بعد حسین بن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان وزیر مقرر ہوا، گو اس کے گھر میں چار پشتوں سے وزارت چلی آتی تھی لیکن خود اس میں اس کی کوئی اہلیت نہ تھی، اس لئے وہ بھی ناکام رہا، اور ۳۱۹ھ میں معزول کیا گیا، اسکی مدت وزارت کل سات مہینے تھی[3]،

حسین بن قاسم کے بعد ابو الفضل جعفر بن فرات کو قلمدان وزارت سپرد ہوا، یہ بھی اپنے پیشرو کی طرح اوصاف وزارت سے معری تھا، اس کی وزارت کے زمانہ میں مقتدر کا وقت آخر ہو گیا،

مقتدر نے اگرچہ ۲۵ سال کی طویل مدت تک حکومت کی لیکن اسکا سارا زمانہ شورش وانقلاب میں گذرا، دو مرتبہ تخت سے اُتارا گیا، دوسری مرتبہ جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا، وہ عقل و دانش اور تدبیر و سیاست سے عاری نہ تھا لیکن عیش پرستی نے بالکل ناکارہ کر دیا تھا[4]، امور مملکت سے کوئی دلچسپی نہ تھی، ہر وقت عورتوں کی صحبت اور نبیذ نوشی میں غرق

---

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۱۶۱ [2] الفخری ص ۲۴۹ و ابن اثیر ج ۸، ص، [3] الفخری ص ۲۴۰ [4] تاریخ خطیب ج ۳ ص ۲۱۵،

رہتا تھا[1] اس لئے عورتیں اس پر حاوی ہوگئی تھیں، اس کی ماں اور اُس کی قہرمانہ ام موسیٰ حکمرانی کرتی تھیں، اُن کے سامنے وزراء تک کو دم مارنے کی مجال نہ تھی، علی بن عیسیٰ جیسے وزیر کو ایک ادنی قہرمانہ کے معزول کرادینے کا واقعہ اوپر گذر چکا ہی،

اس کی اس غفلت کی وجہ سے امراء اور ارکان سلطنت میں جاہ و اقتدار کا جذبہ پیدا ہوگیا تھا مونس کے مقابلہ میں اس کی بے بسی کے حالات اوپر گذر چکے ہیں،

دوسری خرابی اُس کا اسراف بیجا تھا، اس نے ظاہری طمطراق اتنا بڑھا دیا تھا کہ حکومت ان کے اخراجات کی متحمل نہ رہ گئی تھی، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ محل شاہی میں محض گیارہ ہزار خواجہ سرا تھے[2] لونڈیوں اور محلات شاہی پر بے دریغ روپیہ لٹاتا تھا، خزانہ کے تمام قیمتی جواہرات ان میں تقسیم کردے تھے، اس کی تخت نشینی کے وقت خزانہ قیمتی جواہرات سے بھرا ہوا تھا، ان میں بعض بعض جواہرات نادرۂ روزگار تھے، تین مثقال وزن کا ایک درتیم ایک لونڈی کو دیدیا! بیش قیمت جواہرات کی ایک نادر تسبیح قہرمانہ کو دیدی، ہارون رشید کا خریدا ہوا تین لاکھ اشرفی کا ایک یاقوت بھی اسی طرح ضایع کردیا، اور تھوڑی مدت میں خزانہ جواہرات سے بالکل خالی ہوگیا[3]

ایک ایک دربار کی شان و شوکت میں لاکھوں روپیہ صرف ہوجاتا تھا، ۳۰۵ھ میں روم کے سفراء کی باریابی کی تقریب میں ایک خاص دربار منعقد کیا تھا، اس کی شان و شوکت اور آرایش و زیبایش کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس میں دیبا کے تیس ہزار پردے تھے اور بارہ ہزار فرش بچھائے گئے تھے[4] سونے چاندی کا ایک گنگاجمنی درخت بنایا گیا تھا، اس کا تنہ اور شاخیں سونے چاندی کی تھیں، پتیاں اور پھول پھل جواہرات کے، شاخوں کی بناوٹ اس طرح کی تھی کہ وہ ہوا سے اصلی شاخوں کی طرح جھومتی تھیں، ان پر سونے اور چاندی کے طیور تھے[5]

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۷۰، [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۹۴ [3] تاریخ الخلفاء ص ۳۹۴ و الفخری ص ۲۴۳ [4] تاریخ الخلفاء ص ۳۹۰

ان میں یہ صفت رکھی گئی تھی کہ جب ان کے جوف میں ہوا بھرتی تھی تو ان سے چہچہانے کی سی آواز نکلتی تھی، اور سب کی بولیاں ایک دوسرے سے جدا تھیں[1]،

حکومت کے مصارف کے علاوہ مقتدر نے اپنے تعیش میں جو دولت اڑائی اس کا تخمینہ مورخین نے سات کرور اشرفی لگایا ہے[2]، اس اسراف اور فضول خرچی نے خزانہ بالکل خالی کر دیا تھا، اکثر ملازموں کی تنخواہ کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی، فوج کی کئی کئی مہینے کی تنخواہ چڑھ جاتی تھی، بعض مرتبہ تنخواہ کی تقسیم کے لئے شاہی سامان فروخت کرنے کی نوبت آجاتی تھی،

رفاہ عام کے کام: مقتدر کی ماں بڑی دولت مند تھی، اُس نے اپنی آمدنی سے بعض مفید کام بھی کئے، سرحدوں کی حفاظت اور مکہ، مدینہ اور غربا و مساکین کیلئے بہت بڑا وقف کیا تھا، جس پر مقتدر کے بعد قاہر نے زبردستی قبضہ کر لیا[3]، اُس نے اپنے ذاتی صرف سے ایک شفاخانہ بھی قائم کیا تھا[4]،

---

[1] فتوحات اسلامیہ دحلان ج اول ص ۲۸۶ بحوالہ تاریخ قطبی [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۶، [3] ایضاً ص ۵۰،
[4] تاریخ الخلفاء ص ۳۹۱،
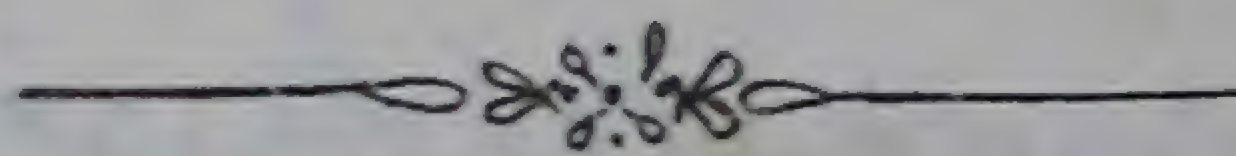
محمد بن معتضد الملقب بہ قاہر باللہ

۳۲۱ھ تا ۳۲۲ھ مطابق ۹۳۳ء تا ۹۳۴ء

مقتدر کے بعد قاہر باللہ تخت نشین ہوا، مقتدر کے قتل کے بعد جب انتخاب خلیفہ کا مسئلہ پیش ہوا تو مونس نے اس کے قتل کی تلافی کے لئے اس کے لڑکے احمد کا نام پیش کیا، اور کہا وہ میری تربیت میں رہ چکا ہے، عاقل و فرزانہ پابند مذہب، شریف الطبع، فیاض اور وعدہ کا پابند ہے، اس سے اس کی بھی توقع ہے کہ اپنی دادی بھائیوں اور باپ کے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا، لیکن امیر ابو یعقوب اسحٰق ابن اسمٰعیل نوبختی نے اس سے اختلاف کیا اور کہا ہم کو بڑی دشواری کے بعد ایسے خلیفہ سے نجات ملی ہے جو اپنی ماں، خادمہ اور خدام کے اشاروں پر چلتا ہو، اب دوبارہ ہم اس آزمائش میں نہ پڑیں گے، خلیفہ ایسے شخص کو ہونا چاہئے جو مردانہ اوصاف رکھتا ہو، اور اپنی ذات اور ہم سب کو سنبھال سکے، نوبختی نے اس پر اتنا اصرار کیا کہ مونس کو اپنی تجویز واپس لینی پڑی، نوبختی نے اپنی جانب سے معتضد کے لڑکے محمد کا نام پیش کیا، اسے مونس ناپسند کرتا تھا، لیکن نوبختی کے اصرار کی وجہ سے مجبوراً اسے ماننا پڑا، اور آخر شوال ۳۲۱ھ میں محمد ابن معتضد تخت نشین ہوا، اور قاہر باللہ لقب اختیار کیا،

تخت نشینی کے بعد قاہر نے مقتدر کی ماں کو گرفتار کر کے جس کی دولت مندی کے

بڑے افسانے مشہور تھے، اس پر سختی شروع کی اُس نے انکار کیا اور کہا اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں روپیہ کے لئے اپنے لڑکے کی جان کیوں جانے دیتی، اس انکار پر قاہر نے کوشش کی کہ وہ اوقاف سے دست بردار ہو جائے اور قاہر کو ان کے بیچنے کا اختیار دیدے لیکن اس نے اس سے بھی انکار کیا اور کہا میں نے ان کو کار خیر کے لئے وقف کیا ہے، اب نہ اس کو توڑ سکتی ہوں اور نہ ان کے فروخت کرنے کا اختیار دے سکتی ہوں، اس وقت قاہر نے قضاۃ کو بلوا کر ان کے سامنے اس سے دست برداری لکھوا کر قضاۃ کو گواہ بنایا، اور زبردستی اوقاف بیچنے کا حق حاصل کر کے ان کو فوج کے اخراجات کے بدلہ میں دیدیا، اوقاف پر قبضہ کے بعد قاہر نے مقتدر کے بھائیوں اور اس کے دوسرے متعلقین کو گرفتار کیا، اور اُن سے روپیہ حاصل کر کے اُنھیں حسن بن ہارون کے سپرد کر دیا، اُس نے اُن کے ساتھ شریفانہ سلوک کیا[1]، ابن خلدون کا بیان ہے کہ ابن مقلہ اور امیر بریدی وغیرہ کی دولت پر بھی قبضہ کیا،

عبدالواحد بن مقتدر کی اطاعت: مقتدر کے قتل کے بعد اس کا لڑکا عبدالواحد اور اس کے بہت سے متعلقین مدائن بھاگ گئے تھے، اُن کی جانب سے قاہر کو مخالفت کا خطرہ تھا، اُن میں سے امیر ہارون بن غریب نے تین لاکھ نذر پیش کر کے جان بخشی کرالی، اس لئے قاہر نے اس کی جائداد جو اس کے فرار کے بعد ضبط کر لی گئی تھی واپس کر دی اور اس کو ماہ الکوفہ، ماسبندان اور مہرجانقذف کا حاکم بنا دیا، ہارون کی علٰحدگی کے بعد عبدالواحد اور اس کے ساتھ کے امرا نے سوس اور اہواز کے عمال کو ہٹا کر یہاں کا خراج وصول کر لیا، اور اہواز میں مقیم ہو گئے، امیر عبداللہ بریدی نے مونس کو توجہ دلائی کہ عبدالواحد کو اس طرح آزاد چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے، اور اس کے مقابلہ کے لئے اس شرط پر پچاس ہزار پیش کئے کہ اسے اہواز

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۸۰،

کا والی بنا دیا جائے، مونس نے منظور کر لیا، اور امیر بلیق کو عبد الواحد کے مقابلہ کے لئے بھیجا، ادھر اہواز میں عبد الواحد کے ساتھ جو فوج تھی وہ محمد بن یاقوت کے ناپسندیدہ طرز عمل کی وجہ سے بددل ہو رہی تھی، اس لئے جب بلیق واسط کے قریب پہنچا تو عبد الواحد کی فوج نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور اسکے بعض فوجی افسر امیر بلیق سے مل گئے، اس لئے امیر عبد الواحد اور اس کے ہمراہیوں نے بھی مجبور ہو کر مونس سے جاں بخشی کرا کے اطاعت قبول کر لی، اور بغداد لوٹ آئے، مقتدر نے عبد الواحد کی ضبط شدہ جائداد اور اس کی ماں کا کل روپیہ لیے واپس کر دیا[1]

مونس اور قاہر میں اختلاف اور مونس اور اس کی جماعت کا قتل

امیر مونس شروع سے قاہر کو ناپسند کرتا تھا، اور اس کو خلیفہ بنانے کے خلاف تھا، قاہر کو بھی مونس پر اعتماد نہ تھا، اس لئے امیر محمد بن یاقوت کے بغداد واپس آنے کے بعد قاہر نے اس کو بڑھانا شروع کیا، اس کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا، ابن یاقوت اور وزیر ابن مقلہ میں پرانی مخالفت تھی، اس لئے دربار میں ابن یاقوت کا عروج و اقتدار ابن مقلہ پر بہت گراں گذرا اور اس نے اس کا زور توڑنے کے لئے مونس کو بھڑکایا کہ ابن یاقوت عیسیٰ طبیب کے ذریعہ تمہارے خلاف قاہر سے ساز باز کر رہا ہے، اس کو قاہر کے ساتھ بدگمانی تھی ہی اس لئے یقین ہو گیا، اور قاہر کی نقل و حرکت کی خفیہ نگرانی شروع کرا دی، اس کی اطلاع کے بغیر کوئی شخص اور کوئی چیز قصر سلطانی میں نہ جانے پاتی تھی، محل میں آنے جانے والی عورتوں اور کھانے کے خوانوں تک کی تلاشی لیجاتی تھی، کہ اس کے ذریعہ سے کوئی تحریر باہر سے اندر نہ جانے پائے،[2]

قاہر کو اس کی خبر ہو گئی، اس نے بلیق اور مونس کی گرفتاری کا خفیہ حکم دیدیا، ان کو اسکی اطلاع ہوئی تو مونس، بلیق اور ابن مقلہ تینوں نے مل کر قاہر کو معزول کر کے مکتفی باللہ کے لڑکے

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۰۰ [2] طبری اور ابن اثیر وغیرہ میں ان واقعات کی بڑی تطویل و تفصیل ہے ہم نے اسکا خلاصہ لکھا ہے۔

ابو احمد کو خلیفہ بنانے کی تدبیر شروع کردی، قاہر کو بھی اسکی اطلاع ہوگئی، اُس نے ان تینوں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا، اس دوران میں بلیق کا لڑکا قرامطہ کے خوف کے بہانہ سے تھوڑی سی فوج لے کر قصر خلافت پہنچا، لیکن یہاں پہلے ہی اس کی گرفتاری کا سامان ہو چکا تھا، اس لئے اپنا ارادہ پورا نہ کرسکا، اور قصر خلافت میں داخل ہوتے ہی خود گرفتار کر لیا گیا، اس کی گرفتاری کی خبر بلیق کو پہنچی تو وہ اقال و خیزاں پہنچا، یہ بھی گرفتار کر لیا گیا، ان کی گرفتاری کے بعد قاہر نے مونس کو بلا بھیجا، اس نے آنے سے انکار کیا، قاہر نے اس کو یقین دلایا کہ وہ کسی بُری نیت سے نہیں بلاتا ہے، علی اور بلیق کو اس لئے گرفتار کیا گیا ہے کہ ان کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ اسکو معزول کرنا چاہتے ہیں، اگر یہ خبر غلط ہوگی تو اُنھیں رہا کر دیا جائیگا، مونس دھوکہ میں آگیا اور علی اور بلیق کی صفائی دینے کے لئے قصر خلافت چلا گیا، اور پہنچتے ہی گرفتار کر لیا گیا، اس سازش میں وزیر ابن مقلہ بھی شریک تھا، اس لئے مونس کی گرفتاری کے بعد قاہر نے اس کو وزارت سے الگ کر کے ابو جعفر محمد بن قاسم کو وزیر بنایا اور امیر ابو احمد بن مکتفی کو جسے یہ لوگ خلیفہ بنانا چاہتے تھے گرفتار کر کے دیوار میں چنوا دیا،

مونس بڑے درجہ کا امیر تھا، فوج کے ایک حصہ پر اُس کا بڑا اثر تھا، اس لئے اُس کی گرفتاری سے فوج میں برہمی پیدا ہوگئی، اس نے اس کی رہائی کا مطالبہ کیا مگر قاہر نے کوئی توجہ نہ کی اور علی، بلیق اور مونس تینوں کے سر قلم کرا دئے، اس طرح عارضی طور سے قاہر کے دشمنوں کا خاتمہ ہوگیا،

دیلمی حکومت کا قیام | قاہر کے عہد کا ایک اہم واقعہ فارس میں بنی بویہ یا دیلمی حکومت کا قیام ہے، جو آگے چل کر خلافت بغداد کی متولی بنی، اس خاندان کا مورث اعلیٰ ابو شجاع

بویہ بن فنا خسرو سلاطین فارس کی اولاد سے تھا، ابن ماکولا اس کو بہرام جور کی اولاد سے بتاتا ہے اور ابن مسکویہ نے فارس کے آخری تاجدار یزدگرد کی نسل سے قرار دیا ہے، ابن ماکولا امام الانساب ہے، اس لئے اسی کی رائے قابل ترجیح ہے،

یہ خاندان گو سلاطین ایران کی اولاد سے تھا، لیکن حکومت و سلطنت کا مدتوں سے خاتمہ ہو چکا تھا اور اس کے افراد زیادہ تر غربت و افلاس میں مبتلا تھے بویہ ماہی گیری کے ذریعہ بسر اوقات کرتا تھا، لیکن اس کے لڑکے علی، حسن اور احمد بیدار بخت تھے، اُنھوں نے اپنی کوششوں سے حکومت حاصل کی، بعد میں یہی تینوں عماد الدولہ، رکن الدولہ اور معز الدولہ کے لقب سے مشہور ہوئے[1]،

ان کی ابتدائی تاریخ یہ ہے کہ سامانیہ ماوراء النہر اور علویہ طبرستان کی فوج میں بہت سے دیلمی تھے، ان میں سامانی فوج کا افسر اسفار بن شیرویہ دیلمی اور علوی فوج کا افسر ماکان بن کاکی دیلمی بہت ممتاز تھے علی، حسن اور احمد تینوں بھائی معمولی سپاہی کی حیثیت سے ماکان کے ساتھ آئے تھے، اسفار بن شیرویہ نے جب ترقی کر کے خود طاقت حاصل کر لی تو سامانیوں کو چھوڑ کر علویوں کے ساتھ ہو گیا، پھر ابو علی اطروش علوی کے بعد اُن کی حکومت پر قبضہ کر لیا، لیکن ماکان دیلمی نے اسے طبرستان سے نکال دیا اور وہ جرجان چلا گیا، اس وقت امیر سعید

---

[1] بنی بویہ کا زمانہ گو ۳۵، ۳۶ سال سے زیادہ نہیں، لیکن اُن کے کارناموں اور عظمت و شان کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اس خاندان کو خاص اہمیت حاصل ہے، اس حکومت کا بانی عماد الدولہ تین بھائی تھے، عماد الدولہ، رکن الدولہ، معز الدولہ، تینوں نے ایران و عراق میں علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کیں، عماد الدولہ کے سلسلہ میں عضد الدولہ، صمصام الدولہ، شرف الدولہ، بہاء الدولہ، سلطان الدولہ، جلال الدولہ اور ملک الرحیم فرمانروا ہوئے، رکن الدولہ کے سلسلہ میں فخر الدولہ، مجد الدولہ، شمس الدولہ، علاء الدولہ، ظہیر الدین اور معز الدولہ کے سلسلہ میں صرف عز الدولہ ہوا، یہ حکومت ۳۲۲ھ میں قائم ہوئی اور ۴۴۹ھ میں سلجوقیوں نے ان کا خاتمہ کیا،

نصر بن احمد سامانی نے اُسے جرجان کا حاکم بنا دیا، لیکن یہ آدمی حوصلہ مند تھا، اور اس کے دماغ میں اپنی حکومت کا سودا تھا، اس لئے چند دنوں کے بعد ایک دیلمی افسر مرداویج بن وشمگیر کی مدد سے دوبارہ طبرستان پر قبضہ کرکے پھر سامانیہ کے خلاف ہوگیا، اور اپنی قوت کے گھمنڈ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بدسلوکی اور رعایا پر مظالم شروع کر دئے، اس لئے وہ سب اس کے خلاف ہو گئے، اس کا وزیر مطرف بن محمد اور مرداویج وغیرہ بھی اس کے دشمن ہو گئے، اور اس کو طبرستان سے نکال دینے کا ارادہ کیا، اُس نے جب دیکھا کہ سارا ملک اُس کے خلاف ہے تو وہ خراسان بھاگ گیا، علی، حسن اور احمد تینوں بھائی اس کے ساتھ تھے اور اپنے کارناموں سے نام پیدا کر چکے تھے، اُنھوں نے اس سے کہا کہ اس وقت تمہاری حالت خود زبون ہے، ہمارے اخراجات اور زیادہ بار ہوں گے، اسلئے بہتر یہ ہے کہ اس وقت ہم لوگ چلے جائیں، جب تمہاری حالت درست ہو جائیگی تو پھر واپس آجائیں گے، ماکان نے ان کو اجازت دیدی اور یہ تینوں بھائی اس کو چھوڑ کر مرداویج کے پاس چلے گئے، ان کے کارناموں کا کافی شہرہ ہو چکا تھا، اسلئے مرداویج نے اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور ان کی مدد سے ماکان کا خاتمہ کرکے اس کے مقبوضات طبرستان اور جرجان وغیرہ پر قبضہ کر لیا، اور علی کو کرج اور اس کے دوسرے بھائیوں کو مختلف مقامات کا حاکم بنا دیا[1]،

علی تینوں بھائیوں میں عقل و فرزانگی اور شجاعت و شہامت میں ممتاز تھا، اپنے طرز عمل سے اُس نے رعایا کو اپنا گرویدہ بنا لیا: اس کے احسان اور حسن سلوک سے مرداویج کے بہت سے افسر اس کے ہوا خواہ ہو گئے، اس کے حسن قبول سے مرداویج بہت گھبرایا اور علی اور اُس کے ساتھیوں کو اپنے پاس سے علیحدہ کرنے پر اس کو بڑی ندامت ہوئی،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۸۳،

اُس نے انھیں واپس بلانا چاہا، علی نے بہانہ کر دیا، اور دوسرے افسروں کو بھی مرداویج کی سخت گیری اور اس کی فریب کاری کا یقین دلا کر روک دیا، اس لئے دونوں میں اندرونی مخالفت شروع ہو گئی، اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک اور دیلمی افسر شیرزاد اپنی مختصر جماعت کے ساتھ علی کے ساتھ ہو گیا، اس سے اس کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی، اور اس کو بھی قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا، چنانچہ وہ کرج سے اصفہان پہنچا، اس زمانہ میں خلیفہ قاہر کی جانب سے امیر مظفر بن یاقوت یہاں کا حاکم اور ابو علی بن رستم حاکم خراج تھا، اصفہان کے قریب پہنچ کر علی نے ابن یاقوت کو لکھا کہ میں خلیفہ کا مطیع بن کر تمھارے پاس آیا ہوں، ابن یاقوت نے اس تحریر پر کوئی توجہ نہ کی، اور علی کے مقابلہ کے لئے نکلا، اُس کی فوج میں دیلمیوں کی کافی تعداد تھی، علی دیلمی تھا، اور اس کی فیاضی اور شرافت کے افسانے مشہور ہو چکے تھے، اس لئے چھ سو دیلمی ابن یاقوت کا ساتھ چھوڑ کر علی سے مل گئے، اور ابن یاقوت نے پہلے ہی مقابلہ میں شکست کھائی اور اصفہان پر علی کا قبضہ ہو گیا، ابن یاقوت کی شکست سے علی کی بہادری کا شہرہ دور دور پھیل گیا، اور ہر طرف اس کی دھاک بیٹھ گئی،[1]

علی اور مرداویج میں مخالفت شروع ہو چکی تھی، اس لئے اصفہان پر علی کے قبضہ کے بعد مرداویج کو اُس کی جانب سے بڑے خطرات پیدا ہو گئے، لیکن اب علی اس کے قابو سے باہر ہو چکا تھا، اس لئے مرداویج نے اس کو دھوکے سے زیر کرنے کی کوشش کی، اور ایک طرف اس کو یہ لکھ کر مطمئن کرنا چاہا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لو تو حکومت کی توسیع میں تمھاری مدد کروں گا، اور دوسری طرف اس پر حملہ کے لئے ایک زبردست فوج تیار کی، علی کو اس فریب کا علم ہو گیا، اس وقت تک اس میں مرداویج کے مقابلہ کی قوت

---

[1] تجارب الامم ص ۲۷۷ تا ۲۷۹ ملخصاً۔

نہ پیدا ہوئی تھی، اس لئے اصفہان چھوڑ کر ارجان چلا گیا، یہاں کے حاکم نے اُسے دیکھکر ارجان خالی کر دیا اور علی نے اس پر قبضہ کر لیا، یہاں اس کو بڑی دولت ہاتھ آئی، اس سے اسکو بڑی تقویت حاصل ہو گئی،

شیراز کا حاکم یاقوت بڑا ظالم اور اسی کے ساتھ کمزور بھی تھا، اور شیراز کے باشندے اس کے مظالم سے نالاں تھے، چنانچہ یہاں کے ایک ممتاز شخص زید بن علی نوبند جانی نے علی کو یہاں کے حالات لکھ کر اسے شیراز پر حملہ کی دعوت دی، لیکن اس کی ہمت نہ ہوئی، اس درمیان میں مرداویج نے علی کے خلاف یاقوت سے صلح کی کوشش کی، نوبند جانی نے علی کو لکھ بھیجا کہ اگر یہ صلح مکمل ہو گئی تو پھر دونوں کا مقابلہ تمھارے بس سے باہر ہو گا، یہ صورت حال دیکھ کر علی کو تیار ہونا پڑا اور ۳۲۲ھ میں وہ اپنے بھائی حسن کے ہمراہ نوبند جان پہنچا، فریقین میں مقابلہ ہوا، حسن نے ابن یاقوت کو فاش شکست دے کر نوبند جان پر قبضہ کر لیا،

علی کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھکر یاقوت، اور مرداویج اس کے مقابلہ میں متحد ہو گئے، دو متحدہ قوتوں کا مقابلہ علی کے بس میں نہ تھا، اس لئے اس نے نوبند جان چھوڑ دیا، یاقوت نے اس کا تعاقب کیا، کرمان کے راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا، علی کی فوج کا ایک حصہ مرداویج سے مل گیا، علی کی خوش قسمتی سے مرداویج نے یہ غلطی کی کہ اُلٹے ان کے سر قلم کرا دئے، اس کا نتیجہ علی کے حق میں بہت مفید نکلا، اور اس کی باقی فوج نے پوری قوت سے مرداویج کا مقابلہ کر کے اس کو بڑی فاش شکست دی، علی نے قیدیوں کے ساتھ بہت شریفانہ سلوک کیا، انھیں اختیار دیدیا، کہ اگر وہ چاہیں تو مرداویج کے پاس واپس جا سکتے ہیں، لیکن اس حسن سلوک سے اُنھوں نے علی ہی کے پاس رہنا پسند کیا، علی نے شیراز جا کر جان و مال کی امان کی عام منادی کرا دی، اور اپنے آدمیوں کو ظلم و زیادتی سے

روکنے کے لئے خاص اہتمام کیا، اسکا یہاں کے باشندوں پر بہت اچھا اثر پڑا[1]،

شیراز پر قبضہ کے بعد فوج نے علی سے روپیہ کا مطالبہ کیا، اس کے ہاتھ بالکل خالی تھے اس لئے وہ بہت متردد ہوا، ایک دن وہ دارالامارت میں بیٹھا ہوا اسی فکر و تردد میں تھا کہ ایک سانپ چھت سے نکل کر ایک سوراخ میں گھس گیا، علی نے فراشوں کو سوراخ کھودنے کا حکم دیا، اُسے کھودا گیا تو ایک کھڑکی نظر پڑی، اُس میں سے پانچ لاکھ اشرفی کی قیمت کا سامان نکلا، اس غیبی امداد سے علی کا بگڑا ہوا کام بن گیا، اسی طرح ایک اور اتفاقی دولت ہاتھ آگئی، اور اس کو روپیہ کی جانب سے پورا اطمینان ہو گیا[2]،

وزارت قاہر کا زمانہ نہایت مختصر تھا، لیکن اس مختصر زمانہ میں بھی دو وزارتیں بدلیں، پہلا وزیر ابن مقلہ تھا، اس کے حالات مقتدر کے زمانہ میں لکھے جاچکے ہیں، دوسرا محمد بن قاسم ابن عبید اللہ تھا، اسکی وزارت زیادہ دنوں تک قائم نہ رہی، اور وہ معزول کرکے گرفتار کیا گیا اور چند ہی دنوں میں مرگیا،

قاہر باللہ کی معزولی قاہر بڑا جری سخت گیر اور دبدبہ و شکوہ کا خلیفہ تھا، اُس نے اپنے ڈیڑھ سالہ عہد حکومت میں ان سرکش اور خیرہ سر امراء کا زور توڑنے کی پوری کوشش کی جو خلفا پر حکومت کرنے کے خوگر ہو گئے تھے، چنانچہ مونس، بلیق اور علی بن یاقوت کو ایک ایک کرکے ختم کردیا، اس سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ دلوں پر اُس کی ہیبت بیٹھ گئی، لیکن جن پر اس کو قابو نہ حاصل ہو سکا وہ اس کے درپے ہو گئے، چنانچہ اس کے پہلے وزیر ابن مقلہ نے جو معزولی کے بعد سے روپوش تھا، اس کے خلاف سازش کا دام بچھادیا، ساجیہ اور حجریہ کو یہ کہہ کر بھڑکایا کہ قاہر بڑا بے اعتبار ہے، اُس نے مونس، علی اور بلیق کو دھوکے سے قتل کرادیا، اپنے ہوا خواہ طریف تک کو قید میں ڈلوا دیا، ایک نہ ایک دن تم پر بھی ہاتھ صاف

کرے گا، ساجیہ کے سپہ سالار سیما ترکی کے معبر خواب اور منجم کو رشوت دے کر آمادہ کیا کہ وہ خواب کی تعبیر اور زائچہ میں سیما کو قاہر کے عتاب اور اس کے قتل کا خوف دلائیں اس تدبیر سے وہم پرست سیما قاہر سے بدگمان ہوگیا، اتفاق سے اسی درمیان میں قاہر نے چند تہ خانے بنوائے، ابن مقلہ نے ترکی افسروں کو یقین دلایا کہ یہ تہ خانے ان کو قید کرنے کیلئے بنوائے گئے ہیں، اس تدبیر سے فوج اور ترکی افسر دونوں قاہر کے خلاف ہوگئے اور سیما نے حجریہ کو بھی اپنا ہمنوا بنا کر قاہر کے خلاف تدبیریں شروع کردیں، وزیر دولت کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے دریافت کیا کہ بلا وجہ یہ تیاریاں کیوں ہورہی ہیں، ان لوگوں نے صاف صاف ظاہر کردیا، کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ قاہر سیما کو گرفتار کرنا چاہتا ہے، اور ہمارے افسروں کو قید کرنے کے لئے اس نے تہ خانے بنوائے ہیں، اور جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں دونوں فوجوں نے مل کر قصر خلافت پر حملہ کردیا، وزیر کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً قاہر کو اطلاع کرائی، وہ اس وقت مخمور ہورہا تھا، اس لئے باغی فوجیں قصر خلافت میں گھس گئیں، ان کا شور سن کر قاہر کو ہوش آیا اور اس نے باہر نکل جانا چاہا لیکن محل کے پھاٹک پر فوج متعین تھی، اس لئے نہ نکل سکا، اور مجبور ہوکر ایک حمام کی چھت پر چڑھ گیا، ایک فوجی اس کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ اس کو خالی پایا، ایک ملازم کے ذریعہ پتہ چل گیا، چنانچہ یہ لوگ حمام کی چھت پر پہنچ گئے، قاہر ننگی تلوار لئے کھڑا تھا، اس لئے کسی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی، اور اس کو دھوکا دینے کے لئے کہا ہم سب حضور کے غلام ہیں، صرف اپنی حفاظت کا پیمان لینے کے لئے آئے ہیں، لیکن قاہر اس فریب میں نہ آیا، اور ڈانٹ کر کہا جس نے پاس آنے کا ارادہ کیا اس کا سر قلم کردوں نگا، ایک شخص نے تیر کمان میں جوڑ کر دھمکایا کہ اگر تم نے ذرا اپنے کو حوالہ کرنے میں دیر کی

تو یہ تیر سینہ میں پیوست ہو جائیگا، اس دھمکی پر قاہر مجبور ہو کر نیچے اتر آیا اور باغی اسے پکڑ کر
طریف کے قید خانہ میں لے گئے اور اسے نکال کر قاہر کو قید کر کے اس کی دونوں آنکھوں
میں گرم سلائیاں پھیر دیں، اور خیرہ سر ترکوں کے ہاتھوں یہ باجبروت خلیفہ اس عبرتناک انجام کو پہنچا، [۱]
مدت خلافت کل ڈیڑھ سال تھی،

اوصاف | جیسا کہ اوپر کے واقعات سے ظاہر ہے قاہر بڑا بہادر اور دبدبہ و شکوہ کا خلیفہ تھا،
لیکن مزاج میں تلون تھا، کسی ایک حال پر قرار نہ رہتا تھا، اس لئے کامیاب نہ ہوا،
مسعودی کا بیان ہے کہ قاہر کے تلون اور غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے اس کی سیرت کا صحیح اندازہ
نہیں کیا جا سکتا، وہ جری بہادر اور سخت گیر تھا، چند دنوں کے اندر اس نے مونس، بلیق اور
علی جیسے عمائد سلطنت کا خاتمہ کر دیا، اور لوگوں کے دلوں میں اسکی ہیبت بیٹھ گئی، اسکی سخت گیری نے
خلفاء کے مقابلہ میں امراء کی گستاخانہ جسارت ختم کر دی، مگر چونکہ اس کے کسی کام میں ثبات و
استقلال نہ تھا اور وہ لوگوں کو دھمکاتا زیادہ تھا، اس لئے انجام اچھا نہ ہوا، [۲]

جو تلون اور تضاد اسکی سیاست میں تھا یہی اسکی پوری زندگی میں تھا، چنانچہ ایک طرف تو
اس نے بہت سی مذہبی اصلاحات کیں، ناچنے گانے والی عورتوں کا پیشہ اور شراب نوشی
کو قانوناً بند کر دیا، گویوں کو قید اور ہجڑوں کو جلا وطن کر دیا، موسیقی اور لہو و لعب کے
تمام آلات ضائع کرا دئے، گانے والی لونڈیوں کو فروخت کر ڈالا لیکن خود ہر وقت شراب
کے نشہ میں مخمور رہتا تھا، [۳] اسکی شبستان عیش میں ساقی گری کیلئے ایک قد و قامت کی حسین و جمیل لونڈیوں
کا پورا پرا تھا جو زرق برق مردانہ لباسوں میں ملبوس رہتی تھیں، [۴] عیش پرستی کے لئے اس نے ایک باغ لگوا دیا تھا
اور اسمیں ایک عالیشان محل تعمیر کرایا تھا، باغ کی زینت اور محل کی آرایش کیلئے مختلف ملکوں سے درخت اور سامان
آرایش منگائے تھے، [۵]

ابو العباس احمد بن مقتدر الملقب بہ راضی باللہ

۳۲۲ھ تا ۳۲۹ھ مطابق ۹۳۴ء تا ۹۴۰ء

قاہر کے بعد مقتدر کا لڑکا احمد الملقب بہ راضی باللہ خلیفہ ہوا، قاہر نے اپنے زمانہ میں مقتدر کے لڑکوں کو قید کر دیا تھا، چنانچہ راضی بھی قید میں تھا، قاہر کی معزولی کے بعد امرار نے اس کو نکال کر بالاتفاق خلیفہ بنایا، اور جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا،

تخت نشینی کے بعد اُس نے علی بن عیسٰی کو وزیر بنانا چاہا، لیکن اُس نے ضعف پیری کا عذر کر کے ابن مقلہ کا نام پیش کیا، وہ اب تک روپوش تھا، راضی نے اُسے طلب کر کے قلمدان وزارت سپرد کیا، اس نئے دور وزارت میں اُس نے اپنی روش بالکل بدل دی، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کیا قاہر کے زمانہ میں جن لوگوں نے اس کی مخالفت میں حصہ لیا تھا، یا جن سے اس کو کوئی تکلیف پہنچی تھی ان کے ساتھ بھی احسان وسلوک سے پیش آیا، قاہر کے دور کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا، راضی نے امیر بدر الحسنی کو بغداد کی شحنگی اور محمد بن یاقوت کو حجابت کے عہدہ پر سرفراز کیا،

راضی کو ترکوں نے خلیفہ بنایا تھا، اس لئے وہ اس پر حاوی رہے، سیما ترکی نے اسکو مجبور کر کے قاہر کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں[1]،

---

[1] تجارب الامم ج اول ص۲۹۲،

ابن اثیر[1] نے اسکا سبب یہ بیان کیا ہے کہ قاہر راضی کی بیعت کے بعد بھی خلافت سے دستبردار نہ ہوتا تھا، اس کی تخت نشینی کے بعد جب قاہر پر دست برداری کے لئے زور ڈالا گیا تو وہ رضامند نہ ہوا، اسکے انکار پر اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں، اس واقعہ کا سبب جو بھی ہو ابن مسکویہ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قابل نفرت فعل ترکوں ہی کے اشارہ سے عمل میں آیا،

قاہر نے اپنے زمانہ میں معتوب امرار سے بڑی دولت حاصل کی تھی، راضی نے یہ سب وصول کر لی[1]،

ہارون بن غریب کی بغاوت اور اسکا قتل

مقتدر کا ماموں زاد بھائی ہارون بن غریب قاہر کے زمانہ سے دینور وماسبندان وغیرہ کا حاکم تھا، اس کی معزولی کے بعد اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ مقتدر کا عزیز ہے، اس لئے دوسرے امرار کے مقابلہ میں اس کو حکومت کے انصرام وانتظام کا زیادہ حق ہے، چنانچہ بغدادی فوج سے خط وکتابت کرکے بغداد کا رخ کر دیا، راضی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اس کو اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی اور اس کے علاقہ میں توسیع کرنے کی طمع دلائی، لیکن وہ باز نہ آیا، حاجب محمد بن یاقوت اس کے مقابلہ پر مامور ہوا، ہارون نے اسے بھی ملانا چاہا، اس نے جواب دیا کہ میں تم کو بغیر بغداد حاضر کئے ہوئے نہ چھوڑوں گا، دونوں میں مقابلہ ہوا، ہرون نے ابن یاقوت کو بڑی فاش شکست دی، اور ایک مختصر جماعت کے ساتھ اس کے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا، لیکن بدقسمتی سے راستہ میں گر پڑا، اس کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی، پیچھے سے اس کا غلام یمن پہنچ گیا آقا کو مجبور دیکھ کر اسے حصول انعام کی طمع دامنگیر ہوئی چنانچہ اس نے اس کا سر

[1] تجارب الامم ج اول ص ۲۹۳،

قلم کردیا، اس کے قتل کے بعد اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ بھاگ نکلی،[1]

راضی کی جانب سے علی بن بویہ الملقب بہ عماد الدولہ کی حکومت کی تصدیق

گو دولت عباسیہ پر زوال طاری ہو چکا تھا اور آئے دن خود سر امرا اور حوصلہ مند اشخاص اپنی حکومتیں قائم کرتے چلے جاتے تھے، لیکن اب تک یہ رسم قائم تھی کہ جب تک عباسی خلافت کی جانب سے اُن کی تصدیق نہ ہو جاتی تھی، اس وقت تک اُن کی حیثیت باغی کی رہتی تھی، اس لئے شیراز پر قبضہ کے بعد عماد الدولہ نے ابن مقلہ سے مفتوحہ علاقوں کی حکومت کی سند کی درخواست کی اور خلافت بغداد کی اطاعت کے اقرار کے لئے اس کے معاوضہ میں ایک معمولی رقم سالانہ پیش کی، ابن مقلہ نے منظور کر لیا، اور راضی کی جانب سے اس کو خلعت اور لوائے حکومت بھجوایا، اس سے اُس کی عظمت و شان بہت بڑھ گئی، اس کے حریف مرداویج پر اس کا یہ اعزاز بہت گراں گذرا، اُس نے اس پر فوج کشی کردی، مرداویج اس سے صرف اپنی اطاعت کا خواہشمند تھا، عماد الدولہ کے پیش نظر ابھی اور مقاصد تھے، اسلئے اس نے مرداویج سے الجھنا مناسب نہ سمجھا، اور اس کی اطاعت اور خطبہ میں اس کا نام لینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی،[2]

مرداویج کا قتل

اس مصالحت کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد مرداویج کو اس کی فوج کے ترکوں نے قتل کر دیا، اس کا سبب یہ ہوا کہ آخر عمر میں مرداویج کا مزاج بہت بدل گیا تھا، بات بات میں عمائد سلطنت تک سے بگڑ جاتا تھا خصوصاً ترکوں کے ساتھ اس کا برتاؤ نہایت توہین آمیز تھا، عید سدہ[3] کے موقع پر اس نے آتش افروزی کی رسم کیلئے انتظام کا حکم دیا، اور خود اس کے معائنہ کیلئے گیا یہ انتظام اسکو پسند نہ آیا اور ترکوں اور عمائد سلطنت

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۰۹ و ۱۱۲ [2] ایضاً [3] عید سدہ پارسیوں کی ایک عید تھی یہ دس بہمن کو منائی جاتی تھی اسمیں وہ بڑا جشن مناتے تھے، تمام کوہ و صحرا اور دشت و جبل میں آگ روشن کرتے تھے،

اس کا غصہ اُتارا، دوسرے دن اصفہان میں داخلہ ہونے والا تھا، اس لئے فوجوں کے اجتماع کی وجہ سے صبح ہی سے ہنگامہ کی سی کیفیت پیدا ہوگئی، مرداویج بہت برہم ہوا، پوچھا خیمہ کے پاس کس کے گھوڑے ہیں معلوم ہوا ترکوں کے، یہ سُن کر اور برافروختہ ہوگیا، اور حکم دیا کہ گھوڑوں کی زینیں اُن کے سواروں کی پیٹھ پر باندھ دی جائیں اور اسی طریقہ سے ان کو اصفہان میں داخل کیا جائے، اس حکم کی تعمیل ہوئی، ترک اور دیلمی اس توہین سے بہت بگڑ گئے، اصفہان میں داخلہ کے بعد مرداویج تنہا حمام کے لئے گیا، ترکوں کو موقع مل گیا، اُنھوں نے گھس کر قتل کردیا، اس کے بعد اس کا بھائی وشمگیر اس کا جانشین ہوا،

عماد الدولہ کی حکومت کا آغاز | عباسی قلمرو میں عراق اور خوزستان کا علاقہ نہایت سیر حاصل اور عباسی حکومت کا خالصہ تھا، اس لئے اس کی حکومت کے حصول کے لئے امراء میں بڑی کشمکش رہتی تھی، امیر یاقوت، عماد الدولہ، مرداویج، ابوعبداللہ بریدی، سب اس کے لئے دست و گریباں رہتے تھے، راضی کے زمانہ میں یہ کشمکش اور بڑھ گئی تھی، مرداویج کے قتل کے بعد عماد الدولہ نے یاقوت کو شکست دے کر صلح کرنے پر مجبور کردیا، اور عراق و خوزستان میں اسکی قوت اتنی بڑھ گئی کہ راضی نے اس کو فارس، عراق و خوزستان کے مفتوحہ علاقوں پر باقاعدہ مقرر کردیا، اور عماد الدولہ نے شیراز کو مستقر بنایا[1]،

یاقوت کے لڑکوں مظفر اور محمد کی گرفتاری | راضی کا حاجب محمد بن یاقوت اس پر اتنا حاوی ہوگیا تھا کہ حکومت کے جملہ اختیارات اس کے ہاتھوں میں آگئے تھے، اور وزیر دولت ابن مقلہ محض عضو معطل بن گیا تھا، یہ بڑا سازشی تھا، ابن یاقوت کا یہ اقتدار اس کو گوارا نہ ہوا اور اس کا دشمن ہوگیا، اور راضی سے خفیہ اس کی شکایتیں کرکے اس کو ابن یاقوت سے برگشتہ کردیا، اس نے

---

[1] ابوالفداء ج ۲ ص۸۲،

محمد بن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کو گرفتار کر کے قید کر دیا،

حنابلہ کی اصلاح کا ہنگامہ

۳۲۳ھ میں حنابلہ کی وجہ سے بغداد میں بڑا ہنگامہ بپا ہو گیا، اس کا سبب یہ ہوا کہ ترکوں اور دوسری عجمی اقوام کے اثر سے بغداد کی اخلاقی حالت عرصہ سے بگڑ گئی تھی، ۳۲۳ھ میں حنابلہ نے اس کے خلاف احتساب شروع کر دیا، فوجی افسروں اور عام لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارتے، جہاں نبیذ نظر آتی اسے بہا دیتے، گانے والی عورتوں کو مارتے، آلاتِ موسیقی کو توڑ ڈالتے، مردوں کو عورتوں کے ساتھ چلنے سے روکتے، ان کے اس احتساب سے بغداد میں بڑا ہنگامہ بپا ہو گیا، اور بغداد کے کوتوال کو ان کے خلاف کارروائی کرنی پڑی، اس نے شارع عام پر ایک ساتھ دو حنبلیوں کے اجتماع کی ممانعت کر دی، اور مذہبی مناظروں کو بالکل روک دیا، اس سے حنابلہ کا جوش اور بڑھ گیا، انھوں نے مارپیٹ شروع کر دی، جو شافعی نظر آتا اسے پٹوا دیتے، اس سے بہت سے شوافع کی جانیں ضائع ہوئیں، یہ صورت دیکھکر راضی نے نہایت سخت احکام جاری کئے کہ اگر حنابلہ ان مذہبی سخت گیریوں سے باز نہ آئیں گے تو ان کو پوری سزا دیجائے گی اور بے دریغ ان کا استیصال کیا جائیگا،[1]

ناصر الدولہ حمدانی والی موصل کی مخالفت اور اطاعت

راضی کی جانب سے امیر ابو محمد حسن بن عبد اللہ بن حمدان الملقب بہ ناصر الدولہ موصل و دیار ربیعہ کا والی تھا، اس کی روش بارگاہ خلافت کے ساتھ مخالفانہ تھی، اس لئے اس کے چچا ابو العلاء بن حمدان نے راضی سے خفیہ اس کے مقبوضات کا ٹھیکہ لے لیا، اور موصل پہنچا، ناصر الدولہ کو اس کی خبر ہو گئی، وہ اس کے استقبال کے بہانہ سے یہاں سے نکل گیا اور ایک مقام پر رک گیا، ابو العلاء موصل پہنچا،

[1] ابن اثیر ج ۸ ص۹۵،

تو معلوم ہوا کہ ناصر الدولہ دوسرے راستہ سے اس کے استقبال کو گیا ہے، ابو العلاء اس کے مکان میں ٹھہر گیا، ناصر الدولہ برابر خبریں لے رہا تھا، ابو العلاء کے موصل پہنچتے ہی فوراً واپس آگیا، اور اس کو گرفتار کرکے قتل کرا دیا، ابو العلاء راضی کا فرستادہ تھا، اس پر اس کا قتل گراں گذرا اور اُس نے ابن مقلہ کو اس کے مقابلہ کے لئے موصل روانہ کیا، ناصر الدولہ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے اُس نے موصل چھوڑ دیا، ابن مقلہ نے چند دنوں ٹھہر کر موصل کا انتظام درست کیا، اس کے بعد علی بن طباب اور ماکرد دیلمی کو اُس کی حفاظت کیلئے چھوڑ کر بغداد لوٹ گیا، اُس کی واپسی کے بعد ناصر الدولہ نے ان دونوں کو نکال دیا، اور راضی سے عفو تقصیر کرا کے دوبارہ موصل کی حکومت کا پروانہ حاصل کرلیا،

ابن مقلہ کی معزولی ۳۲۴ھ میں بغداد کی فوجیں ابن مقلہ کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئیں اور اس کے مکان پر حملہ کر دیا، اُسے اور اُس کے بیٹوں کو گھر چھوڑ کر بھاگنا پڑا، ساجیہ نے باغیوں کو کسی طرح سمجھا بجھا کر واپس کیا، محمد بن یاقوت اور ابن مقلہ میں مخالفت تھی، ابن یاقوت کو اسی نے قید کرایا تھا، اس لئے ابن مقلہ کو یقین ہوگیا کہ یہ کام محمد بن یاقوت کی جماعت کا ہے، چنانچہ اُس نے اس کو خارج البلد کر دیا، اس سے پھر فوجوں میں برہمی پیدا ہوگئی، ابن مقلہ کے غلاموں نے بڑی مشکلوں سے روکا، ابن مقلہ نے دیکھا کہ یہ ساری ہنگامہ آرائی محمد بن یاقوت اور اُس کے بھائی مظفر کی قید کی بنا پر ہے، اس لئے مجبور ہو کر مظفر کو رہا کر دینا پڑا، رہائی کے بعد مظفر نے حجریہ کو ملا کر ابن مقلہ کو گرفتار کرلیا، اور بغدادی فوجوں نے ابن مقلہ کی جگہ دوسرے وزیر کے تقرر کا مطالبہ کیا، راضی نے وزیر کا انتخاب انہی کی رائے پر چھوڑ دیا، اُنھوں نے عبد الرحمٰن بن عیسیٰ کو وزیر بنایا، اور ابن مقلہ کو اس کے حوالہ کر دیا، اس نے اس سے بڑی دولت وصول کی، لیکن عبد الرحمٰن بالکل نا اہل تھا، اس لئے چند ہی

دنوں کے بعد اس کو وزارت سے مستعفی ہونا پڑا، اس کے پاس ابن مقلہ سے حاصل کی ہوئی بڑی دولت تھی، اس لئے اس کو اور اس کے بھائی کو گرفتار کرکے اُن سے ایک لاکھ ستر ہزار اشرفیاں وصول کی گئیں،

امیر یاقوت کا قتل اسی سنہ میں امیر یاقوت کے قتل کا واقعہ پیش آیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ یاقوت کا کاتب ابو عبد اللہ بریدی بڑا خود غرض اور چالاک تھا، یاقوت نے اپنی جانب سے اہواز کا علاقہ اس کے ٹھیکہ میں دیدیا تھا، اور وہ اس پر مستقل قبضہ جمانے کے لئے یاقوت کے ساتھ فریب کرنے کی فکر میں تھا، عماد الدولہ کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد جب یاقوت باحالِ تباہ عسکر مکرم واپس آیا تو ابو عبد اللہ نے اس کے پاس اس کی سلامتی پر مبارکباد کہلا بھیجی اور یہ مشورہ دیا کہ وہ عسکر مکرم میں قیام کرے اور چونکہ اس شکست کی وجہ سے اس کی مالی حالت خراب ہوگئی ہو اور وہ فوجوں کے اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا، اس لئے وہ بغدادی فوجوں کو اس کے پاس بھجوا دے اور پچاس ہزار اشرفیاں امداد کے طور پر بھیجیں، امیر یاقوت شریف النفس اور سادہ دل تھا، اس فریب میں آگیا، لیکن پھر ابو عبد اللہ نے مدد سے ہاتھ روک لیا، اور یاقوت بڑی دشواری میں مبتلا ہوگیا، ادھر فوج نے روپیہ کا مطالبہ کیا، اور بعض مخالفین نے تنگ کرنا شروع کر دیا، یاقوت نے ابو عبد اللہ کو اس کی اطلاع دی، اس نے لکھ بھیجا کہ آپ فوجوں کو میرے پاس بھیجدیجئے، اُس نے سادہ لوحی سے بھیج دیا، ابو عبد اللہ نے فوج کے منتخب حصہ کو اہواز میں روک لیا، بقیہ واپس کر دیا، اس سے یاقوت کو اور زیادہ مالی پریشانی ہوئی، اور اُسے مجبور ہو کر اہواز جانا پڑا، ابو عبد اللہ پاپیادہ اس کے استقبال کے لئے نکلا، دست بوس ہوا اور بڑی عزت و تکریم سے لیجا کر ٹھہرایا، ایک طرف تو یہ ظاہرداری برتی، دوسری طرف فوج کو بھڑکا دیا، وہ یاقوت کو قتل کرنے

پر آمادہ ہو گئی ابو عبد اللہ نے اسے چپکے سے نکل جانے کا مشورہ دیا، چنانچہ وہ خفیہ عسکر مکرم لوٹ گیا، اس کے بعد ابو عبد اللہ نے لکھ بھیجا کہ عسکر مکرم میں بھی قیام مناسب نہیں ہے یہاں فوجوں کے تعاقب کا خطرہ ہے، اس لئے وہ تستر کے قلعہ میں چلا جائے اور عامل تستر کو لکھ کر اس کو پچاس ہزار دینار دلوا دیئے،

یاقوت کا وفادار خادم مونس ابو عبد اللہ کی بدنیتی کو سمجھ گیا، اُس نے یاقوت کو اسکی فریب کاری سے باخبر کر کے مشورہ دیا کہ یا آپ بغداد چلے چلئے یا فوراً ابو عبد اللہ کو اہواز سے نکالنے کی کوشش کیجئے، لیکن اس کو ابو عبد اللہ پر اتنا اعتماد تھا کہ مونس کے بیان کو غلط تصور کیا، اس کی کمزوری دیکھ کر جو لوگ اس کے ساتھ باقی رہ گئے تھے، وہ بھی اس سے الگ ہو گئے اور اس کے پاس صرف ایک مختصر جماعت رہ گئی، اسی دوران میں اس کا لڑکا مظفر آگیا، اُس نے بھی مشورہ دیا کہ آپ بغداد چل کر حصول مقصد کی کوشش کیجئے، اگر اس میں کامیابی نہ ہوگی، تو پھر موصل اور دیار ربیعہ پر قبضہ کی کوشش کی جائے گی، لیکن یاقوت نے اس کا کہنا بھی نہ سنا، اور مظفر اس سے مایوس ہو کر اہواز چلا گیا، ابو عبد اللہ نے اس کی ظاہری پذیرائی میں کوئی فرق نہیں کیا لیکن اس کی نگرانی کیلئے آدمی مقرر کر دیئے

اہواز میں ابو عبد اللہ کی حیثیت محض یاقوت کے نائب کی تھی، اسلئے اس کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر یاقوت اس کے قریب موجود رہا تو جو لوگ اس کا ساتھ چھوڑ کر اس کے پاس اہواز چلے آئے ہیں ممکن ہے وہ کسی وقت پھر یاقوت کے ساتھ ہو جائیں، اس لئے اُس نے یاقوت کو لکھ بھیجا کہ بارگاہ خلافت سے مجھ کو حکم ملا ہے کہ میں آپ کو یا بغداد بھیجدوں یا علاقہ جبل روانہ کر دوں، وہاں آپ کو کوئی علاقہ مل جائیگا، اس حکم کو رد کرنا میرے امکان میں نہیں ہے، یاقوت نے چند دن کی مہلت مانگی، ابو عبد اللہ نے انکار کر دیا، اور اس کے

ساتھ ہی یاقوت کے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کردیں، اس وقت یاقوت کی آنکھیں کھلیں اور اُسے چار وناچار مقابلہ کے لئے نکلنا پڑا، لیکن یاقوت کی قوت بہت کمزور ہو چکی تھی، اس کو شکست ہوئی اور ابو عبداللہ کے آدمیوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا، اُس کا لڑکا مظفر اہواز ہی میں تھا، ابو عبداللہ نے اس کو گرفتار کرکے بغداد بھجوا دیا، اور یاقوت کے علاقہ کا حکمراں بن گیا،

امیر الامرائی کا قیام اور ابن رائق کا تقرر

عباسی حکومت کا اقتدار عرصہ سے زوال پذیر ہو رہا تھا، اور اس کے زوال کے ساتھ ساتھ امرار خود مختار ہوتے جاتے تھے، حکومت کی آمدنی برابر گھٹتی جاتی تھی، راضی کے دور میں یہ تنزل آخری حد کو پہنچ گیا، فارس پر ابن بویہ قابض تھے، واسط اور بصرہ ابن رائق کے تصرف میں تھا، یاقوت کی ہزیمت کے بعد ابو عبداللہ نے اہواز کا خراج دینا بند کر دیا تھا، اس لئے حکومت کی مالی حالت بہت بگڑ گئی، اور منتظم سے منتظم وزیر بھی اس کے سدھارنے میں ناکام رہے،

ابن رائق عرصہ سے وزارت کا خواہش مند تھا اور ایک مرتبہ اُس نے درخواست بھی کی تھی کہ اگر اسے وزیر بنا دیا جائے تو وہ حکومت کے جملہ مصارف کا ذمہ دار ہو جائے گا، لیکن راضی نے نامنظور کر دی تھی، مگر جب حکومت کی مالی حالت سنبھلنے کی اور کوئی صورت نہ نکلی تو راضی کو مجبور ہو کر ابن رائق کی درخواست منظور کرنی پڑی اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ اس کو بغداد طلب کیا، اس کے لئے خلعت روانہ کیا، اور تمام عباسی فوجوں کی سپہ سالاری، شعبہ خراج اور جملہ دفاتر کی افسری کا فرمان جاری کرکے اسے امیر الامرار کے جلیل القدر منصب پر سرفراز کیا اور عباسی قلمرو میں اس کا نام بھی خطبہ میں داخل کرا دیا، اور ابن رائق بڑے تزک واحتشام سے بغداد آیا،

عباسی حکومت میں امیر الامرائی کا عہدہ بالکل نیا تھا، اس سے پیشتر گو بڑے نام سہی

تاہم خلافت کے نظام میں خلیفہ کے کچھ نہ کچھ اختیارات تھے، امیرالامرائی نے اس کو بالکل عضو معطل بنادیا، ابن رائق نے بغداد آنے کے بعد سب سے اول ساجیہ کا جن کی جانب سے ہمیشہ شورش کا احتمال رہتا تھا، شیرازہ منتشر کیا، وزارت کا عہدہ قائم رکھا، لیکن اس کے تمام اختیارات سلب کرلئے، جملہ امور مملکت خود ہی انجام دیتا تھا، حکومت کے تمام سیاہ وسپید کا وہ مختار کل تھا، خراج اور محاصل کی آمدنیاں اسی کے پاس آتی تھیں، وہ اسے جس طرح چاہتا تھا، صرف کرتا تھا، خود راضی اپنے اخراجات کے لئے اس کا محتاج تھا، ابن رائق کی امیرالامرائی سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ وہ حکومت کے اخراجات کا ذمہ دار بن گیا، لیکن دولت عباسیہ کی بگڑی ہوئی حالت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا، جو خود سر امراء جن جن علاقوں پر قابض تھے وہ بدستور ان پر متصرف رہے اور خلافت بغداد کی آمدنی اور اس کے رقبہ میں کوئی اضافہ نہ ہوسکا،

مغرب یعنی شمالی افریقہ کا علاقہ عرصہ سے عباسیوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا، اور یہاں علویوں کی آزاد حکومت قائم تھی، مصر اور شام کے ایک حصہ میں محمد بن طغج کی نیم آزاد حکومت قائم تھی، وہ صرف عباسی حکومت کو خراج ادا کرتا تھا، مشرقی صوبوں میں بھی جو عباسی حکومت کا خاص علاقہ تھا خود سر امرا نے آزاد اور نیم آزاد حکومتیں قائم کرلی تھیں، ماوراء النہر میں سامانی حکمران تھے، موصل، دیار ربیعہ اور دیار مضر میں آل حمدان کی حکومت تھی، طبرستان اور جرجان میں دیلمی حکومت قائم ہوچکی تھی، فارس کا علاقہ اور خوزستان کا ایک حصہ عماد الدولہ کے قبضہ میں تھا، اور اس کے بڑے حصہ پر ابوعبداللہ بریدی مسلط تھا، عراق عجم کے لئے رکن الدولہ اور وشمگیر میں رسا کشی ہورہی تھی، کرمان ابوعلی محمد بن ایاس کے تصرف میں تھا، بحرین اور یمامہ پر قرامطہ مسلط تھے، بصرہ اور واسط ابن رائق کے پاس تھے، غرض عراق

سے لے کر سندھ تک دولت عباسیہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی، خلیفہ کے قبضہ میں صرف بغداد اور اس کے نواح کا حصہ رہ گیا تھا، ابن رائق کی امیر الامرائی کے بعد اس پر بھی راضی کو کوئی اختیار نہ رہ گیا اور وہ محض زرنگار تخت پر بیٹھکر اس ادبار کا تماشہ دیکھتا تھا،

ابو عبد اللہ بریدی کی بغاوت اور عراق وخوزستان کیلئے امرار کی کشمکش

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہی کہ یاقوت کے قتل کے بعد ابو عبد اللہ بریدی نے اہواز کا خراج بھیجنا بند کر دیا تھا، دار الخلافۃ کے مصارف کا دارو مدار بڑی حد تک خوزستان کی آمدنی پر تھا، اس لئے ۳۲۵ھ میں ابن رائق اس ارادہ سے راضی کو لیکر واسط روانہ ہوا، کہ اگر ابو عبد اللہ افہام وتفہیم سے اطاعت قبول کرلیگا تو فبہا ورنہ بزور اُس سے خوزستان چھڑایا جائیگا، حجریہ کو اس کے ساتھ جانے میں تامل ہوا، اُس نے کہا کہ ابن رائق اس بہانہ سے ساجیہ کی طرح ہمارا شیرازہ بھی منتشر کرنا چاہتا ہے، لیکن خود خلیفہ اس مہم میں نکلا تھا، اس لئے حجریہ کو بھی چار و ناچار جانا پڑا، واسط پہنچ کر ابن رائق نے ان کا ایک حصہ چھانٹ دیا، اس پر وہ لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے، ابن رائق نے انھیں پسپا کر دیا، اور وہ بغداد لوٹ گئے، یہاں بغداد کے کوتوال لولو نے ان کے قدم نہ جمنے دئے، اور ان کی جائدادیں ضبط کر کے ان کے گھروں میں آگ لگوادی، ان کے بہت سے ممتاز آدمی ابن رائق ختم کر چکا تھا، اس لئے ان کی قوت ٹوٹ گئی[۱]،

حجریہ کا ہنگامہ فرو ہونے کے بعد ابن رائق نے ابو عبد اللہ بریدی کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے خراج دینا بند کر دیا ہے اور فوجوں کو حکومت کے خلاف بھڑکایا ہے، اگر خراج کی واجب الادا رقم بھجد و اور جن فوجوں کو بھڑکایا ہے انھیں واپس کر دو تو تم کو تمہارے منصب پر بحال رکھا جائے گا، ورنہ جس سزا کے مستحق ہوگے وہ دیجائے گی، خود راضی

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۰۵ و ۱۰۶،

ساتھ تھا، ابوعبداللہ کے لئے اس کا مقابلہ آسان نہ تھا، اس لئے بالاقساط خراج کی رقم ادا کرنے پر آمادہ ہوگیا، لیکن فوجوں کی فوری واپسی کے متعلق معذوری ظاہر کی کہ وہ ابھی بغداد واپس جانے پر آمادہ نہیں ہیں، ابن بویہ کے مقابلہ میں جو مہم بھیجی جائے گی اس کے ساتھ ان کو روانہ کر دیا جائیگا، راضی نے امرار کے مشورہ سے اس کو منظور کر لیا، اور بغداد لوٹ گیا، اور یہاں سے جعفر بن ورقار کو ابن بویہ کے مقابلہ کیلئے فوجیں لینے کے لئے اہواز بھیجا، لیکن ابوعبداللہ وعدہ سے پھر گیا، اور خراج کا ایک حبہ ادا نہیں کیا، اور اہواز کی فوجوں کو بھڑکا دیا کہ وہ جعفر سے روپیہ طلب کریں، چنانچہ جب وہ اہواز پہنچا تو فوجوں نے اس سے روپیہ طلب کیا، اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا، اس لئے فوجیں بگڑ گئیں اور اُسے قتل کی دھمکی دی اور جعفر کو جان بچاکر بغداد واپس جانا پڑا،

درباری امرار میں نوبختی وزیر ابن بریدی کے خلاف تھا، لیکن امیر ابوبکر ابن مقاتل اس کا ہوا خواہ اور اُس میں اور خلافت بغداد میں مصالحت کا خواہش مند تھا، اس لئے اُس نے نوبختی کو ہٹانے کی کوشش کی، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی، اتفاق سے اسی زمانہ میں نوبختی سخت بیمار پڑ گیا، اور اُس نے احمد بن علی کو اپنا نائب بنا دیا، اس میں اور ابن مقاتل میں بڑے تعلقات تھے، ابن رائق بھی اس کو مانتا تھا، اس لئے عباسی دربار میں ان دونوں کا بڑا اثر ہوگیا، اور ان کی کوشش سے ابن بریدی کے تعلقات بھی عارضی طور سے درست ہوگئے، لیکن یہ بڑا خودغرض تھا، ابن مقاتل اور احمد بن علی کے اثرات سے فائدہ اٹھا کر اُس نے اپنے بھائی کے لئے بصرہ کے ٹھیکہ کی کوشش کی، بصرہ ابن رائق کے زیر حکومت تھا، اُسے منظور کرنے میں تامل ہوا، لیکن احمد بن علی نے دھوکہ فریب سے دلوا دیا، محمد بن یزداد کا طرز عمل جو ابن رائق کی جانب سے بصرہ میں اُس کی نیابت کرتا تھا

اہل بصرہ کے ساتھ اچھا نہ تھا، اور وہ اس کی زیادتیوں کے سخت شاکی تھے، اس لئے حکومت کی تبدیلی سے ان کو قدرۃً مسرت ہوئی اور عمائد بصرہ نے اہواز جاکر ابن بریدی کی خدمت میں تہنیت پیش کی، اُس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے بڑی بڑی توقعات دلائیں اور بصرہ کو ابن یزداد کے ہاتھوں سے نکالنے کے لئے اپنے غلام کو فوج دیکر روانہ کیا اور بعض پُرانے ٹیکسوں کی موقوفی کا جو ابن رائق ان سے لیتا تھا اعلان کر دیا، اہل بصرہ پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا اور اُن کی مدد سے اُس نے بصرہ کے علاقے پر قبضہ کر لیا، لیکن شہر پر قبضہ نہ ہو سکا،

ابن رائق نے حجریہ کی قوت توڑنے کے لئے بہت سے حجری سپاہی نکال دیے تھے، یہ لوگ بغداد سے نکل کر اہواز پہنچے، ابن بریدی نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور انھیں ملانے کے لئے ابن رائق کی بڑی مذمت کی، دوسری طرف ابن رائق کو راضی رکھنے کے لئے لکھ بھیجا کہ حجری سپاہیوں سے مجھکو خطرہ تھا اپنے بچاؤ کے لئے میں نے اُن کی مدارات کی ہے، میں خراج کی رقم بھی بھیجنا چاہتا تھا، انہی لوگوں نے روک دیا، ابن رائق نے اسکے جواب میں لکھ بھیجا کہ جن حجری سپاہیوں کو تم نے پناہ دی ہے، ان کو نکال دو، ابن بریدی نے اس کی تعمیل سے معذوری ظاہر کی، اس لئے ابن رائق اور زیادہ برگشتہ ہو گیا، اور احمد بن علی سے ابن بریدی کی ان حرکتوں پر بیزاری ظاہر کرائی اور لکھوا بھیجا کہ وہ حصن مہدی سے اپنی فوجیں ہٹالے، ابن بریدی نے یہ عذر کیا کہ اہل بصرہ قرامطہ سے خوفزدہ تھے، ابن یزداد ان کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا، اس لئے انھوں نے خود میری فوجوں کو روک لیا ہے،

گو یہ عذر غلط تھا، لیکن یہ صحیح تھا کہ بصرہ کے اطراف میں قرامطہ کی یورش تھی، اسلئے ابن رائق خود ان کے مقابلہ کے لئے نکلا، اس وقت ابن بریدی کھل کر اُس کے مقابلہ

میں آگیا، اور اس کی فوجوں نے جو حصن مہدی میں تھیں بڑھ کر ابن یزداد کو بصرہ سے نکال کر قبضہ کر لیا، ابن رائق نے امیر بجکم ترکی اور بغداد کے کوتوال بدر خرشنی کو اس کے مقابلہ میں بھیجا، اُنھوں نے ابن بریدی کی فوجوں کو پیہم شکستیں دیں، ترکی افواج کا مقابلہ اس کے بس میں نہ تھا، اس لئے اُس نے عمائد بصرہ کے ذریعہ ابن رائق سے صفائی کی کوشش کی، مگر وہ آمادہ نہ ہوا، اس کے انکار پر اہل بصرہ نے خود مصالحت کی کوشش کی اور ابن رائق سے درخواست کی کہ اگر ان کو آیندہ کے لئے حسن سلوک کا یقین دلایا جائے، تو وہ ابن بریدی کا ساتھ چھوڑنے کے لئے تیار ہیں، لیکن ابن رائق اُن سے سخت برہم تھا، اس لئے انکی درخواست بھی مسترد کر دی، اور بحری و برّی دو سمتوں سے بصرہ پر حملہ کیا، بری فوج کو شکست ہوئی، لیکن بحری فوجوں نے کلا ر پر قبضہ کر لیا، اب ابن بریدی کے لئے تنہا مقابلہ کرنا مشکل تھا، اس لئے وہ اپنے بھائی ابو الحسین کو بصرہ کی حفاظت کیلئے چھوڑ کر خود حصول امداد کے لئے جزیرہ اوال چلا گیا، اُس کے جانے کے بعد بصرہ والوں نے ابن بریدی کی فوجوں کو کلار سے نکال دیا، ابن رائق کو اسکی خبر ہوئی تو وہ بجکم کو لیکر خود بصرہ کی طرف بڑھا، لیکن بصری اس کے خلاف تھے، اس لئے کامیابی نہ ہوئی، اور اسے اپنی فرودگاہ پر واپس آنا پڑا،

ابن بریدی بصرہ سے نکل کر عماد الدولہ کے پاس فارس پہنچا اور ابن رائق کی زبون حالی سنا کر اسے عراق پر قبضہ کیلئے اُبھارا، یہ اپنی حکومت کی توسیع کی فکر ہی میں تھا، اس لئے اپنے بھائی معز الدولہ کو فوجیں دے کر ابن بریدی کے ساتھ کر دیا، انھوں نے اہواز کا رُخ کیا، بجکم نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا، مگر اس کو شکست ہوئی، دوسری طرف فخر الدولہ نے بڑھ کر اس کی دوسری فوج کو شکست دی اور عسکر مکرم پر قبضہ کر لیا، عسکر مکرم پر قبضہ

کے بعد جب خوزستان میں فخرالدولہ کی قوت بڑھ گئی، تو دیالمہ ابن بریدی کو چھوڑ کر اس کی جانب متوجہ ہو گئے اور فخرالدولہ کا رویہ بھی اس کے ساتھ بدل گیا، اس کو اندازہ ہوا کہ فخرالدولہ اسے اہواز سے بے دخل کرنا چاہتا ہے، اس لئے دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے، بجکم کو اس کی خبر ملی تو اُس نے اس اختلاف سے فائدہ اٹھاکر سوس اور جندیسابور پر قبضہ کر لیا، اور خوزستان میں فخرالدولہ کی قوت کمزور پڑ گئی، لیکن اُس نے اہواز پر قبضہ کرکے اس کی تلافی کر لی اور ابن بریدی کو اہواز سے دست بردار ہو کر اپنے مرکز بصرہ واپس جانا پڑا۔

ابن رائق کے خلاف ابن مقلہ کی سازش اور اس میں ناکامی

اس زمانہ میں عباسی وزارت مصر و شام کے والی خراج ابوالفتح فضل بن جعفر کے ہاتھوں میں تھی، اُس نے حکومت کی حالت دگرگوں دیکھی تو ابن رائق کو مصر و شام کی حکومت کے حصول کے لئے ابھارا اور اس سے وعدہ کیا کہ اگر اس کو اس کے سابق عہدہ پر واپس کر دیا جائے، تو وہ مصر و شام پر قبضہ کرانے میں اس کی پوری مدد کریگا، بغداد کی امیرالامرائی گو بہت بڑا منصب تھا اور ایک طرح عباسی حکومت کی فرماں روائی تھی، لیکن نظام حکومت کی ابتری کی وجہ سے اس کے ساتھ سینکڑوں قسم کی زحمتیں پیدا ہو گئی تھیں، اس لئے ابن رائق آمادہ ہو گیا، اور ابوالفتح کو مصر و شام کے خراج کے عہدہ پر واپس کر دیا، اس کے بعد راضی نے سابق وزیر ابن مقلہ کو وزیر بنایا، اس کی وزارت محض برائے نام تھی، اختیارات تمام ابن رائق کے ہاتھوں میں تھے، ابن رائق نے اُس کی اور اس کے لڑکوں کی تمام املاک ضبط کر لی تھی، ابن مقلہ نے اس کی واپسی کی بڑی کوشش کی، لیکن ناکام رہا، اس لئے ابن مقلہ ابن رائق کے خلاف ہو گیا، اور بجکم سے جو اس وقت خوزستان میں تھا،

خط و کتابت کر کے اس کو امیر الامرائی کا منصب حاصل کرنے کے لئے اُبھارا اور راضی سے کہا کہ اگر ابن رائق اور اُس کی جماعت کو گرفتار کر کے بجکم کو امیر الامرا بنا دیا جائے تو میں اس سے اکتیس لاکھ اشرفیاں وصول کر دوں گا، راضی اس پر خوش دلی سے آمادہ نہ تھا، لیکن اُس نے انکار بھی نہیں کیا، ابن مقلہ نے بجکم کو لکھدیا کہ راضی تمکو امیر الامرا بنانے پر آمادہ ہے، اور خود اس کام کی تکمیل تک راضی کے پاس رہنے کے لئے قصر خلافت میں چلا آیا، راضی دل سے اس سازش کو پسند نہ کرتا تھا، اس لئے اس نے ابن مقلہ کو ایک حجرہ میں بند کر کے دوسرے دن صبح کو ابن رائق کو اس کے سارے منصوبوں سے آگاہ کر دیا، اُس نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا، لیکن وزارت کے منصب پر قائم رکھا،

بغداد پر بجکم کا قبضہ اور اُس کی امیر الامرائی

بجکم کے پاس ابن مقلہ کا پیام پہنچ چکا تھا، عراق اور خوزستان میں اسکی قوت بھی کافی بڑھ چکی تھی، امیر الامرائی کا منصب اتنا جلیل القدر تھا کہ ہر امیر اس کا خواہش مند تھا، اس لئے ابن مقلہ کے پیام کے بعد ہی بجکم اُس کے حصول کی تدبیر میں مصروف ہو گیا، ابن رائق اس سے بے خبر نہ تھا، اس کے توڑ کے لئے اُس نے ابن بریدی کو لکھا کہ اگر اس وقت تم بجکم کے مقابلہ میں میری مدد کرو تو میں واسط کو اس کے قبضہ سے نکالنے کے بعد تمہارے ٹھیکہ میں دے دونگا، بجکم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ فی الحال بغداد کا ارادہ ملتوی کر کے ابن بریدی سے نمٹنے کے لئے بصرہ کی طرف بڑھا، ابن بریدی نے محمد الجمال کو دس ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا، بجکم نے اسے شکست دے کر واپس کر دیا، اس وقت اس کو بغداد کی امیر الامرائی کی دھن لگی ہوئی تھی اور تاخیر کی صورت میں طرح طرح کے خطرات تھے، اس لئے اُس نے ابن بریدی سے مصالحت کی کوشش کی، اور اس کو لکھا کہ اگر مجھکو بغداد کی حکومت کے

حصول میں کامیابی ہوگئی تو تم کو واسط کا حاکم بنا دوں گا اور تم سے رشتہ بھی قائم کرونگا، ابن بریدی پیہم لڑائیوں سے گھبرا گیا تھا اس لئے اس پیام مصالحت کو قبول کر لیا، اور دونوں میں صلح ہوگئی،

ابن بریدی کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد بجکم ذی الحجہ ۳۲۶ھ میں بغداد کی طرف بڑھا، ابن رائق برابر اس کے حالات کی اطلاع رکھتا تھا، چنانچہ وہ اس کے مقابلہ کے انتظام میں بھی مشغول رہا اور بجکم کے نام راضی کا امتناعی حکم بھی بھجوا دیا، کہ وہ بغداد کا قصد نہ کرے، اور واسط لوٹ جائے، اُس نے اس حکم کو پڑھ کر پھینک دیا، اور پیشقدمی جاری رکھی، اور نہر دیالی کے مشرقی جانب فوجیں اُتاریں، ابن رائق کی فوجیں بھی اس کی مغربی سمت پہنچ چکی تھیں، درمیان میں دریا حائل تھا، بجکم نے دریا میں فوجیں اُتار دیں اُس کی یہ ہمت کو دیکھکر ابن رائق کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی، اور اُس نے بغیر لڑے میدان خالی کر دیا، اور بجکم نہر کو پار کرکے بغداد کے حدود میں داخل ہوگیا، ابن رائق بغداد چھوڑ کر نکل گیا، اور بجکم بغیر کسی جنگ کے آسانی کے ساتھ بغداد میں داخل ہوگیا،

اس زمانہ میں خود خلفاء میں کوئی دم خم نہ تھا وہ ہر غالب قوت کے ساتھ ہو جاتے تھے، اس لئے راضی نے بجکم کی کوئی مخالفت نہیں کی، بلکہ دوسرے دن اس کو بلا کر خلعت عطا کیا، اور ابن رائق کی جگہ امیر الامرائی کے منصب پر سرفراز کیا[۱]،

بغداد پر ابن رائق کا دوبارہ قبضہ

موصل میں آل حمدان عباسی حکومت کے زیر سیادت حکومت کرتے اور اس کو سالانہ خراج ادا کرتے تھے، راضی کے زمانہ میں ناصر الدولہ والی موصل نے خراج روک دیا تھا، اس لئے بجکم کی امیر الامرائی کے بعد ۳۲۷ھ میں راضی اور بجکم نے

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱۲،

موصل پر فوج کشی کی، راضی تکریت میں ٹھہر گیا اور بجکم نے آگے بڑھ کر کحیل میں ناصر الدولہ کو شکست دی، وہ شکست کھا کر آمد چلا گیا اور بجکم نصیبین میں ٹھہر گیا، ابن رائق اس وقت بغداد میں روپوش تھا، یہاں کا میدان خالی پا کر اس نے قرامطہ کی مدد سے بغداد پر قبضہ کر لیا، اس لئے بجکم کو ناصر الدولہ کی مہم ناتمام چھوڑ کر لوٹ جانا پڑا، اس کے ہٹتے ہی ناصر الدولہ نے نصیبین اور دیار ربیعہ پر قبضہ کر لیا، اسکو اب تک بغداد پر ابن رائق کے قبضہ کی خبر نہ تھی، اس لئے نصیبین پر قبضہ کے بعد پانچ لاکھ درہم ادا کر کے راضی سے صلح کر لی،

بجکم کی واپسی اور شام کی حکومت پر ابن رائق کا تقرر

ابن رائق کے پاس کوئی قوت نہ تھی، اس نے محض راضی اور بجکم کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر بغداد پر قبضہ کر لیا تھا، جو مستقل قائم نہ رہ سکتا تھا، اس سے اسکا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے ذریعہ وہ مصر و شام کی حکومت جس کی طمع اسے وزیر ابو الفتح نے دلائی تھی حاصل کرے، چنانچہ راضی، اور بجکم کی واپسی کے قبل ہی اس نے راضی سے صلح کر لی، اور راضی نے اس کی خواہش کے مطابق اس کو دیار مضر حران رہا، قنسرین کی چھاؤنی اور عواصم وغیرہ کا والی بنا دیا، حکومت کا پروانہ ملنے کے بعد اس نے بغداد چھوڑ دیا، اور ربیع الاول ۳۲۷ھ میں راضی اور بجکم دونوں بغداد واپس آگئے،[1]

بابیا کی بغاوت اور گرفتاری

بجکم کو ناصر الدولہ اور ابن رائق کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ ایک ترکی افسر بابیا باغی ہو گیا، یہ انبار میں بجکم کی جانب سے نیابت کرتا تھا، اس نے اس سے درخواست کی کہ پورا فراتی علاقہ اس کی حکومت میں دیدیا جائے تاکہ وہ ابن رائق والی شام سے اس کی حفاظت کر سکے، بجکم نے اسے منظور کر لیا، لیکن حکومت کا پروانہ ملنے کے بعد وہ ابن رائق سے مل گیا، اور راضی اور بجکم کے مقابلہ میں اس کا حامی و مددگار

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱۴،

بن گیا، ان دونوں کے اتحاد سے بجکم کو خطرہ پیدا ہوگیا، اس نے فوراً اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج روانہ کی، یہ خفیہ نقل و حرکت کرتی ہوئی رحبہ پہنچ گئی اور بابا کو دفعتہً گرفتار کرلیا، اور وہ بغداد لاکر قید کردیا گیا،

ابن بریدی کی فتنہ انگیزی اور ناکامی: بجکم اور ابن بریدی میں ظاہری صلح تو ہوگئی تھی لیکن اندرونی تعلقات خراب رہے، ۳۲۶ھ میں بجکم کے وزیر ابوجعفر محمد بن یحییٰ نے تعلقات استوار کرانے کی کوشش کی، بجکم خود تو اس سے صاف ہوگیا، اور چھ لاکھ سالانہ پر ابن بریدی کو واسط کا ٹھیکہ دیدیا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ عباسی وزیر ابوالفتح فضل بن جعفر کی موت کے بعد ابن بریدی کو راضی کا وزیر بھی بنوادیا، وہ خود تو خوزستان میں رہتا تھا، بغداد میں اس کی جانب سے عبداللہ بن علی نیابت کرتا تھا، بجکم نے اس کی لڑکی سے شادی بھی کرلی، لیکن ابن بریدی بڑا خود غرض اور کینہ پرور تھا، ان احسانات اور تعلقات کے بعد بھی صاف نہ ہوا، اور برابر اس کو زیر کرنے کی تدبیر میں مشغول رہا،

عراق، فارس اور خوزستان کے لئے بنی بویہ، وشمگیر اور ابن بریدی تین طاقتوں میں کشمکش جاری تھی، ابن بریدی نے بجکم کو بغداد سے ہٹانے کے لئے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ تم عراق پر فوج کشی کردو، بنی بویہ تمہاری مدافعت میں لگ جائیں گے اور میں اہواز پر قبضہ کرلونگا، بجکم اس کے فریب میں آگیا اور بنی بویہ کے مقابلہ کے لئے حلوان کی طرف بڑھا، اور ابوزکریا سوسی کو فوج دیکر ابن بریدی کی مدد کے لئے بھیجا، اس نے اس کو بنی بویہ کے مقابلہ کے لئے بہت اُبھارا، لیکن ابن بریدی اس کا منتظر تھا کہ جیسے ہی بجکم بنی بویہ سے بجھے وہ بغداد پہنچ کر قبضہ کرلے، اس لئے برابر ٹالتا رہا، ابوزکریا کو اس کا اندازہ ہوگیا، اس نے بجکم کو خبر کردی، اس لئے وہ راستہ ہی سے بغداد لوٹ گیا، اور فوجیں جمع کرکے

برّی اور بحری دونوں سمتوں سے واسط پر فوج کشی کر دی، ابن بریدی کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ واسط چھوڑ کر بصرہ چلا گیا، اور بجکم نے آسانی کے ساتھ اس پر قبضہ کر لیا،

شام پر ابن رائق کا قبضہ اور اخشیدی حکومت سے صلح

اوپر گذر چکا ہے کہ راضی نے ابن رائق کو دیار مضر، حران اور ربا کا والی بنا دیا تھا، اس زمانہ میں شام و مصر کا علاقہ اخشیدی حکومت کے ماتحت تھا، صرف شام کے چند سرحدی مقامات براہ راست عباسی حکومت کے قبضہ میں تھے، ابن رائق نے شام کی سرحد پر اخشیدی مقبوضات پر حملہ کر کے حمص، دمشق اور رملہ سے اخشیدی عمّال نکال دئے، اور مصر کی طرف بڑھا، عریش میں محمد بن طغج اخشیدی نے روکا، ابن رائق نے اسے شکست دی، اور اس کی فوجیں لوٹ میں مشغول ہو گئیں، اخشیدی فوجوں کا ایک حصہ کمین گاہ میں چھپا تھا، اُس نے نکل کر حملہ کر دیا، ابن رائق کی فوجیں غافل تھیں، اس لئے ان کو فاش شکست ہوئی، اور ابن رائق کو ناکام دمشق واپس جانا پڑا، اُسکی واپسی کے بعد محمد بن طغج نے اپنے بھائی ابو نصر کو ایک بڑی فوج کے ساتھ دمشق روانہ کیا، لجون میں دونوں کا مقابلہ ہوا اور ابو نصر شکست کھا کر مقتول ہوا، ابن رائق نے اُس کی لاش طغج کے پاس اپنے لڑکے مزاحم کے ہمراہ بحفاظت مصر بھجوا دی، اور اس کو لکھا کہ میرا ارادہ قتل کرنے کا نہ تھا، یہ واقعہ بالکل اتفاقی طور پر پیش آگیا، جس کا مجھ کو افسوس ہے، میں اپنے لڑکے کو فدیہ میں بھیجتا ہوں، اگر آپ چاہیں تو اس کو اپنے بھائی کے بدلہ میں قتل کر سکتے ہیں، محمد بن طغج اس تحریر سے بہت متاثر ہوا، اور مزاحم کو عزت و تکریم کے ساتھ ٹھہرایا اور خلعت دیکر واپس کیا اور دونوں میں اس تقسیم پر مصالحت ہو گئی کہ رملہ اُس پار مصر تک اخشیدی حکومت کا رقبہ ہے، اس میں ابن رائق آئندہ مداخلت نہ کرے گا، باقی شام کا پورا علاقہ ابن رائق کی حکومت میں رہے گا، اور وہ ایک لاکھ

چالیس ہزار دینار سالانہ اخشیدی حکومت کو ادا کیا کریگا،

ان واقعات سے یہ ظاہر ہی کہ راضی کا پورا دور حوادث و فتن کا آماجگاہ رہا، امرار و عمال کی خود سری، جنگ و جدال اور بدامنی کی وجہ سے خراج کی آمدنی اتنی گھٹ گئی تھی کہ حکومت کے اخراجات بھی پورے نہ ہوتے تھے، اور آئے دن وزارتیں بدلتی تھیں، لیکن اس صورت حال کی اصلاح کی کوئی شکل نہ نکلتی تھی، امیرالامرائی کے عہدہ کے قیام سے بھی کوئی فائدہ نہ حاصل ہوا، ان پُرشور حالات کی وجہ سے اس کے زمانہ میں کئی وزارتیں بدلیں،

وزارتیں | راضی کا پہلا وزیر ابوعلی بن مقلہ تھا، اس کے حالات مقتدر کے عہد میں لکھے جا چکے ہیں، کئی سال وزارت کرنے کے بعد اسے فوج کی بغاوت کی بنا پر وزارت کے عہدہ سے ہٹنا پڑا، اس کے بعد عبدالرحمٰن بن علیٰسی کو یہ منصب ملا، لیکن اس میں بگڑے ہوئے نظام کو سنبھالنے کی مطلق صلاحیت نہ تھی، اس لئے چند ہی دنوں کے بعد خود مستعفی ہوگیا، اس کے بعد ابوجعفر محمد بن کرخی وزیر بنایا گیا، اس میں بھی کوئی اہلیت نہ تھی یہ اتنا پستہ قد تھا کہ جب خلیفہ کی پیشی میں کھڑا ہوتا تھا تو اس کا سر تخت خلافت تک نہ پہنچتا تھا، اس کے لئے تخت کو نیچا کرنا پڑا، لوگوں نے اس کو بدشگونی پر محمول کیا، کم از کم اس کے حق میں یہ بدشگونی صحیح ثابت ہوئی، اور چند ہی دنوں کے بعد حالات نے ایسی پیچیدہ شکل اختیار کر لی کہ اسے وزارت چھوڑ کر روپوش ہو جانا پڑا، اس کے بعد سلیمان بن وہب بن مخلد کو یہ عہدہ ملا، لیکن یہ بھی ناکام رہا، جب وزراء سے ملک کی حالت اور حکومت کا میزانیہ نہ سنبھل سکا تو ابن رائق نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا، اور ذمہ داری لی کہ اگر تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں دیدیے جائیں تو جس طرح ممکن ہوگا، وہ حکومت کے اخراجات پورے کریگا، راضی کو چار و ناچار منظور کرنا پڑا، اور امیرالامرار کا عہدہ قائم

کرکے ابن رائق کو اس منصب پر سرفراز کیا اور حکومت کے جملہ اختیارات اسے تفویض کردئے، امیر الامرائی کے قیام کے بعد وزارت کا عہدہ تو برائے نام قائم رہا، مگر اس کے اختیارات سب سلب ہو گئے، امور مملکت کا ذمہ دار اور اسکے سیاہ و سپید کا مالک امیر الامرا ہوتا تھا، وزیر کی حیثیت اس کے ماتحت کاتب سے زیادہ نہ تھی، ابن رائق نے سلطنت کے اخراجات پورے کرنے کی ذمہ داری تو لے لی تھی، لیکن اسے پورا کرنا مشکل تھا، اس لئے اس کو کسی ایسے وزیر کی تلاش تھی جو اخراجات کے لئے روپیہ فراہم کر سکے، ابوالفتح فضل ابن جعفر دولت عباسی کی جانب سے مصر و شام کے خراج کا والی تھا، ان دونوں مقاموں پر نیم آزاد حکومتیں قائم تھیں، ان سے خراج وصول کرنے کی خدمت ابو جعفر کے سپرد تھی، اس لئے ابن رائق نے اسے بلا کر منصب وزارت تفویض کیا کہ اس کے ذریعہ مصر و شام کے محاصل مل جایا کریں گے، راضی نے اُسے خلعت سے نوازا، لیکن چند ہی دنوں کے بعد ابن رائق نے اپنی غرض سے جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، اس کو خراج کے عہدہ پر واپس کر دیا، اس کے بعد سابق وزیر ابن مقلہ کو دوبارہ منصب وزارت ملا، اس کے اور ابن رائق کے درمیان جو واقعات پیش آئے اُن کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، ابن مقلہ کے بعد سلیمان بن حسن اس خدمت پر مامور ہوا، اور اسی پر راضی کے دور کا خاتمہ ہو گیا،[1]

وفات ربیع الاول ۳۲۹ھ میں راضی مرض استسقا میں مبتلا ہوا، اور اسی مہینہ میں انتقال کر گیا، انتقال کے وقت کل ۳۲ سال کی عمر تھی، مدت خلافت چھ سال دس مہینے۔

اوصاف علمی اوصاف کے اعتبار سے راضی نہایت لائق خلیفہ تھا، تاریخ ادب اور شاعری سے خاص ذوق رکھتا تھا، خود بھی خوش گو اور قادر الکلام شاعر تھا، سلاطین

---

[1] یہ تمام حالات الفخری صفحہ ۲۵۳ تا صفحہ ۲۵۵ سے ماخوذ ہیں کہیں کہیں پر ابن اثیر سے بھی مدد لی گئی ہے،

فرماں رواؤں کی طرح محض تبرکاً اُس کی شاعری نہ تھی بلکہ صاحب دیوان تھا، تاریخ کی کتابوں میں اس کے متفرق اشعار ملتے ہیں، دو شعر نمونۃً یہ ہیں[1]،

یصفر وجھی اذا تاملہ　　طرفی ویحمر وجھہ خجلا

حتی کان الذی بوجنتہ　　من دم جسمی الیہ نقلا

جب میں اُس کی جانب نگاہ کرتا ہوں تو میرا چہرہ زرد اور اُس کے رخسارے شرم سے سرخ ہو جاتے ہیں،

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے جسم کا خون اس کے رخساروں میں منتقل ہو گیا ہے، اس لئے میرا جسم تو زرد ہو جاتا ہے اور اُس کا چہرہ سُرخ ؟

تاریخ میں اُس کے معلومات نہایت وسیع تھے، اور تاریخی مذاکروں سے اُسے بڑی دلچسپی تھی، علماء اور اہلِ کمال کا بڑا قدردان تھا، اس کے دربار میں بڑے بڑے ارباب کمال جمع اور اس کی فیاضیوں سے مستفیض ہوتے تھے[2]،

گو راضی کا زمانہ عباسی حکومت کے انتہائی انحطاط کا دور تھا، اور اس کا پورا عہد پُرشور رہا، لیکن اُس نے عباسی دربار کی تمام پُرانی روایات اور خصوصیات کو قائم رکھا، اس کا عہد اس بہار کا آخری منظر تھا، دربار کے تمام پرانے آداب و رسوم اسی طرح قائم تھے، اہلِ علم اور ندیموں کا مجمع رہتا تھا، شاہی خدم و حشم، حاجب و چاؤش، عطایا و انعامات اور مصارف مطبخ کسی چیز میں کمی نہیں آنے دی[3]، غرض عباسی دربار کا ظاہری ٹھاٹھ اسی طرح قائم رہا، لیکن اس کے بعد ہی اس بہار پر خزاں آگئی،

---

[1] الفخری ص ۲۵۵، تاریخ الخلفاء ص ۲۰۴ [2] مروج الذہب ج ۸ ص ۳۸۹،
[3] الفخری ص ۲۵۲ و ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱۹،

فیاضی اور سیر چشمی میں بھی اپنے اسلاف کی یادگار تھا، اس کے ندیم اور حاشیہ نشین اسکی فیاضیوں سے مالا مال تھے، وہ روزانہ اُنھیں کوئی نہ کوئی انعام عطا کرتا تھا، جو لوگ چند دن بھی اس کے دربار میں رہ جاتے وہ اتنے مالا مال ہو جاتے کہ پھر اُنھیں کوئی احتیاج باقی نہ رہتی تھی، اگر اُس کی غلط بخشیوں پر کوئی ٹوکتا تو جواب دیتا کہ میں اس بارہ میں امیر المومنین سفاح کا پیرو ہوں، اُن کا طریقہ تھا کہ جب کوئی ندیم یا مغنی آتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے اور کہتے تھے کہ مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہی کہ ایک شخص اس کو خوش کرتا ہی تو خوشی تو وہ نقد حاصل کر لیتا ہے اور اُس کا معاوضہ اُدھار پر ٹال دیتا ہے[1]،

[1] مروج الذہب ج ۸ص ۳۳۹ و ۳۴۰،
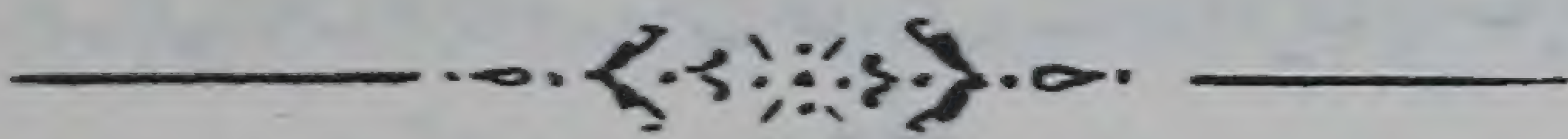
ابو اسحٰق ابراہیم بن مقتدر الملقب بہ متقی للہ

۳۲۹ھ تا ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۱ء تا ۹۴۴ء

راضی کے بعد ارکانِ دولت نے باہمی مشورہ سے راضی کے بھائی ابراہیم کو خلیفہ منتخب کیا، اور ربیع الاول ۳۲۹ھ میں وہ تخت نشین ہوا، اور متقی باللہ لقب اختیار کیا، اس وقت اس کا چونتیسواں سال تھا،

امیر الامراء بجکم اس وقت واسط میں تھا، متقی نے اس کے پاس خلعت اور لوائے خلافت بھیجا، سلامہ طولونی کو حجابت کا منصب عطا کیا، اور وزارت پر سلیمان بن وہب بدستور قائم رہا، لیکن اس کی وزارت برائے نام تھی، اختیارات تمامتر امیر الامراء کے ہاتھوں میں تھے، فارس، عراق اور خوزستان میں بدستور امراء کی کشمکش جاری رہی بلکہ اس کا سلسلہ اور زیادہ وسیع ہوگیا، لیکن اس کو دولت عباسیہ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے، اس لئے ان کے صرف وہی حالات لکھے جائیں گے جن کو براہ راست دولت عباسیہ سے کوئی تعلق ہوگا

بجکم کی موت

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ راضی کے آخری دور میں بجکم نے ابن بریدی کو واسط سے نکال دیا تھا، اسی سفر میں اس نے دولت کی طمع میں کردوں کے ایک جرگہ پر حملہ کردیا، اس حملہ میں وہ ایک کرد کے نیزہ کا نشانہ بن گیا، اس کی موت کی خبر بغداد پہنچی تو متقی نے اس کا گھر ضبط کر کے اس کی بے شمار دولت پر قبضہ کرلیا،[1]

[1] ابوالفداء ج ۲ ص ۲۸

ابن بریدی کا سب سے بڑا حریف بجکم تھا، اس کی موت سے اس کا راستہ بالکل صاف ہو گیا، بجکم کی دیلمی سپاہ بھی اس کے پاس چلی گئی اور اس کی قوت بہت بڑھ گئی یہ سب روپیے کے بھوکے تھے اور واسط دولت کا خزانہ تھا، اس لئے روپیہ کی طمع میں واسط کی طرف بڑھے متقی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے روکنے کی کوشش کی، انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو روپیے کی ضرورت ہے اگر روپیہ ہم کو مل جائے تو ہم لوٹ جائیں گے، متقی نے ڈیڑھ لاکھ دینار بھجوا دئے، روپئے ملنے کے بعد انھوں نے کہلا بھیجا کہ ہم حکومت کی جانب سے ابن بریدی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے لئے ہم کو کچھ اور روپیہ دیا جائے اور مقابلہ کے لئے کوئی افسر مقرر کر دیا جائے، حکومت کے ساتھ ابن بریدی کی مخالفانہ روش قائم تھی، اسلئے متقی نے منظور کر لیا اور چار لاکھ دینار ان میں اور بغدادی فوج میں تقسیم کئے اور ابن بریدی کے مقابلہ کے لئے سلامہ حاجب کو ان کا افسر مقرر کیا اور یہ لوگ ابن بریدی کے مقابلہ کے لئے نہر دیالی پر جمع ہوئے،

بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ ناکام واپسی اور کورتکین کی امیر الامرائی۔

ابن بریدی عرصہ سے امیر الامرائی کا خواب دیکھ رہا تھا، بجکم کے بعد جب اس کی راہ میں کوئی مزاحم باقی نہ رہا تو وہ سیدھا بغداد کی طرف بڑھا، اس وقت دیالمہ جو سلامہ حاجب کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے جمع ہوئے تھے کچھ تو اس سے مل گئے اور کچھ بنی حمدان کے پاس موصل چلے گئے، اور سلامہ طولونی اور دوسرے امرار کو روپوش ہو جانا پڑا، اور ابن بریدی بغداد کے دروازہ پہنچ گیا، یہاں کوئی روکنے والا نہ تھا، اس لئے امرائے بغداد نے اپنا کل سامان بغداد سے منتقل کر دیا اور رمضان ۳۲۹ھ میں ابن بریدی بغداد میں داخل ہو گیا، لیکن اپنے تمرد اور سرکشی سے متقی سے نہیں ملا، مگر وہ اتنا مجبور و بے بس تھا کہ ابن بریدی کے اس تمرد کے باوجو

اس کی پذیرائی کرنے پر مجبور تھا، چنانچہ بغداد کے داخلہ پر خود اس کے پاس پیام تہنیت کہلا بھیجا، اور اس کے لئے مطبخ شاہی سے خاصہ بھجواتا رہا، لیکن اس کے باوجود اس کی بد دماغی میں کوئی فرق نہ آیا اور نظام خلافت میں دست اندازی شروع کر دی، وزیر دولت کو معزول کر کے بصرہ کے جیل میں بھجوا دیا، اور متقی سے فوجی اخراجات کے لئے پانچ لاکھ دینار طلب کئے، اور دھمکی دی کہ اگر اس میں ذرا تامل ہوا تو معتز، مستعین اور مہتدی کی طرح تمہارا بھی حشر ہوگا، متقی بالکل بے بس تھا، اس لئے اس کو چار و ناچار یہ رقم حوالہ کرنی پڑی، ابن بریدی نے اسکو خود اپنے قبضہ میں کر لیا اور فوج کو اس میں سے ایک حبہ نہ دیا، اس لئے ترک اور دیلمی دونوں اس سے بگڑ گئے، ترکوں کا سردار کورتکین بھی ساتھ ہو گیا، اور دونوں نے مل کر اس پر حملہ کر کے کل مال چھین لیا، بغداد کے عوام بھی دیالمہ کے ساتھ ہو گئے، اس لئے ابن بریدی مقابلہ نہ کر سکا اور اسے بغداد چھوڑ کر واسط بھاگ جانا پڑا، متقی میں خود کوئی دم نہ تھا، اسلئے ابن بریدی کی طرح اسکو کورتکین کی بھی پذیرائی کرنی پڑی اور بادل ناخواستہ کورتکین کو امیر الامرا بنا دیا اوپر گذر چکا ہے کہ دیلمی فوج کا ایک حصہ بنی حمدان کے پاس موصل چلا گیا تھا، یہ سب زر و پیسہ کے طالب تھے، لیکن یہاں بھی انھیں کچھ نہ حاصل ہوا، اس وقت عباسی امراء میں سب سے بڑی شخصیت ابن رائق والی شام کی تھی، اس لئے یہ لوگ موصل سے شام پہنچے اور ابن رائق کو بغداد چلنے پر آمادہ کیا، اسی دوران میں اس کی طلبی میں متقی کا خط آگیا، یہ خود بھی بغداد کی امیر الامرائی کا خواہش مند تھا، اس لئے فوراً بغداد روانہ ہو گیا، ابن بریدی کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے موقع پا کر واسط پر قبضہ کر لیا، اس درمیان میں ابن رائق بغداد کے قریب پہنچ گیا، عکبرا میں اس کا اور کورتکین کا مقابلہ ہوا، اور معمولی جھڑپ کے بعد ابن رائق مغربی سمت سے بغداد میں داخل ہو گیا، دوسری جانب سے کورتکین اپنی پوری قوت کے ساتھ

مشرقی سمت سے پہنچ گیا، اس کے داخلہ کے بعد ابن رائق مایوس ہوگیا لیکن اتفاق سے اہل بغداد اس کے ساتھ ہوگئے، اور دونوں نے مل کر کورتکین کو شکست دیدی، کورتکین کی شکست کے بعد متقی نے ابن رائق کو امیر الامرائی کا منصب عطا کیا،

بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ اور ابن رائق اور متقی کا فرار

لیکن وہ مالی دشواریوں کی وجہ سے زیادہ دنوں تک اس منصب پر نہ رہ سکا، فوجوں نے اس سے روپیہ کا مطالبہ شروع کیا، ابوعبداللہ ابن بریدی نے واسط پر قبضہ کرکے خراج روک دیا تھا، اس لئے ابن رائق فوج کے مطالبہ کو پورا نہ کرسکا، اور وہ اس کا ساتھ چھوڑ کر ابن بریدی کے پاس چلی گئی، اس نے فوراً اپنے بھائی ابوالحسین کو فوجیں دے کر بغداد روانہ کردیا، ابن رائق اور اہل بغداد نے مل کر اسکا مقابلہ کیا، لیکن ابوالحسین نے دونوں کو شکست دی، اور متقی کو بغداد چھوڑ کر موصل چلاجانا پڑا، بغداد پر قبضہ کے بعد ابوالحسین اور اس کی فوج نے شہر کو خوب لوٹا، اور اہل شہر پر بڑے مظالم ڈھائے، تمام عمائد سلطنت شہر چھوڑ کر نکل گئے اور ابن بریدی کی فوج نے بغداد کو لوٹ کر بالکل ویران کرڈالا،

ابن رائق کا قتل اور بغداد پر متقی کا دوبارہ قبضہ اور ناصر الدولہ کی امیر الامرائی

متقی بغداد سے نکلنے کے بعد موصل چلاگیا تھا، حدود موصل میں پہنچنے کے بعد اپنے لڑکے ابو منصور کو ابن رائق کے ساتھ ناصر الدولہ حمدانی والی موصل کے پاس مدد مانگنے کے لئے بھیجا، ناصر الدولہ نے شاہزادہ کے شایان شان اس کا احترام کیا، لیکن ابن رائق کو جس کے ساتھ اسے پہلے سے دشمنی تھی قتل کرادیا، اور خود متقی کی خدمت میں حاضر ہوگیا، اس کو اس وقت ناصر الدولہ کی مدد کی ضرورت تھی، اس لئے ابن رائق کے قتل کے واقعہ پر چشم پوشی سے کام لیا اور ناصر الدولہ کو امیر الامرا بنایا اور اس کے بھائی ابوالحسن علی کو سیف الدولہ کا خطاب عطا کیا، اور ناصر الدولہ ابن بریدی

کو نکالنے کے لئے متقی کے ساتھ بغداد آیا، ابن بریدی میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے وہ خود بغداد چھوڑ کر واسط چلا گیا، اور اہل بغداد کو اس کے مظالم سے نجات ملی ابن رائق کے قتل سے یہ نقصان ہوا کہ دمشق پر اخشید والی مصر نے قبضہ کر لیا[1]،

ترکوں کی بغاوت اور ناصر الدولہ کی امیر الامرائی کا خاتمہ

بغداد میں ابن بریدی کے پاس ناصر الدولہ کے مقابلہ کی قوت نہ تھی، اس لئے وہ بغداد چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا، واسط میں دوبارہ تیاری کر کے پھر وہ ناصر الدولہ کے مقابلہ کے لئے نکلا، ناصر الدولہ کے بھائی سیف الدولہ نے اُسے شکست دیکر واسط واپس کر دیا، پھر ۳۳۱ھ میں واسط پر فوج کشی کر کے یہاں سے بھی ابن بریدی کو نکال دیا، اور اس کے اصلی مرکز بصرہ پر حملہ کا قصد کر رہا تھا کہ اس کی فوج کے دو سرکش ترکی افسروں خجخج اور تورون نے روپیہ کے لئے علم بغاوت بلند کر دیا اور سیف الدولہ کے لشکر گاہ پر حملہ کر کے اسے بغداد بھاگنے پر مجبور کر دیا، ناصر الدولہ اُس وقت یہیں تھا، اس لئے وہ موصل بچانے کیلئے روانہ ہو گیا اسکے جاتے ہی دیالمہ اور ترکوں نے اس کے بغدادی قیام گاہ کو لوٹ لیا، اور چند مہینوں کے اندر ناصر الدولہ کی امیر الامرائی کا خاتمہ ہو گیا،

بغداد پر تورون ترکی کا قبضہ اور اس کی امیر الامرائی

ادھر واسط کی حکومت کے بارہ میں خجخج اور تورون میں جھگڑا ہو گیا، آخر میں اس پر فیصلہ ہوا، کہ حکومت تورون کے ہاتھوں میں رہیگی اور فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ خجخج کے پاس رہے گا، ابن بریدی کو اس کے اختلاف کی خبر ہوئی تو اُس نے پھر واسط پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا، تورون نے خجخج کو اس کے مقابلہ پر مامور کیا، ابن بریدی نے تورون کو دھوکا دینا چاہا، اور اس سے کہلا بھیجا کہ میں واسط کو ٹھیکہ پر لینا چاہتا ہوں، تورون اس کے فریب میں نہ آیا، اور قاصد کو خوش اسلوبی کے ساتھ

---

[1] ابو الفداء ج ۲ ص ۸۹،

واپس کر دیا، اس کو خنجح پر اعتماد نہ تھا، اُس نے اُس کے پیچھے جاسوس لگا دیا تھا، جاسوس نے آکر خبر دی کہ وہ ابن بریدی سے مل جانا چاہتا ہے، یہ خبر سُن کر توزون نے دفعۃً خنجح کے لشکرگاہ پر پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا، اور اُس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں، اس دوران میں سیف الدولہ برابر توزون کے مقابلہ کی تیاری کرتا رہا، توزون کو اسکی خبر ہوئی تو وہ فوراً بغداد کی طرف بڑھا، ابھی سیف الدولہ پورے طور سے تیار نہ ہوا تھا، اس لئے اُسے بغداد چھوڑ کر موصل چلا جانا پڑا، اور رمضان ۳۳۱ھ میں توزون بغداد میں داخل ہو گیا، متقی نے حسب معمول اسے بھی امیر الامراء بنا دیا،

متقی اور توزون میں بدگمانی

ادھر ابن بریدی نے واسط کا میدان خالی پا کر اس پر قبضہ کر لیا، اس لئے توزون کو اسے چھڑانے کے لئے نکلنا پڑا، ابن بریدی کا ایک افسر ابو جعفر بن شیرزاد توزون سے مل گیا، اُس نے اس کے مزاج میں اتنا اثر و رسوخ پیدا کر لیا کہ عباسی امراء توزون سے بدظن ہو گئے اور ابن مقلہ اور توزون کے بغدادی نائب محمد بن ینال نے متقی کو اس کے خلاف بھڑکا دیا، کہ توزون بریدی سے مل گیا ہے، اور دونوں نے آپس میں یہ طے کیا ہے کہ آپ کے پاس بحکم کی جو دولت ہے اس پر قبضہ کر کے آپس میں بانٹ لیں اور ابن بریدی کا فوجی افسر ابن شیرزاد اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ وہ آپ کو پکڑ کر ابن بریدی کے حوالہ کر دے، یہ خطرہ سُن کر متقی موصل جانے کے لئے آمادہ ہو گیا اور بنی حمدان کو لکھا کہ وہ اس کو لیجانے کے لئے فوجیں روانہ کر دیں،

توزون کے خوف سے متقی کی موصل روانگی اور دونوں میں مصالحت

ابھی متقی جانے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ابو جعفر بن شیرزاد بغداد پہنچ گیا اور آتے ہی حکومت کی باگ اپنے ہاتھوں میں لے لی، اور متقی کو نظر انداز کر کے خود سرانہ حکومت کرنے لگا، اس سے متقی کو خطرہ کا یقین ہو گیا، اس دوران میں ناصر الدولہ

کی فوجیں متقی کو لینے کے لئے بغداد پہنچ گئیں اور وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر موصل روانہ ہو گیا، اس کے جانے کے بعد ابن شیرزاد نے اہل بغداد پر بڑے مظالم ڈھائے، اور ابن بریدی کو متقی کے موصل چلے جانے کی اطلاع دی، یہ اطلاع پاتے ہی تورون کو بغداد واپس آنا پڑا،

متقی کے حدود موصل میں داخلہ کے ساتھ ناصر الدولہ اور سیف الدولہ دونوں اسکی مدد کے لئے پہنچ گئے تھے، اس لئے بغداد واپس آنے کے بعد تورون فوراً ان کے مقابلہ کیلئے روانہ ہو گیا، اور ناصر الدولہ اور سیف الدولہ دونوں کو فاش شکست دی اور ان کو موصل میں بھی نہ ٹھہرنے دیا، متقی ناصر الدولہ کے ساتھ تھا جب اُس نے دیکھا کہ ناصر الدولہ بھی اسکی مدد سے قاصر ہے تو وہ رقہ چلا آیا، اور تورون سے کہلا بھیجا کہ تمہاری اور ابن بریدی کی مصالحت سے مجھے خطرہ پیدا ہو گیا تھا اس لئے میں بنی حمدان کے پاس چلا آیا تھا، میری دلی خواہش ہے کہ تم میں اور بنی حمدان میں صلح ہو جاتی، اس تحریک پر تورون نے ناصر الدولہ سے صلح کر لی، صلح کے بعد تورون بغداد لوٹ گیا، لیکن متقی کو تورون کی جانب سے اطمینان نہ تھا اسلئے وہ بنی حمدان کے ہی پاس رقہ میں مقیم ہو گیا[1]،

اس درمیان میں بنی حمدان کے ساتھ تورون کی مشغولیت سے فائدہ اُٹھا کر معز الدولہ دیلمی نے واسط پر فوج کشی کر دی تھی، بغداد واپس آنے کے بعد تورون نے اسے شکست دے کر واپس کیا،

ابو عبد اللہ بن بریدی کی موت مسلسل لڑائیوں نے ابو عبد اللہ ابن بریدی کی مالی حالت بہت خراب کر دی تھی، اس کا بھائی ابو یوسف دولت مند تھا، ابو عبد اللہ ایک عرصہ تک اس سے قرض لیتا رہا، لیکن وہ کب تک اس بار کا متحمل ہوتا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے تعلقات کشیدہ

[1] یہ تمام حالات ابن خلدون ج ۴ ص ۴۰۱ تا ۴۰۳ سے ماخوذ ہیں،

ہو گئے، ابن بریدی کی ناداری اور ابویوسف کے تمول کی وجہ سے ابن بریدی کی فوج بھی ابویوسف کی طرف مائل ہو گئی تھی، ابویوسف اس سے ابن بریدی کے اسراف اور بے تدبیری کی شکایت کیا کرتا تھا ابن بریدی کو اس کی خبریں برابر ملتی رہیں، یہ بھی اس کو معلوم ہوا کہ ابویوسف اسے ہٹا کر اسکی جگہ لینا چاہتا ہے، اس سلسلہ میں بعض اور ایسے واقعات پیش آئے کہ ابن بریدی ابویوسف کا جانی دشمن بن گیا، اور دھوکے سے اس کو قتل کرا دیا، اس واقعہ کے آٹھ مہینے بعد شوال ۳۳۲ھ میں ابن بریدی کا بھی وقت آخر ہو گیا، اس کے بعد اس کا بھائی ابوالحسین اس کا جانشین ہوا، لیکن اس میں کوئی اہلیت نہ تھی، اس لئے فوج نے اس کو ہٹا کر اس کے بھتیجے ابوالقاسم کو حاکم بنایا،

بیرونی مہمات

دولت عباسیہ کی زبون حالی کی وجہ سے بیرونی مہمات کا سلسلہ عرصہ سے رک گیا تھا، اس سے رومیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے چنانچہ ۳۳۰ھ میں وہ شام کی سرحد میں گھس آئے اور نواح حلب کو تاخت و تاراج کر کے پانچ ہزار آدمی گرفتار کر لے گئے، خلافت بغداد میں مقابلہ کی سبکت باقی نہ تھی، خود شام کے مسلمانوں نے اس کا انتقام لیا، اور رومی حدود میں تاخت کر کے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور کئی بطریق گرفتار کئے،

اسی زمانہ میں مسیحیوں کو یہ خبر ملی کہ رہا کے کنیسہ میں ایک رومال ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے منہ صاف کیا تھا، اور اس پر آپ کے چہرہ کی شبیہ آگئی تھی، اس لئے ۳۳۲ھ میں قیصر روم نے متقی کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر یہ مقدس رومال اس کے پاس بھجوا دیا جائے تو وہ اس کے بدلہ میں ان تمام مسلمان قیدیوں کو جو اس کے یہاں اسیر ہیں، رہا کر دیگا، متقی نے قضاۃ اور فقہاء سے مشورہ کیا، بعضوں نے رائے دی کہ رومال بھیج کر قیدیوں کو چھڑا لینا چاہئے، لیکن بعض اشخاص نے اختلاف کیا، اور کہا کہ یہ رومال ایک عرصۂ دراز سے اسلامی

ملک میں چلا آرہا ہے، آج تک کسی رومی فرماں روا نے اس کا مطالبہ نہیں کیا، اس کے دینے میں مسلمانوں کی مخالفت کا اندیشہ ہے لیکن بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ رومال بھیج کر قیدیوں کو چھڑا لینا چاہئے، چنانچہ اس کے معاوضہ میں بہت سے مسلمانوں کی جانیں بچ گئیں[1]

۳۳۲ھ میں روسیوں نے بحر اسود کی راہ سے آذربیجان پر حملہ کر دیا، اور بڑھتے ہوئے بروعہ تک پہنچ گئے، یہاں کے مسلمانوں نے مقابلہ کیا، لیکن انھیں شکست ہوئی، اور روسی بروعہ میں داخل ہو گئے، مگر آبادی سے کوئی تعرض نہیں کیا، لیکن مسلمانوں نے روسیوں پر سنگباری شروع کر دی، روسیوں نے انھیں روکنے کی کوشش کی مگر یہ باز نہ آئے، روسیوں نے جوش غضب میں ہزاروں مسلمان قتل کر ڈالے، اس سے مسلمانوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا، انھوں نے جہاد کا اعلان کر دیا، اس اعلان پر ہر طرف سے مسلمان ٹوٹ پڑے اور روسیوں کو شکست دیکر نکال دیا[2]

وزارت دولت عباسیہ میں وزارت کا عہدہ بڑا جلیل القدر تھا، وزیر ہی نظام مملکت کا ذمہ دار ہوتا تھا، اس کیلئے لائق ترین اشخاص کا انتخاب کیا جاتا تھا، لیکن خلافت پر زوال کے ساتھ ساتھ وزارت کی اہمیت بھی گھٹتی گئی اور امیر الامراء کے عہدہ کے قیام کے بعد تو اس کی وقعت بالکل ہی جاتی رہی، حکومت کے جملہ اختیارات امیر الامراء کے ہاتھ میں آگئے تھے، وزارت کا محض نام رہ گیا تھا اور اس کے لئے کسی قابلیت کی بھی شرط نہیں رہ گئی تھی، امیر الامراء جسے اپنے مفید مطلب سمجھتا اسے وزیر بنا تا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کس و ناکس وزیر ہونے لگا، اور وزارت کا عہدہ تماشہ بن کر رہ گیا، متقی کے زمانہ میں کوچہ و بازار میں اسکا مضحکہ اڑایا جانے لگا، قاضی تنوخی لکھتے ہیں کہ بنی عباس کے سیاسی نظام میں سب سے پہلے

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۱ و ۱۳۲۔ [2] ایضاً

عہدۂ قضا پر زوال آیا اور بے علم قضاۃ مقرر ہونے لگے، پھر وزارت پر زوال طاری ہوا اور متقی کے عہد میں اس کی شان و شوکت کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور گلی کوچوں میں اس کا مذاق اڑایا جانے لگا، ابو الحسین بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے شارع خلد میں دیکھا کہ ایک جگہ بندر کا تماشہ ہو رہا ہے، مداری بندر سے پوچھتا ہے تم بزاز بننا چاہتے ہو، وہ سر کے اشارہ سے ہاں کہتا ہے، پھر پوچھتا ہے عطار بننا چاہتے ہو، اس پر بھی وہ ہاں کہتا ہے، اسی طریقہ سے مداری مختلف پیشوں کے متعلق پوچھتا جاتا ہے اور بندر سر ہلا کر اثبات میں جواب دیتا جاتا ہے، آخر میں سوال کرتا ہے وزیر بننا چاہتے ہو، اس پر وہ سر ہلا کر انکار کرتا ہے، اور اس سے سارا مجمع لطف اندوز ہوتا ہے[1]

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ متقی کے دور میں وزارت کس درجہ تک پہنچ گئی تھی امیر الامرائی کے قیام کے بعد وزراء کا عزل و نصب امیر الامراء کے ہاتھوں میں آگیا تھا، اور خود اس عہدہ کو بھی قرار نہ تھا، جو امیر غالب ہوتا تھا وہ امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہو جاتا تھا، اس لئے وزارتیں بھی آئے دن بدلتی رہتی تھیں، چنانچہ متقی کے مختصر دور حکومت میں کئی وزارتیں بدلیں کوئی وزیر تین چار مہینوں سے زیادہ اپنے عہدہ پر نہ رہنے پاتا تھا، اس کا پہلا وزیر سلیمان بن وہب بن مخلد تھا، چار مہینے کے بعد ابو الخیر احمد بن محمد بن میمون کو قلمدان وزارت سپرد ہوا، یہ محض برائے نام وزیر تھا، چھ مہینے کے بعد یہ بھی ہٹا یا گیا، اور ابن بریدی اس منصب کے لئے نامزد ہوا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد بغدادی فوج کی بغاوت کی وجہ سے اسے بھی بھاگنا پڑا، اس کے بعد وزارت کا کام عبد الرحمن بن علیسیٰ کے سپرد ہوا، اصل وزیر ابو اسحٰق محمد ابن احمد اسکافی تھا، لیکن یہ کوئی کام نہ کرتا تھا، اس کی مدت وزارت کل چالیس دن تھی، اس کے بعد محمد بن قاسم کرخی وزیر مقرر ہوا، چند دنوں کے بعد پھر ابن بریدی وزیر ہوا، لیکن

---

[1] جامع التواریخ قاضی تنوخی ص ۱۴۵

کل ایک مہینہ کے اندر اس کی دوسری وزارت بھی ختم ہو گئی، اور احمد بن عبید اللہ اصفہانی کو یہ منصب سپرد ہوا، اس میں مطلق کوئی صلاحیت نہ تھی، اس کے بعد ابن مقلہ وزیر بنایا گیا اسی کے دور وزارت میں متقی کا زمانہ آخر ہو گیا[1]،

متقی کی معزولی اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امیر الامراء توزون کی وجہ سے متقی بغداد چھوڑ کر بنی حمدان کے پاس مقیم ہو گیا تھا، لیکن چند دنوں کے بعد ان کا رویہ بھی بدل گیا، اور وہ ان کی بدسلوکی سے گھبرا گیا، اس وقت اس کے لئے دو ہی صورتیں تھیں یا وہ توزون کو راضی کر کے بغداد واپس جاتا یا کسی دوسرے امیر کے دامن میں پناہ لیتا، اُس نے بیک وقت دونوں صورتیں اختیار کیں، چنانچہ ایک طرف تو اس نے بغداد واپس جانے کے لئے توزون سے صفائی کی کوشش کی، دوسری طرف محمد بن طغج اخشیدی والی مصر کو اپنی حالت زار سے آگاہ کر کے اسے مدد کے لئے بلا بھیجا، توزون نے اس کے پیام صلح کو خوشی سے منظور کر لیا اور قضاۃ، بنی ہاشم کے ارکان اور دوسرے عمائد سلطنت کے روبرو متقی کے ساتھ وفاداری کا حلف نامہ لکھ کر ان کو گواہ بنایا، ان لوگوں نے متقی کو اطمینان دلا کر بلا بھیجا، لیکن ابھی متقی رقہ سے بغداد روانہ نہ ہوا تھا کہ محمد بن طغج بھی اس کی مدد کے لئے پہنچ گیا، اور متقی کے حضور میں اظہار و اطاعت و خدمت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، اس کی اور اس کے تمام وابستگان دولت کی خدمت میں بیش قیمت ہدایا پیش کر کے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ مصر و شام تشریف لے چلئے، وہاں کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا، لیکن متقی اس پر آمادہ نہ ہوا، ابن طغج نے کہا اگر میرے ساتھ نہیں چلتے تو خدا کے لئے بغداد نہ جائیے توزون کا کوئی اعتبار نہیں لیکن متقی نے یہ مشورہ بھی نہ قبول کیا، اور توزون کے حلف نامے اور عمائد بغداد کی تصدیق

---

[1] یہ حالات ابن اثیر عہد متقی اور الفخری ص ۲۵۹ سے ماخوذ ہے،

پر اعتماد کر کے بغداد روانہ ہو گیا، نمک حرام اور فریب کار تورون خود سندیہ تک اس کے استقبال کے لئے آیا، اور متقی کے سامنے زمین بوس ہو کر ایفائے عہد اور اطاعت کا یقین دلایا اور متقی کے خدم و حشم اور مخدرات شاہی کو خاص اپنے خیمہ میں اتارا، لیکن یہ سب اس کا فریب تھا، متقی کو اطمینان دلانے کے بعد ہی اُس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں، جب وہ درد کی تکلیف سے چیخا اور اس کے ساتھ خدام شاہی اور حرم سلطانی کی آوازوں کا شور بلند ہوا تو اس نمک حرام نے سب کو ڈپٹ کر خاموش کیا، متقی کو اندھا کرنے کے بعد اسے لیکر بغداد آیا اور تخت خلافت سے معزول کر دیا[1]، اس کی مدت خلافت ۳ سال ۵ مہینے چند دن تھی؛

اوصاف | متقی میں اُمور جہانبانی کی کوئی صلاحیت نہ تھی، اور اگر کسی قدر تھی بھی تو امراء کی سرکشی اور بغداد کے سیاسی انقلابات کی وجہ سے اس کو ابھرنے موقع نہ ملا، اور اس کے زمانہ میں عباسی حکومت کے ظاہری ٹھاٹھ کا بھی خاتمہ ہو گیا، اور خلفاء کی کوئی حیثیت نہ رہ گئی

ابن طقطقی کا بیان ہے کہ متقی میں جہانبانی کا کوئی وصف نہ تھا، اس کے زمانہ میں نظام حکومت درہم برہم ہو گیا اُس کے پورے دور میں جنگ و جدال اور فتنہ و فساد کا بازار گرم رہا، بغداد پر حملہ ہوا، دار الخلافہ کا کل سامان لوٹ لیا گیا، تورون کا اقتدار اتنا بڑھا دیا کہ دسس نے بغداد پر قبضہ کر لیا، اور متقی کو بغداد چھوڑ کر بھاگ جانا پڑا، اور تورون کے ہاتھوں اس کو بُرے دن دیکھنے پڑے[2] مسلسل سیاسی انقلابات نے عراق کو بالکل تباہ کر دیا تھا، بغداد میں اتنا شدید قحط پڑا جس کی مثال گذشتہ عباسی تاریخ میں نہیں ملتی، غلہ سونے کے بھاؤ بکنے لگا، عوام قحط کی شدت سے مردار

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۶ و ۱۳۷ [2] الفخری ص ۲۵۶،

کھانے پر مجبور ہو گئے تھے[۱]،

البتہ مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے متقی میں بڑی خوبیاں تھیں، بلکہ اپنے پیشروؤں کے مقابلہ میں وہ گویا زاہد تھا، خطیب کا بیان ہے کہ وہ اپنے پیشرو خلفاء کے بہت سے افعال و اعمال سے محترز رہا، نبیذ کو جو خلفاء کی گھٹی میں پڑی تھی کبھی منہ نہیں لگایا، رات دن اس کو روزہ نماز سے کام تھا[۲]، ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ مجھے قرآن کے علاوہ اور کسی ندیم کی ضرورت نہیں[۳]،

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۴۰۴ [۲] تاریخ خطیب ج ۶ ص ۵۲ [۳] تاریخ الخلفاء ص ۴۰۴،
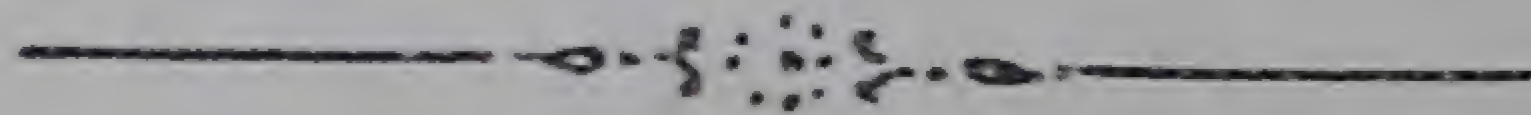
سلسلۂ تاریخ اسلام

تاریخ اسلام حصہ اوّل (عہد رسالت و خلافت راشدہ) اردو میں اسلامی تاریخ پر کوئی ایسی جامع کتاب نہیں تھی جسمیں تیرہ سو سال کی تمام اہم اور قابلِ ذکر حکومتوں کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ ہو، اس لئے دار المصنفین نے تاریخ اسلام کا ایک پورا سلسلہ مرتب کرایا ہے، اس حصہ میں آغاز اسلام سے لے کر خلافت راشدہ کے اختتام تک کی مفصل مذہبی، سیاسی و تمدنی اور علمی تاریخ ہے، قیمت :- عے ضخامت ۳۰۸ صفحے،

تاریخ اسلام حصۂ دوم، اس حصہ میں اموی حکومت کی صد سالہ سیاسی علمی اور تمدنی تاریخ کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۳۷ صفحے، قیمت عے،

تاریخ دولتِ عثمانیہ حصۂ اول، اس میں عثمان اول سے مصطفے رابع تک سلطنت عثمانیہ کے چھ سو برس کے کارناموں کی تفصیل ہے، اس سے زیادہ مستند اور محققانہ تاریخ اس عظیم الشان سلطنت کی اردو زبان میں ابتک نہیں لکھی گئی ہے، ضخامت ۵۰۰ صفحے، قیمت :- عے از مولوی محمد عزیر صاحب ایم اے

تاریخ دولتِ عثمانیہ حصہ دوم، سلطنتِ عثمانیہ کے عروج و زوال کی تاریخ اور اس کے نظامی اور تمدنی کارناموں کی تفصیل، از محمود ثانی ۱۲۲۳ھ ۱۸۰۸ء تا جنگ عظیم ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء، قیمت : صہ ضخامت ۶۸۴ صفحے،

تاریخ صقلیہ جلد اوّل، اس میں متعلیہ کے جغرافی حالات، سسلی، اٹلی و جزائر سسلی پر اسلامی حملوں کی ابتداء، اسلامی حکومت کا قیام، عہد بعہد کی ترقیوں اور عروج کی پوری اور مفصل داستان ہے،

ضخامت : ۴۶۶ صفحے، قیمت : للعہ

تاریخ صقلیہ حصۂ دوم، یہ سسلی کے اسلامی دور کا تمدنی و علمی ترقیوں کا مرقع ہے، جس میں عہد بعہد کے مفسرین، محدثین، فقہاء، ادباء، شعراء کے مفصل حالات، ان کی تصنیفات اور ان کی نثر و نظم کا ذکر بھی آگیا ہے، از مولوی سید ریاست علی صاحب ندوی، رفیق دار المصنفین

ضخامت :- ۵۰۰ صفحے،

قیمت : للعہ

مسعود علی ندوی، منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ، (طابع و ناشر محمد اویس دانی)